انبیاء علیہم السلام کے حالات اور واقعات کا مستند مجموعہ

تذکرۃ الانبیاء علیہم السلام

مع

حیات الانبیاء علیہم السلام



تصنیف

علامہ محمد ناصر الدین ناصر قادری عطاری

قادری برادرز بک سٹال لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرۃ الانبیاء علیہم السلام

مع

حیات الانبیاء علیہم السلام

انبیاء علیہم السلام کے حالات اور واقعات کا مستند مجموعہ

تذکرۃ الانبیاء علیہم السلام

مع

حیات الانبیاء علیہم السلام

تصنیف

علامہ محمد ناصر الدین ناصر قادری عطاری

قادری برادرز بک سٹال لاہور

تزئین واہتمام
سید شاہد علی قادری

نام کتاب	تذکرۃ الانبیاء
مصنف	علامہ محمد ناصر الدین ناصر قادری عطاری
کمپیوٹر گرافکس	اے ایف ایس اردو بازار لاہور
تعداد	1100
سن اشاعت	ستمبر 2007ء
ناشر	سادات پبلی کیشنز لاہور
قیمت	

ملنے کا پتہ

فہرست تذکرہ انبیاء مع حیات الانبیاء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی آلِکَ وَااَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ

تذکرہ سیّدالانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور پھر یہی نور خلق عالم کا وسیلہ بنا۔ اسی نور کو اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہی نبوت ورسالت کے عظیم منصب پر فائز فرمایا اور بعد میں اسی عالم ارواح میں ہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت پر ایمان وامداد کا عہد لیا۔ (ترمذی شریف)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے خبر دیجئے کہ تمام چیزوں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کسے پیدا کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا۔ پھر وہ نور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جہاں بھی اسے منظور تھا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم اور نہ جنت اور نہ دوزخ اور نہ فرشتے اور نہ آسمان نہ زمین نہ سورج اور نہ چاند اور نہ جن اور نہ انسان تھے۔

(زُرقانی ج ا۔ مواہب)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وقت خاتم النبیین تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی تک اپنے خمیر میں تھے۔

(مسند احمد، بیہقی، مشکوٰۃ باب فضائل سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے لیے نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے! یعنی ان کے جسم میں جب جان بھی نہیں آئی تھی۔ میں اس وقت سے نبی ہوں۔
(مسند احمد، بخاری شریف، ترمذی ومشکوٰۃ، مستدرک)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، نور کو ان کی پشت مبارک میں بطور ودیعت رکھا اور ان سے عہد لیا کہ یہ نور پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہے۔ یہاں تک کہ وہ نور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کے رحم پاک میں منتقل ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ نور ان کی پشت میں منتقل ہو گیا اور اس طرح یہ نور پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پشت تک پہنچ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ سے یہ نور ایامِ تشریق میں بروز جمعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے رحم مقدس میں منتقل ہو گیا۔ جیسا کہ کعب بن احبار سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہمیشہ پاک ہستی سے پاک ہستی میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو عبداللہ بن عبدالمطلب سے جنا۔ (الوفاء مرقاۃ ج ۱۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شجرہ نسب مبارکہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شجرہ نسب یہ ہے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن معز بن نزار بن معد بن عدنان اور عدنان حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کی اولاد سے کنانہ کو برگزیدہ بنایا اور کنانہ میں سے

قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو برگزیدہ بنایا۔

(مسلم شریف)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا تو مجھ کو ان کے سب سے اچھے گروہ میں بنایا پھر قبیلوں کو چنا، تو مجھے سب سے اچھے قبیلہ میں بنایا پھر گھروں کو چنا، تو مجھے ان کے سب سے اچھے گھر میں بنایا۔ پس میں روح و ذات اور اصل لحاظ سے ان سب سے اچھا ہوں۔

(ترمذی شریف)

بطن آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں نوری محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد اور ظہور برکات وانوار:

جس رات نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطن آمنہ رضی اللہ عنہا میں منتقل ہوا اس رات کو امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے شب قدر سے افضل مذکور کیا کیونکہ اس رات بے شمار برکات و معجزات وانوار ظہور پذیر ہوئے وہ کسی رات ظہور پذیر نہیں ہوئے اور نہ ہوں گے۔

اس رات عالم ملکوت انوار قدس سے منور کیا گیا اور ملائکہ اور زمین وآسمان اور جنت کے خازن کو فردوس اعلیٰ کے دروازے کھولنے کا حکم دیا گیا اور تمام عالم کو خوشبودار ہواؤں سے معطر کر دیا گیا اور اس رات زمین پر موجود بت زمین پر منہ کے بل گر پڑے اور بادشاہوں کے تخت اوندھے گر پڑے اور تمام عالم منور ہو گیا کوئی مکان ایسا نہ تھا جس میں نور داخل نہ ہوا ہو اور کوئی چوپایہ ایسا نہ تھا جس نے کلام نہ کیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر نہ دی ہو۔ قحط سالی کا زمانہ تھا لیکن اس رات اللہ تعالیٰ نے بارانِ رحمت نازل فرمائی جس کے سبب تمام درخت سرسبز و شاداب ہو گئے اور پھلوں سے بھر گئے۔ تمام چوپائے جو نحیف و لاغر ہو گئے تھے صحت مند ہو گئے یہاں تک کہ ان پر چربی آ گئی۔ اس سال کو لوگوں نے ''سنۃ الفتح والابتہاج'' کے نام سے پکارا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ ''تیرے پیٹ میں

جہان کا سردار ہے جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام ''محمد'' رکھنا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ کے بطن میں پورے نو ماہ تشریف فرما رہے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے معلوم نہ ہوا کہ میں حاملہ ہوں اور میرے پیٹ میں بوجھ ہے جیسے کہ حاملہ عورتوں کو ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کو دوران حمل کوئی درد اور تکلیف محسوس نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی بے چینی و بے زاری محسوس ہوئی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نیند اور اونگھ کے درمیان تھی کہ مجھے یہ آواز آئی کہ تو حاملہ ہے تمام خلق سے بہترین شخص کے ساتھ اور فرمایا کہ حمل کے ہر ماہ مجھے آواز آیا کرتی تھی کہ تم کو بشارت ہو کہ وقت آ پہنچا ہے کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہوں نیز فرمایا کہ یہ میرے پیٹ میں تھے کہ میں نے دیکھا کہ ایک نور مجھ سے جدا ہوا ہے اس سے تمام جہاں منور ہو گیا اور میں نے بصریٰ کے محلات دیکھ لیے۔ ایسا ہی واقعہ ولادت کے موقع پر بھی پیش آیا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سوائے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی دوسرے فرزند سے حاملہ نہ ہوئیں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بھی کوئی فرزند سوائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہ ہوا۔ (مدارج النبوت)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال:

مشہور قول کے مطابق جب حمل شریف کو دو ماہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو تجارت کی غرض سے ملک شام روانہ کیا واپسی پر آپ رضی اللہ عنہا مدینہ شریف میں بنونجار جو آپ کے قریبی رشتہ دار تھے وہاں قیام کیلئے ٹھہر گئے اور ایک ماہ بیمار رہ کر انتقال فرما گئے اور وہیں کے قبرستان اور ایک روایت کے مطابق ابواء میں مدفون ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ملائکہ نے کہا یا اللہ ہمارے سردار اور تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کا محافظ و مددگار اور اس کا کفیل ہوں تم اس پر

صلوٰۃ والسلام بھیجو (مدارج النبوت)

ولادت باسعادت:

جب حمل شریف کو چاند کے حساب سے پورے نو ماہ ہو گئے تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں صبح صادق کے وقت بروز پیر ۱۲ ربیع الاول کو دنیا میں تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے اور سر آسمان کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو ناف بریدہ اور ختنہ کیے ہوئے تھے اور بدن نجاست سے پاک بالکل پاکیزہ اور کستوری کی طرح خوشبو سے معطر تھا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس رات ولادت باسعادت ہوئی میں نے ایک نور دیکھا جس کی روشنی میں شام کے محلات جگمگا اٹھے۔ یہاں تک کہ میں ان کو دیکھ رہی تھی۔ (مدارج النبوت، مرقاۃ ج ۲)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہیں اپنے اول وامور کی خبر دے رہا ہوں کہ میں ابراہیم کی دعا ہوں۔ عیسیٰ کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کی رویاء ہوں۔ جو آپ نے اس وقت دیکھا جب مجھے جنا کہ آپ سے ایک نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

(مسند احمد، مشکوٰۃ شریف)

ولادت باسعادت کے موقع پر شواہد النبوۃ کا ظہور:

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں شب ولادت کعبہ میں تھا میں نے دیکھا کہ کعبہ مقام ابراہیم کی طرف جھکتا ہے اور اس نے سجدہ کیا اور اس سے تکبیر کی آواز آئی اللہ اکبر اللہ اکبر اور غیب سے آواز آئی کہ خدائے کعبہ کی قسم کعبہ کو برگزیدہ کیا گیا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ حق تعالیٰ نے کعبہ کو اس کا قبلہ بنایا ہے اور اس کا مبارک مسکن بنایا اور جو بت کعبہ میں تھے وہ پارہ پارہ ہو گئے اور بڑا بت جسے ہبل کہتے تھے وہ منہ کے بل گرا ہوا تھا اور آواز آئی کہ آمنہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

پیدا ہوئے ہیں اور رحمت کا بادل نازل ہوا ہے۔ (مدارج النبوت)

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت شریف کے موقع پر ایوان کسریٰ میں زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ دریائے ساوہ خشک ہو گیا اور اس کا پانی زیر زمین چلا گیا۔ اور سماوہ ندی جاری ہو گئی۔ جس کا پانی ایک ہزار برس سے منقطع تھا۔ فارس کا آتش کدہ بجھ گیا جو گزشتہ ایک ہزار برس سے گرم تھا۔ (مدارج النبوت)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے میری والدہ نے بتلایا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس موجود تھیں جب ان پر ولادت کا وقت شروع ہوا۔ میں دیکھ رہی تھی کہ ستارے جھکنے لگے۔ یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ یہ مجھ پر آگریں گے۔ جب ولادت ہوئی تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے وہ نور نکلا کہ جس نے در و دیوار کو جگمگا دیا اور مجھے ہر طرف نور ہی نور نظر آنے لگا۔ (خصائص الکبریٰ، مجمع الزوائد ج ۸)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ شفا بنت عمر ہمیں بتلاتی ہیں کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تولد کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاتھوں میں تشریف لائے اس وقت مجھ پر مشرق سے مغرب تک سارا جہاں روشن ہو گیا اور میں نے شام کے بعض محلات دیکھ لیے۔
(دلائل النبوۃ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کے ہاں میری تعظیم و تکریم میں سے یہ بات بھی ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا اور کسی شخص نے میری جائے ستر نہ دیکھی۔

(طبرانی صغیر اوسط، خصائص الکبریٰ ج ۱ مستدرک)

رضاعت:

سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دودھ پلایا۔ پھر یہ سعادت ثوبیہ کو نصیب ہوئی۔

ثوبیہ ابولہب کی لونڈی تھیں۔ انہوں نے سب سے پہلے ابولہب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کی خوشخبری سنائی۔ ابولہب کو جب معلوم ہوا کہ اس کے بھائی عبداللہ کے گھر بیٹے کی پیدائش ہوئی ہے تو اس خوشی میں ابولہب نے اپنی لونڈی ثوبیہ کو دودھ پلانے کی خاطر آزاد کر دیا۔

جب ابولہب مر گیا تو اس کے بعض گھر والوں نے اسے خواب میں برے حال میں دیکھا۔ پوچھا کیا گزری؟ ابولہب بولا تم سے جدا ہو کر مجھے کوئی خیر نصیب نہ ہوئی ہاں مجھے اس کلمے کی انگلی سے پانی ملتا ہے کیونکہ میں نے (اس انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے) ثوبیہ لونڈی کو آزاد کیا تھا۔ (بخاری شریف)

یعنی ابولہب جو پکا کافر تھا لیکن اسے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں دودھ پلانے کی خاطر ثوبیہ لونڈی کو آزاد کرنے پر انعام دیا گیا اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی برکات سے اسے بھی فائدہ پہنچا۔

ثوبیہ کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلانے کی سعادت خولہ بنت منذر، ام ایمن اور حلیمہ سعدیہ کو حاصل ہوئی۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اپنے پوتے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلانے کی خاطر کسی مُرضِعہ کی تلاش میں تھے۔ چنانچہ اس دفعہ قحط سالی میں حلیمہ سعدیہ اپنے قبیلے کی عورتوں کے ساتھ اسی غرض سے شہر میں آئیں تا کہ متمول لوگوں کے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے لے جائیں تا کہ دودھ پلانے اور پرورش کرنے کے عوض اجرت اور دیگر عطیات اور انعامات بھی وصول کر سکیں۔

حلیمہ سعدیہ کے ساتھ ان کا شیر خوار بچہ عبداللہ شوہر حارث بن عبدالعزیٰ سعدی ایک دراز گوش اور ایک اونٹنی تھی۔ قحط سالی کے سبب اونٹنی ایک قطرہ دودھ نہ دیتی تھی۔

حضرت حلیمہ خود بیان کرتی ہیں کہ یہ سال قحط اور خشک سالی کا سال تھا۔ ہمارے پاس کچھ باقی نہ رہا۔ ہماری اونٹنی میں دودھ کا ایک قطرہ نہ تھا اور نہ ہی میری چھاتیوں میں اتنا دودھ تھا کہ میں اپنے شیر خوار بچے کی بھوک مٹا سکتی۔ میرا بچہ ساری ساری رات روتا

رہتا اور ہمیں ایک لمحہ سکون میسر نہ تھا۔

جب عورتوں کا قافلہ جانے لگا تو میں بھی اپنی گدھی پر سوار اس کے ہمراہ ہو گئی بھوک و نقاہت کے سبب وہ گدھی ایک قدم نہ اٹھا پا رہی تھی۔ سارا قافلہ اس کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا تھا بڑی مشکل سے ہم مکہ پہنچے سب عورتیں گھر گھر بچے تلاش کرنے کیلئے چکر لگانے لگیں یہ عورتیں سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بھی گئیں لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کا فرزند سیّد یتیم ہے تو یہ سوچ کر لوٹ گئیں کہ اس بچے کا باپ تو ہے نہیں ہمیں انعام و اکرام کون دے گا چنانچہ چند دنوں میں ہر عورت کو کوئی نہ کوئی بچہ مل گیا صرف میں رہ گئی کہ میری خستہ حالی اور غربت و افلاس کے سبب کسی نے مجھے اپنا بچہ نہ دیا بالآخر میں نے اپنے خاوند سے کہا کہ میں اس یتیم بچے کو ہی گود لے لیتی ہوں کم از کم خالی ہاتھ تو واپس نہ لوٹوں گی چنانچہ میں بچہ لینے گئی سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا مجھے اس کمرے میں لے گئیں جہاں ان کا نور نظر آرام فرما رہا تھا میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید صوف کے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے نیچے سبز رنگ کی ریشمی چادر بچھی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر آرام فرما رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے کستوری جیسی مہک اٹھ رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معصوم حسین وجمیل چہرے کو دیکھ کر میں ان پر فریفتہ ہو گئی اور مارے رعب کے مجھ میں یہ جرأت نہ ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جگاؤں۔ چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک پر اپنا ہاتھ رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سرمگیں چشمان مبارک کھولیں اور مسکرانے لگے میں نے محسوس کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان مبارک سے انوار نکل کر آسمان کو چھو رہے ہیں میں نے بے اختیار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا اور اپنے خاوند کے پاس لے آئی۔

پھر میں خیمہ میں پہنچی اور پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دائیں طرف سے دودھ پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنا چاہا دودھ نوش فرمایا پھر میں نے بائیں طرف سے دودھ پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ پیا بلکہ میرے شیر خوار بیٹے عبداللہ

کیلئے دودھ چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوالہام فرمادیا کہ اپنے بھائی کے لئے دودھ چھوڑ دیں اور نہ پئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عدل کے سبب میرے بیٹے نے بھی دودھ خوب سیر ہوکر پیا اور میرے پاس جو برائے نام دودھ تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پینے کی برکت سے میرا سینہ دودھ سے لبالب بھر گیا پھر میرے شوہر نے اپنی بوڑھی اور لاغر اونٹنی کی طرف دیکھا تو یہ دیکھ کر خوشی وحیرت کی انتہا نہ رہی کہ اونٹنی جو بھوک کے سبب ایک قطرہ دودھ نہ دیتی تھی اب اس کی کھیری دودھ سے بھری پڑی تھی۔

چنانچہ ہم دونوں نے بھی دودھ خوب سیر ہوکر پیا اور رات خوب چین وسکون سے سوئے صبح بیدار ہوکر ہم دونوں کو یہی خیال آیا کہ یہ تمام برکتیں اس سراپا رحمت بچے کے سبب ہیں جسے ہم نے دودھ پلانے کی خاطر گود لیا ہے۔

صبح ہم واپس اپنے مسکن کی طرف روانہ ہونے لگے میں اپنی اسی کمزور ولاغر گدھی پر سوار ہوگئی جو ایک قدم آگے نہ بڑھاتی تھی اور آتے ہوئے اس نے تمام قافلہ والوں کو اپنی سست رفتاری کے سبب مصیبت وپریشانی میں مبتلا کیا ہوا تھا مگر جب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں لیے اس گدھی پر سوار ہوکر روانہ ہوئی تو بخدا اس کی حالت بدل گئی اور وہ یوں تیزی سے قدم اٹھا رہی تھی جیسے چل نہیں رہی ہو بلکہ اڑ رہی ہو دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب سے آگے نکل گئی۔ قافلہ والیاں چلانے لگیں کہ اپنی گدھی کو آہستہ کر تیری گدھی کو کیا ہوا کہ آتے ہوئے تو قدم نہ اٹھا پارہی تھی اور اب جیسے پر لگ گئے ہوں تو میں نے اس سے کہا کہ کیا دیکھتی نہیں ہو اس پر ایک بابرکت وسراپا رحمت بچہ سوار ہے یہ ساری کرم نوازیاں اسی کے سبب سے ہیں۔

پھر ہم اپنے گھروں تک پہنچ گئے ہمارے گھر ہر طرف برکت ہی برکت ہوگئی گو کہ ہماری زمینیں قحط سالی کے سبب خشک وبنجر پڑی تھیں اور گھاس وسبزے کا دور دور تک نام ونشان نہ تھا لیکن میری بکریاں شام کو جب واپس آتیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوئے اور کھیریاں دودھ سے لبالب ہوتیں ہم دودھ دوہتے اور خوب سیر ہوکر پیتے جبکہ ہمارے

قبیلے کے دوسرے لوگ قحط سالی کے سبب پریشان تھے اور ان کے ریوڑ جب چرنے جاتے تو ان کی کھیریوں میں دودھ کا ایک قطرہ تک نہ ہوتا۔ وہ لوگ اپنے چرواہوں کو ڈانٹتے اور کہتے کہ جہاں ابوزوئب کی بیٹی (حلیمہ سعدیہ) کی بکریاں چرتی ہیں وہیں تم بھی ہمارے جانوروں کو چرایا کرو۔

غرض کہ دن بدن برکتوں و رحمتوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور دو سال کا عرصہ گزر گیا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشوونما محسوس کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام بچوں کی بہ نسبت تیزی کے ساتھ قوی اور توانا ہوگئے۔ (السیرۃ النبویہ، دلائل النبوۃ)

حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ جب ہم مکہ کے سفر سے واپس پہنچے تو گھر سے کستوری کی مہک آنے لگی۔ لوگ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب ہمارے گھر میں ہونے والی برکتیں محسوس کرتے تو ان کے دل میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت و محبت پیدا ہونے لگتی۔ یہاں تک کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیوانے ہوگئے۔ جب کسی کو کوئی بدنی تکلیف ہوتی وہ آتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابرکت ہتھیلی کو پکڑ کر تکلیف والی جگہ پر رکھتا فوراً شفایاب ہوجاتا۔ ان کا کوئی جانور بیمار ہوجاتا تو وہ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستِ مبارک پھیرتے وہ تندرست ہوجاتا۔

حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ ایک روز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔ بکریوں کا ایک ریوڑ میرے قریب سے گزرا۔ ان میں سے ایک بکری آگے آئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کیا اور سر مبارک کو بوسہ دیا اور پھر بھاگ کر دوسری بکریوں میں مل گئی۔ (السیرۃ النبویہ)

بچپن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شق صدر:

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ہم ان کی والدہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس چھوڑ آئے تو ہمارا دل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدائی برداشت نہ کرسکا۔ چنانچہ ہم دوبارہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے گزارش کی کہ کچھ عرصہ کے لیے اپنے نورِ نظر کو ہمارے

پاس رہنے کے لیے بھیج دیں۔ سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے بے حد اصرار پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے ساتھ روانہ کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واپسی کے دو تین ماہ بعد ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ ہمارے گھروں کے عقب میں اپنے جانوروں کے پاس کھیلنے گئے اچانک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی (میرا بیٹا) دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا میرا قریشی بھائی قتل ہو گیا ہے۔ میں اور اس کا باپ دوڑتے ہوئے گئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک بدلا ہوا تھا۔ ہم دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سینے سے لگایا اور حال پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے قریب دو آدمی آئے جنھوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور مجھے پکڑ کر زمین پر لٹا دیا۔ پھر میرے شکم کو چیر دیا اس میں سے کوئی چیز نکالی اور اسے باہر پھینک دیا۔ پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا برف والا پانی لاؤ وہ پانی لایا اور اس سے پیٹ دھویا پھر اس نے کہا گلاب کا پانی لاؤ۔ وہ لایا تو اس سے پھر پیٹ دھویا اور پھر پیٹ کو ملا دیا گیا۔ یہ سن کر میرا شوہر کہنے لگا کہ میرا تو خیال ہے کہ اس بچے پر جنات کا اثر ہو گیا ہے۔ اسے فوراً واپس مکہ مکرمہ اس کے گھر بھیج دینا چاہیے۔ چنانچہ ہم فوراً مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی والدہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا۔ سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کیا بات ہے پہلے تو تم اسے لے جانے پر مصر تھیں اور اب واپس کرنے آئی ہو۔ شاید تمہیں میرے بیٹے پر شیطان کی کسی حرکت کا ڈر ہے؟ نہ ڈرو میرا بیٹا شیطان سے محفوظ ہے۔ میں نے جب اسے پیدا کیا تو دیکھا کہ مجھ سے وہ نور نکلا جس سے ارض شام میں بصریٰ کے محل مجھ پر روشن ہو گئے۔ اب اسے میرے پاس ہی رہنے دو میں خود اس کی خبر گیری کروں گی۔ (دلائل النبوۃ، السیرۃ النبویہ ج ۱)

سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک جب چھ برس ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا کے ننہال بنو عدی بن نجار میں ملنے مدینہ منورہ روانہ ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کے

لخت جگر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایک کنیز ام ایمن بھی تھیں۔ تقریباً ایک ماہ قیام کرنے کے بعد سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا واپسی کے لیے روانہ ہوئیں۔ جب ابواء کے مقام پر پہنچیں جہاں آپ کے شوہر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تھا اور آپ وہاں مدفون ہوئے تھے وہاں پہنچ کر سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی طبیعت ناساز ہوگئی اور آپ وہاں وصال فرما گئیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا کو مقام ابواء میں ہی دفن کر دیا گیا اور آپ کی کنیز ام ایمن آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر مکہ مکرمہ واپس آ گئیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کے بعد اپنے ننہال کے ہاں تشریف فرما ہوئے تو اپنی والدہ کے ساتھ یہاں گزارا ہوا وقت یاد کر کے ارشاد فرماتے۔ اس مکان میں مَیں اپنی والدہ کے ساتھ اترا تھا اور میں نے بنی عدی بن نجار کے تالاب میں تیرنے کی مہارت حاصل کی تھی۔ (السیرۃ النبویۃ، دلائل النبوۃ مواہب الدنیہ)

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی سرپرستی:

ام ایمن جب مکہ مکرمہ سے واپس آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے پوتے کو کبھی آنکھوں سے دور نہ ہونے دیا۔ محبت و شفقت میں کبھی کمی نہ آنے دی اور یوں دو برس بیت گئے۔ بالآخر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی وصال پا گئے۔ وصال سے قبل حضرت عبدالمطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت، پرورش و کفالت کی ذمہ داری ابوطالب کو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے سونپی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک آٹھ برس تھی۔ (دلائل النبوۃ، السیرۃ النبویۃ)

ابوطالب کی کفالت اور برکتوں کا ظہور:

جس وقت ابوطالب نے اپنے بھتیجے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیر کفالت لیا اس وقت ابوطالب کے پاس مال و دولت کی فراوانی نہ تھی البتہ کچھ اونٹ تھے جو ذریعہ معاش کا سبب تھے۔ ابوطالب کے گھر جب ان کے بچے بیٹھ کر کھانا کھاتے تو شکم سیر نہ ہو

پاتے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تو سارے بچے سیر ہو جایا کرتے تھے۔ اس لیے جب بھی وہ اپنے بچوں کو صبح یا شام کا کھانا دینا چاہتے تو کہتے ٹھہرو میرے بیٹے کو آ لینے دو اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آتے اور ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تو اکثر کھانا بچ رہتا۔ اگر ابوطالب کو بچوں کو دودھ پلانا ہوتا تو سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دودھ نوش فرماتے پھر دوسرے بچے برتن اٹھاتے اور ایک ہی برتن سے سب سیر ہو جاتے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کوئی بچہ پہلے پینا شروع کر دیتا تو اکیلا ہی سارا برتن خالی کر جاتا۔

یونہی بچے جب صبح اٹھتے تو ان کے بال پراگندہ ہوتے اور آنکھوں میں گندگی جمع ہوتی مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوتے تو بالوں میں تیل لگا ہوتا اور آنکھیں سرمہ کا حسن لیے ہوتیں اور چہرہ دھلا ہوا ہوتا۔

ابوطالب یہ برکتیں دیکھ کر کہتے اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہاری برکتوں کا کیا کہنا ہے۔ (دلائل النبوۃ)

ایک مرتبہ بارش نہ ہونے کے سبب علاقہ خشک سالی کا شکار ہو گیا اور اہل مکہ فاقہ قحط میں مبتلا ہو گئے۔ وہ سب ابوطالب کے گھر آئے اور کہا ہم سب قحط میں مبتلا ہو گئے ہیں چلو بارش کی دعا کرتے ہیں چنانچہ ابوطالب نے اپنے بابرکت بھتیجے کو ہمراہ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ مبارک کعبہ شریف سے لگائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگنے والے کی طرح اپنی انگشت پاک سے آسمان کی طرف اشارہ کیا حالانکہ اس وقت آسمان پر کوئی بادل کا ٹکڑا نہ تھا اشارہ کرنا تھا کہ چاروں طرف سے بادل آنے لگے اور خوب بارش ہوئی یہاں تک کہ پورا علاقہ سرسبز وشاداب ہو گیا۔

(مواہب وزُرقانی)

ملک شام کا پہلا سفر اور بحیرا راہب سے ملاقات:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک جب بارہ برس ہوئی تو ابوطالب حسب معمول قریش کے قافلہ کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام جانے لگے انہیں جاتا دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ساتھ جانے کا اصرار فرمایا تو ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ساتھ لے لیا چنانچہ قافلہ روانہ ہوا اور بصریٰ پہنچا وہاں ایک راہب عبادت خانے میں رہتا تھا جس کا نام بحیرا تھا اس نے جب قافلہ دیکھا تو یہ دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بادل سایہ کیے ہوئے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت کے نیچے تشریف فرما ہو گئے تو وہ بادل درخت پر سایہ فگن ہو گیا اور اس نے یہ بھی دیکھا کہ درخت کی ٹہنیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھکی ہوئی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ فگن ہیں چنانچہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا کہ یہ بچہ سارے جہاں کا سردار ہے اور اللہ کا رسول ہے اور اس کی بڑی شان ہو گی اور اسے عظیم الشان مقام ملنے والا ہے جو ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے اور اپنے آباؤ واجداد سے سنا ہے۔

قریشیوں نے پوچھا تجھے یہ سب کیسے معلوم ہوا تو راہب نے کہا جس وقت تم گھاٹی سے چڑھے کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جو اس کیلیے سجدے میں نہ گر پڑا ہو درخت اور پتھر پیغمبر کے سوا کسی دوسرے شخص کو سجدہ نہیں کرتے اور میں ان کو مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو ان کے شانے کے نیچے کی ہڈی کے نیچے سیب کی مانند ہے پھر اس نے ابوطالب کو تاکید کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فوراً واپس مکہ مکرمہ لے جاؤ کیونکہ ڈر ہے کہ انہیں یہودی قتل نہ کر دیں۔ اس سے پہلے کہ وہ بھی میری طرح انہیں پہچان جائیں تم لوگ جلد از جلد واپس چلے جاؤ چنانچہ ابوطالب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فوراً واپس مکہ مکرمہ لے آئے۔

(دلائل النبوۃ، السیرۃ النبویہ، الروض الانف)

ملک شام کا دوسرا سفر اور نسطورا راہب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی شرافت و پاکبازی اچھے اخلاق و بلند کردار صدق و امانت کے سبب لوگوں میں حد درجہ مقبول و معروف ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا یہاں تک کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امین کے لقب سے پکارنے لگے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو کہ تجارت پیشہ خاتون تھیں اور بہت معزز و مالدار جانی جاتیں تھیں۔ انہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان صفات کاملہ کی خبر پہنچی تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغام بجھوایا کہ آپ میرا مال تجارت لے کر ملک شام جائیں میں جتنا معاوضہ دوسروں کو دیتی ہوں آپ کے بلند اخلاق صدق و امانت و سچائی کے سبب آپ کو دوگنا معاوضہ دونگی چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پیشکش کو قبول فرمالیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مال تجارت کے ساتھ اپنے غلام ''میسرہ'' کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ کر دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت پر مامور تھا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک پچیس برس تھی۔ جب یہ تجارتی قافلہ بصریٰ پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے نیچے ایک راہب کے عبادت خانے کے پاس اترے جس کا نام ''نسطورا'' تھا۔ یہ وہی درخت تھا جہاں آپ 12 سالہ کی عمر میں ابوطالب کے ساتھ آئے تھے اور اس جگہ ٹھہرے تھے اور بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی تھی۔ نسطورا نے جو میسرہ کو پہنچانتا تھا پوچھا کہ یہ درخت کے نیچے کون آ کر ٹھہرا ہے میسرہ نے کہا اہل حرم میں سے ایک قریشی ہے نسطورا راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے کوئی نہیں ٹھہرا پھر اس نے پوچھا کیا اس کی آنکھوں میں سرخی ہے؟ میسرہ نے کہا ہاں ہمیشہ رہتی ہے۔ یہ سن کر راہب بولا یہ نبی آخری الزمان ہے اے کاش میں اس کے مبعوث کیے جانے تک زندہ رہتا۔ پھر نسطورا راہب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب گیا سر مبارک اور قدمین شریفین کو بوسہ دیا اور کہا ''میں آپ پر ایمان لے آیا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے تورات میں کیا ہے'' پھر جب

اس نے مہر نبوت کو دیکھا تو چوم لیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں جس کی آمد کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔"

میسرہ نے یہ سب دیکھا اور دل میں محفوظ کر لیا میسرہ نے یہ بھی دیکھا کہ جب بھی دھوپ تیز ہو جاتی دو فرشتے آپ کو دھوپ سے بچاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کر دیتے۔

الغرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مال تجارت بصریٰ میں دو گنے منافع میں فروخت کر دیا جو توقع سے بہت زیادہ تھا جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجارت سے لوٹے تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ اونٹ پر سوار ہیں سخت دھوپ ہے اور دو فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ نے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سفر تجارت اور راہب کی تمام باتوں سے آگاہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت و دیانت پاکبازی وحسن اخلاق کا تذکرہ کیا کاروباری مہارت معاملہ فہمی اور راست گوئی کے متعلق بتایا اور ساتھ دو گنے منافع کی خبر بھی دی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا یہ سب سن کر بے حد خوش ہوئیں اور آپ رضی اللہ عنہا نے نہ صرف یہ کہ طے شدہ شرح سے دو گنا نفع دیا بلکہ اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ اگر مجھے ان اعلیٰ و رافع خصائل حمیدہ شخصیت کی رفیقہ حیات بننے کا شرف وسعادت حاصل ہو جائے تو اس سے بڑھ کر میری اور کیا خوش بختی ہوگی۔ (خاتم النبیین ج ا، دلائل النبوۃ)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد:

اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بیوہ تھیں اس سے پیشتر آپ رضی اللہ عنہا کی دو شادیاں ہو چکی تھیں لوگوں میں اپنی عزت وحیا و پاکدامنی کے سبب طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے جا ملتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کی بیوگی کے بعد بڑے بڑے امراء

اور رؤسا نے آپ سے شادی کی خواہش کی لیکن آپ رضی اللہ عنہا راضی نہ ہوئیں جب آپ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار کی بلندی، امانت و دیانت، عزت و پاکیزگی اور بے شمار ظاہری و باطنی خصائل حمیدہ کا مشاہدہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے حد متاثر ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقد کا فیصلہ کر لیا اور سفر تجارت سے واپسی کے تقریباً 3 ماہ بعد اپنی سہیلی نفیسہ بنت مینہ کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نکاح کا پیغام بجھوایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دیگر چچاؤں کو اس رشتہ کے متعلق بتایا باہمی رضا مندی سے یہ رشتہ قبول ہو گیا اور نکاح کی تاریخ متعین ہونے کے بعد ابوطالب، حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر خاندان کے بڑے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد اور دیگر امراء و رؤساء مکہ کی موجودگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہو گیا۔ ابوطالب نے نکاح پڑھایا اور پانچ سو درہم مہر مقرر ہوا۔ اس شادی کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پچیس سال تھی یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی شادی تھی۔

یہ عقد بڑا بابرکت ثابت ہوا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے بطن مبارک سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولادیں تولد ہوئیں ماسوائے ایک صاجزادے کے جن کا نام ابراہیم تھا وہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے تولد ہوئے۔

(خاتم النبیین ج ا، السیرۃ النبویۃ)

خانہ کعبہ کی تعمیر نو:

چونکہ خانہ کعبہ کی عمارت نشیب میں واقع تھی جس کے سبب وادی مکہ کی رووں کا پانی حرم میں داخل ہو جاتا تھا اور عمارت کو نقصان پہنچتا تھا کئی مرتبہ بالائی حصہ پر بند بھی بنوایا گیا تا کہ پانی حرم میں داخل نہ ہو سکے مگر ہر بار پانی کا ریلہ وہ بند توڑ دیتا ایک مرتبہ پانی کا ریلہ اس قدر شدید تھا بند توڑ کر نہ صرف اندر داخل ہو گیا بلکہ کعبہ کی دیواروں کو شدید نقصان پہنچا چنانچہ قریش مکہ نے کعبہ شریف کی از سر نو تعمیر کا فیصلہ کیا چنانچہ کعبہ مکرمہ

کی تعمیر کی تیاری شروع ہو گئی قبیلے کے تمام مرد دور دور سے پتھر اٹھا کر لاتے اس مبارک کام میں خود آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شامل تھے۔

تمام قبائل سے تعمیر کیلئے آپس میں خانہ کعبہ کے چاروں اطراف کے حصہ آپس میں تقسیم کر لیے تھے اور یوں تیری سے خانہ کعبہ کی تعمیر ہونے لگی لیکن جب حجر اسود نصب کرنے کا موقع آیا تو ہر قبیلہ یہ مطالبہ کرنے لگا کہ یہ اعزاز اسے حاصل ہو یہاں تک کہ آپس میں، انتہائی کشیدگی پیدا ہو گئی بالآخر اس رنجش وکشیدگی واختلافات کے خاتمہ کیلئے تمام قبائل، مسجد حرام میں جمع ہوئے اور آخر کار یہ طے پایا کہ جو شخص کل سب سے پہلے اس مسجد کے دروازے سے داخل ہو اس کو اپنا حکم بنالیا جائے پھر وہ جو فیصلہ کرے سب کو منظور ہو گا چنانچہ دوسرے روز سب سے پہلے حرم شریف کے دروازے "باب شیبہ" سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہی سب کہہ اٹھے یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں یہ امین ہیں ہم سب ان کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ پھر انہوں، نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام معاملہ ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔نے فرمایا میرے پاس ایک چادر لے آؤ وہ چادر لے آئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر کو زمین پر بچھا دیا اور اپنے دست مبارک سے حجر اسود اٹھا کر چادر کے درمیان میں رکھ دیا اور ہر قبیلہ کے ہر خاندان کے ایک ایک سردار کو بلایا اور فرمایا سب مل کر اس چادر کو پکڑ و اور اسے اٹھا کر حجر اسود نصب کرنے والے مقام پر لے آؤ چنانچہ سب نے مل کر چادر کو پکڑا اور اٹھا کر حجر اسود نصب کرنے والی جگہ پر لے آئے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر اس کے مقام پر نصب کر دیا اور یوں سب خوش و مطمئن ہو گئے اور اختلافات وکشیدگی کی فضا ختم ہو گئی جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پُر حکمت و دانشمندانہ فیصلہ فرمایا اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک پینتیس سال تھی۔

(السیرۃ النبویہ، ابن کثیر، دلائل النبوۃ)

بعثت سے قبل قوم کی حالت:

عرب پہلے دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے لیکن رفتہ رفتہ ان میں کفر رائج ہونے لگا اور وہ شرک و بت پرستی کی دلدل میں پھنستے چلے گئے یہاں تک کہ انہوں نے خانہ کعبہ کے گرد جابجا بت نصب کر دیئے اور ان کی پوجا شروع کر دی اور صرف یہی نہیں بلکہ بت پرستی کے ساتھ ساتھ ستاروں اور درختوں کی بھی پوجا ہوا کرتی تھی اور اپنے ان جھوٹے معبودوں کی خاطر وہ انسان کا خون بہا کر اس کی قربانی اپنے دیوتا کو پیش کیا کرتے تھے اور اس بھینٹ شدہ انسان کو قربان گاہ کے نیچے دفن کر دیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ عرب میں ازواج کی کثرت تھی ایک وقت میں دس عورتیں بلکہ اس سے زائد بھی رکھنا جائز سمجھا جاتا تھا۔ بیک وقت دو سگی بہنیں بھی نکاح میں ہوتیں بیٹا باپ کے مرنے کے بعد سوتیلی ماں کو میراث میں پاتا اور چاہتا تو اس سے شادی کر لیتا یا کسی بھائی یا رشتہ دار کے نکاح میں دے دیتا۔ یہی نہیں بلکہ زنا کاری، شراب خوری، قمار بازی کثرت سے رائج تھیں۔

یہ حالت صرف عرب کی ہی نہیں بلکہ تمام دنیا میں کفر کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ بت پرستی یہودیت عیسائیت مجوسیت کا بھی دور دورہ تھا اور دین ابراہیمی معدوم ہو گیا تھا۔ ظلم و بربریت لوٹ مار قتل و غارت گری عام بات سمجھی جاتی تھی جس میں قوم شب و روز مشغول رہتی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا جاتا لڑائی جھگڑوں میں انسانوں کو زندہ جلا دیا جاتا حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر دیا جاتا اور بچوں کو تہہ تیغ کر دیا جاتا محرمات سے وطی جائز سمجھی جاتی غرضیکہ قوم کی حالت انتہائی دگرگوں تھی اور ایسے میں ضرورت تھی کوئی ہادی و راہ نما ہو جو قوم کے باطل، عقائد و ادیان اور قبیح اخلاق و عادات اور افعالِ جاہلیت کا خاتمہ کر کے قوم کو توحید و اسلام کے راستے پر ڈال کر ان میں اوصافِ حمیدہ پیدا کر دے اور انہیں کفر و جہالت کی تاریکی سے نکال کر اسلام کی روشنی میں لا کھڑا کرے

(مسند احمد، سیرت ابن ہشام)

بعثت شریف:

جیسا کہ پہلے مذکورہ ہوا کہ عرب کی ناگفتہ بہ حلت اس امر کی متقاضی تھی کہ کوئی ایسا نبی مبعوث ہو جو لوگوں کو کفر و شرک و جہالت سے نکال کر صراط مستقیم پر لے آئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس برس ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب نبوت کو ظاہر فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کی ابتدا ہوئی جیسا کہ حدیث مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ

اُمُ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا۔ جو خواب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو دیکھتے اس کی تعبیر دن کو ہو بہو صبح کے اجالے کی مانند سامنے آجاتی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں خلوت گزینی کی محبت پیدا ہوگئی۔ خلوت گزینی کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا تشریف لے جاتے۔ وہاں عبادت میں مصروف رہتے۔ چند راتیں عبادت الٰہی میں بسر فرماتے پھر اپنے اہلِ خانہ کی طرف واپس تشریف لے آتے۔ کچھ عرصہ حضرت خدیجہ کے ساتھ گزار کر پھر خورد و نوش کا سامان لے کر غار میں واپس آتے اور عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ یہ آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ حق آگیا۔ جب حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غارِ حرا میں تھے۔ (ارشاد الساری ج ۱)

غرضیکہ چھ ماہ اسی حالت میں گزر گئے۔ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی جیسا کہ حدیث مبارکہ میں مذکور ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے ذریعہ پہلی بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورۃ اقرأ کی پانچ آیات نازل فرمائیں اور یہ پانچ آیات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری ہو گئیں۔

نزولِ وحی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے وحی کے نزول کا ماجرا کہہ سنایا اور غارِ حرا کی خلوتوں میں جبرائیل امین کی آمد اور قرأت آیات قرآنی کے بارے میں تفصیل سے مطلع

فرمایا یہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ تھا۔

(محمد رسول اللہ ﷺ، ابراہیم عرجون ج ا، فتح الباری ج ا)

خفیہ دعوتِ اسلام:

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو چونکہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعلانِ دعوتِ اسلام کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خفیہ طور پر دینِ حق کی دعوت کا آغاز فرما دیا۔ چنانچہ اس دعوت اسلام پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں عورتوں میں سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا مردوں میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لڑکوں میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما ہیں۔

(الکامل ابن کثیر ج ۲ سبل الہدیٰ، السیرۃ النبویہ، محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اعلان دعوتِ اسلام:

خفیہ تبلیغ اسلام کا یہ سلسلہ تین سال تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علی الاعلان تبلیغ اسلام کا حکم فرمایا۔ ارشاد ہوا۔

تو اعلانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

(پ ۱۴، سورۃ الحجر، آیت ۹۴)

نیز حکم آیا

اور اے محبوب! اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کے لیے۔ (پ ۱۹، سورۃ الشعراء آیت ۲۱۴۔ ۲۱۵)

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور قریش مکہ کو پکارا۔ یہاں تک کہ سب جمع ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا اے قریشِ مکہ! اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کی دوسری جانب سے ایک لشکر تم پر حملہ آور ہونے کے لیے آ رہا ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کر لو گے؟ وہ سب بولے ہاں کیونکہ آج

تک ہم نے آپ کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم مجھ پر ایمان نہ لائے تو تم پر سخت عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ میں تمہیں عذاب شدید سے پہلے تمہیں بروقت ڈرانے کیلئے بھیجا گیا ہوں اے گروہ قریش اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ تم کہو لا الہ اللہ یہ سن کر ابولہب جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا تھا کہنے لگا تو برباد ہو کیا اسی لیے آج ہمیں یہاں جمع کیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس گستاخی پر خاموش رہے لیکن رب تعالیٰ نے اس گستاخی پر مذمت فرمائی اور پوری سورۃ جو سورۃ لہب کے نام سے ہے نازل فرمادی۔

غرضیکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانیہ دعوت حق دینی شروع کی تو کفار مکہ سخت غیظ وغضب میں آگئے۔ انہوں نے سوچا کہ اگر اسی طرح تبلیغ اسلام عام ہوتی گئی اور اسی طرح لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے تو ایک وقت آئے گا کہ ہم تہی دست ہو جائیں گے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والوں پر دن بدن تشدد و زیادتی میں اضافہ کرتے چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دینے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرنا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ استہزاء کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا ان کا معمول بن گیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبر و برداشت کی عظیم مثال قائم کی اور دعوت حق سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹے۔

اعلان نبوت کے بعد پیش آنے والی مشکلات کا مختصراً جائزہ:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اعلانیہ دعوت حق کا آغاز فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے اصحاب رضی اللہ عنہما پر مصائب و مشکلات کا دروازہ کھول دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ کفار مکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طرح طرح کی اذیتیں دینے لگے لیکن اس کے باوجود دعوت حق کا سلسلہ آگے بڑھتا رہا۔

ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے کہ حرم

شریف میں اس وقت کفار مکہ کا ایک گروہ موجود تھا چنانچہ ان میں سے ایک کافر عقبہ ابن معیط نے اونٹ کی اوجھڑی سجدے کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ڈال دی یہ دیکھ کر کفار مکہ کا گروہ قہقہے لگانے لگا کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جا کر خبر دی تو آپ رضی اللہ عنہا فوراً دوڑی آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک سے وہ نجاست ہٹا دی اور ان لوگوں کو برا بھلا کہا (سیرت ابن ہشام)

اسی طرح ایک مرتبہ کفار کا ایک گروہ حرم شریف میں موجود تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام ابراہیم کے نزدیک نماز ادا فرما رہے تھے۔ اس دوران عقبہ بن ابی معیط نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک میں چادر ڈالی پھر اسے کھینچا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھٹنوں کے بل زمین پر تشریف لے گئے یہاں تک کہ گمان ہونے لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوڑے دوڑے آئے اور فرمانے لگے کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے درمیان دعوت حق فرما رہے تھے اور لوگوں کا ہجوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد موجود ہوتا ایسے میں ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مستقل پیچھے لگا رہتا تھا جس کی آنکھیں بھینگی اور بالوں کی دو لٹیں اس کے گلے میں لٹکی ہوتی تھیں اور وہ بلند آواز سے چیخ چیخ کر کہتا رہتا یہ شخص بے دین ہے (معاذ اللہ) کاذب ہے (معاذ اللہ) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جدھر جاتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے جاتا وہ شخص ابولہب تھا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی انتہا کی ہوئی تھی۔ (سیرت ابن کثیر)

چونکہ پہلے مشرکین سے مومن عورتوں کے نکاح کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے عقد میں تھیں لیکن رخصتی نہ ہوئی تھی جب

ابولہب اور اس کی بیوی کی مذمت میں ان کی گستاخی کے سبب سورۃ لہب نازل ہوئی تو ابولہب کے دونوں بیٹوں نے اپنے باپ کے کہنے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے حد رنج پہنچا۔

یہی نہیں بلکہ کفار مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دینے کا کوئی ذریعہ نہ چھوڑا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاشانۂ اقدس پر اپنے گھروں کا کوڑا کرکٹ پھینک دیتے اپنے گھر کی غلاظت تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در اقدس پر ڈال جاتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھپتیاں کستے' مذاق اڑاتے آپکی شان میں نازیبا کلمات کہتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اذیت رسائیوں کو صبر وتحمل سے برداشت کرتے رہے اور کبھی ان کیلئے بددعا نہ فرمائی۔ (سیرت النبویہ' دلائل النبوۃ)

ہجرت حبشہ:

کفار مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام علیہم الرضوان پر بھی ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑ ڈالے اور ان کو ہر طرح سے اذیت پہنچانا شروع کر دی یہ غریب صحابہ جن کے اسلام لانے کے سبب ان کے گھر والوں نے ان سے ہر طرح کا تعلق ختم کر لیا تھا طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کر دیئے گئے اور کفار مکہ نے ان کے گرد مظالم کا گھیرا تنگ کر دیا انہیں آگ پر لٹا دیا جاتا' تپتی ریت پر برہنہ لٹا کر بھاری پتھر سینہ پر رکھ دیا جاتا تاکہ کروٹ نہ لے سکے۔ جلتے ہوئے کوئلوں پر لٹا دیا جاتا یہاں تک کہ چربی پگھلنے کے سبب وہ کوئلے بجھ جاتے کبھی چابک یا ڈنڈے سے ایسی ضربات دیتے کہ وہ چابک یا ڈنڈا ٹوٹ جاتا۔ پاؤں میں رسی باندھ کر تپتی ریت پر گھسیٹتے' چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیتے۔ گردن میں کپڑے سے اس قدر بل دیتے کہ دم نکل جانے کا گمان ہونے لگتا غرضیکہ ان صحابہ کرام کو اس قدر زدوکوب کرتے کہ ہوش وحواس معطل ہو جاتے لیکن ان ظالموں کو زرا رحم نہ آتا چنانچہ جب یہ مظالم بڑھتے چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مسلمانوں سے فرمایا کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں کیونکہ وہاں کا بادشاہ کسی پر ظلم نہیں ہونے دیتا چنانچہ بعثت کے پانچویں سال بارہ

مرد اور چار خواتین پر مشتمل قافلہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گیا۔ جہاں حبشہ کے بادشاہ جس کا نام نجاشی تھا اس نے ان مسلمانوں کو امن کے ساتھ پناہ دی مہاجرین تقریباً تین ماہ تک حبشہ میں امن و امان سے رہے پھر انہیں یہ غلط اطلاع ملی کہ اہل مکہ ایمان لے آئے ہیں اور اب وہاں مکمل امن و امان ہے مکہ مکرمہ واپس آ گئے لیکن جب یہاں پہنچے تو کفار مکہ نے اپنی ازیتوں اور ظلم وستم سے آنے والے مسلمانوں کو بتا دیا کہ تمہاری اطلاع غلط تھی۔ ہم ابھی تک اپنے دین پر قائم ہیں چنانچہ ان کفار مکہ کے ظلم وستم کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پھر حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا کفار مکہ نے ان مسلمانوں کو حبشہ سے نکلوانے کیلئے سرتوڑ کوشش کی لیکن نجاشی بادشاہ نے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کو امان دی بلکہ خود بھی اسلام قبول کر لیا۔ (السیرۃ النبویہ، سیرت ابن کثیر)

شعب ابی طالب:

کفار مکہ نے جب دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں روز بروز اضافہ ہوتا دیکھا اور یہ دیکھا کہ ان کے با اثر افراد نے بھی اسلام قبول کرنا شروع کر دیا ہے تو اس ذلت و شکست سے بچنے کیلئے یہ فیصلہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاذ اللہ خاتمہ کر دیا جائے۔ ابوطالب کو جب یہ خبر ملی تو انہوں نے بنو ہاشم و بنو مطلب کو جمع کر کے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حفاظت کیلئے انہیں اپنے شعب میں لے چلتے ہیں چنانچہ ابو طالب بنی ہاشم و بنی مطلب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ شعب ابی طالب میں منتقل ہو گئے اور انہوں نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ ہم مرتے دم تک کفار کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر دست درازی نہیں کرنے دیں گے۔ جب کفار کو اس معاہدہ کا معلوم ہوا تو انہوں نے سوچا کہ کوئی ایسا کام کیا جائے جس کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حامی اور اہل خاندان گھٹنے ٹیک دیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے حوالے کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ بنو ہاشم و بنو مطلب کی اولاد سے ہر قسم کا لین دین اور معاملات منقطع کر دیئے جائیں تا کہ وہ بے بس ولاچار ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے حوالے کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ معاہدہ

تحریر کیا اور کعبۃ اللہ کی دیوار پر لٹکا دیا اور اس پر سختی سے عمل درآمد شروع کر دیا۔ چنانچہ باہر سے جو غلہ مکہ آتا وہ خود ہی خرید لیتے اور ان تک نہ پہنچنے دیتے کوئی ان سے ملنے نہ جاتا نہ ہی ان تک کھانے پینے کا کوئی سامان پہنچنے دیا جاتا چنانچہ شعب ابی طالب کے مکین اور ان کے بچے بھوک وفلاس سے بلکتے رہے لیکن ان ظالموں نے کوئی ترس نہ کھایا اور اگر کوئی کچھ کھانے کو پہنچاتا تو سخت سزا دی جاتی۔ مشکل و مصیبت میں تین سال کا عرصہ گزر گیا۔ یہ طویل عرصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے خاندان کیلئے بے حد تکلیف دہ تھا۔ اکثر یہ ہوتا کہ بھوک مٹانے کیلئے بڑے اور بچے درختوں کے پتے اور گھاس کھا کر پیٹ بھرا کرتے لیکن مصائب وآلام کے باوجود کسی کے عزم میں کوئی کمی نہ آئی پھر بحکم الٰہی اس معاہدے کو جسے کفار مکہ نے خانہ کعبہ میں لٹکا رکھا تھا دیمک چاٹ گئی جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطالب کو اس کی خبر دی تو وہ چند افراد کے ہمراہ حرم شریف پہنچے اور کفار مکہ سے کہا کہ اے گروہ قریش میرے بھتیجے نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ معاہدہ جسے تم نے خانہ کعبہ میں لٹکایا ہوا ہے اسے دیمک چاٹ گئی ہے تم اپنا معاہدہ لاؤ اگر یہ خبر صحیح ہے تو تم اس معاہدے کو ختم کر دینا اور اگر خبر غلط نکلی تو میں اپنے بھتیجے کو تمہارے حوالے کر دونگا چنانچہ کفار اس بات پر راضی ہو گئے اور جب معاہدہ دیکھا گیا تو واقعی اسے دیمک نے چاٹ لیا تھا اور جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا اسم تحریر تھا وہ جگہ محفوظ تھی۔ یہ دیکھ کر کفار مکہ نے معاہدہ تو پھاڑ ڈالا لیکن ازیتوں سے باز نہ آئے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، السیرۃ النبویۃ، سیرت ابن کثیر)

طائف کا قصد:

کفار مکہ نے معاہدہ کو پھاڑ دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے محصور ساتھیوں سمیت شعب ابی طالب سے نکل کر دوبارہ مکہ مکرمہ میں تشریف لے آئے لیکن ابھی ماہ گزرنے بھی نہ پایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابوطالب کا انتقال ہو گیا اور اس کے تین روز بعد ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفیقہ حیات سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی وصال فرما گئیں۔ اس غم انگیزی کے سبب اس سال کو عام الحزن (غم کا سال)

کے نام سے موسوم کیا گیا۔ کفار مکہ اس حادثے کے سبب مزید دلیر ہو گئے اور مزید ایزاء کے درپے ہو گئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے نکل کر شہر طائف جانے کا فیصلہ کیا تاکہ وہاں آباد قبیلہ بنو ثقیف کو دعوت حق دیں اور ان کے ذریعے دین اسلام کی تبلیغ وترویج کا دائرہ بڑھا سکیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت کے دسویں سال ماہ شوال میں طائف روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں پہنچ کر طائف کے لوگوں کو دعوت اسلام دی اور انہیں دین قبول کر لینے کیلئے ہر ممکن کوشش کی لیکن ان لوگوں نے نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو رد کر دیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طرح طرح کی ذہنی وجسمانی اذیتیں دینا شروع کر دیں۔ وہ گالیاں دیتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے تالیاں بجاتے ہوئے جاتے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر پر پتھراؤ کرتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک خون مقدس سے بھر جاتے اور یہ اوباش گروہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعاقب کرتا بھبتیاں کستا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرتا ایک مرتبہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں آ کر بیٹھ گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو ان گستاخوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھر برسانا شروع کر دیئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون مبارک بہنا شروع ہو گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سنگ باری سے نہایت ازیت پہنچتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ جاتے تو وہ ظالم آگے آتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بازو سے پکڑ کر دوبارہ کھڑا کر دیتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر چلنے لگتے تو دوبارہ پتھر برسانا شروع کر دیتے اور خوب قہقہے لگاتے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نہایت بے بسی کے عالم میں اپنے محسن آقا کو اس سنگ باری سے بچانے کیلئے آڑ بن کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ کئی پتھر ان کے سر مبارک پر آ کر لگے اور خون بہنا شروع ہو گیا ان گستاخوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باغ تک پیچھا کیا جہاں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم انگور کی ایک بیل کے نیچے بیٹھ گئے۔ اس ظلم وستم اور اذیت رسانیوں کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبر وحوصلہ نہ چھوڑا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا۔ اس نے آکر سلام عرض کیا۔ پھر گزارش کی مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ آپ کی قوم نے آپ سے جو گفتگو کی ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے سنا ہے۔ آپ جو حکم دیں گے میں تعمیل کروں گا اگر آپ فرمائیں تو دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں اور یہ اوباش پس کر رہ جائیں تو کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔ (السیرۃ النبویہ سبل الہدیٰ والرشاد سیرت ابن ہشام)

طائف سے واپسی

ان سنگین حالات میں جب کہ قوم نے قبول اسلام سے انکار کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف سے واپسی کا قصد فرمایا۔ چنانچہ اس سفر میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''نخلہ'' کے مقام پر پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے رات بسر فرما کر صبح کی نماز ادا فرمائی اور تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے۔ اسی اثناء میں شہر نصیبین کے جنات کا وہاں سے گزر ہوا۔ جب انہوں نے یہ کلام الٰہی سنا تو بہت متاثر ہوئے اور اس طرح جنات کی ایک کثیر تعداد ایمان لے آئی۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا۔

> ''اور جب کہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے کان لگا کر قرآن سنتے پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو۔ پھر جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے بولے اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی کہ موسیٰ کے بعد اتاری گئی اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی حق اور سیدھی راہ دکھاتی۔ (سورہ الاحقاف ۳۰؛۲۹)

نخلہ میں چند روز قیام فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ واپس تشریف لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام جاری رکھی اور کفار مکہ کے ظلم وستم اور جبر وتشدد کے باوجود دین حق کی تبلیغ واشاعت کی سرگرمیوں میں شب وروز مشغول ہو گئے اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ (السیرۃ النبویہ سیرت ابن ہشام)

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا واقعہ:

کفار مکہ کی اذیت رسانیاں جب اپنی انتہا کو پہنچ گئیں اور مسلمانوں کا ان حالات میں رہنا ازحد مشکل و دشوار ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی شکل میں چھپتے چھپاتے مدینہ منورہ پہنچ گئے جہاں انصار نے انہیں پناہ دی اور مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق و سیّدنا علی اور کچھ بیمار صحابہ رضوان اللہ اجمعین رہ گئے۔ قریش مکہ کو جب ان باتوں کا علم ہوا تو انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مدینہ منورہ روانہ ہو گئے تو وہاں پہنچ کر مزید اپنے ہمنوا و حامی بنا لیں اور لشکر کثیر کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہوں گے چنانچہ وہ باہم مشورہ کے لیے ایک جگہ جمع ہوئے وہاں ابلیس لعین بھی ایک بوڑھے کی شکل میں آ موجود ہوا اور ان سے کہا میں ایک نجدی شیخ ہوں اور جس لیے تم یہاں جمع ہوئے ہو میں بھی سنوں اور ہو سکا تو میں بھی کوئی نصیحت کی بات کروں چنانچہ کفار مکہ نے اسے بھی بٹھالیا پھر آپس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ نہ جانے کیلئے سازشیں تیار کرنے لگے کسی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قید کر دیتے ہیں ایک نے مشورہ دیا کہ کہیں دور شہر بدر کر دیں۔ ابوجہل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دینے کی رائے پیش کی جس کی ابلیس لعین نے پرزور حمایت کی اور تمام قریش مکہ اس سازش پر متفق ہو گئے جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

"اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر۔ (سورۃ انفال ع ۴)

جب یہ سازش تیار ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

قریش کی سازش کی اطلاع فرمائی اور فرمایا کہ آج رات بستر پر نہ سوئیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہجرت کا ذکر فرمایا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت کا شرف حاصل کرنے کی گزارش عرض کی۔ جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منظور فرمایا۔ پھر حضرت بنت ابی بکر نے اپنے والد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے توشہ دان تیار کیا اور اپنے نطاق (پٹکے) کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے توشہ دان کا منہ اور دوسرے سے مشکیزہ کا منہ باندھا (اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کو ذات النطاقین کہا جاتا ہے) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے راستے سے واقفیت کے لیے ایک نوکر اجرت پر لیا اور دو اونٹنیاں اس کے حوالے کر دیں اور اسے بتا دیا کہ تین روز بعد غارِ ثور میں اونٹنیوں کے ساتھ پہنچ جائے۔

ایک تہائی رات گزرنے کے بعد کفارِ مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شانۂ اقدس کو گھیرے میں لے لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سونے کا انتظار کرنے لگے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باآسانی شہید کر سکیں۔ اس رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرے بستر پر میری سبز چادر اوڑھ کر سو جاؤ اور قریش مکہ کی امانتیں (جو وہ آپ کے صادق و امین ہونے کے سبب آپ کے پاس رکھواتے تھے) انہیں واپس کر کے چلے آنا تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مٹھی خاک لی اور سورۃ یٰسین کی شروع کی آیات فھم لا یبصرون تک پڑھتے ہوئے کفار مکہ پر پھینک دی اس خاک پھینکنے کے سبب تمام کفار جنہوں نے محاصرہ کیا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پہچان سکے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے درمیان سے باآسانی نکل آئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں ہمراہ لے کر غارِ ثور تک پہنچ گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غار میں داخل ہونے سے قبل خود اندر گئے اور غار کے اندر سے صفائی کی۔ غار

میں کچھ سوراخ موجود تھے جنہیں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑے پھاڑ کر انہیں بند کیا تاکہ اس میں سے کوئی سانپ بچھو نکل کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ دو سوراخ باقی رہ گئے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں پاؤں ان سوراخوں پر رکھ دیئے پھر عرض کیا اب تشریف لے آیئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر داخل ہوئے پھر اپنا سر مبارک سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھ کر استراحت فرمانے لگے۔ پھر ایک سوراخ سے جس پر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا پاؤں رکھا ہوا تھا سانپ نے انہیں کاٹ لیا۔ شدید تکلیف کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے حرکت نہ کی کہ مبادا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند خراب نہ ہو جائے۔ اس صبر وضبط میں آپ رضی اللہ عنہ کے آنسو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک پر گرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا ہوا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے کسی چیز نے کاٹ لیا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن انہیں لگایا یہاں تک کہ سب درد کافور ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غار ثور میں تین راتیں قیام فرمایا اس دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش مکہ کی دن بھر کی روداد آ کر بتاتے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ رات کو بکریاں غار پر لے جاتا اور ان کا دودھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پہنچا دیتا۔ اس دوران کفار مکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے غار تک پہنچ گئے لیکن غار کے دہانے پر بحکم الٰہی مکڑی کا جالا تنا ہوا تھا اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے یہ دیکھ کر کفار کہنے لگے کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس میں داخل ہوئے ہوتے تو مکڑی جالا نہ بنتی اور کبوتری انڈے نہ دیتی اس اثناء میں حضرت ابوبکر صدیق نے جب ان کی آہٹ سنی تو عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر ان میں سے کسی کی نظر اپنے قدموں پر پڑ گئی تو ہمیں دیکھ لے گا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تین رات غار میں گزار کر اونٹنیوں پر سوار

مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے ان کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فُہیرہ بھی خدمت کے لیے ساتھ تھا۔

قریش مکہ نے یہ اعلان عام کروا دیا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو قتل کرے گا یا گرفتار کر کے لائے گا اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ اعلان سن کر سراقہ بن جعشم جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھوڑے پر سوار تعاقب میں نکلا یہاں تک کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے میرے گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امان طلب کی یہاں تک کہ زمین نے گھوڑے کے پاؤں چھوڑ دیئے میں پھر آگے بڑھا زمین نے دوبارہ میرے گھوڑے کے پاؤں جکڑ لیے میں نے پھر امان طلب کی یہاں تک کہ زمین نے گھوڑے کے پاؤں چھوڑ دیئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ہمارے متعلق کسی کو نہ بتانا اس کے بعد سراقہ واپس ہو گئے اور راستے میں اگر کوئی انہیں ملتا تو وہ یہ کہہ کر اسے واپس کر دیتے کہ میں ڈھونڈ چکا ہوں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہاں نہیں ہیں۔

(بخاری شریف' باب الهجرة الی المدینہ)

ہجرتِ مدینہ کا سفر جاری رہا یہاں تک کہ سہ شنبہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ام معبد عاتکہ بنت خالد خزائیہ کے پاس سے ہوا جبکہ قوم قحط کا شکار تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے خیمے کی جانب ایک بکری دیکھی تو فرمایا یہ بکری کیسی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ لاغر و کمزوری کے سبب دوسری بکریوں سے پیچھے رہ گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا یہ دودھ دیتی ہے۔ انہوں نے فرمایا نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ اسے دوہ لوں اس نے عرض کیا اگر آپ اس کے نیچے دودھ دیکھتے ہیں تو دوہ لیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے تھن پر اپنا دست مبارک پھیرا اور بسم اللہ پڑھی تو بکری نے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دونوں ٹانگیں چوڑی کر دیں دودھ اتار لیا اور جگالی کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ دوہنا شروع کیا اور خوب دودھ دوہا اور سب کو پلایا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری بار بھی دودھ دوہا اور ام معبد کے پاس چھوڑ دیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے تھوڑی دیر بعد ام معبد کا خاوند گھر آیا اس نے جو اتنا دودھ دیکھا تو حیران ہو کر کہنے لگا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ حالانکہ یہ بکری تو دودھ کا ایک قطرہ نہیں دے سکتی تو ام معبد نے جواب دیا کہ ایک مبارک شخص آیا تھا جس کا حلیہ (شریف) ایسا ایسا تھا وہ بولا وہی تو قریش کے سردار ہیں جن کا چرچا ہو رہا ہے۔ میں نے اب قصد کر لیا ہے کہ ان کی صحبت میں رہوں۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی "قبا" تشریف آوری:

اہل مدینہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کی خبر مل چکی تھی وہ ہر روز حالت شوق و اشتیاق میں صبح شہر سے نکل کر ایک پتھریلے میدان میں جمع ہو جاتے اور نئے ولولے وعزم کے ساتھ پرشوق نگاہوں سے دیدہ و دل فرش راہ کیے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاندار استقبال کیلئے منتظر ہو جاتے یہاں تک کہ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں جب لوگ مایوس ہو کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے تو ایک یہودی کسی کام سے جو ٹیلے پر چڑھا تو دیکھا کہ ایک مختصر سا قافلہ نور کے ہالے میں اس طرف آ رہا ہے وہ دیکھتے ہی بے ساختہ بلند آواز میں چیخ پڑا اے قبیلہ کے فرزند! اے معشر عرب لو جس کا تمہیں انتظار تھا تمہارا وہ مقصد و مقصود تمہارا بخت بیدار آ گیا ہے۔ یہ سن کر تمام مسلمان اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے نعرہ تکبیر بلند کیا اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار و استقبال کیلئے دوڑے چلے آئے۔ وہ طرح طرح سے مسرت و شادمانی وخوشی کا اظہار کرنے لگے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری عمر اس وقت آٹھ نو سال تھی یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے در و دیوار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طلعت زیبا کے انوار سے چمک رہے ہیں گویا کہ سورج طلوع ہو گیا۔

(السیرۃ نبویہ، مدارج النبوۃ ج ۲، سبل الہدیٰ ج ۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قباء میں نزول مبارک ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کے روز ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں کلثوم بن ہدم جو قبیلہ عمرو بن عوف کا ایک سردار تھا اس کے گھر قیام فرمایا۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ مکرمہ سے روانگی کے تین دن بعد مکہ مکرمہ سے روانہ ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ رات کو سفر کرتے اور دن کے وقت چھپ کر کہیں وقت گزار دیتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ سفر پیدل طے کیا جس کے سبب آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں مبارک پھول گئے۔ ان میں آبلے پڑ گئے اور آبلوں سے خون بہنے لگا بالآخر آپ رضی اللہ عنہ قباء پہنچ گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی حالت ملاحظہ فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں پر اپنا لعاب مبارک ڈالا اور ان کے زخموں پر پھیر دیا اس کی برکت وتاثیر سے زخم فوراً مندمل ہو گئے یہاں تک کہ تازندگی کبھی آپکے پیروں میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ (سیرت ابن کثیر ج ۲)

مسجد قباء کی تعمیر:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قباء میں چودہ روز قیام فرمایا اور اسی اثناء میں مسجد قباء کی تعمیر فرمائی جس کے لیے آیت قرآنی نازل ہوئی۔

البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے زیادہ لائق ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو اس میں وہ مرد ہیں جو پاک رہنے کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (سورۃ التوبہ)

یہ پہلی مسجد تھی جسے ہجرت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعمیر کیا۔ اس کی شان ومنزلت کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے بخوبی ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

جو شخص وضو کرتا ہے اور وضو بڑی عمدگی سے کرتا ہے پھر باوضو ہو کر مسجد قباء میں آتا ہے اور اس میں نماز پڑھتا ہے تو اس کو عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ (ابن ماجہ)

مسجد قباء جس قطعہ اراضی پر تعمیر ہوئی وہ زمین کلثوم بن ہدم کی تھی جہاں کھجوریں خشک ہونے کیلئے پھیلا دی جاتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ زمین لے کر اس مسجد کی بنیاد رکھی اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس خود بھی اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔ حضرت شموس بن نعمان انصاریہ رضی اللہ عنہا مسجد قباء کی تعمیر کا چشم و بد حال بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ جب مسجد قباء کی تعمیر ہو رہی تھی تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود پتھر اٹھاتے تھے اور اس پتھر سے گرنے والی مٹی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شکم مبارک پر پڑتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا بھاری پتھر اٹھاتے کہ جسم اطہر خم ہو جاتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کوئی صحابی عرض گزار ہوتا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ پتھر مجھے عطا فرمایئے کہ میں آپ کی طرف سے اٹھا کر لے جاؤں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تم اس جیسا کوئی اور پتھر اٹھا کر لے جاؤ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اسی پتھر کو عمارت میں لگا دیتے یہاں تک کہ مسجد تکمیل کو پہنچ گئی۔ (سبل الہدی ج ۲، وفاء الوفاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

مدینہ منورہ میں تشریف آوری:

جتنے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قباء میں تشریف فرما رہے اہل مدینہ اس شوق و انتظار میں تھے کب رحیم و کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ نزول رحمت فرمائیں گے بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے روز قباء سے روانہ ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قصوائ نامی ناقہ پر سوار تھے مہاجرین و انصار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے انصار کے جس قبیلے کے پاس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرتے اس کے عقیدت مند عرض گزار ہوتے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف نزول رحمت فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے میری ناقہ مامور ہے اس کا راستہ چھوڑ دو یہ حکم الٰہی کے مطابق ٹھہرے گی۔ راستے میں بنو سالم بن عمرو بن عوف کے محلہ میں نماز جمعہ کا وقت آ گیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہیں نماز جمعہ مع خطبہ ادا فرمائی۔ یہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا جمعہ اور پہلا خطبہ تھا۔ جس جگہ یہ نماز ادا ہوئی بعد میں اس جگہ مسجد غبیب تعمیر ہوئی۔ (سیرت ابن کثیر ج ۲) نماز جمعہ سے فراغت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہوئے تو بنوسالم کے قبیلہ کے افراد نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گزارش کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس قیام فرمایئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے بھی یہی ارشاد فرمایا کہ میری اونٹنی کا راستہ خالی کردو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے حکم مل چکا ہے۔ یہ حکمِ الٰہی کے مطابق ٹھہرے گی۔

اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر سب نے سر تسلیم خم کیا اور اونٹنی کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔ بالآخر یہ قافلہ چلتے چلتے مالک بن نجار کے محلے میں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی اس جگہ بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبوی ہے۔ یہ کھلا میدان تھا۔ جہاں لوگ اپنی کھجوریں خشک کیا کرتے تھے۔ یہ جگہ بنی نجار کے دو یتیموں سہل اور سہیل فرزندان عمرو کی ملکیت تھا جب اونٹنی یہاں بیٹھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے تشریف نہیں لائے۔ تھوڑی دیر بعد اونٹنی پھر کھڑی ہوئی اور آگے چل دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی مہار گردن پر ڈالی ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے کسی طرف موڑتے نہیں تھے۔ چند قدم آگے چل کر اونٹنی پھر واپس مڑی اور پہلی جگہ آ کر بیٹھ گئی اور گردن زمین پر ڈال دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان شاء اللہ یہی منزل ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناقہ سے نیچے تشریف لائے اور چار مرتبہ یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی "اور یہ بھی عرض کرنا اے میرے رب! اتار مجھے بابرکت منزل پر اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔"

اس جگہ کے سب سے قریب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامان مبارک اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔ (سیرت ابن ہشام ج ۲، زادالمعاد، وفاء الوفاء)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ منورہ نزول رحمت اہل مدینہ کے لیے بے پناہ خوشی ومسرت راحت وشادمانی کا سبب تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس روز

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں نزول اجلال فرمایا مدینہ کی ہر شے جگمگانے لگی تھی۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ کے فرزند فرماتے ہیں کہ میں اس روز وہاں موجود تھا جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہر مدینہ میں قدم رنجہ فرمایا میں نے آج تک کوئی ایسا دن نہیں دیکھا جو اس روز سعید سے زیادہ حسین ہو یا زیادہ روشن ہو۔

(سبل الہدیٰ ج۳)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشی میں چھوٹے بڑے مرد عورت بوڑھے جوان بچے سب ہی عجیب کیف و مستی میں جھوم رہے تھے اور مہربان آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش آمدید کہنے کیلئے اکٹھے ہو گئے۔

مدینہ منورہ میں قیام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ابورافع کو پانچ سو درہم اور دو اونٹ دے کر مکہ مکرمہ بھیجا تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عیال کو مدینہ میں لے آئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ جو کہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے نے آنے نہیں دیا جبکہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حبشہ میں قیام پذیر تھیں چنانچہ حضرت زید وابورافع رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں حضرت ام کلثوم و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم اور زوجہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور ام ایمن زوجہ زید اور اسامہ بن زید کو اپنے ہمراہ لے آئے ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن ابی بکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی والدہ ام رومان اور صاحبزادی حضرت اسماء بنت ابی بکر کو لائے یہ تمام حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے گھر قیام پذیر ہوئے۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات ماہ تک حضرت ابوایوب انصاری کے گھر کو رونق بخشی جب مسجد نبوی کے ساتھ حجرے تیار ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل

وعیال کے ساتھ ان حجرات میں تشریف لے گئے۔ (ابن کثیر ج ۲' سبل الہدیٰ ج ۳)

مسجد نبوی و حجرات مقدسہ کی تعمیر:

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناقہ جس جگہ بیٹھی تھی وہ جگہ دو یتیموں سہیل و سہل کی تھی جہاں لوگ کھجوریں خشک کرنے کیلئے دھوپ میں پھیلایا کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں یتیموں سے یہ جگہ خریدنے کی خواہش فرمائی ان دونوں نے کہا کہ ہم بغیر قیمت یہ زمین آپ کی نذر کرتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلاعوض زمین لینے سے انکار فرما دیا چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دس مثقال قیمت دے کر یہ زمین خرید لی۔

(مدارج النبوت' سبل الہدی ج ۳' السیرۃ النبویہ)

جگہ خریدنے کے بعد مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ گڑھوں کو بھر کر کھنڈرات ہموار کر دیئے گئے۔ مشرکین کی قبروں کو اکھاڑ کر ان کی ہڈیاں ایک گڑھے میں ڈال کر ان پر مٹی ڈال دی گئی۔ درخت کاٹ کر میدان کو ہموار کر دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش کے مطابق چھپر ڈال دیا گیا قبلہ بیت المقدس رکھا گیا اور نہایت سادہ سی مسجد تعمیر کر دی گئی۔

اس کے بعد ازواج مطہرات کے حجرے تعمیر کیے گئے اس وقت صرف حضرت سودہ و حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد میں تھیں لہٰذا ان کے لیے مسجد سے متصل دو حجرے بنا دیئے گئے پھر دیگر ازواجِ مطہرات کے آنے پر حجرے بنتے گئے یہ حجرات کھجور کی شاخوں سے بنائے گئے تھے جس کے دروازے کمبل کا پردہ ڈال کر بنائے گئے تھے۔ (مدارج النبوۃ' سبل الہدیٰ' السیرۃ النبویہ' سیرت ابن کثیر)

اسلامی اخوت:

مہاجرین چونکہ بے سروسامانی میں چھپ کر مکہ مکرمہ سے نکلے تھے لہٰذا اب فوراً ضرورت اس بات کی تھی کہ مہاجرین اپنے آپ کو بے یارومددگار نہ سمجھیں انہیں غریب

الوطن ہونے کا احساس پیدا نہ ہو اور وہ ایک آبرومندانہ زندگی گزاریں اور یکجہتی محبت و یگانگت کے ماحول میں زندگی بسر کریں تا کہ مخالفین کو سر اٹھانے کا موقعہ نہ مل سکے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے درمیان اسلامی بھائی چارہ قائم کیا اور ان سے دو دو کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا اور یوں اجنبیت وغیرت کی دیوار گر گئی۔ ان میں رنگ نسل زبان کی قید نہ رکھی گئی۔ سب آپس میں شیر و شکر ہو گئے اور اس طرح مسلمانوں کی یہ جماعت اپنے اتحاد واخوت کے سبب دشمنوں کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئی۔ جس کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کا سہارا بن گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حکیمانہ حکمتِ عملی سے انصار اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنے خونی رشتہ داروں سے بھی زیادہ چاہنے لگے اور اپنا سب کچھ ان پر نثار کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور انہوں نے ایثار وقربانی کی وہ مثالیں قائم کیں جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ (سبل الہدیٰ ج ۳، زرقانی المواہب)

آذان کی ابتداء:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے جب نماز کا وقت آتا تو صحابۂ کرام از خود جمع ہو جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے۔ جب مسجد نبوی شریف تعمیر ہو گئی اور نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ ایک وقت ایک جگہ بغیر کسی اعلان و آگاہی کے سب کا جمع ہونا محال ہے۔ چنانچہ کوئی ایسا طریقہ ہو جس کے ذریعے سارے نمازی مسجد میں جمع ہو جائیں اور باجماعت نماز ادا کریں۔ چنانچہ صحابہ کرام نے کئی طریقے پیش کیے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کا طریقہ جو انہیں خواب میں بحکم الٰہی بتایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرما لیا۔ یہ وہی طریقہ آذان ہے جو اس وقت رائج ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی کا مؤذن منتخب فرمایا اور حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کلماتِ آذان سکھا دیں کیونکہ ان کی آواز بلند اور نرم و شیریں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (سبل الہدیٰ ج ۳)

تحویل قبلہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب مکہ مکرمہ میں کعبہ شریف کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد بحکم الٰہی بیت المقدس کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبلہ مقرر ہوا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ چونکہ یہود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کیا کرتے تھے کہ ویسے تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہماری ہر بات کی مخالفت کرتے ہیں مگر قبلہ میں ہمارے تابع ہیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خواہش تھی کہ مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ ہو اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ بھی خانہ کعبہ ہی تھا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ میرا قبلہ بھی قبلہ ابراہیمی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحویل قبلہ کیلئے مصروف دعا رہتے یہاں تک کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیرینہ آرزو پوری ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز حضرت بشر بن البراء رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے جو بنی سلمہ کے محلہ میں واقع تھا انہوں نے دوپہر کے کھانے کا اہتمام کرلیا اسی اثناء میں ظہر کا وقت ہوگیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھانا شروع کر دی۔ جب دو رکعت ادا فرما چکے اور تیسری رکعت کے رکوع میں تھے کہ وحی الٰہی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ہی میں کعبہ کی طرف رخ کرلیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں تمام نمازیوں نے بھی بلا تردد و بلا تامل اپنے منہ بیت المقدس سے پھیر کر خانہ کعبہ کی طرف کر لیے بنو سلمہ کی اس مسجد کو مسجد قبلتین کہتے ہیں تحویل قبلہ کیلئے یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

بے شک ہم دیکھتے ہیں تیرے منہ کا پھرنا آسمان کی طرف پس ضرور ہم پھریں گے تجھ کو اس قبلہ کی طرف کہ تو اسے پسند کرتا ہے پس پھیر منہ اپنا مسجد حرام کی طرف اور جس جگہ تم ہوا کرو پس پھیرو منہ اپنے اس کی طرف۔ (سورۃ البقرۃ ۱۴۴)

سرایا وغزوات نبوی کا آغاز:

مسلمانوں کے مدینہ منورہ ہجرت کر لینے کے بعد بھی کفار مکہ چین سے نہ بیٹھے بلکہ مختلف مواقعوں پر مذہبی مداخلت، دین اسلام کے خلاف پروپیگنڈا، مسلمانوں کے خلاف سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نمٹنے کے لیے دشمن کی سازشوں سے باخبر رہنے کے لیے اور دینِ اسلام کی مدافعت کی غرض سے اپنے اصحاب کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو اطراف مدینہ بھیجنا شروع کیا۔ جنہیں سرایا کہا جاتا ہے اور بعض دفعہ خود بھی ان میں شرکت فرمائی جنہیں غزوات کہا جاتا ہے۔ یہاں مختصراً چند غزوات کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

''غزوہ بدر''

تاریخ اسلام کا سب سے بڑا غزوہ غزوۂ بدر کبریٰ ہے۔ اسی غزوہ سے متعلق قرآن پاک میں سورۃ آل عمران کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

''اور بے شک مدد کی تھی تمہاری اللہ تعالیٰ نے (میدان) بدر میں حالانکہ تم بالکل کمزور تھے'' (آل عمران نمبر ۱۲۳) یہی وہ غزوہ ہے جو سب سے پہلے واقع ہوا۔ اس عظیم معرکہ میں لشکرِ اسلام کی تعداد کفار کی تعداد سے ایک تہائی تھی اور بظاہر مسلمانوں کی شکست کے آثار نظر آتے تھے لیکن اس بے سروسامانی کے باوجود کفار کو ایسی عظیم اور فیصلہ کن شکست کی ذلت اٹھانی پڑی کہ حق و باطل کا فرق سب پر روشن ہوگیا۔ اس غزوہ کے وقوع کا سبب وہ قافلہ قریش تھا جو ملک شام سے آرہا تھا۔ اس قافلہ کا سردار ابوسفیان تھا اور اس قافلے میں قریش کا بہت سامان تھا۔ چنانچہ جب یہ قافلہ بدر کے قریب پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو دعوت دی اور فرمایا'' یہ ہے ابوسفیان جو اپنے قافلہ سمیت واپس آرہا ہے۔ نکلو شاید اللہ تعالیٰ ان کے اموال ہمیں مرحمت فرمائے''۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت سے انیس ماہ بعد ۱۲ رمضان المبارک بروز ہفتہ اپنے تین سو تیرہ مجاہدین کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ اس وقت اسلامی لشکر میں سواری کے لیے ایک گھوڑا اور ۸۰ اونٹ تھے اور باقی مجاہدین پاپیادہ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ہر تین صحابہ رضی اللہ عنہم کی سواری کیلئے ایک ایک اونٹ مقرر فرمایا تا کہ کوئی پیدل نہ رہ جائے اور اپنے حسنِ عمل و مساوات کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اپنے اونٹ کیلئے بھی تین صحابہ کو پیشکش فرمائی اور یوں یہ قافلہ روانہ ہو گیا۔ ابوسفیان کو شام میں جب یہ اطلاع پہنچی کہ مسلمانوں کا لشکر اس کے قافلہ پر حملہ کرنے کیلئے مدینہ منورہ سے روانہ ہو گیا ہے تو وہ بے حد خوفزدہ ہوا اور اس نے ایک ماہر شتر سوار کو مکہ روانہ کیا کہ وہ قریش کو آگاہ کر دے کہ ہمارے تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ چل پڑے ہیں لہٰذا اس قافلے کو بچانے کیلئے فوراً پہنچیں چنانچہ قریش، کے ہر شخص نے جنگ کی تیاری شروع کر دی اور یوں کافروں کے لشکر کی تعداد تقریباً ایک ہزار کو پہنچ گئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لشکر کے ساتھ ۱۷ رمضان المبارک کو میدان بدر میں پہنچے بدر بیضوی شکل کے ایک میدان میں واقع ہے جسے پہاڑوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اس میدان کا طول ساڑھے پانچ میل اور عرض چار میل کے قریب ہے مسلمانوں نے یہاں اپنے خیمے نصب کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات بھر بیدار اور مصروف دعا رہے۔ یوم بدر مشرکین کی تعداد ایک ہزار تھی ایک سو برق رفتار اعرابی گھوڑے، چھ سو اعلیٰ نسل کے اونٹ اور اشیاء خوردونوش کے ذخائر تھے جبکہ حق کے علمبرداروں کی تعداد صرف ۳۱۳ ایک گھوڑا، ۸۰ کے قریب اونٹ ٹوٹی ہوئی کمانیں، شکستہ نیزے اور پرانی تلواریں تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ صورتحال ملاحظہ فرمائی تو اپنے رب کے حضور دعا گو ہوئے ''اے اللہ! اگر یہ کافر مسلمانوں کے اس گروہ پر غالب آ گئے تو شرک غالب آ جائے گا پھر تیرا دین قائم نہیں ہو سکے گا۔ دوران دعا اس قدر محو ہوئے کے شانہ مبارک سے چادر نیچے گر پڑی جسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک کاندھوں پر ڈال دیا اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ خوشخبری لے آئے ''یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے

در پے آنے والے ہیں (سورۃ انفال آیت نمبر ۹)

اور یوں حق و باطل کی صفیں آمنے سامنے صف آرا ہو گئیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مٹھی بھر کنکریاں اپنے دست مبارک سے کفار کی طرف پھینکیں اور چشم زن میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا کوئی مشرک ایسا نہ تھا جس کی آنکھ میں کنکریاں نہ لگی ہوں اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجتماعی طور پر حملہ کا حکم فرمایا اس حملہ کے دوران اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق فرشتوں سے مدد فرمائی کفار کو اسلامی لشکر اپنے سے دگنا نظر آنے لگا بغیر تلوار کے کسی مشرک کا سر کٹتا تو کسی کا بازو لیکن کافروں کو نظر کوئی نہ آتا اس صورتحال سے کفار پر اس قدر دہشت سوار ہوئی کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور یوں مسلمانوں کو عظیم فتح نصیب ہوئی۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کے ۱۴ جانثاروں نے جام شہادت نوش کیا جن کے اسمائے مبارک یہ ہیں ۱) حضرت عمیر بن ابی وقاص ۲) حضرت عبیدہ بن حارث ۳) حضرت ذوالشمالین ۴) حضرت عاقل بن ابی بکر ۵) حضرت مجع ۶) حضرت صفوان بن سفاء ۷) حضرت سعد بن خثیمہ ۸) حضرت مبشر بن عبدالمنذر ۹) حضرت حارثہ بن سراقہ ۱۰) حضرت عوف و معوذ (پسران عفراء ۱۲) حضرت عمیر بن حمام ۱۳) حضرت رافع بن معلیٰ ۱۴) حضرت یزید بن حارث رضی اللہ عنہم اجمعین۔ مشرکین میں سے ستر مقتول اور ستر گرفتار ہوئے۔

(بحوالہ: سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

غزوۂ احد:

جبل احد مدینہ منورہ کے شمال میں تقریباً چار میل کے فاصلے پر واقع ہے یہ ہی وہ مشہور و مقدس پہاڑ ہے جس کے دامن میں سن ۳ ہجری کو غزوہ احد واقع ہوا۔ غزوہ بدر میں کافروں کو جو ذلت آمیز شکست ہوئی اس کا بدلہ لینے کیلئے کفار نے جنگ کا فیصلہ کیا چنانچہ کفار قریش کے تین ہزار جنگجوؤں کا لشکر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کیلئے روانہ ہو گیا۔ اس اطلاع کے ملتے ہی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مشورہ طلب فرمایا کہ جنگ مدینہ منورہ کے اندر کی جائے یا باہر نکل کر دشمنوں

کا مقابلہ کیا جائے سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک مدینہ منورہ سے باہر نکل کر دشمن کا اپنی تلوار سے مقابلہ نہ کرلوں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی یہی خیال تھا کہ جنگ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر کی جائے چنانچہ اسی پر فیصلہ ہوا ہزار جانبازوں کا لشکر جنگ کیلئے روانہ ہوا گو لشکر کفار کو اپنی فوجی قوت اور سامان حرب کی زیادتی کے باعث مسلمانوں کے مقابلے میں برتری حاصل تھی کیونکہ مسلمانوں کے پاس صرف ایک ہزار فوجی اور ایک سو زرہ بکتر تھے مگر ایسے نازک موقع پر انہوں نے اللہ عزوجل کی ذات پر بھروسہ کیا اور یہ مقدس لشکر ۱۱ شوال بروز جمعہ بعد عصر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں روانہ ہوا بعد نماز فجر جبل احد کے دامن میں پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوج کی صف بندی فرمائی اور ۵۰ تیر اندازوں کو جبل احد کے پیچھے کی جانب بٹھا دیا اور انہیں یہ تاکید فرمائی کہ اسلامی فوج کو چاہے فتح ہو یا شکست یہاں سے کسی حالت میں نہیں ہٹنا نہ ہی ہماری شکست پر ہماری مدد کو آنا اور نہ ہی فتح پر مال غنیمت سمیٹنے میں شریک ہونا جنگ شروع ہونے سے قبل اسلامی افواج میں موجود رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کی منافقت کھل گئی اور ایسے نازک موقع پر جبکہ دشمن کی فوجیں اور سامان حرب اس قدر زیادہ تھا یہ منافق اپنے ۳۰۰ ساتھیوں کو یہ کہہ کر واپس لے گیا کہ ہم خوامخواہ کیوں اپنی جان دیں۔ منافقین کی علیحدگی کے بعد لشکر اسلام کی تعداد صرف ۷۰۰ رہ گئی۔ جنگ شروع ہوگئی اور اسلامی لشکر تعداد میں کہیں زیادہ کم ہونے کے باوجود مشرکین پر غالب آ گیا۔ مشرکوں کے حوصلے جواب دے گئے بلآخر انہیں پسپا ہونا پڑا اور وہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے مسلمان ان کا تعاقب بھی کرتے جا رہے تھے اور مال غنیمت بھی سمیٹتے جا رہے تھے عین اسی لمحے مسلمانوں کے وہ تیر انداز بھی جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبل رماۃ پر متعین کیا تھا اور وہاں سے کسی حالت میں بھی نہ ہٹنے کی تاکید کی تھی۔ مال غنیمت سمیٹنے میں شریک ہوگئے چنانچہ کفار نے اس سنہری موقع کا فائدہ اٹھایا اور تیزی سے چکر کاٹ کر مسلمانوں کی پشت پر پہنچ گئے اور اس طرح اسلامی فوج دونوں طرف سے گھر گئی جس وجہ سے بدنظمی وانتشار پیدا ہوگیا اور مسلمانوں کو کافی جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ خود آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم بھی اس دوران کافی زخمی ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک بھی شہید ہوگئے اور اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ سمیت ۷۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی اس جنگ میں جام شہادت نوش فرمایا جس میں سے کچھ کے اسماء مبارکہ درج ذیل ہیں۔ حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن جحش، حضرت نعمان بن مالک، حضرت عمر بن ثابت، حضرت سعد بن ربیع، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت سہیل بن قیس، حضرت خارجہ بن زید، حضرت خثیمہ، حضرت عمر بن جموح رضی اللہ عنہم اجمعین ہر ایک کو لحد میں رکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ''قیامت کے دن میں ان کے حق میں گواہی دونگا''۔

(بخاری کتاب الجہاد زیارت قبور)

غزوۂ خندق:

ہجرت کے پانچویں سال یعنی سن ۵ ہجری میں یہودیوں منافقوں مشرکوں پر مشتمل دشمنان اسلام کا ایک لشکر جس کی تعداد ۱۰ ہزار تھی ابوسفیان کی قیادت میں اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی نیت سے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے نکلا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر سنتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے اس سلسلے میں مشورہ طلب فرمایا سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ کھلے میدان میں جنگ لڑنے کے بجائے خندق کھودی جائے تا کہ اس میں محفوظ رہ کر دشمن اسلام کے وار سے بچتے ہوئے خوب اچھی طرح ان سے مقابلہ کیا جا سکے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مشورہ پسند آیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق کھودنے کی حدود کا تعین فرمایا اور اس طرح جبل سلع کو پشت کی جانب رکھ کر مدینہ منورہ کے گرد خندق کھودی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خط کھینچ کر خندق کی کھدائی کیلئے دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرمادی۔ اسی لیے اسے غزوہ خندق کہا جاتا ہے ویسے اس غزوہ کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔ لشکر کفار نے مدینہ منورہ پہنچ کر شدت سے حملہ کیا مگر خندق ہونے کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکے تقریباً ایک مہینے کا محاصرہ ہوگیا مگر بیچ میں خندق

ہونے کے باعث کافروں کی ایک نہ چلی ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جنگ کی سختی و شدت اور مہینہ بھر کے محاصرے میں بھوک و فاقہ کشی کے باعث حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا کی درخواست کی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! کتاب کے اتارنے والے، بادلوں کو چلانے والے، لشکروں کو شکست دینے والے ہمارے دشمن کو شکست دے اور ہماری مدد فرما (بحوالہ: بخاری شریف کتاب الجہاد) چنانچہ اب اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول فرمائی جاڑے کا موسم تھا ایک رات زبردست آندھی آئی جس نے کافروں کے لشکر کے خیموں کی طنابیں اکھیڑ دیں خیمے زمین بوس ہو گئے اور دشمن بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس غزوہ کے خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جنہوں نے غزوہ خندق میں جام شہادت نوش کیا یہ ہیں۔ ۱) حضرت سعد بن معاذ ۲) حضرت عبداللہ بن سہل ۳) حضرت ثعلب بن محمد ۴) حضرت انس بن اوس ۵) حضرت طفیل بن لقمان ٦) حضرت کعب بن زید ۷) حضرت قیس بن زید ۸) حضرت عبداللہ بن ابی خالد رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (زرقانی ج ۲ ص ۱۲٦)

"غزوہ حدیبیہ"

یہ غزوہ سن ٦ ہجری ماہ ذیقعد میں واقع ہوا۔ کفار کی ایذا رسانی کے سبب مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی مگر اس کے باوجود کفار اپنے ظلم و ستم سے باز نہ آئے اور اس دوران کئی جھڑپیں اور غزوات ہوئے کفار نے مسلمانوں کیلئے مکہ میں داخلہ بند کر دیا تھا اب مسلمان خانہ کعبہ کی طواف و زیارت سے محروم تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر لمحہ بیت اللہ شریف کی زیارت و طواف کیلئے بے قرار رہتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں صبر کی تلقین فرماتے بلا آخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ مژدہ جانفزاء سنایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم سب امن و سلامتی کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں یہ سننا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں زندگی کی لہر دوڑ گئی اور اس خوشی میں وہ اپنے رب عزوجل کی حمد بجا لائے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب وحی الٰہی ہوتا ہے بہر حال مدینہ منورہ اور باہر

کے قبائل سے تعلق رکھنے والے تمام مسلمان نئے جوش ولولے کے ساتھ سفر کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے اور یوں یکم ذیقعد کو بیت اللہ شریف کی زیارت وطواف میں بے چین بے قرار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں حرم مکہ کی طرف روانہ ہوئے اس قافلے میں عشاق کی تعداد چودہ اور پندرہ سو کے درمیان تھی اور ستر اونٹ قربانی کیلئے ساتھ تھے۔ مدینہ منورہ سے تقریباً چھ سات میل دور ذوالحلیفہ نامی گاؤں میں پہنچ کر سب نے عمرہ کا احرام باندھا ان سب کے پاس ایک ایک تلوار تھی جو نیام میں بند تھی ادھر کفار مکہ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے اصحاب رضی اللہ عنہم کی روانگی کی خبر پہنچی تو وہ تشویش میں مبتلا ہو گئے اور یہ اندیشہ کرنے لگے کہ مسلمان عمرہ کی آڑ میں مکہ پر قابض ہونا چاہتے ہیں چنانچہ انہوں نے آپس میں طے کرلیا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے ہم مسلمانوں کو شہر مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہونے دیں گے چنانچہ کفار مکہ سے نکل کر ذی طویٰ کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کفار کی سرگرمیوں کی خبر پہنچ چکی تھی چنانچہ جنگ وقتال سے بچنے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی حکمت عملی اختیار فرمائی کہ عام راستے چھوڑ کر کوئی اور راستہ حرم مکہ میں داخل ہونے کیلئے اختیار کیا جائے چنانچہ ایک مشکل راستہ طے کر کے مسلمان حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے جو کہ حرم شریف کی سرحد پر واقع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر اہل مکہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ قریش کو یہ باور کرا سکیں کہ ہمارا ارادہ جنگ کا نہیں بلکہ عمرہ کی ادائیگی کا ہے۔ چنانچہ ہمیں زیارت وطواف کعبہ سے نہ روکیں قریش مکہ میں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خاندان کے کافر افراد کافی تعداد میں موجود تھے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے مکہ پہنچ کر قریش کے سرداروں سے ملاقات کی اور انہیں مسلمانوں کی آمد کا سبب بتایا کہ ہم نے احرام باندھا ہوا ہے قربانی کے جانور ہمارے ساتھ ہیں اور ہمارے پاس اسلحہ بھی موجود نہیں ہم یہاں سے عمرہ کی ادائیگی کے بعد واپس چلے جائیں گے اور اس بے سروسامانی کی حالت میں بھلا مکہ پر قبضہ کا کس طرح امکان ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم پوری تیاری کے ساتھ آتے یہ سننے کے باوجود قریش مکہ اپنی ضد پر قائم رہے اور کہا کہ ہم طے

کر چکے ہیں۔ مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ چنانچہ آپ لوگ اس وقت واپس چلے جائیں اور آئندہ سال دیکھا جائے گا۔ ہاں البتہ آپ ہمارے مہمان بھی ہیں اور قرابت دار بھی آپ اکیلے ہی خانہ کعبہ کا طواف کر لیں۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا کہ ''میں اس وقت تک خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرونگا جب تک میرے محبوب آقا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف نہیں کریں گے۔''

اُدھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ سب بیعت کریں کہ فرار نہیں ہوں گے یا تو فتح حاصل کریں گے یا شہادت کا تاج پہنیں گے۔ چنانچہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جوش و ولولے کے ساتھ بیعت کے لیے دوڑ پڑے۔ جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیعت کر چکے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخر میں اپنا دایاں ہاتھ مبارک اپنے بائیں ہاتھ مبارک پر رکھا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی ''اے اللہ عزوجل یہ ہاتھ عثمان کی طرف سے ہے کیونکہ وہ تیرے رسول کی حکم کی تعمیل میں گیا ہوا ہے۔'' یہ بیعت ایک درخت کے نیچے ہوئی۔ جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ کفار مکہ کو جب اس بیعت کی اطلاع ملی تو وہ مسلمانوں کے اس پختہ ارادے سے خائف ہو گئے اور باہمی مشورے سے مسلمانوں کو یہ پیغام بھجوایا کہ اس سال واپس چلے جائیں اور اگلے سال آکر اپنا یہ شوق پورا کر لیں۔ ہم راہ میں رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ چنانچہ صلح کے سلسلے میں کفار مکہ کے قاصد سے کافی دیر تک گفتگو ہوئی اور صلح کی شرائط طے پائیں اور آئندہ سال عمرہ کی ادائیگی طے پائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل صلح نامہ سن کر ٹوٹ گئے مگر تعمیل نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر حالت میں اہم تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا احرام کھولا تو قربانی کا جانور ذبح کیا اور آپ کی تعمیل میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اقتداء کی اور احرام کھول کر قربانی کے جانور ذبح کیے اور تقریباً ۲۰ روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ حدیبیہ میں قیام پذیر رہے۔ اسی صلح کے لیے قرآن شریف میں آیا یہ فتح مبین ہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد صرف دو سال کے ہی عرصے میں اسلام اس قدر تیزی سے پھیلا کہ جتنا

گزشتہ سالوں میں نہیں پھیلا تھا یہاں تک کہ جب صلح حدیبیہ کے دو سال بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کیلئے روانہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ دس ہزار جانثاروں کا لشکر ساتھ تھا حضرت عمر فاروق اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اسلام میں کوئی فتح ''فتح حدیبیہ'' سے بڑی نہیں۔

''غزوۂ خیبر''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام یہودی قبائل کے ساتھ دوستی کے معاہدے کیے تاکہ تمام اہل مدینہ بلاامتیاز مذہب امن وسکون کے ساتھ زندگی کی بسر کریں لیکن جب اسلام کو تیزی سے عروج حاصل ہونے لگا اور مسلمانوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہونے لگا تو یہودی قبائل تعصب وبغض وحسد کی آگ میں جلنے لگے اور انہوں نے ایک ایک کر کے تمام معاہدوں کو توڑنا شروع کر دیا اور دیگر قبائل کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ان کے جنگ کے ارادوں کا علم ہوا تو اپنے جانثاروں کے ساتھ خیبر کی طرف پیش قدمی کی اور ۹۶ میل' ۱۵۲ کلومیٹر کی طویل مسافت تین دن میں طے کر کے خیبر کی حدود میں داخل ہو گئے۔ خیبر کے یہودیوں کو مسلمانوں کا خیبر پر حملے کے ارادے کا علم ہو چکا تھا۔ انہیں اپنے دس ہزار جنگجو بہادر اور کثیر تعداد میں موجود اسلحہ پر اتنا گھمنڈ تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ مسلمان ہم پر حملہ کرنے کی ہرگز جرأت نہیں کر سکتے لیکن بلاآخر ایک صبح جب انہوں نے دیکھا کہ اسلامی لشکر ان کے سر پر پہنچ چکا ہے اور ان کے قلعوں کی طرف بڑھ رہا ہے تو وہ ہراساں ہو گئے اور اپنے اپنے قلعوں میں مورچہ بند ہو گئے لیکن بعد میں آپس میں مشورہ کر کے انہوں نے مقابلہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور اپنے اہل وعیال کو ایک قلعہ میں جمع کر کے انہوں نے مال وغلہ اور اسلحہ کے ذخائر اکٹھے کر دیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے اسی قلعے کا محاصرہ فرمایا اور اس قلعہ کو فتح کرنے کے ارادہ سے فرمایا ''کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دونگا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس قلعے کو فتح فرمائے گا وہ شخص فرار نہیں ہوگا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والا ہوگا اور (اپنی) قوت بازو سے اس قلعے پر قابض ہو جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان مبارک سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ یہ سعادت اسے نصیب ہو۔ صبح ہوئی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ دیکھنے کیلئے بے حد بے چین تھے کہ وہ کون خوش نصیب ہے جسے آج پرچم عطا کیا جائے گا بلا آخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے قریب بلایا اور انہیں پرچم عطا فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس قلعہ کو فتح کر لیا اس قلعے کے بعد مسلمانوں نے قلعہ الصعب کا محاصرہ کیا اور اسے بھی فتح کر لیا سب سے پہلے جو قلعہ فتح ہوا وہ قلعہ "قلتہ الزبیر" کے نام سے مشہور ہوا چونکہ یہ علاقہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا اس لیے ان کے نام سے منسوب ہوا اس قلعے کو بھی فتح کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شق کے علاقہ کے قلعوں کو فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوئے اور اس طرح خیبر کی مختلف وادیوں میں جو قلعے موجود تھے یکے بعد دیگرے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوتے چلے گئے اور یوں خیبر فتح ہو گیا اور وہاں جا بجا اسلامی پرچم لہرانے لگے۔

اس غزوہ میں پندرہ مسلمان شہید ہوئے غزوہ خیبر میں جن مسلم خواتین نے مجاہدین کی معاونت کی غرض سے شرکت کی ان کے نام مبارک درج ذیل ہیں۔

۱) ام المومنین حضرت ام سلمہ ۲) حضرت صفیہ (دختر عبدالمطلب) ۳) حضرت ام یمن ۴) حضرت سلمٰی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ) ۵) حضرت عاصم بن حدی کی زوجہ ۶) ام عمارہ نفیسہ بنت کعب ۷) ام منیع ۸) ام مطاوع الاسلمیہ ۹) ام سلیم بنت ملحان ۱۰) ام الضحاک بنت مسعود الحارثیہ ۱۱) ہند بنت عمرو بن حرام ۱۲) ام العلاء الانصاریہ ۱۳) ام عامر الاشہلیہ ۱۴) ام عطیہ ۱۵) ام سلیط ۱۶) امیہ بنت قیس الغفاریہ ۱۷) کعیبہ بنت سعد رضی اللہ عنہم اجمعین۔

"غزوہ موتہ"

جب اسلام اپنی ترقی اور عروج کا سفر تیزی سے طے کرتا ہوا شام۔ کے علاقہ میں

داخل ہوا تو آناً فاناً وہاں پر بھی لوگ جوق در جوق اسلام کے دامن میں پناہ لینے آنے لگے۔ یہ بات وہاں کے عیسائیوں کو ایک آنکھ نہ بھائی چنانچہ قیصر روم کے گورنر نے حکم جاری کر دیا کہ جو شامی اسلام قبول کر لے اسے بے دریغ قتل کر دیا جائے۔ یہ غیر انسانی فعل تمام مسلمانوں کیلئے اور خصوصاً رؤف رحیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے باعث رنج و تکلیف تھا اسی دوران حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بصریٰ کے حاکم کو اپنا مکتوب گرامی اپنے قاصد حضرت حارث بن عمر رضی اللہ عنہ کو دے کر روانہ کیا اس خط میں اسے اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ جب موتہ کے مقام پر پہنچے تو قیصر کے ایک رئیس نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کدھر جا رہے ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیکر پوچھا کیا تم ان کے قاصد ہو؟ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں میں ان کا قاصد ہوں یہ سنتے ہی اس نے انہیں رسیوں سے جکڑ دیا اور سر قلم کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے حد غمناک ہوئے چنانچہ عیسائیوں کے ہاتھوں شامی مسلمان کے قتل اور حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی شہادت نے مسلمانوں کو بدلہ لینے پر مجبور کر دیا چنانچہ جمادی الاول ۸ ہجری کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موتہ کی طرف جانثاران اسلام کا ایک لشکر روانہ کیا بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہاں تشریف لے گئے بعد نماز ظہر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا ''اس لشکر کا سپہ سالار زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کرتا ہوں اگر یہ شہید ہو جائیں تو پھر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس لشکر کی کمان سنبھالیں اگر وہ بھی جام شہادت نوش کر لیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ مجاہدین کی قیادت کریں گے اور یہ بھی راہ حق میں شہید کر دیئے جائیں گے تو پھر مسلمان جس کو منتخب کریں وہ ان کا امیر ہو گا'' یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست پر انوار سے سفید رنگ کا اسلامی پرچم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو عطا کیا اس کے بعد مجاہدین کے لشکر کو رخصت کرنے کیلئے ثنیۃ الوداع پہاڑی تک تشریف لائے ہرقل کو جب اسلامی لشکر کی روانگی کی خبر ملی تو انہوں نے بھی زور و شور سے جنگ کی

تیاریاں شروع کر دی اور ایک لاکھ کا لشکر لے کا بلقاء کے ضلع میں آ کر خیمہ زن ہو گیا جب لشکر اسلام ضلع بلقاء پہنچا تو ہرقل کی رومی فوج سامنے تھی چنانچہ مسلمان اس حصہ سے ہٹ کر موتہ نامی گاؤں کے قریب پہنچ گئے اور یوں مسلمانوں نے اپنی صف بندی کی اور جنگ شروع ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پاک کے مطابق پرچم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا آپ رضی اللہ عنہ نے دشمنوں کو نیست و نابود کرنا شروع کر دیا اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کیا تو یہ علم حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سنبھال لیا اور فوج کی قیادت کی ذمہ داری آپ رضی اللہ عنہ کے کاندھوں پر آ پڑی آپ رضی اللہ عنہ نے بھی جوانمردی سے دشمنوں کا مقابلہ کیا دشمن کی ایک تلوار کے وار سے آپ رضی اللہ عنہ کا دایاں ہاتھ کٹ کر دور جا گرا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے جھنڈے کو بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا دشمن نے آپکے بائیں ہاتھ پر حملہ کیا اور وہ بھی کٹ کر الگ ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں کٹے ہوئے بازوؤں سے سینہ کے ساتھ جھنڈا دبوچ لیا کفار نے آپ رضی اللہ عنہ کو تیروں تلواروں سے زخمی کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک کے دو ٹکڑے ہو گئے حضرت عبداللہ بن رواحہ نے دیکھتے ہی جھنڈا اٹھا لیا اور بجلی کی سی تیزی سے دشمنوں پر پل پڑے اور راہ خدا میں اپنی جان دیدی اور یوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منتخب کردہ جانثاروں نے جام شہادت نوش کر لیا تو اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو قیادت کی ذمہ داری سونپ دی چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ علم پکڑ لیا اور نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے دشمن اسلامی لشکر کی یہ یلغار دیکھ کر میدان جنگ سے بھاگنے لگا اور یوں سات روز تک مسلمانوں نے لاتعداد کفار کو جہنم رسید کیا اور مال غنیمت اپنے قبضے میں کر لیا اور ادھر مدینہ منورہ میں موجود ہوتے ہوئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدان جنگ کا سارا حال اپنی نورانی جسمان مبارک سے ملاحظہ فرمایا اور آشکبار آنکھوں سے مسجد نبوی شریف میں موجود جم غفیر کے سامنے جنگ کا پورا نقشہ بیان فرمایا اور حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر بن ابی

طالب، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی شہادت کا واقعہ جوں کا توں بیان فرمایا اور پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فتح کی خوشخبری سنائی اور انہیں سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کا خطاب عطا فرمایا اسی روز سے آپ رضی اللہ عنہ سیف اللہ مشہور ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو اٹھا لیا یہاں تک کہ میں ان کے میدان جنگ کو دیکھنے لگا'' (بحوالہ بخاری شریف) (سبحان اللہ کیا بات ہے نور بصیرت) غزوہ موتہ میں جن مبارک ہستیوں نے اپنی جانیں راہ خدا میں دیں ان کے نام درج ذیل ہیں۔

۱) حضرت زید بن حارثہ ۲) حضرت جعفر بن ابی طالب ۳) حضرت عبداللہ بن رواحہ ۴) حضرت مسعود بن الاسود ۵) حضرت وہب بن سعد ٦) حضرت عباد بن قیس ۷) حضرت حارث بن نعمان ۸) حضرت سراقہ بن عمرو ۹) حضرت جابر بن عمرو بن زید ۱۰) حضرت ابو الکلیب بن عمرو بن زید ۱۱) حضرت عامر ۱۲) حضرت عمرو رضی اللہ علیہم اجمعین۔

"غزوۂ فتح مکہ"

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار اور مسلمانوں کے درمیان ہونے والی صلح میں یہ شرائط بھی تھیں کہ فریقین دس سال تک ایک دوسرے کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے اور عرب کے قبائل جس فریق کے ساتھ چاہیں دوستی کریں ان پر کوئی پابندی نہیں چنانچہ عرب کے قبیلے بنوخزاعہ نے مسلمانوں کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا چنانچہ اس تعصب کے سبب کفار نے بنوخزاعہ سے انتقام کی ٹھان لی اور حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ان پر حملہ آور ہوئے اور ان کا قتل عام کیا۔ ادھر بنی خزاعہ معاہدے کی رو سے بے خوف تھا کہ ان پر مسلمانوں سے دوستی پر کوئی پابندی نہیں چنانچہ انہیں یہ گمان بھی نہ تھا کہ کفار قریش حدیبیہ کا معاہدہ توڑ ڈالیں گے اور اچانک ان پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ چنانچہ جب ان پر حملہ ہوا تو وہ جانیں بچانے کیلئے حدود حرم میں داخل ہو گئے مگر کفار نے حدود حرم کا بھی لحاظ نہ رکھا اور بے دریغ انہیں قتل کرتے رہے اس قتل عام کے بعد بنوخزاعہ کا سالم خزاعی مدینہ منورہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور حملے کی تمام تفصیلات اور قریشی حملہ آوروں کے نام سے آگاہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مظلوموں کی داستان غمناک سن کر ارشاد فرمایا "اس ذات کی قسم جس کی قدرت میں میری جان ہے میں ان کے ہر دشمن کا دفاع کرونگا جیسے دشمن سے میں اپنی ذات اور اپنی آل اور اہل خانہ کا دفاع کرتا ہوں"۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قاصد کے ذریعے قریش مکہ کو تجاویز بھجوائیں کہ یا تو بنوخزاعہ کے مقتولوں کی دیت ادا کریں یا صلح حدیبیہ کو اعلانیہ طور پر کالعدم قرار دے دیں۔ چنانچہ قریش مکہ نے پہلی تجویز یہ کہ کر رد کر دی کہ اگر

ہم بنو خزاعہ کے مقتولوں کو دیت دیں گے تو ہم قلاش ہو جائیں گے۔ چنانچہ دوسری تجویز ہمیں منظور ہے ہم اعلانیہ طور پر صلح حدیبیہ ختم کرتے ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتہائی خفیہ طریقے سے سامان جنگ اکٹھا کرنا شروع کر دیا اور اپنے رب عزوجل سے دعا گو ہوئے کہ الٰہی اہل مکہ کو ہمارے بارے میں بہرہ اندھا کر دے کہ وہ نہ ہماری تیاریوں کو دیکھ سکیں اور نہ ہمارے بارے میں کچھ سن سکیں تاکہ ہم اچانک ہلہ بول دیں۔ جنگ کی تیاریاں مکمل ہوتے ہی رمضان المبارک ۸ ہجری بروز بدھ بعد نماز عصر اسلامی لشکر مدینہ منورہ سے روانہ ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی لشکر کو مکہ کے اندر چار مختلف راستوں سے الگ الگ قائدین کی قیادت میں داخل ہونے کا حکم فرمایا یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاندار حکمت عملی تھی کہ جب مختلف اطراف سے اسلامی لشکر مکہ میں داخل ہوں گے تو کفار کا لشکر ہر طرف سے اسلامی لشکر کی یلغار کا مقابلہ نہ کر سکے گا کیونکہ اس کے پاس اتنے فوجی نہ تھے کہ لشکر اسلام کے ہر دستے کا مقابلہ ایک ساتھ کر سکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سپہ سالاروں کو یہ تاکید بھی فرمائی کہ جب تک کفار ان پر حملہ کرنے میں پہل نہ کریں مسلمان حملہ نہ کریں چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دستے کے علاوہ اسلامی لشکر پر کفار میں سے کسی نے حملہ نہ کیا اور اسلامی لشکر مکہ میں داخل ہو گیا البتہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب مکہ کے جنوبی حصے سے شہر میں داخل ہونے لگے تو چند کفار نے انہیں روکنا چاہا اور ان پر حملہ آور ہوئے چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے دیکھتے ہی دیکھتے کفار کے پندرہ آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا اس حملے میں مسلمان کے صرف دو مجاہد شہید ہوئے اور یوں شان و شوکت سے مکہ فتح ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ حرم میں داخل ہوئے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ شریف کے قریب پہنچے تو کعبہ کے اردگرد اور اوپر تین سو ساٹھ بت تھے جو مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں چھڑی تھی آپ صلی اللہ علی وآلہ وسلم تلاوت فرما رہے تھے۔ "حق آ گیا باطل مٹ گیا بے شک باطل تھا ہی

مٹنے والا'' اور چھڑی سے ان بتوں کی طرف اشارہ فرمارہے تھے اور جس بت کی طرف اشارہ ہوتا وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ وہ فتح مبین ہے جس کا وعدہ میرے رب نے مجھ سے کیا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ نصر تلاوت فرمائی۔ بیت اللہ شریف کا طواف فرمایا مقام ابراہیم علیہ السلام پر پہنچ کر دو رکعتیں ادا فرمائیں پھر چاہ زم زم تشریف لے گئے اور آب زم زم نوش فرمایا اور وضو فرمایا اور مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور عام معافی کا اعلان فرمایا کہ ''میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے جاؤ چلے جاؤ میری طرف سے تم سب آزاد ہو''۔ یہ مژدہ جانفزاء سن کر اور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن اخلاق دیکھ کر کفار جوق در جوق آگے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پر اسلام قبول کرنے لگے اور اس خلق عظیم کی برکت سے یہ کفار جو اسلام کے دشمن تھے دامن اسلام میں آ کر اسلام کی طاقت بن گئے۔

''غزوۂ حنین''

حنین ایک وادی کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے شمال کی جانب چودہ یا پندرہ میل کے فاصلے پر واقع ہے یہاں قبیلہ ہوازن رہائش پذیر تھا یہ قبیلہ اپنی کثیر آبادی اپنے لوگوں کی بہادری اور دلیری اور تیر اندازی میں مہارت کے باعث دیگر قبائل میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ جب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کو فتح کر لیا اور قبائل قریش کی اکثریت دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی تو اس قبیلہ ہوازن نے قبیلہ قریش سے خاندانی دشمنی اور انہیں نیچا دکھانے کیلئے مسلمانوں پر چڑھائی کا ارادہ کر لیا انہیں اپنی انفرادی قوت و جنگی مہارت پر بے پناہ غرور تھا چنانچہ اپنے دیگر حلیف قبیلوں کے ہمراہ تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ میدان جنگ میں نکل آیا۔ دشمن کی جنگی تیاریوں کی اطلاع ملتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حکم فرمایا کہ جنگ کی تیاری کریں اور اس طرح یہ لشکر اسلام بہت بڑی تعداد میں ۶ شوال سن ۸ ہجری کو قبیلہ ہوازن سے

جنگ کرنے کیلئے روانہ ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سحری کے وقت اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو صفیں درست کرنے کا حکم دیا اور لشکر اسلام کو مختلف دستوں میں تقسیم کر کے ہر دستے کا سالار مقرر کیا گیا اور اس کے ہاتھ میں جھنڈا عطا فرمایا اور ۱۰ شوال بروز منگل وادی حنین کی طرف روانہ ہوئے وادی حنین میں چھوٹے چھوٹے پہاڑوں کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا ہے ہر پہاڑ میں تنگ وادیاں اور غار ہیں چنانچہ لشکر کفار کے سپاہی ان غاروں میں چھپ کر بیٹھ گئے اور لشکر اسلام کا پہلا دستہ ان گھاٹیوں کے قریب پہنچا تو کفار نے تیروں کی بارش شروع کر دی۔ بنو سلیم کے یہ نوجوان مجاہدین جو جنگ میں ہونے والی صورتحال سے صحیح طرح واقف نہ تھے یہ دیکھ کر گھبرا گئے اور اپنی جانیں بچا کر بھاگنا شروع کر دیا چنانچہ ان کی دیکھا دیکھی اہل مکہ نے راہ فرار اختیار کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف دس افراد رہ گئے جنکے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیق (۲) حضرت علی بن ابی طالب (۳) حضرت عباس بن عبدالمطلب (۴) حضرت ابوسفیان (۵) حضرت جعفر بن ابوسفیان (۶) حضرت ربیعہ بن حارث (۷) حضرت فضل بن عباس (۸) حضرت اسامہ بن زید (۹) حضرت عمر فاروق (۱۰) حضرت ایمن بن عبیہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حالات کی اس سنگینی کے باوجود اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے استقامت میں کوئی فرق نہ آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اپنی اونچی آواز میں یہ اعلان کرو "اے! گروہ انصار اے! بیری کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں اے مہاجرین! جنہوں نے درخت کے نیچے جان دینے کی بیعت کی تھی اے انصار! جنہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پناہ دی تھی"، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں جانب نعرہ لگایا اے گروہ انصار سب نے جواب دیا اے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم حاضر ہیں پھر اسی طرح بائیں جانب نعرہ لگایا سب نے بیک زبان لبیک کہا اور اس طرح بکھری ہوئی

اسلامی فوج تلواریں لہراتی ہوئی ایک بار پھر یکجا ہوگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں حاضر ہوگئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں کنکریاں لیکر دشمن کی طرف پھینکیں اور دشمن دیکھنے سے محروم ہو گئے اور جنگ لڑنے کی قوت جاتی رہی یہ کنکریاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پہلے غزوہ بدر میں پھینکیں تھیں اور اب غزوہ حنین میں بھی مٹھی بھر کر کنکریوں سے دشمن کو زیر کر لیا غزوہ حنین میں چار مسلمانوں نے شہادت کا مرتبہ حاصل کیا اور تقریباً ۴۰۰ کفار کو واصل جہنم کیا اس غزوہ میں مسلمانوں کو کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا جس کی تفصیل یہ ہے قیدی چھ ہزار اونٹ چوبیس ہزار' بکریاں چالیس ہزار' چاندی چار ہزار اوقیہ جب قبیلہ ہوازن کو شکست ہوئی تو مکہ کے باقی کافر بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

''غزوہ تبوک''

تبوک ایک مقام کا نام ہے مدینہ منورہ سے ۷۰۰ کلومیٹر دور واقع ہے غزوہ تبوک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کا آخری غزوہ تھا جو ۹ ہجری ماہ رجب میں واقع ہوا یہ غزوہ اپنے نوعیت کا بے مثال غزوہ تھا کہ مجاہدین کے پاس نہ ہی کھانے پینے کا کوئی ذخیرہ تھا اور نہ ہی سواری کیلئے کوئی معقول انتظام سخت گرمیوں کا موسم کہ گرم لو سے جسموں کی کھال جھلس جاتی اور زمین تانبے کی طرح تپ جاتی فوج کی تعداد بھی صرف چند ہزار تھی جبکہ سلطنت روم لشکر کفار جدید ہتھیاروں سے لیس لاکھوں کی تعداد میں موجود تھا اور کھانے پینے کے ذخائر طویل مدت کیلئے موجود تھے لشکر اسلام کا جذبہ جہاد اس بے سروسامانی کے عالم میں بھی بے مثال تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ اطلاع ملی کہ رومیوں نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کیلئے تیاریاں شروع کر دی ہیں اور ان کی فوج بلقاء تک پہنچ گئی ہے چنانچہ ضرورت اس بات کی تھی کہ مسلمان آگے بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کر کے انہیں پسپا کر دیں اور مدینہ منورہ پر کفار کی یلغار سے مسلمانوں کو بچائیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجاہدین کو جنگ کیلئے تیار ہو جانے کا حکم فرمایا اور صاحب ثروت مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ راہ خدا میں جہاد کیلئے دل کھول کر مالی تعاون کریں تا کہ

جنگی سامان زیادہ سے زیادہ تعداد میں تیار ہو سکے۔ چنانچہ سب سے پہلے تعمیل نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا تمام مال و اسباب اکٹھا کر کے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیا۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس ایثار کو دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''اپنے اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟'' تو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''میرے اور میرے گھر والوں کے لیے اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کافی ہیں۔'' حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت فاروق رضی اللہ عنہ حاضر ہوتے ہیں اور اپنے تمام تر دولت وسامان کے دو برابر حصے کیے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑ دیا اور باقی نصف حصہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سو (۱۰۰) اوقیہ چاندی اور اپنے تمام مال کا نصف حصہ پیش کر دیا۔ حضرت واصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے کھجور کے ۷۰ باغ پیش کیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دس ہزار، مجاہدین کے لیے سواری جانور، اسلحہ زرہیں اور دیگر جنگی ضروریات سے متعلق سامان مہیا کیا اس کے علاوہ دیگر مسلمانوں نے بھی اسلحہ وغیرہ کے لیے کافی معاونت کی۔ یہاں تک کہ مسلمان خواتین نے بھی اپنے ہر قسم کے زیور سونے کے کڑے، گلوبند، پازیب، بندے، انگوٹھیاں الغرض جو زیور کسی نے پہن رکھے تھے اسی وقت اتار کر مجاہدین کے لیے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کر دیا۔ کیونکہ سفر بہت طویل تھا چنانچہ مدینہ منورہ میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی مومنات کی حفاظت کے لیے شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو مقرر فرمایا اور مدینہ منورہ میں ہی رہنے کی ہدایت فرمائی تا کہ مدینہ میں موجود منافقین ازواجِ مطہرات و اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے لیے کوئی مشکل نہ کھڑی کر سکیں۔ تبوک پہنچ کر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کافی عرصہ قیام فرمایا لیکن کفار کو ہمت نہ ہو سکی کہ لشکرِ اسلام سے ٹکر لے سکے۔ اسلام کی شان وشوکت وقوت جہاد دشمنوں سے پوشیدہ نہ رہی۔ یہ ہی وجہ تھی کہ قیصرِ روم کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ لشکر اسلام سے ٹکر لے سکے اور اس مہم کا اولین مقصد بھی یہی تھا کہ

دشمنوں پر باور کرایا جا سکے کہ اسلام کے ان سرفروشوں سے ٹکر لینا آسان نہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے واپسی کیلئے مشورہ فرمایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ منورہ لوٹنے کا حکم فرمایا اور حکم خداوند عزوجل سے مدینہ منورہ واپسی کا سفر شروع ہوا۔

مسجد ضرار:

منافق اسلام اور مسلمانوں کیخلاف سازشوں میں برسرپیکار رہتے اور ہمیشہ اس امر کے درپے رہتے کہ مسلمانوں کو آپس میں پھوٹ ڈلوا کر ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیں اور انہیں مغلوب کر دیں چنانچہ اس غرض سے انہوں نے اپنی ایک الگ مسجد بنانے کا ارادہ کیا تاکہ وہ مسلمان جو یہاں نماز پڑھنے آئیں انہیں ورغلا کر دوسرے مسلمانوں سے الگ کر دیں اور یوں آہستہ آہستہ ان کا شیرازہ بکھیر دیں اس سازش کا سرغنہ ابو عامر تھا جو انصار میں سے تھا اور عیسائی ہو گیا تھا جس نے منافقین سے کہا کہ تم مسجد قبا سے متصل اپنی مسجد بنا لو اور ان میں تفرقہ پیدا کر دو چنانچہ منافقوں نے مسجد قباء کے پاس ایک مسجد بنائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر غرض کی کہ ہم نے ایک مسجد بنائی ہے آپ اس میں تشریف لا کر نماز پڑھائیں اور دعائے برکت فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک سے واپسی پر ان کی مسجد میں آنے کا وعدہ فرمایا لیکن تبوک سے واپسی پر یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔

اور وہ لوگ جنہوں نے ایک مسجد بنائی ضرر پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کیلئے اور کمین گاہ بنانے کیلئے اس شخص کے واسطے جو پہلے سے خدا اور اس کے رسول سے لڑ رہا ہے اور البتہ وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی اللہ گواہ ہے کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں تو اس مسجد میں ہرگز کھڑا نہ ہونا۔

(سورۃ التوبہ رکوع ۱۳)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اس مسجد کو گرا دیا گیا۔

حجتہ الوداع:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں تین عمرے ادا کیے ان میں سے تین ماہ ذیقعد میں اور ایک حج کے ساتھ زی الحجہ میں ادا فرمایا (بخاری، مسلم مسند امام احمد، ابوداؤ وترمذی)

ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو سال مدینہ شریف میں قیام پذیر رہے جب ہجرت کا دسواں سال آیا تو یہ اعلان کر دیا گیا کہ اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حج کیلئے اپنے رب کے مقدس گھر تشریف لے جائیں گے۔ یہ حج حجتہ الوداع تھا چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبات میں مختلف مقامات پر اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا تھا کہ یہ میری تم سے آخری ملاقات ہے لہٰذا اسی لیے اسے حجتہ الوداع کے نام سے موسوم کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آخری حج کے موقع پر تمام فرزندان اسلام کو نصیحت فرمائی اور دین کا خلاصہ اور نچوڑ اپنی امت کے سامنے پیش فرما دیا اور تمام حاضرین سے یہ گواہی لی کہ میں نے احکام الٰہی کی تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس سفر حج کی تشہیر کے سبب پورے جزیرۂ عرب اور اس کے اطراف و اکناف سے بے شمار عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان عرفات میں جمع ہوئے اور سب نے با آواز بلند اس بات کی تصدیق کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے اپنے فرائض نبوت ورسالت کو بہ احسن وخوبی انجام دیا اور تمام عرصہ حیات دعوت اسلام کو عرب اور عرب کے باہر گوشہ گوشہ تک پہنچانے کیلئے جانگسل جدوجہد میں مصروف رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خطبہ ارشاد فرمایا بطور تبرک پیش خدمت ہے۔

آپ نے خدا کی حمد وثناء کرتے ہوئے خطبے کی یوں ابتداء فرمائی! خدا کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے کوئی اس کا ساجھی نہیں خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اس نے اپنے بندے (رسول) کی مدد فرمائی اور تنہا اسی کی ذات نے باطل کی ساری مجتمع قوتوں کو زیر کیا۔

لوگو! میری بات سنو، میں نہیں سمجھتا کہ آئندہ کبھی ہم اس طرح کسی مجلس میں یکجا ہو سکیں گے (اور غالباً اس سال کے بعد میں حج نہ کرسکوں گا)۔

لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''انسانو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں جماعتوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا کہ تم الگ الگ پہچانے جاسکو۔ تم میں زیادہ عزت کرامت والا خدا کی نظروں میں وہی ہے جو خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہے''۔ چناں چہ اس آیت کی روشنی میں نہ کسی عرب کو عجمی پر کوئی فوقیت حاصل ہے نہ کسی عجمی کو کسی عرب پر۔ نہ کالا گورے سے افضل ہے نہ گورا کالے سے۔ ہاں بزرگی اور فضیلت کا کوئی معیار ہے تو وہ تقویٰ ہے۔

انسان سارے ہی آدم کی اولاد ہیں اور آدم کی حقیقت اس کے سوا کیا ہے کہ وہ مٹی سے بنائے گئے اب فضیلت و برتری کے سارے دعوے خون و مال کے سارے مطالبے اور سارے انتقام میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں۔ بس بیت اللہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمات علیٰ باقی رہیں گی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قریش کے لوگو! ایسا نہ ہو کہ خدا کے حضور تم اس طرح آؤ کہ تمہاری گردنوں پر تو دنیا کا بوجھ لدا ہوا اور دوسرے لوگ سامان آخرت لے کر پہنچیں اور اگر ایسا ہوا تو میں خدا کے سامنے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔''

قریش کے لوگو! خدا نے تمہاری جھوٹی نخوت کو ختم کر ڈالا۔ اور باپ دادا کے کارناموں پر تمہارے فخر ومباہات کی کوئی گنجائش نہیں۔ لوگو! تمہارے خون و مال اور عزتیں ایک دوسرے پر قطعاً حرام کر دی گئیں ہمیشہ کیلئے ان چیزوں کی اہمیت ایسی ہی ہے جیسی تمہارے اس دن کی اور اس ماہ مبارک (ذی الحجہ) کی خاص کر اس شہر میں ہے تم سب خدا کے آگے جاؤ گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس فرمائے گا۔

دیکھو کہیں میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ آپس میں کشت خون کرنے لگو۔

اگر کسی کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ اس بات کا پابند ہے کہ امانت رکھوانے والے کو امانت پہنچا دے۔

لوگو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اپنے غلاموں کا خیال رکھو ہاں غلاموں کا خیال رکھو انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو ایسا ہی پہناؤ جیسا تم پہنتے ہو۔

دور جاہلیت کا سب کچھ میں نے اپنے پیروں سے روند دیا۔ زمانہ جاہلیت کے خون کے سارے انتقام اب کالعدم ہیں پہلا انتقام جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں میرے اپنے خاندان کا ہے ربیعۃ بن الحارث کے دودھ پیتے بیٹے کا خون جسے بنو ہذیل نے مار ڈالا تھا اب میں معاف کرتا ہوں دور جاہلیت کا سود اب کوئی حیثیت نہیں رکھتا پہلا سود جسے میں چھوڑتا ہوں عباس بن عبدالمطلب کے خاندان کا سود ہے اب یہ ختم ہو گیا۔

لوگو! خدا نے ہر حق دار کو اس کا حق خود دے دیا۔ اب کوئی کسی وارث کے حق کیلئے وصیت نہ کرے۔

بچہ اسی کی طرف منسوب کیا جائے گا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا جس پر حرام کاری ثابت ہو اس کی سزا پتھر ہے حساب و کتاب خدا کے ہاں ہو گا۔

جو کوئی اپنا نسب بدلے گا یا کوئی غلام اپنے آقا کے مقابلے میں کسی اور کو اپنا آقا ظاہر کرے گا اس پر خدا کی لعنت۔

قرض قابل ادائی ہے عاریتاً لی ہوئی چیز واپس کرنی چاہیے۔ تحفے کا بدلہ دینا چاہیے اور جو کوئی کسی کا ضامن بنے وہ تاوان ادا کرے۔

کسی کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے کچھ لے سوائے اس کے جس پر اس کا بھائی راضی ہو اور خوشی خوشی دے خود پر اور ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرو۔

عورت کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کا مال اس کی بغیر اجازت کسی کو دے۔

دیکھو! تمہارے اوپر تمہاری عورتوں کے کچھ حقوق ہیں۔ اسی طرح ان پر تمہارے حقوق واجب ہیں۔ عورتوں پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ اپنے پاس کسی ایسے شخص کو نہ بلائیں جسے تم پسند نہیں کرتے اور وہ کوئی خیانت نہ کریں کوئی کام کھلی بے حیائی کا نہ کریں اور اگر وہ ایسا کریں تو خدا کی جانب سے اس کی اجازت ہے کہ تم انہیں معمولی جسمانی سزا دو اور

وہ باز آجائیں تو انہیں اچھی طرح کھلاؤ پہناؤ۔

عورتوں سے بہتر سلوک کرو کیونکہ وہ تو تمہاری پابند ہیں اور خود اپنے لیے وہ کچھ نہیں کر سکتیں۔ چنانچہ ان کے بارے میں خدا کا لحاظ رکھو کہ تم نے انہیں خدا کے نام پر حاصل کیا اور اسی کے نام پر وہ تمہارے لیے حلال ہوئیں۔ لوگو! میری بات سمجھ لو میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا۔

میں تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو سکو گے اگر اس پر قائم رہے اور وہ خدا کی کتاب ہے اور ہاں دیکھو دینی معاملات میں غلو سے بچنا کہ تم سے پہلے کے لوگ انہیں باتوں کے سبب ہلاک کر دیئے گئے۔

شیطان کو اب اس بات کی کوئی توقع نہیں رہ گئی ہے کہ اب اس کی اس شہر میں عبادت کی جائے گی لیکن اس کا امکان ہے کہ ایسے معاملات میں جنہیں تم کم اہمیت دیتے ہو اس کی بات مان لی جائے اور وہ اسی پر راضی ہے اسی لیے تم اس سے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرنا۔

لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو پانچ وقت کی نماز ادا کرو۔ مہینے بھر کے روزے رکھو اپنے مالوں کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ دیتے رہو اپنے خدا کے گھر کا حج کرو اور اپنے اہل امر کی اطاعت کرو تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

اب مجرم خود ہی اپنے جرم کا ذمے دار ہوگا اور اب نہ باپ کے بدلے بیٹا پکڑا جائے گا نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائے گا۔

سنو! جو لوگ یہاں موجود ہیں انہیں چاہیے کہ یہ احکام اور یہ باتیں ان لوگوں کو بتا دیں جو یہاں نہیں ہیں، ہو سکتا ہے کہ کوئی غیر موجود تم سے زیادہ سمجھنے اور محفوظ رکھنے والا ہو۔

اور لوگو! تم سے میرے بارے میں (خدا کے ہاں) سوال کیا جائے گا بتاؤ تم کیا جواب دو گے؟

لوگوں نے جواب دیا کہ ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ آپ نے امانت

(دین) پہنچادی اور آپ نے حق رسالت ادافرمادیا اور ہماری خیر خواہی فرمائی۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی جانب اٹھائی اور لوگوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ ارشاد فرمایا! ''خدایا گواہ رہنا! خدایا گواہ رہنا! خدایا گواہ رہنا!''

اس سفر میں تمام ازواجِ مطہرات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں حج کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم:

سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہری وصال سے چار روز قبل طبیعت کی علالت کے سبب عشاء کے وقت مسجد تشریف نہیں لے جاسکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بار بار غشی طاری ہوتی رہی۔ بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اپنے مہربان آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ علالت حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر بڑی شاق گزری اور آپ رضی اللہ عنہ غم والم میں مبتلا ہو گئے۔ اسی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم سنایا کہ آج آپ آگے کھڑے ہو کر نمازیوں کی امامت کا فرض ادا کریں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر بھی یہ سن کر غم والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیل ارشاد کرتے ہوئے مسلمانوں کی جماعت فرمائی سیّد شریف جرجانی ''شرع مواقف'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کبھی امتی کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کی سوائے ایک دفعہ حالت سفر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں ایک رکعت ادا فرمائی تھی۔ (تاریخ الخمیس ج ۲)

آخری خطبہ:

ظاہری وصال سے دو روز قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت مبارکہ بہتر ہوئی تو

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دو اصحاب کے سہارے کے ساتھ مسجد تشریف لے گئے اور اپنی ظاہری حیات کا آخری خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے چاہے تو وہ دنیا کی زیب و زینت کو پسند کرلے اور چاہے تو جو انعام و اکرام اللہ کے پاس ہے اس کو اختیار کرلے۔ چنانچہ اس بندے نے جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کو اختیار کرلیا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ظاہری وصال کی خبر دے رہے ہیں چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ یہ سن کر زار و قطار رونے لگے۔

(تاریخ الخمیس ج ۲، مدارج النبوت ج ۲)

ظاہری وصال مبارک:

ظاہری وصال سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باقی ازواجِ مطہرات سے اجازت لے کر سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں منتقل ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سینہ اور آغوش سے ٹیک لگائی ہوئی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک کی جانب دیکھنے لگے مجھے پتہ چل گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک پسند فرما رہے ہیں اور مسواک کی ضرورت محسوس فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کی کیا آپ کے واسطے یہ لے لوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ لے لو۔ میں نے لے لی اور اس کو نرم کر دیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑا دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عادت شریفہ سے زیادہ خوب مسواک کی بعد ازاں وہ مجھے واپس کردی۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دیگر ازواج پر فخر کیا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت مجھ پر یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھر میں میری آغوش میں اس حالت میں وصال فرمایا۔ اسی دن فجر کی نماز پڑھتے ہوئے صحابہ کرام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجرے کا پردہ ہٹا کر مسجد میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد ازاں متبسم ہوئے صحابہ کو احساس ہوا کہ ان کے مہربان آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انہیں دیکھ رہے ہیں تو وہ سب دیدار کیلئے بے قرار ہو گئے اور قریب تھا کہ وہ جذبات پر قابو نہ پا سکیں اور اپنی نمازیں توڑ دیں لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز مکمل کرو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیچھے ہٹ گئے اور پردہ گرا دیا۔

(مدارج النبوت ج ۲)

اسی روز یعنی ظاہری حیات کے آخری دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام ازواجِ مطہرات کو یکے بعد دیگرے الوداع فرمایا اور سپردِ خدا کیا اور انہیں پند و نصائح سے مشرف کیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور انہیں آخری وصیت فرمائی کہ

''نماز کی پابندی کرنا اور اپنے غلاموں کے آرام و آسائش کو ملحوظ رکھنا''۔

(مدارج النبوت ج ۲)

آخری لمحات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک پکڑا ہوا تھا اور یہ جملے دہرا رہی تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماری کے اوقات میں اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

''اے سب لوگوں کے پروردگار اس تکلیف کو دور فرما دے اے شِفا دینے والے مجھے شفا دے دے تیری شفا کے بغیر کوئی شفا نہیں ایسی شفا جو بیماری کو نیست و نابود کر دیتی ہے''۔ (متفق علیہ)

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اچانک آپ رضی اللہ عنہا کے دست اقدس سے اپنا دست مبارک کھینچ لیا اور ارشاد فرمایا ''اے میرے پروردگار مجھے بخش دے اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے''۔

ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح اطہر جسم اقدس سے جدا ہو کر رفیق اعلیٰ روانہ ہوئی تو میں نے ایسی خوشبو سونگھی جو میں نے آج تک کبھی نہیں سونگھی تھی۔

(مدارج النبوت ج ۲' سیرت ابن کثیر' السیرۃ النبویۃ ج ۴)

حضرت ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے سینہ مبارک پر اپنا ہاتھ رکھا کئی ہفتوں تک میرے ہاتھ سے خوشبو آتی رہی۔

(ابن کثیر، مدارج النبوت ج ۲، سیرۃ النبویہ ۴)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال بروز پیر ربیع الاول کے مہینے کی ۱۲ تاریخ کو ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری عمر مبارک اس وقت ۶۳ تریسٹھ برس تھی۔

(السیرۃ النبویہ ج ۴، دلائل النبوۃ، سیرت ابن کثیر)

غسل و تکفین و تدفین مبارکہ:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبل از وصال وصیت فرمائی تھی کہ میرے اہل بیت میں سے جو مرد میرے قریبی رشتہ دار ہوں گے مجھے غسل دیں اس وقت کثیر تعداد فرشتوں کی ہوگی جو تمہیں دیکھیں گے لیکن تم انہیں نہیں دیکھ سکو گے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد غسل کا مرحلہ آیا تو حضرت عبداللہ بن زبیر کے صاحبزادے ام المومنین سیّد عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دینے کا وقت آیا تو صحابہ کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دیا جائے یا کپڑے مبارکہ اتار لیے جائیں۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے سب پر نیند مسلط کر دی اسی وقت حجرہ مبارکہ کے کونے سے آواز آئی کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسم کو کپڑوں سمیت غسل دو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دیا گیا۔

(ابن کثیر، مدارج النبوت ج ۲، السیرۃ النبویہ ج ۴)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دینے کی سعادت حسب وصیت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غرس نامی کنوئیں کے پانی سے غسل دیا گیا جس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

"غرس کا کنواں بہترین کنواں ہے یہ جنت کے چشموں میں سے بہترین چشمہ ہے اس کا پانی نہایت پاکیزہ ہے"۔

اس پانی میں بیری کے پتوں کو جوش دیا گیا اور کافور ملایا گیا۔
(البدایہ والنہایہ، مدارج النبوت ج ۲، السیرۃ النبویہ ج ۴)
سرکار صلی اللہ عیہ وآلہ وسلم کو وصیت کے مطابق تین یمنی سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ (مدارج النبوت ج ۲، البدایہ والنہایہ ج ۷)

نماز جنازہ کے وقت حسب وصیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفن مبارک پہنا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر کو حجرہ شریف میں رکھ دیا گیا اور تمام لوگ حجرہ شریف سے باہر نکل آئے پھر اہل بیت اطہار اندر داخل ہوئے اور صلوٰۃ والسلام پیش کیا پھر شیخین اور ان کے بعد تمام مہاجرین وانصار کے گروہ در گروہ اندر آتے گئے صفیں بنا کر دورود وسلام کے نزرانے پیش کر کے جاتے رہے۔

تمام مردوں کے بعد مستورات نے صلوٰۃ وسلام پیش کیا پھر بچوں اور ان کے بعد غلاموں کو بھی شرف حاضری اور صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔
(مدارج النبوت ج ۲)

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین مبارک کا مرحلہ آیا تو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی اس جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں اس کی وفات ہوتی ہے۔

چنانچہ یہ ارشاد مبارک سننے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر مبارک کو لپٹیا گیا اور اس جگہ قبر مبارک کھودی گئی قبر شریف میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ حضرت فضل حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ اور شقران رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے انہیں اندر اترنے کی سعادت حاصل ہوئی پھر حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہ نے بھی قبر شریف میں اترنے کی خواہش کی تو انہیں بھی اجازت دے دی گئی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷، مدارج النبوت ج ۲)

بدھ کے روز بوقت سحر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بائیں جانب سے قبر میں اتارا گیا قبر شریف میں سب سے آخر میں نکلنے والے حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ

تھے آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کی زیارت کرنے والا میں تھا۔ میں چہرہ مبارک پر نظر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لب مبارک کو جنبش دے رہے تھے پس میں نے ایک کان آپ کے دہن مبارک کے قریب کیا تو میں نے سنا آپ فرماتے تھے: رَبِ اُمتی ' اُمتی.

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کچی اینٹوں کی بنائی گئی پھر لحد پر مٹی ڈال دی گئی بعدازاں قبر شریف پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پانی کا ایک مشکیزہ چھڑک دیا چھڑکاؤ سرہانے کی جانب سے شروع کیا گیا۔ قبر شریف کو زمین پر ایک بالشت دوسری روایت کے مطابق چار انگل بلند کیا گیا۔ (مدارج النبوت ج ۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ شریف تشریف لائے تھے اس سے روشن تر اور بہتر ونورانی دن کوئی اور نہ تھا اور اس روز سے بڑھ کر کوئی دن زیادہ بدتر اور تاریک نہ تھا جس روز کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ فرمایا (مدارج النبوت ج ۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات میرے حجرے میں ہوئی اور میری باری کے دن ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سینہ اور گردن کے ساتھ تکیہ لگایا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی آخری گھڑی اور آخرت کی پہلی گھڑی میں میرے لعاب دہن کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن سے جمع فرما دیا۔
(صحیح مسلم وصحیح بخاری)

حضرت سعید بن مسیّب سے مروی ہے کہ ایک روز ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار سیّدنا ابوبکر صدیق کی خدمت میں اپنا ایک خواب عرض کیا کہ تین چاند میری گود میں آ کر گرے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تیرا یہ خواب سچا ہوا تو تیرے گھر میں ساری دنیا سے تین بہترین آدمی دفن ہوں گے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اے عائشہ یہ ان تینوں چاندوں سے افضل ترین چاند ہے (امام بیہقی)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری زندگی بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ جب میں تمہارے اعمال حسنہ کو دیکھتا ہوں تو اس پر اللہ کی حمد کرتا ہوں اور جب میں تمہارے گناہوں کو دیکھتا ہوں تو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

(ابن کثیر' السیرۃ النبویہ ج ۴)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک اور اس کی برکتیں:

موئے مبارک:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک نہ تو بالکل گھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے تھے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لیے ہوئے تھے۔

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بال کٹوا دیتے تو نصف کانوں تک رہ جاتے پھر بڑھ کر گوش یا کبھی شانہ مبارک تک پہنچ جاتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان بالوں کے دو حصے فرماتے اور درمیان میں مانگ نکالا کرتے (جمع الوسائل)

موئے مبارک کی برکتیں:

حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری بیوی نے مجھے ایک پانی کا پیالہ دے کر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور میری بیوی کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کسی کو نظر لگتی یا کوئی بیمار ہوتا تو وہ برتن میں پانی ڈال کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا کرتیں کیونکہ ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موئے مبارک تھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بال مبارک کو نکالتیں جس کو انہوں نے چاندی کی نلی میں رکھا ہوا تھا اور پانی میں ڈال کر ہلاتیں اور مریض وہ پانی پی لیتا (جس سے اس کو شِفا ہو جاتی) (بخاری شریف ' مشکوٰۃ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خوش قسمتی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک کے بال مبارکہ میرے پاس تھے میں نے ان کو اپنی ٹوپی میں آگے کی طرف سی رکھا تھا۔ ان بالوں کی برکت تھی کہ عمر بھر ہر جہاد میں فتح ونصرت حاصل ہوتی رہی۔ (اصابہ شفا شریف)

چہرہ مبارکہ:

حضرت ابونعیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تمام انبیاء و مرسلین بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ حسن و جمال دیا گیا تھا مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ حسن و جمال عطا ہوا جو کسی مخلوق کو عطا نہیں ہوا یوسف علیہ السلام کو حسن و جمال کا صرف ایک جز ملا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسن کُل دیا گیا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چاندنی رات تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلہ اوڑھے ہوئے لیٹے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کو بلا آخر میرا فیصلہ یہی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ (ترمذی' راوی مشکوٰۃ شریف)

چہرہ مبارکہ کی برکتیں:

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ ''میں اندر بیٹھی کچھ سی رہی تھی میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی ہر چند تلاش کی مگر اندھیرے کے سبب نہ ملی پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور کی روشنی سے سارا کمرہ روشن ہو گیا اور سوئی چمکنے لگی تو مجھے اس کا پتہ چل گیا''۔

(ابن عساکر خصائص الکبریٰ ج ۱)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ غزوہ تبوک کیلئے نکلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کل انشاء اللہ تم تبوک

کے چشمے پر ایسے وقت پہنچو گے کہ آفتاب گرم ہو جائے گا اور جو لوگ وہاں پہنچ جائیں ان کو چاہیے کہ وہ اس چشمے کے پانی کو ہاتھ نہ لگائیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وہاں پہنچے تو اس میں بہت تھوڑا پانی تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے تھوڑا تھوڑا پانی لے کر ایک برتن میں جمع فرمایا پھر اس میں اپنا چہرہ اقدس اور دونوں ہاتھ دھوئے اور وہ پانی اسی چشمے میں ڈال دیا تو وہ چشمہ جوش مارنے لگا اور پانی بہت زیادہ ہو گیا چنانچہ سب لوگ پانی پی کر سیراب ہو گئے"۔ (مسلم شریف)

چشمانِ مبارک:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانی و مبارک آنکھیں بہت ہی خوبصورت تھیں قدرت الٰہی سے سرمگیں کہ سرمہ کے بغیر معلوم ہوتا کہ سرمہ لگا ہوا ہے۔ آنکھوں کی سفیدی میں باریک سرخ ڈورے تھے جو آنکھوں سے کبھی جدا نہ ہوئے اور جن کو علامات نبوت میں شمار کیا گیا ہے پلکیں نہایت خوشنما اور دراز تھیں۔ (خصائص الکبریٰ للسیوطی ج ا۔۲)

چشمان مبارک کی قوت رسائی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میرا منہ صرف قبلہ ہی کی طرف دیکھتے ہو؟ خدا کی قسم مجھ پر نہ تمہارا رکوع اور نہ تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور بیشک میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں (دیگر روایات میں ان الفاظ کا اضافہ ہوا) بے شک میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنے آگے سے دیکھتا ہوں۔

(بخاری شریف ج ا' خصائص الکبریٰ ج ا' زُرقانی علی المواہب ج ۴' دلائل النبوۃ)

حضرت عبداللہ بن فاروق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ نے میرے لیے دنیا کے حجابات اٹھا دیئے ہیں تو میں دنیا اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔ (زُرقانی علی المواہب ج ۷)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے اور میں اس کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔
(بخاری شریف ج ۲، مسلم شریف)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے اندھیرے میں بھی ایسا ہی دیکھا کرتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں۔ (خصائص الکبریٰ ج ا، زُرقانی علی المواہب ج ۴)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا۔ (مشکوٰۃ ص ۶۹)

اور فرمایا بے شک میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

نگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت و رسائی کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے بخوبی ہوتا ہے کہ ''حضور صلی الیہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی چیز نہیں جو ہونے والی ہو مگر میں نے اس کو اس مقام پر دیکھ لیا ہے یہاں تک کہ جنت و دوزخ بھی''۔ (خیال رہے کہ جنت ساتوں آسمانوں کے اوپر اور دوزخ ساتوں زمینوں کے نیچے ہے)
(بخاری ج ا ص ۱۸)

ابروئے مبارک:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابروئے مبارک باریک اور دراز تھیں اور اس قدر متصل تھیں کہ دور سے ملی ہوئی معلوم ہوتی تھیں لیکن باہم ملی ہوئی نہ تھیں دونوں ابرووٗں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت پھول کر سرخ ہو جاتی۔
(خاتم النبیین امام محمد ابوزہرہ ج ا)

بینئی مبارک:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناک مبارک اونچی تھی اس کے اوپر نور برس رہا ہوتا دیکھنے والا گمان کرتا کہ یہ بلند ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناک مبارک خوبصورت

اور دراز تھی درمیان میں ابھار نمایاں تھا۔ (مواہب لدنیہ ج ا' خصائص الکبریٰ ج ا)

پیشانی مبارک:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک کشادہ تھی اور چراغ کی مانند چمکتی تھی۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جب اندھیری رات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک ظاہر ہوتی تو تاریکی کے روشن چراغ کی مانند چمکتی"۔ (زُرقانی علی المواہب ج ۴' خاتم النبیین امام محمد ابوزہرہ)

گوش مبارک:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر دو گوش مبارک کامل وتام تھے قوت بصر کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قوت سمع بھی بطریق خرق عادت غایت درجہ عطا فرمائی تھی۔ اسی لیے آپ صحابہ کرام سے ارشاد فرماتے کہ میں جو دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھ سکتے اور میں جو سنتا ہوں تم نہیں سن سکتے میں تو آسمان کی آواز بھی سن لیتا ہوں۔

(ترمذی' ابن ماجہ' مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین)

سماعت مبارک کی قوت ورسائی:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو مجھ پر درود پڑھے مگر اس کی آواز مجھے پہنچتی ہے (یعنی میں اس کی آواز کو سنتا ہوں) چاہے وہ کہیں ہو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اور وفات کے بعد بھی آپ سنیں گے فرمایا وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا"۔

آوازِ آسمان کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان کے دروازے کھلنے کی آواز بھی سن لیا کرتے تھے چنانچہ ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ ناگاہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوپر کی طرف سے ایک آواز سنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر مبارک اٹھایا تو حضرت جبرائیل علیہ نے عرض کی کہ یہ

آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج ہی کھلا ہے آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا"۔
(شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شام کے وقت (باہر) نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آواز سنی تو فرمایا کہ یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے"۔ (بخاری شریف ج۱)

حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ ناگاہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ حاضرین نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے کس کو سلام کا جواب دیا ہے؟ فرمایا جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اوپر سے گزرے ہیں انہوں نے مجھے سلام کیا جس کا میں نے جواب دیا ہے"۔ (خصائص الکبریٰ ج۱' مستدرک ج۲)

صلح حدیبیہ کے بعد قریش مکہ نے عہد اور شرائط توڑ دیں اور مسلمانوں کا قتل عام کرنے لگے ان حالات میں حضرت عمر بن سالم راجز رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد مانگی جس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مدینہ منورہ سے) جواب میں تین مرتبہ لبیک اور تین مرتبہ نصرت فرما کر ان کی مدد فرمائی اور اس طرح سماعت مبارکہ کی برکت سے باقی امداد کا ظہور ہوا۔

(بحوالہ اصابہ ج۲' طبرانی صغیر)

لب مبارک و دندان مبارک:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب مبارک نہایت خوبصورت اور سرخی مائل تھے دندان مبارک کشادہ روشن و تاباں تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبسم فرماتے تو (دانتوں سے نور کی شعاعیں نکلتیں جن سے دیواریں روشن ہو جاتیں) (خصائص الکبریٰ ج۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کے دندان مبارک کشادہ تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام فرماتے تو آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانتوں سے نور نکلتا تھا۔ (دارمی ومشکوٰۃ)

دہن مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منہ مبارک فراخ، رخسار ہموار تھے۔

دہن مبارک کی برکتیں:

ایک روز ایک بدزبان عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدید تناول فرمارہے تھے اس نے سوال کیا کہ مجھے بھی دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو قدید سامنے پڑا ہوا تھا اس میں سے دیا اس نے عرض کی کہ اپنے منہ میں سے دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منہ سے نکال کر اسے دیا وہ کھا گئی اس روز سے فحش وقبیح کلام اس سے سننے میں نہ آیا۔ (اصابہ، زرقانی ج ا، خصائص ج ا)

حضرت عمیرہ بنت مسعود روایت کرتی ہیں کہ میں اور میری پانچ بہنیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خشک کیا ہوا گوشت (قدید) تناول فرمارہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چبا کر ایک ٹکڑا انہیں دیا انہوں نے بانٹ کر کھالیا۔ مرتے دم تک ان میں سے کسی کے منہ سے بوئے ناخوش پیدا نہ ہوئی اور نہ کوئی منہ کی بیماری ہوئی۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ صحیح مسلم)

یوم حدیبیہ میں چاہ حدیبیہ (حدیبیہ کا کنواں) میں پانی کا ایک قطرہ نہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کا ایک برتن منگوایا اور وضو کر کے پانی کی ایک کلی اس کنوئیں میں ڈال دی اور فرمایا کہ ذرا ٹھہرو تھوڑی ہی دیر میں اس کنوئیں میں اس قدر پانی جمع ہو گیا کہ لشکر اسلام نے حدیبیہ تقریباً بیس روز تک قیام کیا اور اس دوران تمام افواج اور ان کے جانور اسی پانی سے سیراب ہوتے رہے۔ (صحیح بخاری باب غزوہ خیبر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ قبا کی طرف تشریف لے گئے اور ایک کنوئیں پر پہنچے جس سے کھیتوں کو پانی دیا جاتا تھا اس کنوئیں کی یہ حالت تھی کہ ہر روز اس کا پانی تھوڑی دیر میں ختم ہو جاتا اور پھر دن بھر خشک

رہتا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ڈول میں کلی کر کے وہ پانی اس کنوئیں میں ڈال دیا چنانچہ اس کی یہ حالت ہوئی کہ اس سے وہاں کی پوری زمین سیراب ہوتی اور خوب پیداوار ہوتی۔ (خصائص الکبریٰ ج ا' طبقات ابن سعد)

حضرت عباد بن عبدالصمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر گئے انہوں نے اپنی لونڈی سے فرمایا کہ دستر خوان لاؤ ہم کھانا کھائیں گے اس نے لا کر بچھا دیا فرمایا کہ رومال بھی لاؤ وہ ایک رومال لے آئی جو کہ میلا تھا فرمایا اس کو تنور میں ڈال دے اس نے تنور میں ڈال دیا جس میں آگ بھڑک رہی تھی تھوڑی دیر کے بعد جب اسے نکالا گیا تو وہ ایسا تھا جیسا کہ دودھ ہم نے حیران ہو کر کہا کہ یہ کیا راز ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ وہ رومال ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے منہ مبارک کو صاف کیا کرتے تھے جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اس کو اسی طرح آگ میں ڈال کر صاف کر لیتے ہیں کیونکہ جو چیز انبیاء کرام کے چہروں کو چھو جائے اسے آگ نہیں جلاتی۔ (ابونعیم' خصائص الکبریٰ ج ۲)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ڈول لایا گیا جس میں پانی تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے پیا اور کلی کر کے ایک کنوئیں میں ڈال دیا تو اس میں سے کستوری کی سی خوشبو آنے لگی۔

(ابن ماجہ بیہقی' خصائص ج ا' زرقانی ج ۴)

حضرت ام جندب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت اپنے لڑکے کو جو آسیب زدہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اس لڑکے پر کوئی بلا مسلط ہے یہ بات نہیں کرتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا کہ پانی لاؤ تو وہ ایک برتن میں پانی لے آئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پانی لے کر اس برتن میں کلی فرمائی اور دعا فرمائی پھر اس کو دے کر فرمایا یہ پانی اس لڑکے کو پلاؤ اور اس میں نہلاؤ جب وہ چلی تو میں بھی اس کے پیچھے ہو لی اور اس سے کہا کہ اس میں سے تھوڑا پانی مجھے بھی دے دو اس نے کہا

لے لو میں نے وہ لے کر اپنے لڑکے عبداللہ کو پلا دیا تو وہ ماشاء اللہ زندہ رہا اور بہت نیک بخت ہوا (بعد میں) میں پھر اس عورت سے ملی تو معلوم ہوا کہ اس کا لڑکا اچھا ہو گیا اور اپنے ہم عمر لڑکوں میں ایسا ہو گیا کہ اس سے بہتر کوئی لڑکا نہ تھا اور عقل و فراست میں بھی اوروں سے بڑھ گیا تھا۔ (مسند احمد، بیہقی، خصائص الکبریٰ ج ۲)

غزوہ خیبر کے دن حضرت سلمہ بن اکوع کی پنڈلی پر ایسی ضرب لگی کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ شہید ہو گئے فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار اس پر دم کر دیا پھر پنڈلی میں کبھی درد نہ ہوا۔

(بخاری شریف ج ۲)

حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے جب لوگ سخت پیاسے ہوئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ایک دوسرے صحابی کو بلا کر فرمایا کہ تم دونوں جاؤ تمہیں فلاں مقام پر ایک عورت پانی کی دو بڑی مشکیں لادے ہوئے اونٹ پر سوار ملے گی۔ اس کو میرے پاس لے آنا چنانچہ دونوں حضرات گئے اور اس کو ساتھ لے کر آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک برتن منگوایا اور انہیں مشکیزوں سے پانی لے کر اس میں کلی کی اور اس کو انہی مشکیزوں میں ڈلوا دیا اور لوگوں میں اعلان کر دیا کہ آؤ خود بھی پیو اور جانوروں کو بھی پلاؤ چنانچہ سب لشکر نے پیا اور پلایا پھر جب ان مشکیزوں کا منہ باندھ دیا گیا تو خدا کی قسم یوں معلوم ہوتا تھا کہ پہلے سے زیادہ بھری ہوئی ہیں۔ (بخاری و مسلم، خصائص الکبریٰ ج ۲، بیہقی، زُرقانی ج ۵)

ریش مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی اور بہت ہی خوشنما تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داڑھی مبارک کو تیل لگایا کرتے اور کنگھی بھی کیا کرتے تھے۔ اس کی لمبائی و چوڑائی سے کچھ لے لیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی خصاب وغیرہ نہیں کیا کیونکہ آپ کی داڑھی مبارک اور سر مبارک میں بیس سے زیادہ سفید بال نہ

تھے۔(وفاء الوفاء ج۱)(شمائل ترمذی، مسلم ج۲)

گردن مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک نہایت خوبصورت اعتدال کے ساتھ طویل اور چاندی کی طرح چمک والی سفید تھی اور حسین ایسی کہ گویا آپ کی گردن چاندی کی صراحی تھی۔(شمائل ترمذی خصائص الکبریٰ ج۱)

ایک روایت کے مطابق گردن مبارک یوں تھی م کہ جیسے کسی چاندی کی گڑیا کی صاف گردن ہو۔(خاتم النبیین ام محمد ابوزہرہ ج۱)

کندھے مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے مبارک عجیب شان کے تھے دونوں کندھوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں بیٹھے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کندھا مبارک سب سے اونچا ہوتا۔(زُرقانی علی المواہب ج۴ خاتم النبیین ج۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے جب کبھی ننگے ہوجاتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے چاندی کے ڈھلے ہوئے ہیں۔
(بیہقی و بزار، ترمذی و خصائص الکبریٰ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بت توڑنے کیلئے مجھے کندھوں پر چڑھایا تو ان کندھوں کی قوت کا یہ عالم تھا کہ اگر میں چاہتا تو آسمان کے کنارے تک پہنچ جاتا(المستدرک، خصائص الکبریٰ ج۱)

پشت مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک ایسی صاف وسفید تھی کہ گویا پگھلائی ہوئی چاندی ہے(صحیح بخاری)

دونوں کندھوں کے درمیان پشت مبارک ایک نورانی گوشت کا ٹکڑا تھا جو بدن

شریف کے باقی اجزاء سے ابھرا ہوا تھا جسے مہر نبوت کہا جاتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر مہر نبوت گوشت کے ٹکڑے کی مانند تھی جس میں گوشت کے ساتھ یعنی قدرتی طور پر لکھا ہوا تھا "محمد رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(ابن عساکر، حاکم، خصائص الکبریٰ ج۱)

پشت مبارک کی برکتیں:

حضرت جلہمہ بن عرفط فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مکہ میں آیا اس وقت ساکنان مکہ قحط کی سخت مصیبت میں گرفتار تھے قریش مل کر ابوطالب کے پاس آئے پس ابوطالب نکلے اور ان کے ساتھ ایک ایسا نورانی بچہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھا کہ گویا وہ ایک آفتاب تھا جو کالے بادلوں سے نکلا ہو (بیت اللہ شریف پہنچ کر) ابوطالب نے اس نورانی بچے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پشت دیوار کعبہ سے لگا دی اس نورانی بچہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا حالانکہ اس وقت آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نہ تھا مگر اس کے اشارہ سے چاروں طرف سے بادل آ گئے اور اتنا برسے کہ جنگل بہہ نکلے اور اہل شہر اور دیہات خوب سیراب ہو گئے اور قحط کی مصیبت دور ہو گئی۔ (زُرقانی علی المواہب ج۱) (خصائص الکبریٰ ج۱)

بغل مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس بغلیں نہایت پاکیزہ و خوشبودار تھیں آپ کی مقدس بغلوں میں نہ ہی بال تھے اور نہ ہی ان کا رنگ تبدیل ہوتا تھا۔

(خصائص الکبریٰ ج۱، زُرقانی علی المواہب ج۴)

بنی حریش کے ثقہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ایک شخص کو اس کے اقرار زنا پر سنگسار کرنے کا حکم دیا تو ان کے بدن پر پتھر برستے دیکھ کر مجھ میں کھڑا رہنے کی طاقت نہ رہی قریب تھا کہ میں گر پڑتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے

ساتھ لگا لیا وہ ایسا وقت تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بغلوں کا پسینہ مجھ پر ٹپک رہا تھا جس سے کستوری کی سی خوشبو آ رہی تھی۔ (داری' خصائص الکبریٰ ج ا' زُرقانی ج ۴)

مختلف صحابہ کرام علیہم الرضوان کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک بغلوں کا رنگ سفید تھا اور اس میں کبھی تبدیلی نہ دیکھی گئی۔

(بخاری شریف' طبقات ابن سعد' خصائص ج ۱۱)

سینہ اقدس و قلب مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک کسی قدر ابھرا ہوا اور کشادہ تھا سینہ اقدس کے درمیان بالوں کا ایک باریک خط تھا جو ناف مبارک تک تھا سینہ اقدس کے اوپر دونوں طرف بال نہ تھے۔ (خاتم النبیین امام محمد ابوزہرہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک کی وسعت کا بیان قرآن حکیم میں مذکور ہوا اے حبیب کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔ (الانشرح آیت ۱)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب شریف وہ پہلا قلب ہے جس میں معرفت ربانی اور اسرار الٰہیہ ڈال دیئے گئے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بصورتِ نور سب سے پہلے تخلیق ہوئی۔

چار دفعہ فرشتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک کو شق کیا اور قلب شریف کو نکال کر دھویا اور اسے ایمان و حکمت سے بھر دیا یہی وجہ ہے کہ جو اسرار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب شریف کو عطا ہوئے وہ کسی مخلوق کو عطا نہیں ہوئے اور نہ ہی کسی مخلوق کا قلب اس کا متحمل ہو سکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قلب شریف کی نسبت یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ

''میری آنکھ سو جاتی ہے مگر میرا دل نہیں سوتا''۔ (مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین)

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو احسن صورت میں دیکھا پھر رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا میں نے اس کے وصول فیض کی ٹھنڈک

اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

شکم مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شکم مبارک اور سینہ مقدسہ ہموار و برابر تھے نہ تو شکم سینہ سے اور نہ سینہ شکم سے بلند تھا حضرت ام ہانی فرماتی ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شکم مبارک کو دیکھا گویا کاغذ ہیں رکھے ہوئے اور ایک دوسرے پر تہہ کیے ہوئے۔ (شمائل ترمذی)

فضلات مبارکہ:

احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بول و براز بلکہ تمام فضلات مبارک طیب و طاہر تھے اور باعث برکت دافع الامراض تھے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک برتن میں پیشاب مبارک کیا میں اٹھی اور پانی سمجھ کر پی گئی کیونکہ میں پیاسی تھی صبح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دریافت کرنے پر جب میں نے بتایا کہ واللہ وہ تو میں پی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن کر بہت ہنسے اور فرمایا آج سے تجھ کو کبھی پیٹ کی کوئی بیماری نہ ہو گی۔
(مستدرک ج ۴' دلائل النبوۃ' خصائص الکبریٰ ج ا' زُرقانی علی المواہب ج ۴)

اسی طرح برکت نامی کنیز نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بول مبارک پی لیا تھا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ تو نے اپنے آپ کو جہنم سے بچالیا۔
(خصائص الکبریٰ ج ا)

حضرت سلمیٰ امراۃ ابی رافع رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل فرمایا تو میں نے غسل کا پانی پی لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جا تیرے جسم پر آتش دوزخ حرام ہو گئی۔ (طبرانی' خصائص الکبریٰ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگوائے جو خون نکلا وہ ایک قریشی غلام نے پی لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جا تو نے اپنے نفس کو دوزخ سے بچالیا۔ (خصائص الکبریٰ، زُرقانی علی المواہب ج ۴)

ایک اور موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگوائے جس کا خون حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پی گئے تو فرمایا جا تو بھی دوزخ کی آگ سے بچ گیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ خون اقدس کا ذائقہ کیسا تھا تو فرمایا ذائقہ شہد کی طرح اور خوشبو کستوری جیسی۔

(مستدرک، شفاء شریف، بیہقی، خصائص الکبریٰ ج ۱، زُرقانی ج ۴)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لب مبارک مجروح ہوا جس سے خون بہنا شروع ہو گیا حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے جو دیکھا تو آگے بڑھ کر لب مبارک کو چوسنا شروع کر دیا اور عرض کیا کہ میں آپ کے خون مبارک کو زمین پر نہ پھینکوں گا اور خون نگل گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہے وہ اس شخص (مالک بن سنان) کو دیکھ لے (جس نے میرا خون پیا ہے) (زُرقانی علی المواہب ج ۴)

احادیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رفع حاجت کا ارادہ فرماتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بول و براز کو نگل جاتی اور وہاں سے عمدہ اور پاکیزہ خوشبو مہکنے لگتی اور کستوری کی مانند خوشبو آنے لگتی۔

(تفسیر عزیزی سورۃ والضحیٰ، دلائل النبوۃ، شفاء شریف، خصائص الکبریٰ ج ۱، زُرقانی علی المواہب ج ۴)

امام قسطلانی شارح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ

''بہر نوع حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریح مبارک، پسینہ اقدس اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات شریفہ کی مہکتی ہوئی خوشبوئیں سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کی صفات تھیں خواہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں۔

(مواہب الدنیہ ص ۲۸۴)

علامہ بدرالدین عینی حنفی شارح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ

''بے شک بہت احادیث مبارکہ اس بارے میں وارد ہوئیں ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون مبارک پیا اُم ایمن رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیشاب مبارک پیا' حضرت سلمٰی زوجہ ابورافع رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غسل کا پانی پیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس پانی کی وجہ سے تجھ پر دوزخ حرام کردی گئی۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ا)

زانوئے اقدس و پائے مبارک:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زانوئے اقدس و پائے مبارکہ بہت خوبصورت نرم اور پر گوشت تھے جب چلتے تو قدم مبارک کو قوت و وقار اور تواضع سے اٹھاتے۔ پائے مبارکہ کی نرمی و صفائی کا یہ عالم تھا کہ ان پر پانی ذرا بھی نہ ٹھہرتا تھا بلکہ فوراً گر جاتا۔ ایڑیاں مبارک کم گوشت دونوں ساقین (پنڈلیاں) باریک وسفید ولطیف گویا شلحم النخل یعنی کھجور کا گابھا ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پنڈلیاں لطیف و نازک تھیں۔ (مدارج النبوۃ ج ا' ترمذی و مشکوٰۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں پاؤں مبارکہ کا درمیانی حصہ اٹھا ہوا تھا جب قدم مبارک اٹھاتے تو قوت کے ساتھ اٹھاتے اور رکھتے تو جما کر رکھتے چال مبارک آہستہ مگر رفتار تیز جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ بلندی سے پستی کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ (خاتم النبیین امام محمد ابوزہرہ ج اول)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے تیز چلنے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا (جب آپ چلتے تو یوں معلوم ہوتا) گویا زمین آپکے لیے لپٹی جا رہی ہے ہم آپ کے ساتھ دوڑا کرتے اور تیز چلنے میں مشقت اٹھاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باآسانی بے تکلف چلتے (مگر پھر بھی سب سے آگے رہتے)۔

(ترمذی' شمائل ترمذی' مشکوٰۃ ج ا)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدم جب پتھروں پر آ جاتے تو پتھر نرم ہو جاتے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باآسانی اس پر سے گزر جائیں اور جب ریت پر چلتے تو اس میں پائے مبارک کا نشان نہ ہوتا جبکہ پتھروں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے مبارک کے نشان آ جاتے۔ (بیہقی' ابن عساکر' زُرقانی ج ۴)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک وہ قدم ہیں کہ جن کی محبت میں کوہ احد وکوہ ثبیر حرکت میں آئے اور انہی کے سبب مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ کو شرف زائد حاصل ہوا۔ یہی وہ مقدس قدم ہیں جو شب معراج عرش کے بھی اوپر تھے اور وہ قدم مقدسہ ہیں جنہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان بوسہ دیا کرتے تھے اور یہی مبارک قدم قیام شب میں ورم کر آتے تھے۔ (مشکوٰۃ' بخاری فی الادب المفرد' شفا' دلائل النبوۃ' شمائل ترمذی)

پائے مبارکہ کی برکتیں:

ابوطالب نے ایک سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیاس کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر سواری سے اترے اور اپنا پاؤں مبارک زمین پر مارا تو زمین سے پانی نکلنے لگا فرمایا اے چچا پی لو! جب وہ پانی پی چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی جگہ پر (جہاں سے پانی نکل رہا تھا) اپنا مبارک قدم رکھ کر دبا دیا تو پانی نکلنا بند ہو گیا۔ (ابن عساکر' ابن سعد' خطیب' شفا شریف' زُرقانی علی المواہب ج ۵)

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع حضرت ابوبکر وحضرت عمر وحضرت عثمان رضی اللہ عنہم کوہ احد پر کھڑے تھے کہ وہ پہاڑ لرزنے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اپنا پاؤں مبارک مارا اور فرمایا احد ٹھہر ارہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (بخاری شریف ج ۱)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہم ثبیر پہاڑ پر کھڑے تھے میں بھی حاضر تھا کہ وہ پہاڑ کانپنے لگا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر پائے مبارکہ مارا اور فرمایا ٹھہر جا! چنانچہ وہ ٹھہر گیا۔ (نسائی' ابوداؤد' ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری یہ اونٹنی بہت سست اور کم رفتار ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پائے مبارک سے ٹھوکر لگائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کے بعد وہ ایسی تیز ہوگئی کہ کسی کو اپنے آگے نہ بڑھنے دیتی۔

(مسلم شریف)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ ذات الرقاع میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا میرا اونٹ کمزور تھا وہ تھک کر بیٹھ گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرا اونٹ تھک گیا ہے اس سبب سے میں پیچھے رہ گیا ہوں یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری سے اترے اور اس کو ایک ٹھوکر لگائی تو وہ ایسا نشاط میں آیا کہ جابر رضی اللہ عنہ اس کی باگ نہ تھام سکتے تھے۔ (شفاء شریف' سیرت النبویہ' سیرت ابن ہشام)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پائے مبارک ان کو مارا اور فرمایا اے اللہ اسے شفا دے اور صحت بخش تو انہیں اسی وقت صحت ہوگئی اور بعد ازاں کبھی بیمار نہ ہوئے۔ (بیہقی' شفاء شریف' دلائل النبوۃ)

قد مبارک:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ پست قد تھے اور نہ دراز قد بلکہ میانہ قد مائل بہ درازی تھے اسی سبب اوسط قد سے زیادہ تھے یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ تھا کہ جب علیحدہ ہوتے تو میانہ قد مائل بہ درازی ہوتے اور جب اوروں کے ساتھ چلتے یا بیٹھتے تو سب سے بلند دکھائی دیتے تا کہ باطن کی طرح ظاہر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی اونچا یا بڑا معلوم نہ ہو۔

(ترمذی ومشکوٰۃ' خصائص الکبریٰ ج ۱' مسند احمد' زرقانی علی المواہب ج ۴)

سایہ مبارکہ:

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قامت زیبا کا سایہ نہ تھا اس کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارک میں سے ایک اسم شریف نور ہے چنانچہ قرآن حکیم میں سورۃ مائدہ میں ہے ارشاد ہوا

قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین

ترجمہ: تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک کتاب واضع آئی اور ظاہر ہے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی شخص اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔ (تفسیر مدارک ص ۳۲۱)

ابن سبع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص کریمہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض نور تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا۔ (زُرقانی علی المواہب ج ۴' خصائص الکبریٰ ج ۱)

روایات کثیرہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور محض ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دھوپ یا چاندنی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ ہوتا تھا اس لیے کہ سایہ تو کثیف کا ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام جسمانی کثافتوں سے خالص کر کے نرا نور کر دیا تھا۔ (ترمذی فی نوادر الاصول' زُرقانی علی المواہب ج ۴' خصائص الکبریٰ ج ۱' شفا شریف ج ۱' کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس' افضل القریٰ' فتوحات احمدیہ' تفسیر عزیزی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دھوپ میں کھڑے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب آجاتی اور جب چراغ کے سامنے کھڑے ہوتے تو

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابش چراغ کی چمک کو دبا لیتی۔
(جمع الوسائل للقاری ج۱، زُرقانی علی المواہب ج۴، شرح شمائل للمنادی مواہب لدنیہ)

پسینۂ مبارکہ:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ایک وصف یہ بھی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر بغیر خوشبو لگائے خوشبو سے مہکتا رہتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارکہ بہت ہی خوشبودار تھا اور اتنا سفید کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بدن و لباس کبھی میلا نہ ہوتا تھا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر تیز خوشبو کستوری کی مانند آئی کہ سارا گھر مہک گیا۔ (زُرقانی علی المواہب ج۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عنبر، کستوری اور کسی خوشبو کو بوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوشبودار نہ پایا۔ (بخاری شریف ج۱)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کو برف کی طرح ٹھنڈا اور ایسا خوشبودار پایا کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ عطار کے صندوقچہ سے نکالا ہے۔ (مسلم شریف ج۲)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مصافحہ کرتا یا میرا بدن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مس کرتا تو میں اس کا اثر بعد تک اپنے ہاتھوں میں پاتا کہ وہ کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتے۔
(بخاری شریف ج۱)

امام قاضی نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس بچے کے سر پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ دیتے وہ ہاتھ کی خوشبو کی وجہ سے دوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتا۔
(شفا شریف ج۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر نبوت کو منہ میں لیا تو مجھ پر کستوری کی سی خوشبو پھیلی۔ (شفا شریف ج ۱)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسینہ آتا تو پسینہ کے قطرے چہرے مبارکہ سے موتیوں کی طرح گرتے جو کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتے۔ (دلائل النبوۃ، خصائص الکبریٰ ج ۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی دوپہر کے وقت ہمارے گھر تشریف لاکر آرام فرماتے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسینہ آجاتا اور میری والدہ پسینہ مبارک کی بوندوں کو شیشی میں جمع کر لیتیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کرتا دیکھا تو فرمایا اے ام سلیم یہ کیا کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا یہ حضور کا پسینہ ہے ہم اسے عطر میں ملا لیتے ہیں تو یہ سب عطروں سے بڑھ کر خوشبودار ہو جاتا ہے (بخاری و مسلم و مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا ہے اور میرے پاس خوشبو نہیں ہے آپ کچھ خوشبو عنایت فرمادیں فرمایا کل ایک کھلے منہ والی شیشی لے آنا دوسرے روز وہ شخص شیشی لے آیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں بازوؤں سے اس میں پسینہ ڈالنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ بھر گئی پھر فرمایا اسے لے جاؤ اور اپنی بیٹی سے کہہ دینا کہ اس میں سے لگا لیا کرے پس جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک کو لگاتی تو تمام اہل مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچتی یہاں تک کہ ان کے گھر کا نام بیت المطیبین (خوشبو والوں کا گھر) مشہور ہو گیا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۱، زرقانی علی المواہب ج ۴، طبرانی، ابن عساکر)

حضرت جابر و حضرت انس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ کی کسی گلی میں سے گزرتے تو لوگ اس گلی سے خوشبو پا کر کہتے کہ اس گلی

میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ہوا ہے۔

(دارمی، بیہقی، دلائل النبوۃ، خصائص الکبریٰ ج ا، زرقانی علی المواہب ج ۴)

ام سلیم رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اپنے بچوں کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرق مبارک کی برکتوں کے امیدوار ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے سچ کہا (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارکہ بچوں کے چہروں اور بدن پر مل دیا جاتا تو وہ تمام بلاؤں سے محفوظ رہا کرتے تھے) (صحیح بخاری)

آواز مبارک:

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز مبارکہ تمام انبیاء کرام کی آوازوں سے زیادہ خوش آواز تھے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے بلند آواز تھے کہ جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز مبارک پہنچتی اور کسی کی آواز نہ پہنچ پاتی۔ بالخصوص خطبوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز مبارک گھروں میں پردہ نشین عورتوں تک پہنچ جاتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف پر رونق افروز ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا کہ خطبہ سننے کیلئے بیٹھ جاؤ اس آواز کو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت مدینہ شریف کے قبیلہ بنی غنم میں تھے سن لیا اور ارشاد نبوی کی تعمیل میں وہیں اپنے مکان میں دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ (استعاب لابن عبداللہ)

حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں خطبہ پڑھا جس سے ہمارے کان کھل گئے یہاں تک کہ ہم اپنی اپنی جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام مبارک سنتے تھے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم آدھی رات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرأت سنا کرتے تھے حالانکہ میں مکان کے اندر چارپائی پر ہوا کرتی

تھی۔ (سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۷۷)

سر مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس بڑا تھا۔ یہ وہی سر مبارک ہے جس پر گرمی میں بادل سایہ کیے رہتا تھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پرورش پا رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن شیما نے اپنی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ کو بتایا کہ اماں جان! میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بادل سایہ کیے ہوئے تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہر جاتے تو بادل بھی ٹھہر جاتا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے تو وہ بھی چلتا۔ (نسیم الریاض ج۱)

اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ برس کی عمر میں اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ تجارت کی غرض سے ملک شام گئے تو بحیرہ راہب کے عبادت خانے کے قریب اترے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان لیا اور کھانا تیار کر کے لایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلوایا پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بادل سایہ کیے ہوئے تھا۔ (زُرقانی علی المواہب ج۴' ترمذی)

زبان مبارک:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک نہایت پاکیزہ' علم و ادب' فصاحت و بلاغت' حق و صداقت اور لطف و محبت کا منبع و مظہر تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام شیریں حق و باطل میں فرق کرنے والا واضع اور ہر قسم کے عیوب افرط و تفریط جھوٹ غیبت بدگوئی فحش کلامی سے پاک و منزہ تھا گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام لڑی کے موتی ہیں جو گر رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام نہ حد سے کم نہ حد سے زیادہ ہوتا۔ (خصائص الکبریٰ ج۱' زُرقانی علی المواہب ج۴)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام تمہارے کلام کی مانند نہ تھا کہ بوجہ عجلت سامع کیلئے پیچیدگی لیے ہوتا بلکہ آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام واضح اور مبین تھا کہ پاس بیٹھنے والا اسے یاد کر لیتا۔ (اصابہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر زبان میں بامحاورہ کلام فرماتے اور جب کوئی آدمی خواہ وہ کسی ملک کا ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہو کر اپنی بولی میں کچھ بولتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی بولی میں اس سے باتیں کرتے۔

(شفا شریف ج ۱' مواہب الدنیہ' نسیم الریاض)

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میں عرب کے شہروں میں پھرا ہوں اور عرب کے بڑے بڑے فصحاء کو میں نے سنا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی فصیح نہیں سنا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔

(زُرقانی علی المواہب ج ۴' خصائص الکبریٰ ج ۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں پتھروں لکڑیوں اور دیگر مخلوقات کی زبان کا علم بھی رکھتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خداداد قدرت و قوت کا واضح ثبوت ہے۔

حضرت زید بن ارقم اور حضرت انس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ طیبہ کے ایک راستے سے گزرے تو وہاں ایک اعرابی کا خیمہ نصب تھا خیمہ کے باہر ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی اور قریب ہی وہ اعرابی زمین پر دھوپ میں سویا ہوا تھا اس ہرنی نے تین مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زبان میں یارسول اللہ کہہ کر پکارا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تجھے کیا مشکل پیش آ گئی؟ ہرنی نے عرض کی اس اعرابی نے مجھے پکڑ کر باندھ دیا ہے اور میرے بہت چھوٹے دو بچے اس جنگل کے فلاں پہاڑ میں ہیں آپ مجھے آزاد کرا دیں تاکہ میں ان کو دودھ پلا کے آ جاؤں فرمایا کیا واقعی واپس آ جائے گی؟ اس نے کہا اگر میں واپس نہ آؤں تو اللہ مجھے دردناک عذاب دے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا چنانچہ وہ گئی اور بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ گئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اسی طرح باندھ دیا اتنے

میں وہ اعرابی جاگ پڑا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر عرض کی آپ کیسے تشریف لائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس ہرنی کو چھوڑ دے اس نے اسی وقت چھوڑ دیا تو وہ آزاد ہوتے ہی فرط مسرت سے تیزی سے دوڑتی اچھلتی کودتی ہوئی یہ کہتی تھی اشھد ان لاالہ الا اللہ وانك رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(زُرقانی علی المواہب ج ۵، دلائل النبوت)

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کام کیلئے ارشاد فرما دیتے وہ فوراً ہو جاتا حضرت زبیر بن بکار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزدہ زی قرو میں ایک چشمہ پر نزول فرمایا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس چشمہ کا نام بیسان ہے اور اس کا پانی نمکین ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (نہیں) بلکہ اس کا نام نعمان ہے اور اس کا پانی میٹھا ہے تو وہ میٹھا ہو گیا۔ (شفا شریف)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو فرمایا دائیں ہاتھ سے کھا کہا دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا یعنی بے کار ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جا آج سے بیکار ہی ہے اس نے یہ جھوٹا عذر صرف تکبر سے کیا تھا چنانچہ اس دن سے وہ ہاتھ ایسا بیکار ہوا کہ پھر کبھی منہ تک نہ آ سکا۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص وحی لکھتا تھا پھر وہ مرتد ہو گیا اور مشرکوں سے مل گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اس کو زمین قبول نہیں کرے گی (یعنی اپنے اندر نہ رکھے گی) لہٰذا جب وہ مر گیا اور مشرکوں نے اسے دفن کیا تو زمین نے باہر پھینک دیا کئی مرتبہ قبر کو گہرا کر کے دفن کیا گیا مگر وہ جب بھی دفن کر کے واپس لوٹتے قبر باہر پھینک دیتی۔ وہ شخص قبر کے باہر ہی پڑا رہا یہاں تک کہ اس کا جسم نیست و نابود ہو گیا مگر قبر یعنی زمین نے قبول نہیں کیا۔ (بخاری و مسلم و مشکوٰۃ)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں آ جاتا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام فرماتے تو وہ

منہ مار مار کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کیا کرتا تھا ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو فرما دیا ایسا ہی ہو جا (پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے کلمہ کن کا نکلنا تھا کہ وہ ایسا ہی ہو گیا) اور مرتے دم تک منہ مارتا رہا۔

(طبرانی، بیہقی، مستدرک خصائص الکبریٰ ج ۲)

امیر المومنین حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا حج ہر سال فرض ہے؟ فرمایا نہیں اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال ہی فرض ہو جاتا۔ (مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے چلتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے رونے کی آواز سنی تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا بچے کیوں روتے ہیں انہوں نے عرض کیا پیاس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز دے کر فرمایا کسی کے پاس پانی ہے؟ مگر پانی کسی کے پاس نہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ایک کو مجھے دو انہوں نے دے دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے منہ میں اپنی زبان ڈال دی وہ چوسنے لگے یہاں تک کہ ان کو تسکین ہو گئی اس کے بعد وہ نہیں روئے اور دوسرے بدستور رو رہے تھے فرمایا اس کو بھی مجھے دو انہوں نے دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا چنانچہ وہ دونوں تسکین پا کر چپ ہو گئے اور اس کے بعد ان کے رونے کی آواز نہیں آئی۔

(طبرانی، ابن عساکر، خصائص الکبریٰ ج ۱)

لعاب دہن کی برکتیں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک لعاب دہن بہت ہی بابرکت اور دافع الامراض تھا۔

حضرت عتبہ بن فرقد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں میرے بدن پر آبلے پڑے (پھنسیاں) نمودار ہوئیں میں نے آپ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں اس بیماری کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کپڑے اتار دے میں نے کپڑے اتار دیئے اور اپنا ستر چھپا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا مبارک لعاب دہن اپنے دست مبارک پر ڈال کر میری پشت اور میرے پیٹ پر مل دیا اسی دن سے مجھ میں خوشبو پیدا ہوگئی اور میری بیماری جاتی رہی۔ (خصائص الکبریٰ ج ۲)

حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کے والد حضرت فدیک رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی اور انہیں دونوں آنکھوں سے کچھ نظر نہ آتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا تو وہ بینا ہو گئے اور سب کچھ نظر آنے لگا راوی فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ اسی برس کی عمر میں سوئی میں خود دھاگہ ڈالا کرتے تھے۔

(بیہقی، طبرانی، شفا شریف ج ۱، خصائص الکبریٰ ج ۲، زُرقانی علی المواہب ج ۵)

حضرت ملاعب الاسنہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پیٹ میں سخت درد رہا کرتا تھا میں نے ایک شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بغرض شفا بھیجا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ڈھیلا زمین سے لے کر اس پر تھوکا اور فرمایا کہ اس کو پانی میں گھول کر پلا دو جب وہ پلایا گیا تو فوراً صحت ہوگئی۔ (خصائص الکبریٰ ج ۲)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح خیبر کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھوں میں آشوب تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بلایا اور لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈال دیا اور دعا فرمائی تو وہ فوراً تندرست ہو گئے گویا کبھی درد چشم ہوا ہی نہ تھا۔ (بخاری شریف ج ۲)

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن میری آنکھ میں تیر لگا تو وہ پھوٹ گئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا اور دعا فرمائی پس مجھے اس تیر کے لگنے کی ذرا بھی تکلیف نہ رہی اور آنکھ بالکل درست ہوگئی۔

(خصائص الکبریٰ ج ۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محمد بن حاطب جو بچے تھے ان کے ہاتھ پر پکتی ہوئی ہنڈیا گر پڑی جس سے ان کا ہاتھ جل گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جلی ہوئی جگہ پر لعاب دہن ڈال دیا تو وہ ہاتھ اسی وقت اچھا ہو گیا۔
(بخاری شریف، شفا شریف ج ۱، بیہقی، خصائص الکبریٰ ج ۲، زُرقانی ج ۵)

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے میرے چہرے پر ایسا زخم مارا کہ سر کی ہڈیاں تک کھل گئیں میں اسی حال میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پٹی کھول کر
اس زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا پس اس کے بعد مجھے بالکل تکلیف نہ ہوئی اور وہ زخم اچھا ہو گیا۔ (طبرانی خصائص الکبریٰ ج ۲)

حضرت عمرو بن معاز انصاری رضی اللہ عنہ کا پاؤں کٹ گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اپنا لعاب دہن ڈال دیا وہ پاؤں اسی وقت اچھا ہو گیا۔ (اصابہ)

جنگ احد میں حضرت کلثوم بن معین رضی اللہ عنہ کے سینے میں اور غزوہ ذی قرد میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ایک تیر لگا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنا لعاب دہن لگایا تو وہ فی الفور اچھے ہو گئے نہ ہی درد ہوا نہ ہی زخم پر پیپ پڑی۔
(شفا شریف ج ۱)

جنگ بدر میں ابوجہل نے حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو وہ اپنا ہاتھ اٹھائے حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اپنا لعاب دہن لگایا اور اس کو ملا دیا وہ اسی وقت جڑ گیا اور ایسا معلوم ہوتا کہ کبھی کٹا ہی نہ تھا۔ (شفا شریف ج ۱)

غزوہ خندق کے دن حضرت علی بن حکم رضی اللہ عنہ کی پنڈلی ٹوٹ گئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اپنا لعاب دہن لگایا تو وہ اسی وقت اسی جگہ اچھے ہو گئے حالانکہ وہ اپنے گھوڑے سے بھی نہ اتر سکتے تھے۔ (شفا شریف ج ۱)

جنگ بدر میں حضرت حبیب بن یساف کے مونڈھے پر ایک ایسی ضرب لگی جس سے مونڈھے کی ایک کروٹ لٹک پڑی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لٹکی

ہوئی کروٹ کواس کی جگہ پر رکھ کر اوپر لعاب دہن لگا دیا تو وہ مونڈھا بالکل صحیح ہو گیا۔
(شفا شریف ج۱)

یہاں تک انہوں نے اسی ہاتھ سے اسے قتل کیا جس نے ان کے مونڈھے پر ضرب لگائی تھی۔ (بیہقی، خصائص الکبریٰ ج ۲)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو غار ثور میں کسی چیز نے کاٹ کھایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن زخم پر لگایا تو درد جاتا رہا یہاں تک کہ اسی وقت صحیح ہو گیا۔

حضرت عامر بن کریز قریشی اپنے صاحبزادے عبداللہ کو بچپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا اور وہ اسے نگلنے لگے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مسقی (سیراب) ہے چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب کسی زمین (یا پتھر) میں شگاف کیا کرتے تو پانی نکل آیا کرتا تھا۔ (اصابہ)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک کنواں تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن اس میں ڈال دیا اس کا اپنی ایسا شیریں ہو گیا کہ مدینہ منورہ میں اس سے بڑھ کر بیٹھا کنواں کوئی نہ تھا۔
(خصائص الکبریٰ ج۱، شفا شریف ج۱)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض گزار ہوئی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ میرا بچہ ہے جس روز سے پیدا ہوا ہے اس روز سے آج تک اسے ہوش نہیں آیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچہ کو پکڑا اور اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا اور فرمایا نکل اوہ دشمن خدا بے شک میں رسول اللہ ہوں پھر اس لڑکے کو اس عورت کے حوالے کر کے فرمایا اب اس پر کوئی اثر نہیں ہے۔ (بیہقی، خصائص الکبریٰ ج ۲، ابویعلیٰ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق کے دن تھوڑا سا کھانا پکانے کا انتظام کیا

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑا سا کھانا ہے چند اصحاب کو اپنے ہمراہ لے چلیں فرمایا جاؤ اور اپنی بیوی سے کہو کہ جب تک میں نہ آؤں ہانڈی چولھے سے نہ اتارے اور روٹیاں نہ پکائے اور پھر با آواز بلند پکار کر فرمایا کہ اے اہل خندق جابر نے ہماری دعوت کی ہے سب چلو حضر جابر فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں جلدی سے گھر گیا اور بیوی سے کہا اے نیک بخت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع تمام مہاجرین و انصار اور دیگر ہمراہیوں کے تشریف لا رہے ہیں اس نے کہا کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ کھانا بہت مختصر ہے فرمایا ہاں تو کہا پھر کوئی فکر کی بات نہیں (بالآخر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے تو میں گندھا ہوا آٹا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو لایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی پھر ہانڈی کی طرف بڑھے اور اس میں بھی اپنا لعاب مبارک ڈالا اور دعا برکت فرمائی جب کھانا تیار ہو گیا تو تقسیم شروع فرمائی حضرت جابر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ایک ہزار صحابہ تھے سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا مگر پھر بھی کھانا باقی رہا گویا کہ کسی نے کھایا ہی نہیں۔ (بخاری و مسلم شریف' خصائص الکبریٰ ج ۱)

دست مبارک:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بازوئے مبارک و کف دست پُر گوشت تھے۔ ہاتھ مبارک کشادہ اور ریشم سے زیادہ نرم اور بے حد خوشبودار تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس سے مصافحہ کرتے اس کے ہاتھ بھی خوشبودار ہو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں بازوؤں میں بال آگے ہوئے تھے اور دونوں مبارک بازوؤں کی ہڈیاں لمبی تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''میں نے کسی ریشم و دیبا کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کف دست سے نرم نہیں پایا اور نہ کسی مشک و عنبر وغیرہ کی خوشبو کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سے بڑھ کر پایا''۔ (بخاری ج ۲' مشکوٰۃ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو ایسی پائی کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ عطار کے صندوقچہ سے نکالا ہے (مسلم شریف ج ۲)

حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ کر تشریف لائے تو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کو پکڑ پکڑ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے میں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک پکڑ کر اپنے چہرے پر رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ (بخاری شریف ج ۱)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مصافحہ کرتا یا میرا بدن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن سے مس کرتا تو میں اس کا اثر بعد تک بھی پاتا کہ میرا ہاتھ کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتا۔

(بیہقی، ابن عساکر، زُرقانی علی المواہب ج ۴)

دست مبارک کی برکتیں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مقدس وہ دستِ مبارک ہیں جو نعمتیں و برکتیں لٹانے والے ہیں اور جو دافع البلا و دافع الامراض بھی ہیں اور جن کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کا تصرف عطا فرما دیا اور ہر چیز کی کنجیاں عطا کر دی گئیں اور تمام زمین کے خزانے جن کے دست مبارک میں رکھ دیئے گئے۔

(بخاری شریف ج ۲، مسلم شریف ج ۲)

حضرت عمر بن میمون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مشرکین مکہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو آگ میں ڈالنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور اپنا دست مبارک حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھ دیا اور فرمایا اے آگ عمار پر ٹھنڈی ہو جا جیسے کہ تو ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی۔ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک سن کر آگ ٹھنڈی ہو گئی)

(طبقات ابن سعد، خصائص الکبریٰ ج ۲، زُرقانی ج ۵)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ایک یہودی (جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا دشمن تھا) کو قتل کر کے اس کے اونچے مکان سے اترنے لگے تو زینے سے گر گئے اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی چنانچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ فرماتے ہیں میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اپنا دست مبارک پھیر دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک پھیرتے ہی میری پنڈلی ایسی درست ہوگئی کہ گویا کبھی وہ ٹوٹی ہی نہ تھی۔

(بخاری شریف ج ۲)

ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سید بن ایاس رضی اللہ عنہ کے چہرہ اور سینہ پر اپنا دست مبارک پھیرا تو (ان کا چہرہ اور سینہ اس قدر روشن ہوگیا کہ) وہ اندھیری کوٹھری میں داخل ہوتے تو وہ روشن ہو جاتی۔

(ابن عساکر، خصائص الکبریٰ ج ۲)

حضرت ابو العلاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتادہ بن ملحان (رضی اللہ عنہ) کے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا تو ان کے چہرہ میں اتنی چمک پیدا ہوگئی کہ ان کے چہرے میں اشیاء کا عکس اسی طرح دیکھا جاتا جس طرح کہ آئینے میں دیکھا جاتا ہے۔ (شفا شریف ج ۱)

حضرت مدلوک فرازی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے دعائے برکت فرمائی اور میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا تو میرے سر کا وہ حصہ جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک نے مس کیا تھا سیاہ ہی رہا باقی تمام سفید ہوگیا۔ (اصابہ)

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر

ہوئے اور اسلام قبول کر لیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چہرے پر دست مبارک پھیرا اس کا اثر یہ ہوا کہ مرتے دم تک ان کا چہرہ تروتازہ رہا (بڑھاپے نے کوئی تغیر نہیں ڈالا) (خصائص الکبریٰ ج ۲)

حضرت ابوزید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سر اور داڑھی پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا کی کہ الٰہی اسے زینت بخش! راوی کہتے ہیں کہ وہ ایک سو اوپر کتنے سال جیئے لیکن ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید نہیں ہوئے سیاہ رہے اور چہرے پر ایک زرہ برابر شکن نہ تھی صاف وشفاف جیسے جوانوں کا چہرہ ہوتا ہے۔ (ترمذی، بیہقی، خصائص الکبریٰ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

''حضر موت کے باشندے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم کس طرح جانیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مٹھی کنکر زمین سے اٹھا کر فرمایا دیکھو یہ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی یہ سنتے ہی انہوں نے کہا ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں''۔ (دلائل النبوۃ، خصائص الکبریٰ ج ۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن میں گورنر بنا کر بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کی حضور میں ناتجربہ کار ہوں مقدمات کے فیصلے کیسے کروں گا؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور دعا کی اے اللہ اس کے دل کو ہدایت پر قائم رکھ اور اس کی زبان کو حق پر ثابت رکھ حضرت علی فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس وقت سے فریقین کے مقدمات کے فیصلے کرنے میں ایک زرہ کے برابر بھی مجھے غلطی کا شبہہ نہیں ہوا۔ (ابن ماجہ، حاکم، خصائص الکبریٰ ج ۲)

حضرت شیبہ بن عثمان اپنے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنگ کے موقع پر جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تلوار سے حملہ کرنے کا

ارادہ کیا تو ایک شعلہ آگ ان کی طرف لپکا اور انہوں نے بے اختیار اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور فرمایا شیبہ میرے قریب آؤ میں قریب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار میرے سینہ پر دست مبارک مارا جس سے میرے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتنی محبت پیدا ہو گئی کہ اس سے زیادہ تصور میں نہیں آ سکتی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر مجھے جنگ کا حکم دیا میں نے آگے بڑھ کر تلوار چلانا شروع کر دی خدا کی قسم اس وقت میری یہ حالت تھی کہ اگر کوئی وار حضرت پر آئے تو میں اسے اپنے اوپر لے لوں اگر اس وقت میرا باپ بھی زندہ ہوتا اور میرے سامنے آتا تو میں اس پر بھی تلوار چلاتا پھر جہاد کے بعد وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مغفرت کی بشارت دی۔

(سیرۃ النبویہ، مقاصد الاسلام ج ۹)

(علماء کرام نے تین دفعہ سینے پر اپنے دست مبارک سے ضرب لگانے کی یہ توجیہہ بیان فرمائی کہ پہلی ضرب سے ان کے دل سے کفر نکال دیا دوسری ضرب سے ایمان داخل کر دیا تیسری ضرب سے محبت بھر دی)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ مجھے قرآن شریف یاد نہیں رہتا فرمایا اس کا سبب ایک شیطان ہے جس کو خنزب کہتے ہیں پھر فرمایا میرے قریب آؤ میں قریب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا میں نے اس کا فیض ٹھنڈک کی صورت میں اپنے شانوں کے درمیان پایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے شیطان! عثمان کے سینہ سے نکل جا فرماتے ہیں اس کے بعد میری یہ حالت ہو گئی کہ جو کچھ بھی میں سنتا تھا وہ مجھے یاد رہتا۔ (بیہقی، خصائص الکبریٰ ج ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ سے بہت کچھ سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں فرمایا اپنی چادر پھیلا

میں نے پھیلا دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لپ بھر بھر کر اس میں ڈال دیئے اور فرمایا اسے سینے سے لگا لے میں نے ایسا ہی کیا پس اس کے بعد میں کبھی کچھ نہیں بھولا۔
(بخاری ج ا و مسلم شریف)

(بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک خالی تھے جب انہوں نے لپ بھر بھر کر ڈالے لیکن دراصل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ خالی نہ تھے بلکہ ان میں قوت حافظہ بھری ہوئی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لپ بھر بھر کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی چادر میں ڈال دی)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سواری کی حالت میں گھوڑے سے گر جاتا تھا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنا حال بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کے مارنے کا نشان اپنے سینے پر دیکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اس کو ثابت رکھ اور اس کو ہدایت کرنے والا ہدایت کیا ہوا کر دے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔ (بخاری ج ۲' خصائص الکبریٰ ج ۲' دلائل النبوۃ)

حضرت ہلب بن یزید بن عدی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں اس حالت میں حاضر ہوئے کہ وہ گنجے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا پس ان کے سر پر بکثرت بال اگ آئے اسی وجہ سے ان کا نام ہلب ہو گیا (خصائص الکبریٰ ج ۲' طبقات ابن سعد' شفا شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن میں حضرت حنظلہ بن حذیم رضی اللہ عنہ کے سر پر اپنا دست مبارک پھیر کر فرمایا تجھ میں برکت دی گئی چنانچہ جب کسی کی بکری کے تھنوں یا اونٹ یا انسان کے کسی مقام پر ورم آ جاتا تو وہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے پاس آتا آپ رضی اللہ عنہ اپنا لعاب دہن اپنے ہاتھ پر ڈالتے اور اپنا ہاتھ سر پر ملتے پھر وہ ہاتھ ورم کی جگہ پر ملتے تو فوراً ورم اتر جاتا۔ (بخاری فی التاریخ' مسند احمد' طبقات ابن

سعد، شفا شریف، خصائص الکبریٰ ج ۲، زرقانی علی المواہب ج ۴)

حضرت زیاد بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے قبیلے میں ایک کنواں ہے موسم سرما میں تو اس کا پانی ہم سب کو کافی ہوتا ہے لیکن جب موسم گرما آتا ہے تو اس کا پانی بہت کم ہو جاتا ہے چنانچہ آپ دعا فرمائیں کہ ہمارے کنوئیں کا پانی ہمیں کافی ہو جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات کنکریاں منگوائیں اور ان کو اپنے ہاتھ میں لے کر دعا فرمائی پھر فرمایا یہ کنکریاں لے جاؤ اور اللہ کا نام لے کر ایک ایک کر کے اس کنوئیں میں ڈال دو فرماتے ہیں کہ جب وہ کنکریاں اس میں ڈال دی گئیں تو اس کنوئیں میں اتنا پانی آیا کہ ہم اس کی تہہ تک نہیں دیکھ سکتے تھے۔ (خصائص الکبریٰ ج ۲، بیہقی، دلائل النبوۃ)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے سب نے اپنے اپنے توشہ دان جھاڑے تو کل سات کھجوریں برآمد ہوئیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایک بڑے پیالے پر رکھا پھر ان پر اپنا دست مبارک رکھ دیا اور فرمایا بسم اللہ! کھاؤ ہم تینوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کے نیچے سے ایک ایک اٹھا کر کھائیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گٹھلیاں بائیں ہاتھ میں رکھتا جاتا تھا جب میں نے سیر ہو کر ان کو شمار کیا تو وہ چون تھیں اسی طرح ان دو شخصوں نے بھی سیری سے کھائیں جب ہم نے سیر ہو کر ہاتھ اٹھا لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنا دست مبارک اٹھا لیا وہ ساتوں کھجوریں اسی طرح موجود تھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے بلال! ان کو سنبھال کر رکھو اور ان میں سے کوئی نہ کھائے پھر کام آئینگی حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کو نہ کھایا جب دوسرا دن ہوا اور کھانے کا وقت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی سات کھجوریں لانے کا حکم دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اسی طرح ان پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا بسم اللہ کھاؤ! اب ہم دس آدمی تھے سب سیر ہو گئے تو حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اٹھایا تو بدستور سات کھجوریں موجود تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے بلال اگر مجھے حق تعالیٰ سے شرم وحیا نہ ہوتی تو واپس مدینہ پہنچنے تک ان ہی سات کھجوروں سے کھاتے پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لڑکے کو عطا فرمادیں۔ (دلائل النبوۃ' ابن عساکر' خصائص الکبریٰ ج ۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں لشکر اسلام کے پاس کھانے کو کچھ نہ رہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کیا توشہ دان میں چند کھجوریں ہیں فرمایا لے آؤ! میں نے حاضر کر دیں جو کل اکیس تھیں پھر فرمایا دس آدمیوں کو بلاؤ! میں نے بلایا وہ آئے اور سیری سے کھا کر چلے گئے پھر دس شخصوں کے بلانے کا حکم دیا وہ بھی کھا کر چلے گئے اسی طرح دس آدمی آتے اور سیری سے کھا کر اٹھ جاتے یہاں تک کہ تمام لشکر نے کھائیں اور جو باقی رہ گئیں فرمایا اے ابوہریرہ ان کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو اور جب چاہو ہاتھ ڈال کر ان سے نکال لیا کرو لیکن توشہ دان نہ انڈیلنا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت صدیق اکبر وحضرت عمر فاروق وحضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت تک ان ہی کھجوروں سے کھاتا رہا اور فی سبیل اللہ بھی دیں یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد وہ توشہ دان میرے گھر سے چوری ہو گیا۔ (خصائص الکبریٰ ج ۲' بیہقی' دلائل النبوۃ)

ایک روز حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کے پاس آئے اور کہا کہ آج میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ بھوک کے سبب متغیر دیکھا ہے کیا تیرے پاس کچھ کھانے کو موجود ہے؟ بیوی نے کہا واللہ اس بکری اور کچھ بچے ہوئے آٹے کے سوا کچھ نہیں ہے چنانچہ اسی وقت بکری کو ذبح کیا اور جلدی جلدی گوشت اور روٹیاں تیار کیں جب کھانا تیار ہو گیا تو ایک بڑے پیالے میں رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کھانا پیش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے جابر اپنی قوم کو جمع کر لے پس میں ان کو لے کر حاضر ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ نے ان

سے فرمایا ان کو جدا جدا ٹولیاں بنا کر میرے پاس بھیجتے رہو اس طرح وہ کھانے لگے ایک ٹولی سیر ہو جاتی تو وہ نکل جاتی اور دوسری آ جاتی یہاں تک کہ سب کھا چکے اور برتن میں جتنا پہلے تھا اتنا ہی سب کے کھانے کے بعد تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کھاؤ اور ہڈی نہ توڑو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برتن کے بیچ میں ہڈیوں کو جمع کیا اور ان پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا اور کچھ کلام پڑھا ناگاہ وہ بکری کان جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اپنی بکری لے جا میں بکری لے کر بیوی کے پاس لے آیا یہ سب ماجرا سن کر وہ کہنے لگیں میں گواہی دیتی ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(بیہقی' دلائل النبوۃ' خصائص الکبریٰ ج ا' زُرقانی علی المواہب ج ۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں چھوٹی عمر میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف لائے اور مجھے فرمایا کیا تیرے پاس دودھ ہے؟ میں نے عرض کی ہے تو ضرور لیکن امانت ہے تو فرمایا ایسی بکری لا جسے نر نہ ملا ہو چنانچہ میں ایک پٹھوری لے آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے تھنوں پر اپنا دست مبارک پھیرا اور اللہ سے دعا کی پھر دودھ دوہا پیالہ بھر گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا لو پیو پھر تھنوں کو حکم دیا کہ تم جیسے تھے ویسے ہی ہو جاؤ چنانچہ جیسے وہ تھے ویسے ہی ہو گئے (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کا سبب یہی واقعہ بنا)

(بیہقی' شفا شریف' اسد الغابہ ج ۲)

حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بکریوں کے تھنوں اور پشتوں پر دست مبارک پھیرا تو اسی وقت ان کی بکریاں جن کے تھن سوکھے پڑے تھے دودھ سے بھر گئے اور ان لاغر بکریوں پر چربی چڑھ گئی۔ (دلائل النبوت' خصائص الکبریٰ ج ۲)

حضرت حزام بن ہشام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دوران سفر ایک موقع پر آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر اُم معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کے پاس سے ہوا ان کی قوم قحط زدہ تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خیمہ کے پاس ایک بکری دیکھی تو پوچھا یہ کیسی ہے؟ ام معبد نے عرض کیا لاغر و کمزوری کے سبب سب بکریوں سے پیچھے رہ گئی ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے تھنوں پر اپنا دست مبارک پھیرا اور اللہ کا نام لیا اور دعا کی تو بکری نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے دونوں ٹانگیں چوڑی کر لیں اور دودھ اتار لیا اور جگالی کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برتن طلب فرمایا جو جماعت کو سیراب کر دے اور اس میں دودھ دوہ کر بھر دیا یہاں تک کہ اس میں جھاگ آ گئے پھر ام معبد کو پلایا وہ سیر ہو گئیں پھر اپنے ساتھیوں کو پلایا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے سب کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیا پھر دوسری بار دودھ دوہنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہی برتن پھر بھر دیا اس کو بطور نشان ام معبد کے پاس چھوڑا۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد دونوں میاں بیوی مدینہ منورہ جا کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

ام معبد فرماتی ہیں کہ وہ بکری بہت عرصہ تک ہمارے پاس رہی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا پھر دور خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی گیا پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب قحط پڑ گیا اور خشک سالی حد سے تجاوز کر گئی کہ چارہ کا ایک تنکا بھی زمین پر نظر نہ آتا تھا تو وہ بکری بھوکی پیاسی ہونے کے باوجود بھی صبح شام برابر دودھ دیتی رہی۔

(حواشی المشکوٰۃ، سیرۃ النبویہ، طبقات ابن سعد، ابونعیم)

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگا اور آنکھ کا ڈھیلا رخسار پر بہہ آیا تو وہ اس کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کو پکڑ کر اس کی جگہ چشم خانہ میں رکھ دیا اور فرمایا اے اللہ اس کو بہت اچھا بنا دے تو ان کی وہ آنکھ حسن و جمال اور قوت کے لحاظ سے دوسری آنکھ سے بہت اچھی تھی۔ (زرقانی علی المواہب ج ۵)

حضرت ابیض بن جمال رضی اللہ عنہ کے چہرے پر داد تھا جوان کی ناک کو چیر گیا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلا کر ان کے چہرے پر دست مبارک پھیر دیا۔ شام نہ ہونے پائی کہ داد کا کوئی نشان نہ رہا۔ (خصائص الکبریٰ ج ۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اس بیٹے کو جن چمٹا ہوا ہے اور اسے صبح وشام پریشان کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا اسے فوراً قے شروع ہو گئی اور اس کے پیٹ سے کالے پلے جیسی ایک چیز نکلی جو اِدھر اُدھر دوڑتی پھرتی تھی۔

(مشکوٰۃ، شفا شریف ج ۱، زرقانی علی المواہب ج ۵، دارمی)

حضرت فضالہ بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ شریف کا طواف فرما رہے تھے میرے دل میں خیال آیا کہ یہ موقع اچھا ہے کہ (معاذ اللہ) حضور کو قتل کر دوں چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف کرتے ہوئے میرے نزدیک پہنچے تو فرمایا کہ فضالہ ہو؟ میں نے کہا ہاں میں فضالہ ہوں۔ فرمایا تم دل میں کیا خیال کر رہے تھے؟ میں نے کہا اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا اور فرمایا فضالہ خدا سے مغفرت مانگو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھ دیا جس سے میرے تمام خیالاتِ فاسدہ دور ہو گئے اور خدا کی قسم ابھی حضور نے اپنا دست مبارک میرے سینے سے نہیں اٹھایا تھا کہ میرے دل میں یہ کیفیت ہو گئی کہ مخلوقِ خدا میں کوئی آپ سے زیادہ میرا محبوب نہ تھا۔ (سیرت ابن ہشام ج ۴)

حضرت عائذ بن سعید جسری حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیر دیجئے اور دعائے برکت فرمائیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کر دیا۔ اس دن سے حضرت عائذ رضی اللہ عنہ کا چہرہ ہر وقت تر و تازہ اور نورانی رہا کرتا تھا۔ (اصابہ)

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''میں بچہ تھا اور جلتی ہنڈیا مجھ پر گر پڑی جس سے میرا بدن جل گیا تو میرے والد مجھے اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے بدن پر اپنا لعاب دہن لگایا اور اپنا دست مبارک پھیرا اور فرمایا اے رب اس کی تکلیف دور کر دے پس میں بالکل تندرست ہو گیا اور مجھے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ (نسائی ج ا‘ زرقانی علی المواہب ج ۵)

حضرت شرجیل جعفی رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی میں ایک گلٹی سی تھی جس کے سبب وہ تلوار کا قبضہ اور گھوڑے کی باگ نہیں پکڑ سکتے تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نے اپنی ہتھیلی سے اس گلٹی کو رگڑا پس اس کا نشان تک نہ رہا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن زید رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے تو ان کے نانا حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں لے کر حاضر ہوئے حضرت عبدالرحمٰن بن زید نہایت ہی کوتاہ قد پیدا ہوئے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحنیک کے بعد ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعائے برکت فرمائی اس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰن جب کسی قوم میں ہوتے تو قد میں سب سے بلند نظر آتے۔ (سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت زینب بنت جحش سے ہوا تو میری ماں ام سلیم نے خرما اور گھی اور پنیر سے حیس تیار کیا اور اسے ایک تور میں ڈال دیا اور میرے ہاتھ بارگاہ رسالت میں بھجوایا اور کہا کہ میرا اسلام کہنا اور کہنا یہ تھوڑا سا کھانا آپ کے لیے ہماری طرف سے ہے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ماں نے جو کچھ کہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو رکھ دو اور باہر جو بھی ملے اسے بھی لے آؤ چنانچہ میں نے تعمیل ارشاد کی واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ گھر

بھرا ہوا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک حیس پر رکھا اور دعائے برکت فرمائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضرین میں دس دس کو بلاتے رہے اور فرماتے رہے کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ اور ہر ایک اپنے سامنے سے کھائے اس طرح ایک گروہ نکلتا اور دوسرا آجاتا یہاں تک کہ سب نے سیر ہو کر کھایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا انس! اٹھاؤ میں نے اٹھالیا میں یہ نہیں بتا سکتا کہ جب تور رکھا گیا تو اس وقت کھانا زیادہ تھا یا جب اٹھایا گیا۔ (بقول حضرت انس رضی اللہ عنہ کھانے والوں کی تعداد تین سو (۳۰۰) تھی۔ (صحیح بخاری باب علامات النبوت فی الاسلام)

جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ شریف تشریف لے گئے وہاں کافروں نے تین سو ساٹھ پتھر کے بت اس طرح مضبوطی سے نصب کیے ہوئے تھے کہ کلہاڑیوں اور کدالوں سے ان کا اکھڑنا مشکل تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ چھڑی جس بت کو لگاتے وہ بت اوندھے منہ زمین پر گر جاتا۔ (سیرت ابن ہشام ج ۴)

حضرت جعیل بن زیاد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا میری گھوڑی جس پر میں سوار تھا نہایت ضعیف اور دبلی تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ملاحظہ فرمایا کہ میں بہت پیچھے رہ گیا ہوں تو تشریف لائے اور فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری گھوڑی دبلی اور ضعیف ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں جو چھڑی تھی اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گھوڑی کو مارا اور فرمایا اے اللہ اس (جعیل) کیلئے اس میں برکت فرما۔ حضرت جعیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ ایسی تیز ہوگئی کہ میں اس کی لگام نہیں تھام سکتا تھا اور وہ سب سے آگے بڑھ جاتی اور اس سے اتنی اولاد ہوئی کہ میں نے ان کو بارہ ہزار میں بیچا۔ (خصائص الکبریٰ ج ۲، بیہقی)

ام المومنین حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت غسل فرما رہے تھے تو

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چہرے پر پانی چھڑکا راوی فرماتے ہیں کہ ان کا چہرہ ایسا پررونق اور خوشنما ہو گیا کہ بڑھاپے میں بھی جوانی کی رونق اور آب و تاب ان کے چہرے سے زائل نہ ہوئی (الاستیعاب صفحہ ۷۵۶)

حضرت عمران بن معین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اس وقت ان کا چہرہ زرد تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہچان گئے کہ بھوک کے سبب ایسا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے گلے کے نیچے رکھا اور اپنی مبارک انگلیوں کو کشادہ کیا اور فرمایا اے اللہ بھوکوں کو سیر کرنے اور پست کو بلند کرنے والے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بلند کر، عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان کو دیکھ رہا تھا کہ ان کے چہرے سے بھوک کے آثار جاتے رہے پھر کئی روز بعد میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملا اور اس بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اے عمران اس کے بعد مجھے بھوک سے کبھی ازیت نہیں ہوئی۔ (بیہقی، دلائل النبوۃ، خصائص الکبریٰ ج ۲)

جنگ بدر میں حضرت عکاشہ بن محصن کی تلوار ٹوٹ گئی وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے دست مبارک سے ایک سوکھی لکڑی عطا فرما کر فرمایا کہ جاؤ لڑو جب وہ لکڑی حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں گئی تو ایک نہایت شاندار چمکدار مضبوط لمبی تلوار بن گئی پھر انہوں نے اسی کے ساتھ جہاد کیا پھر وہ ہمیشہ ان ہی کے پاس رہی اور وہ ہمیشہ اسی سے جہاد کرتے رہے وہ تلوار عون (مددگار) کے نام سے موسوم ہوئی۔

(بیہقی، ابن عساکر، طبقات، شفا شریف، خصائص الکبریٰ ج ۱)

جنگ احد میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے دست مبارک سے کھجور کی شاخ عطا فرمائی جب وہ ان کے ہاتھ میں گئی تو ایک نہایت عمدہ تلوار بن گئی (جس کو عرجون کہتے تھے اور وہ عمر بھر اسی سے جہاد کرتے رہے) (شفا شریف، استیعاب، اصابہ، خصائص الکبریٰ ج ۱)

حضرت ابو سعید خذری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ایک اندھیری رات میں جبکہ بارش ہو رہی تھی دیر تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں بیٹھے رہے جب جانے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے دست مبارک سے ایک کھجور کی شاخ عطا فرمائی اور فرمایا اس کو لے جاؤ یہ تمہارے لیے دس ہاتھ آگے اور دس ہاتھ تمہارے پیچھے روشنی کرے گی اور جب تم اپنے گھر میں داخل ہو گئے تو تم ایک سیاہی دیکھو گے تو اس کو اتنا مارنا کہ وہ نکل جائے کیونکہ وہ شیطان ہے پھر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے تو وہ شاخ ان کے لیے روشن ہو گئی اور یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے اندر جاتے ہی انہوں نے سیاہی کو پالیا اور اتنا مارا کہ وہ نکل گیا۔

(شفا شریف ج ۱، زرقانی علی المواہب ج ۵)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر پانی کا ایک مشکیزہ بھرا اور اس کا منہ باندھ کر دعا فرمائی اور صحابہ کرام کو عطا فرما دیا جب ان کی نماز کا وقت آیا تو انہوں نے اس کو کھولا تو وہ نہایت عمدہ تازہ دودھ تھا اور اس کے منہ پر مکھن تھا۔

(شفا شریف ج ۱، طبقات ابن سعد)

انگشت مبارک کی برکتیں:

ایک دفعہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی کے کنارے تشریف فرما تھے کہ عکرمہ بن ابو جہل (جو اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے) وہاں آ نکلے اور کہنے لگے کہ اگر آپ سچے ہیں تو اس پتھر کو بلائیے جو پانی کے دوسرے کنارے پر پڑا ہوا ہے کہ وہ پانی پر تیرتا ہوا آ جائے اور ڈوبے نہیں پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگشت مبارک سے اس پتھر کو اشارہ فرمایا تو وہ اپنے مقام سے اکھڑا اور پانی کے اوپر تیرتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ گیا اور بزبان فصیح اللہ کے ایک ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول ہونے کی شہادت دی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عکرمہ بن ابو جہل سے فرمایا کیا تیرے لیے کافی ہے؟ بولے ہاں بشرطیکہ یہ اسی طرح وہیں چلا

جائے جہاں سے آیا ہے تو وہ پتھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اشارہ پا کر واپس اپنی جگہ چلا گیا۔(اس کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا تھا)

(تفسیر کبیر وانوار المحمدیہ، زرقانی علی المواہب ۵)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کیا کہ میں نے آپ کی ایک بات دیکھی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتی تھی اور میرے مسلمان ہونے میں اس کو بڑا دخل ہے اور وہ یہ ہے کہ میں آپ کو بچپن میں دیکھا کہ آپ گہوارے میں لیٹے ہوئے چاند سے باتیں کر رہے تھے اور جس طرف آپ انگلی کا اشارہ فرماتے تھے چاند اسی طرف، ہو جاتا تھا فرمایا میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا۔(بیہقی، ابن عساکر، خصائص الکبریٰ)

ایک روز کفار مکہ جمع ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور نشان نبوت طلب کیا' فرمایا کیا چاہتے ہو؟ کہنے لگے اگر آپ سچے ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھایئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آسمان کی طرف دیکھو اور اپنی انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ کیا تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا فرمایا گواہ رہو تو کہنے لگے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے۔یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے جسے شق القمر کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔پانی ختم ہو گیا فرمایا بچا ہوا تلاش کرو خواہ وہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو۔چنانچہ ایک برتن سے تھوڑا سا پانی حاضر کیا گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنا دست مبارک رکھ دیا اور فرمایا آؤ پیو وضو کرو، یہ برکت والا طیب وطاہر پانی اللہ کی طرف سے ہے۔پس بلاشبہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک انگلیوں میں سے پانی کے چشمے چل رہے تھے۔(بخاری شریف ج ۱ ص ۵۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک

برتن پانی کا لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس برتن میں رکھ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلے جس سے تمام لوگوں نے وضو کیا۔(بقول حضرت انس رضی اللہ عنہ پانی پینے والے تین سو آدمی تھے)

(بخاری ج ۱ ص ۵۰۴ و مسلم شریف)

حضرت ابوعمر انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک غزوے میں ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے ایک روز بہت پیاسے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ڈولچی منگوا کر اس کو اپنے روبرو رکھا اور تھوڑا سا پانی اس میں ڈال کر اس میں کلی کی اور اللہ کا کلام پڑھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چھوٹی انگلی اس میں رکھ دی اور خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا تو حسب ارشاد لوگوں نے خود پیا اور اپنے جانوروں کو پلایا اور مشکیں ڈولچیاں بھر لیں۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ میں لوگ پیاس کی شدت سے بہت پریشان تھے چنانچہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس کو پئیں اور وضو کریں سوائے اس پانی کے جو آپ کے پاس ایک لوٹے کے برابر برتن میں ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اسی برتن میں رکھ دیا (جو آپ کے پاس تھا) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے تمام صحابہ کرام نے پیا اور وضو کیا؟ فرمایا اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا مگر اس وقت ہم پندرہ سو تھے جنہوں نے پیا اور وضو کیا۔(بخاری شریف ج ۲ ص ۵۹۸)

لباس مبارک:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام لباس مبارک عمامہ، چادر، قمیض اور تہ بند مبارک تھا عمامہ شریف اکثر سفید، کبھی سیاہ اور کبھی سبز بھی استعمال فرمایا شملہ کبھی چھوڑتے اور کبھی

نہیں، شملہ اکثر دونوں شانوں کے بیچ میں اور کبھی دوش مبارک پر پڑا رہتا۔ بعض اوقات تحنک بھی فرماتے یعنی دستار مبارک کا ایک پیچ تھوڑی مبارک کے نیچے سے لا کر باندھتے عمامہ کے نیچے سر اقدس سے لپٹی ہوئی ٹوپی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استعمال نہیں فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شامی عبا بھی پہنی ہے اور جبہ کسروالی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیب تن فرمایا ہے یمن کی دھاری دار چادر پسند فرماتے اور ایسی اونی چادر بھی پسند فرمائی ہے جس پر کجاوہ کی شکل بنی ہوئی تھی۔ سفید رنگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھا جبکہ پورا سرخ رنگ کا لباس ناپسند فرماتے البتہ محلہ سرخ جس میں دھاریاں تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیب تن فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین مبارک چپلی شکل کی تھیں ہر ایک کے دو تسمے دہری تہہ والے تھے ایک تسمہ انگوٹھے اور متصل انگلی کے بیچ میں اور دوسرا انگشت میانہ اور بنصر کے بیچ ہوا کرتا۔

لباس مبارک کی برکتیں:

حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ خندق کے موقع پر کفار کی طرف سے عمرو بن عبدو جو بہت ہی نڈر اور بہادر تھا میدان میں نکلا اور کہنے لگا مسلمانوں! اگر تم میں میرے کوئی مقابلے کا ہو تو آگے آئے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قریب آؤ! حضرت علی رضی اللہ عنہ قریب آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی تلوار عطا فرمائی اور اپنی دستار مبارک ان کی دستار پر باندھ دی اور دعا فرمائی کہ اے اللہ علی کو عمرو بن عبدو پر مدد دے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان میں آئے اور ایک ہی وار میں اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ تمام کافر گھبرا گئے اور میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ان کو غسل دینے کا حکم فرمایا اور غسل کے بعد اپنی قمیض مبارک میں کفن دیا پھر

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور قبر پر تشریف لا کر خود قبر میں لیٹے اور دعا فرمائی کہ اے اللہ میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور اس کی حجت (قبر میں نکیرین کے سوالات کے جوابات) خوب سمجھا دے اور اس کی قبر کو اس پر وسیع کر دے پھر فرمایا میں نے اپنی قمیض انہیں اس لیے پہنائی تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت کا حُلہ پہنائے اور قبر میں اس لیے لیٹا کہ ان پر نرمی اور آسانی ہو اور سکون حاصل ہو۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۲۱)

حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنازے کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے جب واپس آئے تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں کو ہاتھ لگا کر کہنے لگیں کہ آج بارش ہوئی ہے لیکن آپ کے کپڑے بھیگے ہوئے نہیں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے سر پر کیا اوڑھ رکھا ہے انہوں نے عرض کیا آپ کی مبارک چادر تو فرمایا اے پاکدامن اس چادر کو اوڑھنے کی برکت سے تمہاری آنکھوں نے غیبی بارش دیکھ لی ہماری چادر کی برکت کے سبب تمہاری آنکھوں سے حجابات اٹھ گئے اور غیب ظاہر ہو گئے اور تم نے رحمت حق کی نورانی بارش دیکھ لی یہ بارش اس ظاہری آسمان سے نہیں ہوئی بلکہ اس کا بادل اور آسمان کوئی اور ہی ہے۔

(مثنوی روم ج ۱)

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبہ شریف تھا وہ فرماتی ہیں کہ اس جبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنا کرتے تھے ہم اسے دھو کر بغرض شِفا بیماروں کو پلاتے ہیں اور شِفا ہو جاتی تھی۔ (مسلم ج ۲ ص ۱۹۰)

حضرت محمد بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیض مبارک کا ایک ٹکڑا ہمارے پاس تھا ہم اسے دھو کر بغرض شِفا بیماروں کو پلاتے تو اسے شِفا ہو جاتی۔ (ابن عدی، اصابہ)

حضرت عبداللہ بن حازم رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا جو انہیں حضور صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا تھا جب لڑائی میں وہ اسے بطور تبرک پہن کر جاتے تو فتح پاتے۔ (اصابہ)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک لحاف مبارک تھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کی چکنائی کا اثر تھا ایک شخص کو سخت بیماری لاحق تھی جس سے شفا نہ ہوتی تھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ کی خدمت میں درخواست کی گئی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اجازت سے اس چکنائی میں سے کچھ دھو کر بیمار کی ناک میں ٹپکا دیا گیا وہ تندرست ہو گیا۔ (مدارج النبوت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات:

علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کی تعداد گیارہ ہے جن کے اسماء مبارکہ درج ذیل پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

(۱) حضرت خدیجہ بنت خولید رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں آپ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوئی ابو ہالہ کے انتقال کے بعد دوسری شادی عتیق بن عائذ مخزوی سے ہوئی اور عتیق کے انتقال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد مبارک سوائے ابراہیم رضی اللہ عنہ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہوئی نکاح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔ شادی کے بعد آپ رضی اللہ عنہا پچیس سال تک حیات رہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور جان و مال سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حد مدد کی۔ آپ رضی

اللہ عنہا کیلئے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جنت میں موتیوں کے محل کی بشارت سنائی اور رب تعالیٰ کی طرف سے سلام پہنچایا۔(زُرقانی علی المواہب)

(۲) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ان کے والد کے چچیرے بھائی سکران بن عمرو بن عبد شمس سے ہوا۔ یہ دونوں قدیم الاسلام تھے اور رضی اللہ عنہ دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی جب مکہ مکرمہ واپس آئے تو حضرت سکران نے وفات پائی اور پھر نبوت کے دسویں سال آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقد ہوا۔آپ رضی اللہ عنہا نے خلافت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے آخری زمانہ میں وصال فرمایا۔

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کنیت اپنے بھانجے حضرت زبیر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے ام عبداللہ ہے چھ برس کی عمر میں آپ رضی اللہ عنہا نکاح آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا آپ رضی اللہ عنہا آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رخصتی ۹ سال کی عمر میں ہوئی۔آپ رضی اللہ عنہا آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب ترین اور سب سے کم عمر بیوی تھیں۔آپ رضی اللہ عنہ کو دیگر ازواج پر کئی باتوں میں فضیلت حاصل تھی۔آپ رضی اللہ عنہ واحد زوجہ تھیں جو کنواری تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد مبارک میں آئیں باقی ازواجِ مطہرات بیوگی یا مطلقہ ہونے کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد مبارک میں آئیں۔سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی واحد زوجہ مطہرہ تھیں جنہوں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا آپ رضی اللہ عنہا کی برأت اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمائی۔حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ رضی اللہ عنہ کی صورت ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے اور عرض کیا ان سے شادی کے لیجئے اس کے علاوہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ

عنہا وہ خوش نصیب زوجہ مطہرہ ہیں جن کی گود میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا اور ان ہی کے حجرہ مبارکہ کو روضہ مبارک بننے کا شرف حاصل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اٹھارہ برس تھی انہوں نے چھیاسٹھ برس کی عمر میں ۵۷ ہجری میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفن ہوئیں۔

حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہا:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بعثت سے پانچ برس قبل پیدا ہوئیں آپ رضی اللہ عنہا پہلے خنیس بن حذیفہ سہمی رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں پھر غزوہ بدر میں ان کی شہادت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ۶۰ سال کی عمر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وصال فرمایا آپ رضی اللہ عنہا سے ۶۰ا احادیث مروی ہیں۔

حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام ہند اور کنیت ام سلمہ تھی آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح آپ کے چچا زاد بھائی ابوسلمہ (عبداللہ) رضی اللہ عنہ بن عبدالاسد بن مغیرہ سے ہوا حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے ام سلمہ و ابوسلمہ رضی اللہ عنہما دونوں قدیم الاسلام تھے اور دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی پھر مکہ مکرمہ واپس آئے اور مدینہ شریف ہجرت فرمائی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا پہلی خاتون ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حاملہ بھی تھیں اور ان کے مزید تین بچے تھے وضع حمل کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کا پیغام بھیجا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بخوشی قبول فرمایا لیکن ساتھ ہی یہ عذر پیش کیے: (۱) میں سخت غیور عورت ہوں۔ (۲) صاحب عیال ہوں (۳) میری عمر زیادہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ان تمام عذر کا اطمینان بخش جواب فرمایا اور یوں آپ رضی اللہ عنہ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقد مبارک ہوگیا۔

ازواجِ مطہرات میں سے سب سے آخر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ۸۴ برس کی عمر میں وصال فرمایا آپ رضی اللہ عنہا سے ۳۷۸ احادیث مروی ہیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام رملہ اور کنیت ام حبیبہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا پہلے عبداللہ بن جحش کے نکاح میں آئیں پھر دونوں نے اسلام قبول کیا اور حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی ایک بیٹی حبیبہ پیدا ہوئیں پھر عبداللہ نے عیسائی مذہب قبول کرلیا اور حبشہ ہی میں مرگیا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی کے ذریعے نکاح کا پیغام بجھوایا جسے انہوں نے بخوشی قبول فرمایا چنانچہ نجاشی بادشاہ نے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کردیا آپ رضی اللہ عنہا کا ۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں وصال ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا سے ۶۵ احادیث مروی ہیں۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ:

آپ رضی اللہ عنہا آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی زاد تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے متبنیٰ (منہ بولے بیٹے) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کیا لیکن چند وجوہات کی بناء پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ عدت گزرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کا پیغام بجھوایا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ میں استخارہ کرکے جواب دونگی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

"پس جب زید نے اس کی حاجت پوری کرلی ہم نے اس کو تجھ سے بیاہ دیا تاکہ

مومنوں پر ان کے لیے پالکوں کی بیویوں کی تنگی نہ ہو اور جب وہ ان سے حاجت پوری کرلیں اور امر الٰہی ہو کے رہتا ہے"۔ (سورۃ الاحزاب ع ۵)

چنانچہ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو گیا اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر ۳۵ سال تھی اس نکاح پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا دیگر ازواج پر فخر کیا کرتی تھیں کہ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کر دیا۔ اس نکاح میں یہ حکمت تھی کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ منہ بولے بیٹے کی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح جائز ہے۔

چونکہ جب یہ نکاح ہوا تو قریش مکہ نے شور مچا دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر دیا کیونکہ ان کے نزدیک منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا ہی سمجھا جاتا تھا چنانچہ یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں لیکن خدا کے پیغمبر اور خاتم النبیین ہیں اور تمہارے پالکوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا یہ تمہارے مونہوں کی بات ہے۔ (سورۃ الاحزاب ع ۵ ع ۱)

چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ جو زید بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہلاتے تھے اس کے بعد زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کہلانے لگے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بے حد فیاض تھیں ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواجِ مطہرات سے ارشاد فرمایا

"تم میں سے مجھ سے جلدی ملنے والی وہ ہے جس کا ہاتھ تم سب سے لمبا ہے"

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد جب ہم سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش نے وصال فرمایا اس وقت ہماری سمجھ میں آیا کہ ارشاد مذکور میں ہاتھ لمبا ہونا فیاضی کی طرف اشارہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ میں پچاس یا ترپن سال کی عمر میں وصال فرمایا آپ رضی اللہ عنہا سے گیارہ احادیث مروی ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد میں شہادت پائی تو اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح فرمالیا لیکن آپ رضی اللہ عنہا صرف دو تین مہینے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت مبارکہ میں رہ پائی تھیں کہ وصال فرما گئیں اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک تیس سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ جنت البقیع میں مدفن ہوئیں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد یہی ایک زوجہ تھیں جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں وصال فرمایا آپ رضی اللہ عنہ مسکینوں کو کثرت سے کھانا کھلانے کے سبب ام المساکین کی کنیت سے مشہور تھیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا:

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ام الفضل حضرت عباس بن عبدالمطلب کی بیوی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچی تھیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح مسعود بن عمرو سے ہوا مسعود نے انہیں طلاق دے دی تو آپ رضی اللہ عنہا کا دوسرا نکاح تو ابورہم بن عبدالعزی سے ہوا۔ اس کے انتقال کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کردیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا یہ نکاح مقام سرف میں ہوا اور مقام سرف میں ہی ان کا وصال ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا سے ۷۶ احادیث مروی ہیں۔

حضرت جویریہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا:

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح سافع بن صفوان سے ہوا جو غزوہ مریسیع میں قتل ہوا۔ اس غزوہ میں بہت سے قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے ان قیدیوں میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو حضرتؓ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں مگر انہوں نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے نو اُوقیہ سونے پر کتابت کرلی

پھر آپ رضی اللہ عنہا آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض گزار ہوئیں کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرا حال آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں ثابت بن قیس (رضی اللہ عنہ) کے حصے میں آئی ہوں اور میں نے ان سے نو اُوقیہ سونے پر کتابت کر لی ہے یہ رقم میرے مقدور سے زائد ہے چنانچہ میں آپ سے پر امید ہوں کہ آپ میرا مسئلہ حل فرما دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم اس سے بہتر چیز چاہتی ہو؟ انہوں نے پوچھا وہ کیا چیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تمہارا زر کتابت ادا کر دیتا ہوں اور تم سے نکاح کر لیتا ہوں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے اس پیشکش کو بخوشی منظور فرما لیا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے اس امر کا تذکرہ کیا جسے آپ رضی اللہ عنہ نے منظور فرمایا اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو گیا اس وقت حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی عمر بیس سال تھی آپ رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدل کر جویریہ رکھ دیا آپ رضی اللہ عنہا نے ۵ھ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفن ہوئیں آپ رضی اللہ عنہا نے سات احادیث روایت فرمائی ہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے سلام بن مشکم کے عقد میں آئیں پھر طلاق کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق سے نکاح ہوا غزوہ خیبر میں کنانہ قتل ہوا اور آپ رضی اللہ عنہا جنگی قیدیوں میں شامل ہوئیں جب غزوہ خیبر کے تمام قیدی جمع کیے گئے تو حضرت وحید کلبی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک لونڈی کیلئے عرض گزار ہوئے چنانچہ آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم وحید رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی چنانچہ حضرت وحید رضی اللہ عنہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے لیا اس کے بعد ایک صحابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفیہ رئیسہ قریظہ ونضیر کے قبیلے سے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے لائق ہیں چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت وحیہ رضی اللہ عنہ کو دوسری لونڈی عطا فرمادی اور خود حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا اور جب خیبر سے روانہ ہوئے تو مقام صہبا پہنچ کر رسم عروسی ادا کی گئی اور دعوت ولیمہ کی گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ۶۰ سال کی عمر میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے دس احادیث منقول ہیں۔

(زُرقانی علی المواہب، مدارج النبوت ج ۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باندیاں

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا:

آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں انہیں مصر کے حاکم اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس قبطی نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے تحائف کے ساتھ ارسال کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا بہت خوبصورت تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بہت محبت کرتے تھے ان ہی کے بطن سے حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تولد ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خاطر عوالی مدینہ میں ایک مکان بھی بنایا تھا (آج کل اسے مشربہ ام ابراہیم رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے) جہاں آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر تشریف لے جایا کرتے اور اپنی صحبت بابرکت کا شرف بخشتے تھے۔ (مدارج النبوت ج ۲)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر باندیوں کے نام درج ذیل پیش کیے جاتے ہیں
۱) حضرت ام رافع زوجہ ابورافع ۲) رضوی ۳) حضرت امیمہ ۴) حضرت دریحہ ۵) سائبہ ۶) ام ضمیرہ رضی اللہ عنہم (مدارج النبوت ج ۲)

آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کرام:

آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے تولد ہوئیں جبکہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تولد ہوئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں آپ رضی اللہ عنہا بعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئیں ان کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ کے بطن سے تھے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خواہش پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح بعثت سے قبل حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے کر دیا بعثت کا ظہور ہوتے ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور تمام صاحبزادیاں ایمان لے آئیں لیکن حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ اس وقت ایمان نہ لائے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے موقع پر کفار قریش نے زینب رضی اللہ عنہا کو گھیر لیا اور انہیں نیزہ سے ڈرا کر اونٹ سے گرا دیا آپ رضی اللہ عنہا اس وقت حاملہ تھیں چنانچہ اونٹ سے گرنے کے سبب آپ رضی اللہ عنہا کا حمل ساقط ہو گیا۔ اس کے چند روز بعد آپ رضی اللہ عنہا نے رات کے وقت ہجرت فرمائی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ سے لانے کیلئے بھیجا تھا ان کے ہمراہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینہ تشریف لے آئیں ان کے آنے کے بعد ایک سریہ میں ان کے شوہر حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ جو کہ بغرض تجارت ملک شام جا رہے تھے گرفتار ہوئے اور انہیں مدینہ لایا گیا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہ نے انہیں پناہ دی پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش پر حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو ان کے مال و اسباب سمیت آزاد کر دیا گیا۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے تمام مال مکہ پہنچ کر قریش مکہ کو واپس کر دیا اور علی الاعلان کلمہ شہادت پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب و حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا نکاحِ جدید فرما دیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ۸ ھ میں وصال فرمایا آپ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں ایک صاحبزادے علی تھے جو سن بلوغ سے قبل ہی وفات پا گئے اور ایک صاحبزادی

سہ تھیں جن سے آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے حد محبت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا:

پہلے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہن ام کلثوم کا نکاح ابولہب کے بیٹوں سے ہوا تھا لیکن رخصتی عمل میں نہ آئی تھی لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام دینا شروع کی تو ابولہب نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق دے دیں چنانچہ بیٹوں نے لعین باپ کا حکم مانتے ہوئے طلاق دے دی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا و حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حبشہ سے پھر واپس مکہ آئے اور مدینہ منورہ ہجرت کی۔ غزوہ بدر کے موقع پر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بے حد بیمار تھیں جس کے سبب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بدر میں شرکت نہ کر سکے جس روز حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر کی فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ منوہ پہنچے۔ اسی روز حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے وصال فرمایا اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر بیس سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کے ایک صاحبزادے عبداللہ ہجرت کے بعد حبشہ میں تولد ہوئے اور اپنی والدہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد چھ سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا:

حضرت ام کلثوم اپنی کنیت سے مشہور ہیں جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہا پہلے ابولہب کے بیٹے کے نکاح میں تھیں لیکن رخصتی نہ ہوئی تھی ابولہب کے کہنے پر اس کے بیٹے نے آپ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال فرما جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ۳ ھ میں کر دیا آپ رضی اللہ عنہا نے ۹ ھ

میں وصال فرمایا آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے لقب بتول اور زہرا سے بھی مشہور ہیں آپ رضی اللہ عنہا آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حد چہیتی ومحبوب ترین صاحبزادی تھیں آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت سے دوسرے سال آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کر دیا۔

آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے ارشاد فرمایا کرتے کہ فاطمہ میرا پارہ، گوشت ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خاتون جنت، اہل جنت عورتوں کی سردار تمام عورتوں میں افضل ترین عورت قرار دیا آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال فرما جانے کے بعد سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بے حد غمگین ورنجور رہنے لگیں اور انہیں کسی نے ہنستے ہوئے نہ دیکھا یہاں تک کہ آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد ہی ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ میں وصال فرما گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی خواہش ووصیت کے مطابق نہایت پردے کے اہتمام کے ساتھ رات کے وقت مدفون ہوئیں۔

سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد میں تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں حضرت محسن ورقیہ بچپن میں ہی وفات پا گئے ان کے علاوہ حضرت امام حسین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما حضرت ام کلثوم جن کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں جن کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم سے ہوا۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ:

آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک میں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ بعثت سے قبل پیدا ہوئے اور بعثت سے قبل ہی وفات پا گئے۔ دیگر روایات کے مطابق دو سال

یا سات یا تیرہ مہینے حیات رہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ''ابو القاسم'' ان ہی کے نام پر ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ:

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سب سے چھوٹے ہیں بعثت کے بعد پیدا ہوئے اور بچپن میں ہی وفات پا گئے طیب و طاہر کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ:

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے آخری اولاد حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے اس گھر میں تولد ہوئے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہنے کیلئے ان کی والدہ کو عطا کیا تھا۔ اس سبب سے اس مقام عالیہ کو مشرب اُم ابراہیم بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت کی خبر دی تو اس خوشی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک غلام عطا فرمایا ساتویں دن عقیقہ کیا اور سر کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کی اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے نام مبارک پر ابراہیم نام رکھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دیکھنے کیلئے عوالی مدینہ تشریف لے جایا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو گود میں لے کر چوما کرتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی حالت نزع کی اطلاع پہنچی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر وہاں پہنچے دیکھا کہ نزع کی حالت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں گود میں اٹھایا چشمانِ مبارک سے آنسو جاری ہو گئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ایسا کرتے ہیں! فرمایا ابن عوف! یہ رحمت و شفقت ہے پھر فرمایا ابراہیم ہم

تیری جدائی سے غمگین ہیں ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے متصل دفن فرمایا قبر پر پانی چھڑ کنے کا حکم فرمایا اور شناخت کیلئے ایک نشان قائم کر دیا۔ (مدارج النبوت) (سیرت رسول عربی علیہ وآلہ وسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص مبارکہ قرآن حکیم واحادیث مبارکہ کی روشنی میں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہونا:

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا

"بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب"

(پ ٦ المائدہ آیت ۱۵)

عام علماء کرام ومفسرین کرام کے نزدیک نور سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور روشن کتاب سے مراد قرآن حکیم ہے جبکہ محققین حضرات نے نور اور روشن کتاب دونوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد لیا ہے۔

علامہ آلوسی، حضرت ملا علی قاری، قتادہ، علامہ طیبی و دیگر مفسرین ومحققین کی رائے یہی ہے کہ نور سے مراد نور عظیم ہے جو سب نوروں کا نور سب نوروں کی اصل ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہتاب مبین (روشن کتاب) ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اسرار کے جامع ہونے کی وجہ سے "کتاب" ہیں اور تمام احکام احوال اور اخبار کے ظاہر کرنے کی وجہ سے "مبین" ہیں چنانچہ اس بات میں زرہ برابر شک نہیں کہ نور اور کتاب مبین دونوں کا اطلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صحیح ہے۔ (روح المعانی، شرح شفا ج ۱)

چنانچہ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہو آلہ وسلم ظاہری طور پر بشر لیکن سراپا نور ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی۔

''اے اللہ کر دے میرے لیے نور اور میرے لیے دل میں نور اور میری قبر میں نور اور میرے آگے نور نور میرے پیچھے نور اور میرے دائیں نور اور میرے بائیں نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور میرے کانوں میں نور اور میری آنکھوں میں نور اور میرے پاؤں میں نور اور میری جلد میں نور میرے گوشت میں نور اور میرے بالوں میں نور اور میری ہڈیوں میں نور اے اللہ میرے لیے بہت ہی زیادہ نور کر دے اور مجھ کو نور عطا کر دے اور مجھ کو نور رکھ۔ (ترمذی شریف کتاب الاعوان ج ۴ ص ۴۸۹)

واضح رہے کہ اس دعا سے مقصود یہ نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور نہ تھے بلکہ نور ہونے کی دعا مانگتے تھے بلکہ یہ دعا اس امر کو ظاہر فرمانے کیلئے تھی کہ حقیقتاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجسم نور ہیں۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز میں رب تعالیٰ سے دعا فرماتے: اھدنا الصراط المستقیم تو کیا معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت پر نہ تھے؟ حالانکہ قرآن حکیم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہدایت پر ہونے کا ثبوت پیش کر رہا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم

اور فرمایا

وانک لتھدی الی صراط مستقیم

تو معلوم ہوا کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت پر ہونے کے باوجود ہدایت پانے کی دعا فرماتے تھے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حصول نور کی دعا فرمانے سے پہلے بھی نور تھے۔ اسی لیے دعا میں ارشاد فرمایا ''مجھے نور رکھ'' اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجسم نور روشن ہیں اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اگر جسم کے آگے پیچھے دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے اندر باہر روشنی کر دیں تو جسم کے طول وعرض کے باوجود اس کا سایہ نہیں ہوگا اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا نور تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کا ہر ہر عضو نور تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے پیچھے دائیں بائیں اوپر

نیچے اندر باہر نور ہی نور تھا تو پھر سایہ کیسے ہو سکتا تھا چنانچہ ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور مجسم ہیں بلکہ قرآن حکیم کی رُو سے سراجاً منیرا ہیں۔

علم غیب پر مطلع ہونا:

قرآن حکیم واحادیث مبارکہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ما کان وما یکون یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے کل شئی کا تفصیلی علم عطا فرمایا ہے۔ دیکھئے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

''غیب کا جاننے والا وہی ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ہاں اگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو'' (سورۃ جن ص ۲۶)

ایک جگہ ارشاد فرمایا

''اور (اللہ) نے سکھا دیا آپ کو جو کچھ کہ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔'' (سورۃ النساء ص ۱۱۳)

پھر ارشاد فرمایا

''اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے''۔

(سورۃ النحل ص ۸۹)

ایک اور جگہ مذکور ہوا رحمٰن نے (اپنے محبوب کو) قرآن سکھایا۔

(سورۃ الرحمٰن ص ۱،۲)

ان آیات کریمہ سے بخوبی واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو بعض علم غیب عطا فرمایا ہے اور خصوصاً اپنے محبوب سیّدالانبیاء ومرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر چیز کا علم عطا فرما دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ جانتے تھے یعنی علم غیب یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو ہو گا سب سکھا دیا۔ کیونکہ غیب کا جان لینا بطریق اعلام یہ انبیاء کرام کی خصوصیات میں سے ہے لہٰذا کوئی امر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخفی نہیں کیونکہ قرآن پاک میں ہر شے کا روشن و تفصیلی بیان ہے اور تمام عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا بیان قرآن میں نہ ہو۔ شے ہر موجود کو

کہتے ہیں اور موجود میں لوح محفوظ بھی داخل ہے اور مکتوبات قلم بھی شامل ہیں اور چونکہ روز اول سے روز آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا تمام لوح محفوظ میں لکھا ہے اور اس کا واضع اور تفصیلی بیان قرآن پاک میں ہے اور جو کچھ قرآن پاک میں ہے اس کا مکمل علم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا تو اس میں کوئی شک نہ رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماکان و مایکون (جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا) کے عالم ہوئے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''ہم نے اس کتاب میں کوئی شئے اٹھا نہ رکھی'' پ ۷ (انعام ص ۳۸)

''اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے''۔

(النحل ص ۸۹)

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے اپنے رب عزوجل کو احسن صورت میں دیکھا میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا میں نے اس کے وصول فیض کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان محسوس کی پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں''۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۶۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم میں قیام فرما کر سب مخلوقات کی ابتداء سے لے کر جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی تمام خبریں دیں''۔

(بخاری شریف' مشکوٰۃ شریف)

حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ہر اس چیز کی خبر دے دی جو ہو چکی اور جو قیامت تک ہونے والی تھی''۔

(مسلم شریف ج ۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم تم ہم سے کسی چیز کے متعلق نہیں پوچھو گے مگر ہم یہاں کھڑے ہی اس کی خبریں

دیں گے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار فرمایا پوچھو! پوچھو! اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت جوش میں تھے"۔
(بخاری شریف ج ۱، مسلم شریف ج ۲)

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق کی ابتداء سے لے کر جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کی خبر رکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ پوچھ لو پوچھ لو واضح کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے کوئی شئے مخفی و پوشیدہ نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو احد پر چڑھے تو وہ ان کے ساتھ ہلا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹھوکر مار کر فرمایا احد ٹھہر جا اس لیے کہ تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما شہید ہوں گے۔ (بخاری شریف ج ۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ بدر سے ایک دن پہلے ہم لوگوں کو وہ تمام مقامات دکھا دیئے جہاں بدر کی لڑائی میں مشرکین قتل ہو کر گرنے تھے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا جو مقامات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کے قتل ہونے کے بتائے تھے کہ فلاں فلاں شخص اس اس جگہ قتل ہوگا جہاد ختم ہونے کے بعد وہ شخص وہیں پڑا ہوا ملا ان سے ذرا بھی تجاوز نہ ہوا (یعنی ایک انچ آگے نہ ایک انچ پیچھے) (مسلم شریف و مشکوٰۃ شریف)

(معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حد تک جانتے تھے کہ قتل ہونے والا مشرک قتل ہو کر کہاں گرے گا)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ان لوگوں کو شہید ہو جانے کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا کہ زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور شہید کیے گئے پھر جعفر نے جھنڈے کو سنبھالا اور وہ شہید ہوئے پھر ابن رواحہ نے جھنڈے کو لیا اور وہ بھی شہید کیے گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ واقعہ بیان فرما رہے تھے اور چشمان مبارک سے آنسو جاری تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اب جھنڈے کو اس شخص نے لیا جو اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے یعنی خالد بن ولید یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

(بخاری شریف ج۲)

(معلوم ہوا کہ ساری دنیا کے حالات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقف و باخبر ہیں کہ جنگ موتہ جو ملک شام میں ہو رہی تھی اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ملاحظہ فرما لیا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ یا مدینہ کے باغات میں سے کسی باغ میں تشریف لے گئے تو دو آدمیوں کی آواز سنی جن پر ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے مگر کسی بڑی بات پر نہیں پھر فرمایا ہاں (اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی بات ہے) ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھایا کرتا تھا"

(بخاری شریف ج۱)

(معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زمین کے اندر تک کے حالات مخفی نہیں یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق کے ہر کھلے اور چھپے ہوئے کام کو دیکھ رہے ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے اور کیا کرتا تھا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سورۃ مبارکہ اذا جاء نصر اللہ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے فرمایا:

''مجھے میری وفات کی خبر دی گئی ہے تو وہ رونے لگیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہ روؤ اس لیے کہ میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی تو وہ ہنس پڑیں''۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ امہات المومنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا کہ ہم میں کون سی بیوی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آخرت میں سب سے پہلے ملاقات ہو گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں یہ سن کر امہات المومنین نے ایک دوسرے کے ہاتھ ناپے تو پتا چلا کہ حضرت سودہ کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں لیکن بعد کے واقعات نے بتایا کہ لمبے ہاتھ ہونے سے مراد صدقہ دینے میں زیادتی تھی اور ہم میں سب سے پہلے انتقال کرنے والی حضرت زینب تھیں جو صدقہ دینے کو محبوب رکھتی تھیں''۔ (بخاری شریف ج ۱)

(معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب کا علم رکھتے تھے کہ کون کب وفات پائے گا)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ خیبر کے موقع پر فرمایا کل یہ جھنڈا میں ایک شخص کو دونگا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ (بخاری ج ۲، مشکوٰۃ)

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے روز جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا آپ رضی اللہ عنہ جھنڈا لے کر روانہ ہوئے اور خیبر فتح کر لیا۔ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئندہ ہونے والی فتح وشکست سے بھی بخوبی واقف ہیں اور یہ بھی علم رکھتے ہیں کہ فتح کس کے ہاتھ ہو گی۔

جیسا کہ پہلے یہ حدیث مبارکہ مذکور ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب پر یہ حدیث مبارکہ بخوبی وضاحت کر رہی ہے کہ رب تعالیٰ جو ہر نگاہ سے پوشیدہ ہے جس کی دید کیلئے انبیاء و ملائکہ مشتاق ہیں اور

فرش زمین و عرش بریں جس کی جستجو میں ہیں اس رب تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا جلوہ زیبا دکھایا اور اپنا غیبی وجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آشکارا کر دیا اور خود رب تعالیٰ کی ذات جو سب سے بڑا غیب ہے اس کا علم بھی اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرما دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصرف واختیار:

اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص مبارکہ میں سے ایک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصرف و اختیار بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو چاہیں جب چاہیں جیسا چاہیں کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات انسان و جنات زمین و آسمان چاند سورج شجر و حجر جانور چرند و پرند غرض ہر مخلوق کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع بنا دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان تمام چیزوں پر تصرف و اختیار عطا فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مکہ والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ آپ کوئی معجزہ دکھائیں تو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاند کے دو ٹکڑے فرما کر انہیں دکھایا یہاں تک کہ انہوں نے حرا پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ (بخاری شریف ج ۱)

(معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاند پر تصرف کی قوت عطا فرمائی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ فرماتے ہی چاند دو ٹکڑے ہو گیا)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صلح حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک پیالہ تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب دوڑ پڑے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہمارے پاس وضو کرنے اور پینے کیلئے پانی نہیں ہے مگر یہی جو آپ کے سامنے ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اسی پیالے میں رکھ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں کے

درمیان سے چشموں کی طرح پانی ابلنے لگا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم تمام لوگوں نے پانی پیا اور وضو کیا حضرت سالم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ حضرات کتنی تعداد میں تھے انہوں نے فرمایا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی کافی ہوتا اس وقت ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔ (بخاری شریف ج۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کردہ حدیث ملاحظہ فرمائیے کہ ایک مرتبہ جب وہ بہت بھوکے تھے اس حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں اپنے دولت کدے پر لے گئے وہاں ایک دودھ کا پیالہ رکھا ہوا تھا جو ہدیۃً کسی نے بھیجا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔نے فرمایا اے ابوہریرہ اصحاب صفہ کو میرے پاس بلالاؤ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ کو بلا لائے جن کی تعداد ۷۰ ستر کے قریب تھی جب وہ لوگ آ گئے اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ! پیالہ اٹھاؤ اور ان لوگوں کو دو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پیالہ اٹھا کر ایک کو دیا اس نے پیا یہاں تک کہ شکم سیر ہو گیا پھر اس کے بعد یکے بعد دیگرے پیتے پلاتے وہ پیالہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا اور سب اصحاب صفہ خوب سیر ہو چکے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ اب ہم اور تم باقی رہ گئے پھر فرمایا بیٹھ جاؤ اور پیو تو میں نے پیا فرمایا اور پیو تو میں نے پھر پیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر یہی فرماتے رہے کہ اور پیو تو میں اور پیتا رہا یہاں تک کہ میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ اب دودھ گزرنے کی بھی راہ باقی نہیں رہی اور وہ پیالہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور بسم اللہ پڑھ کر بچا ہوا دودھ پی لیا۔ (بخاری شریف)

(معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تصرف کی وہ قوت بخشی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مبارک انگلیوں کی گھائیوں سے دریا بہا سکتے ہیں اور چاہیں تو ایک پیالہ دودھ سے ستر بھوکوں کا پیٹ بھر دیں)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہجرت کے موقع پر میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری رات صبح تک چلتے رہے یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی۔اس اثناء میں ہمارا پیچھا کرتا ہوا سراقہ بن مالک آ گیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی ہمارے پیچھے آ گیا ہے فرمایا نہ ڈرو اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کیلئے دعا کی تو گھوڑا پیٹ تک سراقہ سمیت زمین میں دھنس گیا اس نے کہا میرے خیال میں آپ دونوں نے میری ہلاکت کی دعا کی ہے اب میری نجات کیلئے دعا کریں خدا کی قسم میں آپ کی تلاش میں پھرنے والوں کو واپس کر دونگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کیلئے دعا کی تو زمین نے اسے چھوڑ دیا۔(بخاری شریف ج ۱)

(معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قدرت کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے سے گھوڑا اپنے سوار سمیت پیٹ تک زمین میں دھنس گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہی چاہنے سے زمین نے اس کو چھوڑا)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ آب وگیاہ وادی یعنی میدان میں اترے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے لیکن پردے کی کوئی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ملی اچانک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ وادی کے کنارے دو درختوں پر پڑی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بحکم خدا میرے ساتھ چل وہ درخت اس اونٹ کی طرح چل پڑا جس کی ناک میں نکیل بندھی رہتی ہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس درخت کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی ایک شاخ پکڑ کر فرمایا اے درخت تو بھی بحکم الٰہی میرے ساتھ چل تو وہ بھی پہلے درخت کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان درختوں کے درمیان کسی جگہ میں پہنچے تو فرمایا کہ اے درختو تم دونوں بحکم الٰہی میں مل کر میرے لیے پردہ بن جاؤ تو دونوں ایک دوسرے سے مل گئے اور حضور صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان درختوں کے آڑ میں قضائے حاجت فرمائی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس عجیب واقعہ کو دیکھ کر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اچانک میری نگاہ اٹھی تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور دیکھا کہ دفعتاً وہ دونوں درخت جدا ہو کر چلے اور اپنے تنے پر کھڑے ہو گئے۔ (مسلم شریف)

(معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے درختوں پر بھی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تصرف عطا فرمایا ہے کہ وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر فرمان ہیں)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خالو حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے پہلے ہی قربانی کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تمہاری وہ بکری گوشت کیلئے ہوئی انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس ایک موٹا تازہ چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے فرمایا اسی کو ذبح کر دو اور تمہارے سوا کسی کیلئے ایسا کرنا درست نہ ہوگا"۔ (بخاری شریف ج ۲)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا پھر اعرابی نے گھوڑا فروخت کر دیئے جانے سے انکار کر دیا تو حضرت خذیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے کہا اے اعرابی میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے گھوڑا بیچ دیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے خزیمہ! تم کیسے گواہی دیتے ہو (جبکہ خریداری کے وقت تم موجود نہیں تھے) تو حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں حضور کی تصدیق آسمانی خبروں پر کرتا ہوں تو اس اعرابی پر تصدیق کیوں نہ کروں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر کر دیا اور حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ اسلام میں کسی مرد کیلئے جائز نہ ہوا کہ اس کی گواہی دو مردوں کی گواہی قرار دی گئی۔ (خصائص الکبریٰ ج ۲)

(معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احکام شرعیہ پر بھی اختیار عطا فرمایا تھا ورنہ قربانی میں چھ ماہ کے بکری کے بچے کی قربانی جائز نہیں اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ کسی شخص کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دیا جائے لیکن

اللہ تعالٰی کے عطا کردہ تصرف واختیار کے سبب اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا تو اسے جائز قرار دے دیا)

ایک روز حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور فرمایا کہ آج میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور بھوک کے سبب متغیر دیکھا ہے کیا تیرے پاس کھانے کو کچھ موجود ہے؟ بیوی نے کہا واللہ اس بکری اور کچھ بچے ہوئے آٹے کے سوا کچھ نہیں ہے چنانچہ اسی وقت بکری کو ذبح کیا اور جلدی جلدی گوشت اور روٹیاں تیار کیں جب کھانا تیار ہو گیا تو ایک بڑے پیالے میں رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کھانا پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے جابر اپنی قوم کو جمع کر لے پس میں ان کو لے کر حاضر ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا ان کو جدا جدا ٹولیاں بنا کر میرے پاس بھیجتے رہو اس طرح وہ کھانے لگے ایک ٹولی سیر ہو جاتی تو وہ نکل جاتی اور دوسری آ جاتی یہاں تک کہ سب کھا چکے اور برتن میں جتنا پہلے تھا اتنا ہی سب کے کھانے کے بعد تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کھاؤ اور ہڈی نہ توڑو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برتن کے بیچ میں ہڈیوں کو جمع کیا اور ان پر دست مبارک رکھا اور کچھ کلام پڑھا ناگاہ وہ بکری کان جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اپنی بکری لے جا میں بکری لے کر بیوی کے پاس لے آیا یہ سب ماجرا سن کر وہ کہنے لگی میں گواہی دیتی ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(بیہقی، دلائل النبوۃ، خصائص الکبریٰ، زُرقانی علی المواہب ج ۵)

سبحان اللہ معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مردے زندہ کرنے کی بھی قدرت عطا فرمائی تھی مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمایئے۔

کہ وہ بکری جسے ذبح کر کے پکایا جا چکا ہے یہاں تک کہ صحابہ کرام نے اسے تناول بھی فرما لیا صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں ان ہڈیوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھا تو وہ بکری دوبارہ زندہ ہو گئی یہ واقعہ آپ کی شان قدرت کا عظیم ثبوت ہے۔

حاضر و ناظر

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے نبی بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب''۔ (الاحزاب ص۴۶)

شاہد کے معنی ہیں حاضر و ناظر اور علامہ شامی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ حاضر ہونا جانے کے معنی میں مشہور ہے اور ناظر ہونا دیکھنے کے معنی میں ہے۔ (ردالمختار ج۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''اللہ نے میرے لیے دنیا کے پردے اٹھا دیئے ہیں تو میں دنیا کو اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھتا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو''۔ (زُرقانی علی المواہب ج۷)

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر ناظر ہیں جبھی جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اور جو قیامت تک ہونے والا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے اس طرح جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں جیسے اپنی ہتھیلی)

قرآن حکیم میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد کے نام سے یاد کیا گیا اور شاہد کے معنی گواہ کے ہیں اور شاہد یعنی گواہ وہی ہوتا ہے جو واقعہ کے وقت موجود بھی ہو اور دیکھ بھی رہا ہو اور تمام تر معاملہ سے بخوبی واقفیت رکھتا ہو۔

ارشاد خداوندی ہے:

''اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کیلئے حاضر لائیں گے''۔

ایک اور جگہ مذکور ہوا:

''اور جس دن ہم ہر امت سے ایک ایک گواہ جوان ہی میں سے ہوگا ان کے مقابلے میں قائم کریں گے اور ان لوگوں کے مقابلے میں آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے۔'' (سورۃ النحل پ ۱۴)

پھر ایک اور جگہ ارشاد ہوا

''اور بے شک ہم نے تمہارے پاس ایک رسول بھیجا جو تم پر حاضر و ناظر ہو گا''۔ (سورۃ المزمل پ ۲۹)

ان آیات کریمہ سے بخوبی واضح ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر ہیں اور سب کچھ ملاحظہ فرما رہے ہیں چنانچہ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن نہ صرف اپنی امت بلکہ دوسرے انبیاء کی امتوں کے اعمال کی گواہی بھی دیں گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وصف ''شاہد'' کی تفسیر یوں بیان فرمائی گئی کہ ہم نے بھیجا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد (حاضر و ناظر) بنا کر ان سب پر جن کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول بنا کر بھیجے گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے احوال کی نگہبانی کرتے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور ان کے گواہ بنتے ہیں ان تمام چیزوں پر جو ان سے صادر ہوئیں تصدیق سے اور تکذیب سے اور باقی ان تمام چیزوں سے جن پر وہ ہیں ہدایت و گمراہی سے اور آپ اس کو شہادۃ کو ادا فرمائیں گے قیامت کے دن ان تمام باتوں میں جو ان کے لیے مفید اور مضر ہوں گی''۔

(تفسیر سورۃ الاحزاب ص ۴۶، تفسیر ابوالسعود علی الکبیر ج ۷، تفسیر جمل ص ۴۴۲، روح المعانی ص ۴۲)

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق کو ملاحظہ فرما رہے ہیں جیسا کہ احادیث مبارکہ میں مذکور ہوا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ نے میرے لیے زمین کو سمیٹا (یعنی سمیٹ کر مثل ہتھیلی کر دیا) یہاں تک کہ میں نے ساری زمین اور اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا''۔

(مسلم شریف ص ۳۹۰)

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے اور میں اس کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۵۸۷، مسلم شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کو شہادت کی خبر آنے سے پہلے ان لوگوں کے شہید ہو جانے کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا کہ زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور شہید کیے گئے پھر جعفر نے جھنڈے کو سنبھالا اور وہ بھی شہید ہوئے پھر ابن رواحہ نے جھنڈے کو لیا اور وہ بھی شہید کیے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ واقعہ بیان فرما رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اب جھنڈے کو اس شخص نے لیا جو اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے یعنی خالد بن ولید نے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۶۱۱)

یعنی جنگ موتہ جو ملک شام میں ہو رہی تھی اس کے سارے حالات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں بیٹھے بیٹھے ہی صحابہ کرام کو بتا دیئے جو شہید ہوتا جاتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتاتے جا رہے تھے۔

اسی اثناء میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسکرانے کا سبب پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اپنے دوستوں کے قتل ہو جانے پر غمگین ہوا مگر اب انہیں جنت میں ایک دوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر خوشی سے مسکرایا ہوں۔ (خصائص الکبریٰ ج ۱)

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ سے کائنات اور کائنات سے باہر کوئی چیز مخفی نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا حق ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ یا مدینہ کے کسی باغ میں تشریف لے گئے تو دو آدمیوں کی آواز سنی جن پر ان کی

قبروں میں عذاب ہو رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے مگر کسی بڑی بات پر نہیں ہاں اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھایا کرتا تھا"۔ (بخاری شریف)

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین کے اندر تک کے حالات کو ملاحظہ فرما رہے ہیں اور مخلوق کے ہر ظاہر و پوشیدہ اعمال کو دیکھ رہے ہیں کہ کس وقت کون کیا کر رہا ہے اور پہلے کیا کرتا تھا جب ہی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عذاب قبر کا بھی مشاہدہ فرما لیا اور یہ بھی بتا دیا کہ ان میں سے ایک چغلی کھایا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بخدا مجھ پر نہ تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور نہ رکوع میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں"۔ (بخاری شریف)

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے پیچھے اوپر نیچے اندھیرے اجالے میں یکساں دیکھتے ہیں اور خشوع جو دل کی ایک کیفیت کا نام ہے اور کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے بھی ملاحظہ فرماتے ہیں ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جس طرح میں آگے دیکھتا ہوں اسی طرح پیچھے بھی دیکھتا ہوں" (مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ ناگہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ" حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے کس کو سلام کا جواب دیا ہے؟ فرمایا جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اوپر سے گزرے ہیں انہوں نے مجھے سلام کیا جس کا میں نے جواب دیا ہے"

(خصائص الکبریٰ ج ۱، المستدرک ج ۳)

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات میرے ہاں تشریف فرما تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسب معمول نماز تہجد کیلئے اٹھے اور وضو کرنے کی جگہ تشریف لے گئے تو میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں تیرے پاس پہنچا اور تو مدد کیا گیا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کر کے باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے سنا ہے کہ آپ نے تین مرتبہ لبیک اور تین مرتبہ نصرت فرمایا ہے گویا کہ آپ کسی انسان سے کلام فرما رہے ہیں کیا آپ کے پاس کوئی تھا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ راجز مجھ سے فریاد کر رہا ہے۔ (اصابہ ج ۲' طبرانی صغیر)

واقعہ یہ تھا کہ

قریش مکہ نے جب مسلمانوں کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا تو اس وقت عمر بن سالم راجز نے مکہ مکرمہ سے فریاد کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ سے ان کی فریاد کو سنا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش پر چڑھائی کی اور مکہ فتح ہو گیا۔

چنانچہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ہر لمحہ ہر ہر شئے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے جب مدینہ شریف کے قریب پہنچے تو سخت آندھی آئی قریب تھا کہ وہ مسافر کو دفن کر دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آندھی ایک منافق کی موت پر بھیجی گئی ہے جب مدینہ منورہ پہنچے تو اس روز ایک بہت بڑا منافق مر چکا تھا۔ (مسلم شریف و مشکوۃ شریف)

مذکورہ بالا تمام احادیث مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق پر حاضر و ناظر ہیں ہر چیز ملاحظہ فرما رہے ہیں اور ہر بات خواہ دل کے اندر ہی کیوں نہ ہو اسے جانتے ہیں اور تمام مخلوق کو اپنی بصر یا بصیرت مبارکہ سے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

تذکرہ حضرت آدم علیہ السلام

اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق فرمانے سے پہلے فرشتوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا

''اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔'' (پ ا البقرہ آیت ۳۰)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے تخلیق آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل فرشتوں کو آگاہ فرما دیا کہ میں آدم (علیہ السلام) کو پیدا کرنے والا ہوں جو میرا خلیفہ و نائب ہوگا۔

فرشتوں نے تعجب کرتے ہوئے اللہ عزوجل سے استفسار کیا؟

''کیا ایسے کو نائب کرے گا جو ان میں فساد پھیلائے گا اور خونریزیاں کرے گا اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں۔''

(پ ا البقرہ، آیت ۳۰)

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ چونکہ اللہ عزوجل نے فرشتوں کو پہلے ہی یہ علم دے رکھا تھا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی اولاد کی تخلیق میں آگ مٹی ہوا پانی کی آمیزش ہوگی جو کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لہٰذا فرشتوں نے یہ قیاس کیا کہ ان مخالف عناصر اربعہ کی آمیزش کے سبب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں فتنہ و فساد برپا ہوگا جبکہ اللہ عزوجل کا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی اولاد کو اپنے نائب و خلیفہ بنانے کا مقصد بھلائی پھیلانا اور اللہ عزوجل کے احکام مخلوق تک پہنچانا

ہے پھر کیونکر یہ کام ہو سکے گا۔

فرشتوں کے استفسار سے متعلق علماء کرام کی رائے:

ابن ابو حاتم کی روایت کے مطابق جو انہوں نے ابو جعفر اور باقر سے لی فرشتوں کا استفسار اس سبب سے تھا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کی خونریزی و فساد کے متعلق معلومات انہیں ھاروت ماروت فرشتوں نے دی تھیں اور انہوں نے یہ معلومات ایک فرشتے جس کا نام "سجل" تھا اور ان سے آگے قیام رکھتا تھا سے حاصل کی تھیں۔

جبکہ حضرت حسن کی رائے کے مطابق فرشتوں کو الہام ہوا تھا کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد زمین میں خونریزی کرے گی۔

اس لیے فرشتوں نے اللہ عزوجل سے استفسار کیا کہ کیا ایسے خونریزی کرنے والوں اور فساد پھیلانے والوں کو اپنا نائب و خلیفہ بنائے گا اور اگر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولاد آدم کی تخلیق عبادت کی غرض سے ہے تو ہم ایک لمحے کے لیے تیری عبادت تسبیح سے غافل نہیں ہوتے نہ ہی کوتاہی برتتے ہیں ہر ہر لمحہ تیری حمد و ثناء میں مصروف رہتے ہیں۔

اللہ عزوجل نے فرشتوں کے اس استفسار پر ارشاد فرمایا

"فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔" (پ ا سورۃ البقرہ آیت ۳۲)

یعنی اے فرشتوں میں اس حقیقت سے خوب واقف ہوں جس سے تم واقف نہیں میں آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی تخلیق کی بابت اس حقیقت کو جانتا ہوں جس کا تم علم نہیں رکھتے محض میری تسبیح وتہلیل اور عبادت منصب خلافت کا معیار نہیں تم عنقریب دیکھ لو گے کہ آدم کی نسل سے فتنہ و فساد پھیلانے والے ہی نہیں بلکہ بزرگ ہستیاں جلیل القدر انبیاء و مرسلین اور نیک صالح متقی پرہیزگار عبادت گزار صدیق شہداء عابد و زاہد ہستیاں بھی پیدا ہوں گی جو قیامت تک اس منصب خلافت کو بہ احسن وخوبی سنبھالیں گی اور جن کے سبب زمین پر نیکیاں اور بھلائیاں خوب پھلے پھولیں گی۔

پھر اللہ عزوجل نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے علم و معرفت سے آگاہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

"اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیاء کے) نام سکھائے پھر سب (اشیاء) کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔"

(پ ا سورۃ بقرہ نمبر ۳۱)

یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام تر علوم عطا فرمادیئے جو ان کے شرف وعلم ومعرفت کی دلیل ہیں جبکہ فرشتے اپنی ہر ہر لمحہ عبادت، تسبیح وتہلیل حمد وثناء کے باوجود اس شرف و بزرگی کے مقابل بھی نہیں۔

علم آدم سے متعلق مختلف اقوال:

جیسا کہ حضرت ابن عباس، حضرت عکرمہ، حضرت قتادہ حضرت مجاہد اور ابن جبیر رضی اللہ عنہم نے ارشاد فرمایا

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو (آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام) تمام چیزوں کے نام کا علم عطا فرمایا یہاں تک کہ بڑے اور چھوٹے پیالے کے نام بھی بتائے۔"

(تفسیر ابی السعود ج ۶ ص ۸۴)

حضرت امام رزاق تحریر فرماتے ہیں کہ فرشتوں کا استفسار یا تو مخفی حکمت کا پتہ چلانے کے لیے تھا یا پھر تعجب کے سبب تھا کہ جو فساد پھیلانے والے ہوں گے ان سے زمین کو آباد کرنا اور اس میں (بھلائیوں کی) صلاحیت پیدا کرنا کیونکر ممکن ہوگا۔

(روح المعانی ج ا ص ۲۲۱)

حضرت مجاہد ارشاد فرماتے ہیں کہ

"اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام نام سکھا دیئے حتیٰ کہ کھانے پینے کے برتن، ہنڈیا کھمبی اور دوسری تمام چھوٹی چھوٹی چیزوں کے نام بھی اور دنیا میں کوئی چیز ایسی نہ ہوگی جس کا نام نہ سکھایا گیا ہو۔" (ابن کثیر)

بعض حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف اس قول کو منسوب کرتے ہیں کہ

"حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے "ما کان و مایکون" (جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونا ہے) کا علم عطا فرمایا۔" (تذکرۃ الانبیاء)

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
"آپ (حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو تمام چیزوں کی صفات اور نعمتیں اور خواص تک کا علم عطا فرما دیا گیا تھا۔" (روح المعانی، ج ا ص ۲۲۴)

علامہ آلوسی ارشاد فرماتے ہیں:
"میرے نزدیک حق یہ ہے اور تمام اللہ والے بھی اسے ہی حق مانتے ہیں اور منصب خلافت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ (آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو تمام اشیاء کے اسماء کا علم عطا کیا گیا ہے۔" (تذکرۃ الانبیاء)

"آپ علیہ السلام کو تمام چیزوں کو علم دیا گیا یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں سے ایک ایک جنس آپ کو دکھا دی اور اس کا نام بتا دیا۔ مثلاً گھوڑا دکھا کر بتایا گیا کہ اسے گھوڑا کہتے ہیں اور اونٹ دکھا کر بتایا گیا کہ اسے اونٹ کہتے ہیں۔ اسی طرح ایک ایک چیز دکھا کر اس کے نام بتا دیئے گئے۔" (تفسیر مدارک ص ۲۵)

شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی ارشاد فرماتے ہیں۔
"آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ آپ کو تمام چیزوں کے نام ہر زبان میں بتا دیئے گئے تھے اور وہی زبانیں آپ علیہ السلام کی اولاد میں متفرق طور پر پائی جاتی ہیں۔ یعنی ایک چیز کا نام آپ کو ہر ہر زبان میں بتایا جو زبانیں بھی ایجاد ہونی تھیں آپ کو ان کا نام اور علم پہلے ہی عطا کر دیا گیا۔" (صاوی، حاشیہ جلالین ص ۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "قیامت کے روز اہل ایمان جمع ہوں گے اور کہیں گے کہ کیوں نہ حضور باری تعالیٰ میں کسی کو اپنا شفیع بنائیں وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے آپ ابوالبشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور فرشتوں کو آپ کے حضور سجدہ کرنے کا حکم دیا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے ......" (صحیح بخاری، وصحیح مسلم)

مذکورہ بالا تمام اقوال و حدیث مبارکہ کی روشنی میں بخوبی معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ

نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام اشیاء اور ان کے ناموں کا علم عطا کر دیا خواہ وہ پہلے پیدا ہو چکی ہوں یا بعد میں پائے جانے والی ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو تمام تر لذات اور ان کے افعال سے متعلق تمام تر علم عطا فرما دیا اور کوئی چیز ایسی نہیں جس سے آپ علیہ السلام کو بے خبر رکھا گیا ہو۔

تخلیق حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام
قرآن حکیم کی روشنی میں

(۱) اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے متعلق ارشاد فرمایا ''بے شک ہم نے تمہارے اصل آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو مٹی سے پیدا کیا۔'' (پ ۱۷)

(۲) ''جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بناؤں گا۔'' (پ ۲۳ سورۃ ص آیت ۷۱)

(۳) ''اس نے آدمی کو بنایا بجتی مٹی سے جیسے ٹھیکری۔''

(پ ۲۷، الرحمٰن آیت ۱۴)

(۴) ''اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔'' (پ ۱ البقرہ آیت ۳۰)

(۵) ''عیسیٰ کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ (پ ۳ سورہ اٰل عمران آیت ۵۹)

(۶) ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں یک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت پھیلا دیئے۔''

(النساء:۱)

(۷) ''وہی ۔۔ جس نے تمہیں یک جان سے پیدا کیا اسی میں سے اس کا جوڑا

بنایا کہ اس سے چین پائے۔" (پ۹ سورۃ اعراف، آیت ۱۸۹)

(۸) "اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔" (پ۲۶، سورۃ الحجرات آیت ۱۳)

(۹) "اور بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہارے نقشے بنائے پھر ہم نے ملائکہ سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو۔" (پ۸، سورۃ الاعراف آیت ۱۱)

(۱۰) "ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔" (پ۱۶، سورۃ طٰہٰ آیت ۵۵)

(۱۱) "بے شک ہم نے انسان کو سیاہ خشک متغیر کیچڑ سے پیدا کیا۔"

(پ۱۴، الحجر آیت ۲۶)

(۱۲) "بے شک ہم نے انسانوں کو چپکتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔"

(پ۲۳ الصافات آیت ۱۱)

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تخلیقی مراحل کا بخوبی اندازہ ہوگیا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق کے لیے پہلے خشک مٹی لائی گئی پھر اسے گوندھ کر کیچڑ کی شکل دی گئی اس کے بعد اسے چپکنے والی مٹی بنا کر پڑا رہنے دیا یہاں تک کہ مٹی خشک ہوگئی اس کی بو متغیر ہوگئی اور خشک کرنے کے سبب بجنے لگی یہاں تک کہ مزید رکھے رہنے پر ٹھیکری کی طرح ہوگئی۔

تخلیق آدم علیہ السلام احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

تخلیق آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق احادیث مبارکہ کتب وحدیث میں موجود ہیں جن میں سے چند درذیل پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو تمام روئے زمین پر سے گئی ایک مشت خاک سے پیدا فرمایا پس آدم علیہ السلام کی اولاد زمین کے موافق پیدا ہوئی کوئی ان میں سے سفید ہے کوئی سرخ ہے کوئی سیاہ ہے اور کوئی سانولا کوئی

سخت مزاج ہے کوئی خوش مزاج ہے لور کوئی معتدل طبیعت کا (اسی طرح کوئی برا ہے کوئی نیک ہے اور کوئی ملی جلی طبیعت رکھتا ہے۔") (ترمذی وابوداؤد شریف)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا پھر اس مٹی کو کیچڑ میں تبدیل کر کے ایک عرصے تک کے لیے چھوڑ دیا اور جب وہ کیچڑ بدبودار گارا بن گئی تو اللہ تعالیٰ نے مختلف مراحل سے گزارا اور ایک خاص شکل وصورت دے دی پھر اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ ٹھیکرے کی طرح کھنکھنانے لگی پھر اللہ تعالیٰ نے اس جسد خاکی میں اپنی روح پھونکی۔" (ترمذی، نسائی)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو آپ علیہ السلام کا قد ساٹھ گز لمبا تھا اور اس وقت سے اب تک مخلوق کی قد وقامت میں کمی ہوتی آئی ہے۔

(بخاری شریف)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آدم علیہ السلام کے قد کی لمبائی ساٹھ گز اور جسم کی چوڑائی سات گز تھی۔"

(مسند احمد)

(۵) ابن مسعود اور کئی صحابہ سے روایت ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا تا کہ ابلیس اس کے مقابلے پر تکبر نہ کر سکے پس اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہ چالیس سال تک مٹی کا ایک جسم رہا۔ جب رب قدیر نے اس جسم میں روح پھونکی اور روح آدم علیہ السلام کے سر میں پہنچی تو انہوں نے چھینک ماری اس پر فرشتوں نے کہا (اے مخلوق خدا) الحمد للہ کہہ آدم علیہ السلام نے الحمد للہ کہا اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (رحمت) تیرے رب نے تجھ پر رحمت کی۔" (ترمذی)

احوال تخلیق آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام:

شاہ عبدالعزیز اپنی تفسیر (عزیزی) میں تحریر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو زمین پر یہ حکم دے کر بھیجا کہ جاؤ تخلیق آدم کے لیے مٹی لے کر آؤ۔ جب حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین پر تشریف لائے اور مٹی اٹھانے لگے تو زمین نے آہ وزاری شروع کر دی اور بڑی عاجزی وانکساری سے کہنے لگی کہ میری مٹی سے بننے والے اشخاص نے اگر خونریزیاں اور فتنہ وفساد برپا کیا اور اس سبب سے جہنم میں ڈالے گئے تو مجھے سخت تکلیف ہوگی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام زمین کی گریہ وزاری، آہ وفغاں سن کر واپس آ گئے اور اللہ عزوجل کے حضور تمام قصہ بیان کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو بھیجا، ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا پھر حضرت میکائیل علیہ السلام آئے وہ بھی واپس چلے گئے یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام کو بھیجا۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام کے سامنے بھی زمین نے وہی گریہ وزاری کی عاجزی وانکساری کا مظاہرہ کیا اور وہی گفتگو کی لیکن آپ نے زمین کی ایک نہ سنی اور فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جسے میں ضرور پورا کروں گا اور اس طرح حضرت عزرائیل علیہ السلام نے زمین کی آہ وفغاں کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور حکمِ الٰہی کے مطابق ایک مشت خاک لے کر رب عزوجل کے حضور حاضر ہو گئے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ

"بے شک اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تمام زمین سے ایک مٹھی بھر مٹی لے آؤ۔ اس مٹی میں ہر قسم کے ذرات شامل کیے گئے سرخ رنگ سفید رنگ، سیاہ رنگ اور ان کے درمیان رنگ والی مٹی لی گئی۔ اسی طرح کچھ مٹی نرم زمین سے لی گئی اور کچھ سخت سے ایسے ہی طیب وخبیث مٹی کو شامل کیا جتنے قسم کے رنگوں والی مٹی آپ علیہ السلام کے جسم میں لگائی گئی آپ کی اولاد میں اتنے ہی رنگ پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح کوئی نرم دل اور کوئی سخت دل کوئی نیک اور کوئی برے۔"

غرضیکہ جب حضرت عزرائیل علیہ السلام مٹی لے کر اللہ عزوجل کے حضور پہنچے تو انہیں اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ اس مٹی کو صفا ومروہ پہاڑیوں کے پاس رکھ یعنی جہاں آج

کعبہ شریف موجود ہے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو وہاں مٹی رکھنے کا حکم دیا پھر رب تعالیٰ نے چالیس دن تک اس پر بارش برساتا رہا انتالیس دن غم و رنج کا پانی اور ایک دن خوشی کا پانی۔ یہی وجہ ہے کہ انسان غم و رنج زیادہ درپیش رہتے ہیں جبکہ خوشی و مسرت کم ہی حاصل ہو پاتی ہے۔

پھر اس مٹی کو خشک فرمایا یہاں تک کہ کھنکنے لگی پھر اللہ تعالیٰ نے اسے شکل و صورت عطا فرمائی چونکہ فرشتوں نے اس سے قبل ایسی مشکل و صورت نہ دیکھی تھی چنانچہ وہ اس پتلے کے اطراف پھرتے اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے۔

(تفسیر عزیزی و تفسیر نعیمی ج ۱ ص ۲۵۰)

پھر جب اللہ عزوجل نے چاہا تو اس پتلے کو گوشت پوست کا جامعہ پہنایا اور روح کو حکم دیا کے آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے قالب میں داخل ہو کر تمام جسم میں پھیل جا چنانچہ روح قالب میں سر مبارک سے داخل ہونے لگی تو جسم کو اندر سے تنگ و تاریک پایا چنانچہ اندر داخل نہ ہوئی تب نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں امانت رکھا گیا یہاں تک کہ قالب جگمگا اٹھا اور روح آنکھوں کے راستے اندر داخل ہونے لگی جب سر مبارک میں پہنچی تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھینک آئی اور جب یہ روح زبان پر پہنچی تو آپ نے الحمد اللہ پڑھا اور جواب میں اس رحیم و کریم رب عزوجل نے فرمایا یرحمک اللہ اور فرمایا میں نے تمہیں اپنی حمد کے لیے ہی پیدا کیا ہے جب روح کمر مبارک تک پہنچی تو آپ علیہ السلام نے اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن آپ علیہ السلام گر پڑے کیونکہ روح ابھی نیچے والے حصے تک نہیں پہنچی تھی اسی لیے اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا

"آدمی بڑا جلد باز ہے"۔ (پارہ ۱۵، آیت ۱۱)

پھر روح آپ علیہ السلام کے جسم مبارک کے تمام حصوں میں پھیل گئی پھر اللہ عزوجل نے آپ علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ آپ فرشتوں کو سلام کیجئے آپ علیہ السلام نے فرمایا السلام و علیکم فرشتوں نے آپ علیہ السلام کے سلام کے جواب میں فرمایا و علیکم السلام

پھر اللہ عزوجل نے فرمایا سلام کا یہی طریقہ آپ کے اور آپ کی اولاد کے لیے ہے پھر آپ علیہ السلام نے عرض کیا میری اولاد کون سی ہوگی؟ تو آپ علیہ السلام کی تمام اولاد کو آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا یہاں تک کہ ان کے اعمال و انجام سے بھی مطلع فرما دیا گیا۔ (تفسیر نعیمی و خازن)

جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر ان کی پیٹھ پر اپنا دست قدرت پھیرا اور آپ کی اولاد کو ظاہر فرمایا پھر فرمایا میں نے ان کو جنت کے لیے پیدا کیا اور یہ جنت والوں کا عمل کریں گے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت آپ کی پیٹھ پر پھیرا اور آپ کی باقی اولاد کو باہر نکالا اور فرمایا ان لوگوں کو میں نے جہنم کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ جہنمیوں والے عمل کریں گے۔" (ترمذی شریف و ابوداؤد، مشکوٰۃ)

جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کی اپنے دست قدرت سے تخلیق فرما کر ان میں اپنی روح پھونکی تو فرشتوں کو حکم ہوا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کریں تو تمام فرشتوں نے حکم الٰہی بجالاتے ہوئے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ اس نے تکبر کے سبب سجدہ کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ جب شیطان نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اپنے درمیان موازنہ کیا تو اس نے اپنے آپ کو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل پایا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے جبکہ اسے آگ سے بنایا گیا ہے اسی لیے اس نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اس نافرمانی کے سبب ابلیس لعین قرار دیا گیا۔

احوال سجود ملائکہ قرآن حکیم کی روشنی میں:

یہ واقعہ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر بیان فرمایا گیا ہے جیسا کہ درج ذیل آیات مبارکہ سے ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا

(۱) "اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا

سوائے ابلیس کے کہ متکبر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔"

(پ ا سورۃ البقرہ نمبر ۳۴)

(۲) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا

"اور بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہارے نقشے بنائے پھر ہم نے ملائکہ سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو وہ سب سجدے میں گرے مگر ابلیس یہ سجدہ والوں میں نہ ہوا فرمایا کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا فرمایا تو یہاں سے اتر جا تجھے نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر غرور کرے تو ہے ذلت والوں میں۔" (سورۃ الاعراف نمبر ۱۱)

(۳) "اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں بجتی مٹی سے جو بدبودار سیاہ گارے سے ہے تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گرے۔ سوائے ابلیس کے اس نے سجدہ والوں کے ساتھ نہ مانا فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں سے الگ رہا۔ بولا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی مٹی سے بنایا جو سیاہ بدبودار گارے سے تھی فرمایا تو جنت سے نکل جا تو مردود ہے اور بے شک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔" (پ ۱۳، سورۃ الحجر آیت ۲۸ تا ۳۵)

(۴) "اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے بولا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا۔" (پ ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۶۱)

(۵) "اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے قوم جن سے تھا تو اپنے رب کے حکم سے نکل گیا۔"

(پ ۱۵ سورۃ الکہف آیت ۵۰)

(۶) ''اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب سجدہ میں گرے مگر ابلیس اس نے نہ مانا۔'' (پ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۶)

(۷) ''جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بناؤں گا پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکوں تو تم اس کے لیے سجدے میں گرنا تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا ایک ایک نے کہ کوئی باقی نہ رہا مگر ابلیس نے اس نے غرور کیا اور وہ تو تھا ہی کافروں میں فرمایا اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کے لیے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تجھے غرور آ گیا یا تو تھا ہی مغروروں میں بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو راندھا (لعنت کیا) گیا اور بے شک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک۔'' (پ۲۳ سورۃ ص آیت ۷۰-۷۸)

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے خوب واضح ہوگیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق فرمانے سے قبل ہی فرشتوں کو یہ حکم دے دیا تھا کہ جب میں اپنے دست قدرت سے تخلیق آدم فرمادوں اور ان میں اپنی روح پھونک دوں تو تم میرے اس نائب وخلیفہ کو سجدہ کرنا چنانچہ تخلیق آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام فرشتوں نے آپ علیہ السلام کو سجدہ کیا لیکن ابلیس نے تکبر کے سبب سجدہ نہ کیا اپنی اس نافرمانی اور تکبر کے سبب ابلیس یعنی مردود قرار دیا گیا اور جنت سے نکال دیا گیا مقام قُرب الٰہی سے اٹھا کر زمین پر پھینک دیا گیا اور یوں شیطان ملعون ابدی ہوکر راندہ ہوگیا اور فرشتوں کی صف سے خارج کردیا گیا اس کے بعد ابلیس نے رب تعالیٰ سے مہلت مانگی کہ مجھے روز قیامت تک مہلت دے تاکہ تیرے فرمانبرداروں کو بہکاؤں گا تیری اطاعت سے روکوں گا چنانچہ رب تعالیٰ نے اسے پہلی مرتبہ صور پھونکنے تک مہلت عطا فرمائی۔

پیدائش حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت میں تنہائی محسوس ہوئی کیونکہ وہاں کوئی آپ علیہ السلام کا ہم جنس نہ تھا فرشتے تھے جو

کہ نور سے پیدا کیے گئے تھے اور علیحدہ جنس رکھتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک روز آپ علیہ السلام کو سُلا دیا پھر آپ علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا اور پسلی کی جگہ گوشت رکھ دیا جب آپ علیہ السلام کی آنکھ کھلی تو آپ علیہ السلام نے اپنے قریب ایک عورت کو بیٹھے دیکھا تو پوچھا تو کیا ہے تو حضرت حوا علیہا السلام نے فرمایا میں عورت ہوں آپ علیہ السلام نے پھر پوچھا کہ تمہیں کیوں پیدا کیا گیا تو حضرت حوا علیہا السلام نے فرمایا اس لیے کہ آپ مجھ سے سکون حاصل کریں اور آپ کو مجھ سے راحت و آرام میسر ہو۔ پھر فرشتوں نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم وسیع کا اندازہ لگانے کے لیے دریافت کیا اے آدم! اس عورت کا نام کیا ہے تو'' آپ نے فرمایا حوا۔'' فرشتوں نے پھر پوچھا کہ ان کا نام حوا کیوں رکھا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا زندہ چیز کو حی کہا جاتا ہے یہ بھی زندہ جسم سے پیدا کی گئی ہیں اس لیے ان کا نام حوا رکھا گیا ہے۔ (قصص الانبیاء، ابن کثیر، تذکرہ الانبیاء)

پیدائش حضرت حوا کا احوال حدیث مبارکہ سے بھی ظاہر ہے جو کہ درج ذیل ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم عورتوں کے ساتھ نرمی کیا کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور اوپر والی پسلی زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اگر اسے اپنے حال پر چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی......۔'' (صحیحین)

جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حوا کی طرف رجوع کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں نے کہا اے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے آپ علیہ السلام ان کا مہر ادا کریں پھر آپ کو اختیار ہے کہ حضرت حوا کی طرف میلان فرمائیں آپ علیہ السلام نے پوچھا وہ مہر کیا ہے تو فرشتوں نے جواب دیا کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھیں پس آپ علیہ السلام نے درود پڑھا اور فرشتے آپ علیہ السلام کے نکاح کے گواہ بنے اور یوں آپ کا نکاح حضرت حوا علیہا السلام سے ہوگیا۔

قرآن حکیم میں پیدائش حضرت حوا علیہا السلام کا حال یوں بیان فرمایا گیا

''وہ (خدا ہے) جس نے پیدا فرمایا تمہیں ایک نفس سے بنایا اس سے اس کا جوڑا تاکہ اطمینان کرے اس جوڑے سے۔'' (پ۹ سورۃ الاعراف آیت ۱۸۹)

پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو حکم فرمایا کہ تم دونوں جنت میں رہو اور اس کے سب میوے کھاؤ مگر دیکھو اس درخت کے قریب نہ جانا وہ گیہوں کا درخت تھا۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ فرشتوں کے جلو میں بہشت لے جایا گیا۔ آپ علیہ السلام کو بہشتی حُلے ملے جو آپ علیہ السلام نے زیب تن فرمائے۔ آپ علیہ السلام کے سر مبارک پر زر و جواہر سے مرصع تاج پہنایا گیا جس وقت آپ علیہ السلام بہشت میں تخت پر جلوہ افروز ہوئے تو ۷ لاکھ فرشتے آپ علیہ السلام کے دائیں ۷ لاکھ فرشتے آپ علیہ السلام کے بائیں طرف اور ۷ لاکھ فرشتے صلوٰۃ التحیات آپ علیہ السلام کے سر مبارک پر نچھاور کرتے تھے۔ جس وقت آپ علیہ السلام جنت میں داخل ہوئے جنت کے تمام دروازے کھلے ہوئے، تمام چشمے اور ندیاں جاری تھیں اور بلبل وطیور چہچہا کر خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ (تفسیر ابن کبیر)

جنت میں جانے کے بعد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت حوا علیہما السلام نے بھول کر اس درخت کا پھل کھالیا۔ جس کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے انہیں منع فرمایا تھا۔ چنانچہ اس کے کھاتے ہی ان کے جنتی لباس اتر گئے اور انہوں نے جنتی پتوں سے اپنا جسم ڈھانپا اور پھر وہ جنت سے زمین کی طرف اتار دیئے گئے۔

ایک اہم نکتہ:

قارئین کرام! یہاں یہ بات ضرور پیشِ نظر رہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق سے پہلے ہی فرشتوں سے ارشاد فرمادیا تھا کہ

"بے شک میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔"

چنانچہ معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام وحضرت حوا کا جنتی درخت کا پھل کھانا کسی گناہ یا خطا کے سبب نہ تھا بلکہ یہ ہی مشیتِ الٰہی تھی اور یہی حکمت تھی کہ بھولے سے وہ پھل کھایا جائے اور پھر انہیں اسی سبب زمین پر اتار دیا جائے۔ چنانچہ یہ سب امور حکمت کے تحت پورے ہوئے۔ لہٰذا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطا کار یا گناہ گار سمجھنے والے کے اپنے دین کے لیے خطرہ ہے۔

دیکھئے قرآن حکیم میں بھی یہ ارشاد ہوا۔

"بے شک ہم نے اس سے پہلے آدم سے درخت کے قریب نہ جانے کا عہد لیا تو وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا کوئی قصد نہ پایا۔" (پ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۵)

چنانچہ ثابت ہو گیا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھول کر اس درخت کے پھل کو چکھا اور یہ بھول اللہ عزوجل کی حکمت کے ہی سبب تھی۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنت سے اخراج کا احوال قرآن حکیم کی روشنی میں:

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام وحضرت حوا علیہا

السلام کے جنتی درخت کا پھل کھانے اوراس کے سبب جنت سے نکل جانے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جیسا کہ درج ذیل آیات قرانیہ سے ظاہر ہے اللہ عزوجل نے قرآن حکیم میں ارشادفرمایا

''(۱) اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہوگیا اور ہم نے فرمایا اے آدم! تو اور تیری بی بی اس جنت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے مگراس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے تو شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کردیا اور ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔''

(پ ا سورۃ البقرہ آیت ۳۴ سے ۳۷)

(۲) ''اے آدم! تو اور تیرے جوڑا جنت میں رہو تو اس سے جہاں چاہو کھاؤ اور اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو گے پھر شیطان نے ان کے جی میں خطرہ ڈالا کہ ان پر کھول دے ان کی شرم کی چیزیں جو ان سے چھپی تھیں اور بولا تمہیں تمہارے رب نے اس پیڑ سے اسی لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم دو فرشتے ہو جاؤ یا ہمیشہ جینے والے اور ان سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں تو اتار لایا انہیں فریب سے پھر جب انہوں نے وہ پیڑ چکھا ان پر ان کی شرم کی چیزیں کھل گئیں اور اپنے بدن پر جنت کے پتے چپٹانے لگے اور انہیں ان کے رب نے فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ فرمایا اترو تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے اور تمہیں زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور برتنا ہے فرمایا سی میں جیو گے اور اسی میں مرو گے

اوراسی میں اٹھائے جاؤ گے۔ (پ ۸، سورۃ الاعراف آیت ۱۹-۲۵)

(۳) ''اور بے شک ہم نے آدم کواس سے پہلے ایک تاکیدی حکم دیا تھا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا قصور نہ پایا اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب سجدہ میں گرے مگر ابلیس اس نے نہ مانا تو ہم نے فرمایا اے آدم بے شک یہ تیرا اور تیری بی بی کا دشمن ہے تو ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکال دے پھر تو مشقت میں پڑے بے شک تیرے لیے جنت میں یہ ہے کہ نہ بھوکا ہو اور نہ ننگا ہو اور یہ کہ تجھے نہ اس میں پیاس لگے نہ دھوپ تو شیطان نے اسے وسوسہ دیا بولا اے آدم کیا میں تمہیں بتا دوں ہمیشہ جینے کا پیڑ اور وہ بادشاہی کہ پرانی نہ پڑے تو ان دونون نے اس میں سے کھا لیا اب ان دونوں کی شرم کی چیزیں ظاہر ہوئیں اور جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی پھر اس کے رب نے چن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائی اور اپنے قرب خاص کی راہ دکھائی فرمایا تم دونوں مل کر جنت سے اترو تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے۔''

(پ ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۵-۱۲۲)

مذکورہ بالا آیات قرانیہ سے واضح ہوگیا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی آنے والی نسلوں سمیت زمین پر اترنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ تمہاری اولاد بعض دوسری بعض کی دشمن ہوگی۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام وحضرت حوا کو علیحدہ علیحدہ زمین پر اتارا گیا روایات کے مطابق حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سراندیب اور حضرت حوا کو جدہ میں اتارا گیا۔ (روح المعانی ج ا ص ۲۳۶)

آپ علیہ السلام جنت سے اپنے ساتھ مختلف قسم کے بیج، تین اقسام کے پھل حجرہ اسود (جو خانہ کعبہ میں لگا ہوا ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا (جو بعد میں حضرت

موسیٰ علیہ السلام کو ملا) کچھ سونا چاندی لوہے کے اوزار کھیتی باڑی کا کچھ سامان لے کر آئے۔(تفسیر عزیزی، تفسیر نعیمی)

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب دنیا میں آئے تو انہیں بہت ہی گھبراہٹ اور وحشت محسوس ہوئی چنانچہ اللہ عزوجل کے حکم پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بلند آواز سے زمین پر آکر اذان کہی جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اذان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنا تو آپ علیہ السلام کی وحشت اور گھبراہٹ دور ہوگئی۔
(تفسیر نعیمی ج ١)

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس دن دنیا میں اتارے گئے وہ جمعہ کا روز تھا جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آیا

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے (کیونکہ) اسی دن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے اسی روز جنت میں داخل کئے گئے اور اسی روز انہیں جنت سے نکالا گیا۔'' (صحیح مسلم، صحیح بخاری)

سب سے پہلے کپڑا بننے کا کام حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا اور سب سے پہلے آپ علیہ السلام نے ہی چاندی سے روپے اور سونے سے اشرفیاں بنائیں آپ علیہ السلام نے کبھی کنوئیں کا پانی نہیں پیا بلکہ آپ علیہ السلام ہمیشہ بارش کا پانی پیا کرتے تھے۔(تفسیر عزیزی)

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ:

قرآن حکیم میں ارشاد ہوا

''پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔''

(پ ١ سورۃ البقرہ آیت ٣٧)

حضرت سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ (یہ آیت کریمہ) "پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے چند کلمات" اس پس منظر میں نازل ہوئی ہے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی! اے میرے پروردگار کیا تو نے اپنے دست قدرت سے پیدا نہیں فرمایا جواب دیا گیا کیوں نہیں (پھر عرض کی) کیا تو نے میرے جسد میں اپنی روح نہیں پھونکی؟ جواب دیا گیا کیوں نہیں۔ کیا جب مجھے چھینک آئی تو تو نے فرمایا تجھ پر اللہ رحمت کرے تو تیری رحمت تیرے غضب پر غالب نہیں آ گئی اور میں نے اپنے اوپر یہ فرض کرلیا کہ میں ایسا ہی کرونگا جواب دیا گیا کیوں نہیں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی الٰہی اب اگر میں اپنی خطا سے توبہ کرلوں تو تو مجھے جنت میں لوٹا دے گا فرمایا ہاں۔" (مستدرک)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھول سرزرد ہوگئی تو انہوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی پروردگار! ...... محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا واسطہ دیتا ہوں مجھے معاف فرمادے۔ رب قدوس نے فرمایا (آدم) تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے واقف ہے میں نے تو انہیں ابھی پیدا بھی نہیں فرمایا؟ عرض کی مولا کیونکہ جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے سر اٹھایا اور عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ اللہ محمد رسول اللہ میں سمجھ گیا کہ تو نے جس ہستی کے نام کو اپنے نام سے جوڑا دیا ہے وہ خلق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔"

رب عزوجل نے فرمایا اے آدم تو نے سچ کہا بے شک وہ پوری مخلوق سے مجھے زیادہ محبوب ہیں اب جبکہ تو نے ان کے وسیلے سے مجھ سے سوال کیا ہے تو لو میں نے تجھے بخش دیا اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔"

(تفسیر عزیزی، حاتم، بیہقی، طبرانی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم)

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی بغدادی نے فرمایا کہ

''آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساق عرش پر ''محمد رسول اللہ'' (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے اپنی شفاعت کا ذریعہ بنایا یعنی وہ کلمات ''محمد رسول اللہ ہیں۔''

چنانچہ جب جنت سے باہر آنے سے پہلے ہی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کلمات کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے توبہ طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے رحمت نظر فرمائی اور ان کی توبہ کو قبول فرمالیا زمین پر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جو گریہ وزاری میں برسا برس مشغول رہے اور اپنی لغزش کو جو قصداً نہ تھی یاد کر کے ندامت سے روتے رہتے وہ سب خوف الٰہی اور عجز وانکساری کے سبب تھا۔ (روح البیان، از تبیان ج ۱)

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ جمعہ کے روز قبول ہوئی اور وہ عاشورہ یعنی دس محرم کا دن تھا۔ (تفسیر نعیمی ج ۱)

ایک اہم نکتہ:

قارئین کرام! یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ لغزش قصداً نہ تھی بلکہ حکمت الٰہی کے سبب بھول کے سبب ہوئی جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد فرما دیا گیا

''اور بے شک ہم نے آدم کو اس سے پہلے ایک تاکیدی حکم دیا تھا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔'' (پ ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۵)

چنانچہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے آپ کو ظالم یا خطا کار یا گناہ گار کہنا ان کے خطا کار گناہ گار ہونے کی دلیل نہیں بلکہ ان کا کمال عبدیت اور ان کی بارگاہ الٰہی میں عجز و انکساری کے سبب ہے...... حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام و حضرت حوا علیہا السلام کی ملاقات عرفات کے مقام پر ہوئی اور دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا اسی لیے اس میدان کو عرفات کہتے ہیں یعنی پہچاننے کی جگہ اور اس دن کا نام عرفہ رکھ دیا گیا۔ غرضیکہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت حوا کے ساتھ سراندیب روانہ ہو گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم

میرے عرش کے سیدھ میں نیچے زمین پر میرا گھر ہے اسے تعمیر کر اور اس کا طواف کر جس طرح فرشتے عرش کا طواف کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیج کر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ جگہ دکھا دی اور مناسک سکھا دیئے۔" (ابن کثیر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زمین پر پہلی خوراک گندم تھی جبرائیل امین گندم کے سات دانے لائے آپ علیہ السلام نے کہا میں اسے کیا کروں؟ جبرائیل امین نے بتایا اسے زمین میں بیج کے طور پر دفن کردیں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ دانے زمین میں کاشت کر دیئے گندم کے ہر دانے سے بھی زائد پودے اگے فصل پک کر تیار ہوگئی آپ علیہ السلام نے اسے کاٹا صاف کیا پھر زمین میں کاشت کر دیا پھر اسے پیس کر آٹا بنایا اسے گوندھا اور اس سے روٹیاں بنائیں اور اس طرح بڑی مشقت تھکاوٹ کے بعد اسے کھایا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"تو ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکال دے پھر تم مشقت میں پڑو۔"

(پ ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۷)

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمین پر پہلا لباس مینڈھے کی اون کا تھا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مینڈھے سے اون اتاری اسے صاف کیا پھر اس سے اپنے لیے ایک جبہ بنایا اور حضرت حوا کے لیے پورے جسم کو ڈھانپنے کے لیے ایک قبا اور سر ڈھانپنے کے لیے ایک چادر تیار کی۔ (ابن کثیر)

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام دن کے آخر میں غروب آفتاب سے قبل زمین پر اترے تھے سورج غروب ہوتے ہی تاریکی سے انہیں سخت وحشت و گھبراہٹ ہوئی کہ اس سے پہلے انہوں نے رات نہ دیکھی تھی اور حضرت حوا بھی ان کے پاس نہ تھیں کہ باتیں کر کے دل بہلاتے سو گریہ وزاری میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ جبرائیل امین نے آپ علیہ السلام کو تاریکی دور ہونے اور اجالا پھیلنے کی بشارت دی صبح ہوئی تو حکم دیا کہ دو رکعت نماز پڑھو کہ رات بسر ہوگئی اور دن کا اجالا ظاہر ہو گیا چنانچہ حضرت آدم علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے دو رکعت نماز ادا کی چنانچہ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں دو رکعت نماز فجر فرض ۔ ہے۔ (کشف الاسرار)

اولاد آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام:

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام وحضرت حوا طویل عرصہ کی مفارقت کے بعد سکون و راحت کی زندگی بسر کرنے لگے اس دوران حضرت حوا چالیس بار حاملہ ہوئیں ہر حمل سے دو بچے یعنی ایک لڑکا اور ایک لڑکی تولد ہوئے۔ اور شریعت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق پہلے حمل کے بچوں کا دوسرے حمل کے بچوں سے نکاح کیا جاتا ایک ہی حمل کے بچوں کا آپس میں نکاح حلال نہ تھا۔ (تفسیر صاوی، معارج النبوت)

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں جڑواں بچے پیدا ہوئے ایک لڑکا ایک لڑکی لیکن حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام تنہا پیدا ہوئے اس کا سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وتکریم تھی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منتقل ہو کر حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آ گیا اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے فرزند حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وصیت فرمائی کہ یہ نور پاک عورت کی طرف منتقل کرنا ہے اور یہ سلسلہ حضرت عبدالمطلب تک چلتا رہا۔

(تذکرۃ الانبیاء)

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے وقت آپ علیہ السلام کی اولاد اور اولاد کی اولاد وغیرہ کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ (تفسیر صاوی، جمل)

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو بیٹوں کا احوال قرآن حکیم واحادیث مبارکہ کی روشنی میں

اللہ عزوجل نے قرآن حکیم میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو بیٹوں ھابیل اور قابیل کا قصہ یوں بیان فرمایا

"آخر انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک

ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی بولا قسم ہے میں تجھے قتل کروں گا کیا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے بے شک اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک ہے سارے جہان کا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلے پڑے تو تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے تو اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا تو اسے قتل کر دیا تو رہ گیا نقصان میں تو اللہ نے ایک کوا بھیجا زمین کرید تا کہ اسے دکھائے کیونکہ اپنے بھائی کی لاش چھپائے بولا ہائے خرابی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا تو پچھتا تا رہ گیا"۔ (پ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۲۷ تا ۳۱)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آدم علیہ السلام ہر جوڑے کے بچے کی دوسرے جوڑے کی بچی سے شادی کرتے تھے ہابیل نے ارادہ کیا کہ وہ قابیل کی بہن سے شادی کرے جو عمر میں ہابیل سے بڑا تھا قابیل کی جڑواں بہن بہت خوبصورت تھی قابیل اس قانون کو توڑ کر خود اپنی جڑواں بہن سے شادی کا خواہشمند تھا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قابیل کو حکم دیا کہ اپنی بہن کی شادی ہابیل سے کر دے لیکن اس نے انکار کر دیا آپ علیہ السلام نے دونوں کو قربانی کرنے کا حکم دیا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ مکرمہ حج کرنے گئے تو دونوں نے قربانی کی ہابیل نے ایک موٹا جوان بکرا ذبح کیا کیونکہ وہ بکریاں چرایا کرتا تھا اور قابیل نے گھٹیا اجناس کا ایک ڈھیر قربانی کے طور پر پیش کیا آگ نازل ہوئی اس نے ہابیل کی قربانی تو کو کھالیا لیکن قابیل کی قربانی ویسی ہی رہ گئی قابیل ناراض ہو گیا اور غصے سے کہنے لگا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا تا کہ تو میری بہن سے شادی نہ کر سکے ہابیل بولا اس میں غصے کی کون سی بات ہے قربانی تو صرف متقیوں کی قبول ہوتی ہے۔"

عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ بخدا مقتول قاتل سے کہیں زیادہ طاقتور تھا لیکن اللہ

کا خوف اسے مانع تھا کہ وہ ہاتھ بڑھائے۔
بعض مفسرین کرام کی رائے کے مطابق جب ہابیل قتل ہو گیا تو قابیل اس کی لاش کو کندھوں پر اٹھائے پھرتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دو کوے بھیجے سدی کہتے ہیں کہ اس کی اسناد صحابہ تک پہنچتی ہے کہ وہ دونوں کوے سگے بھائی تھے دونوں قابیل کے سامنے لڑے ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا جب ایک مر گیا تو دوسرے نے اپنی چونچ سے زمین میں گڑھا کھودا اور مردہ کوے کو اس گڑھے میں دفن کر کے مٹی ڈال دی اور جگہ برابر کر دی قابیل دیکھ کر کہنے لگا ہائے افسوس میں تو کوے سے بھی عاجز نکلا کہ اس طرح اپنے بھائی کی لاش کو دفن نہیں کر سکا۔ فوراً ایک گڑھا کھودا اور ہابیل کی لاش کو دفن کر دیا۔ بعض مفسرین کی رائے کے مطابق قابیل نے ایک بڑے پتھر سے ہابیل کے سر کو کچل کر اسے ہلاک کر دیا اور بعض کے مطابق قابیل نے ہابیل کا سوتے میں گلا دبا دیا اور اسے درندوں کی طرح کاٹ کھایا اور بعض کے مطابق لوہے کا ڈنڈا اپنے بھائی کے سر پر دے مارا اور اسے قتل کر دیا۔ (ابن کثیر)

خلاصہ یہ کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام دو بیٹے ہابیل اور قابیل تھے اور شریعت آدم علیہ السلام کے مطابق دونوں کی شادی ایک دوسرے کی بہنوں سے ہونا تھی قابیل کی بہن اقلیما بہت زیادہ خوبصورت و حسین تھی جبکہ ہابیل کی بہن لیوذا کچھ کم خوبصورت تھی یہی وجہ تھی کہ قابیل اپنی بہن اقلیما کی شادی ہابیل سے کرنے کے بجائے خود کرنا چاہتا تھا جو کہ شریعت کی نافرمانی تھی چنانچہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشورہ دیا کہ تم دونوں اللہ کے نام پر کسی بھی چیز کی قربانی پیش کرو جس کی قربانی اللہ عزوجل قبول فرما لے گا وہ سچا ہو گا اور اس کا نکاح اقلیما سے کر دیا جائے گا اس وقت مقبولیت کی علامت یہ تھی کہ جس کی نذر یا قربانی اللہ عزوجل مقبول فرما لیتا اسے قدرتی طور پر آنے والی آگ کھا جاتی اور جو مقبول نہیں ہوتا آگ اسے چھوڑ دیتی اور نہ کھاتی چنانچہ ہابیل نے ایک بکرا اور قابیل نے ایک گندم کا ڈھیر صدقہ دیا پھر قدرتی آگ نے ہابیل کا صدقہ کھا لیا اور قابیل کا صدقہ رد کر دیا اسی حسد کی بناء پر قابیل نے جبکہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام

حج پر گئے ہوئے تھے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا چونکہ روئے زمین پر یہ پہلا قتل تھا اس لیے قابیل یہ نہ جانتا تھا کہ قتل کیسے کیا جائے چنانچہ ابلیس لعین نے اس کے سامنے ایک پرندے کا سر اور ایک روایت کے مطابق مرغ کا سر پتھر پر رکھ کر دوسرے پتھر سے کچل دیا اور اسے ہلاک کر دیا اور اس طرح قابیل کو معلوم ہو گیا کہ اسے ہابیل کو اس طرح قتل کرنا ہے ہابیل ایک روز درخت کے نیچے سوئے ہوئے تھے تو قابیل نے ان کا سر پتھر سے کچل دیا اور انہیں قتل کر دیا اس وقت ہابیل بیس برس کے تھے۔ (روح المعانی ج ۴)

قتل کرنے کے بعد قابیل پریشان تھا کہ ہابیل کے مردہ جسم کا کیا کروں چنانچہ کندھے پر اٹھائے اٹھائے پھرتا رہا بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو کوے آئے ایک نے دوسرے کو مارا اور پھر چونچ سے زمین کھود کر اسے دفن کر دیا چنانچہ کوے کی دیکھا دیکھی قابیل نے بھی ایسا ہی کیا اور گڑھا کھود کر ہابیل کی لاش کو دفن کر دیا اور مٹی برابر کر دی۔ (تفسیر معالم التنزیل، تفسیر امام رازی)

حضرت عبداللہ بن فضالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہابیل کو قابیل نے قتل کر دیا تو اس کی عقل زائل ہو گئی جسم جو پہلے سفید تھا سیاہ ہو گیا عقل زائل ہونے کے بعد وہ پاگل ہی رہا اور اسی طرح مر گیا۔

حج سے واپسی پر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قابیل سے ہابیل کے متعلق دریافت فرمایا تو اس نے کہا میں کیا جانوں میں اس کا ذمہ دار تو نہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تو نے اسے قتل کر دیا ہے اسی لیے تیرا جسم سیاہ ہو گیا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں اپنے بیٹے ہابیل کی موت کا اس قدر صدمہ ہوا اور آپ علیہ السلام اس قدر رنجیدہ و غمزدہ ہوئے کہ آپ کو ۱۰۰ سال تک ہنسی نہیں آئی یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کو ایک فرزند کی بشارت دی گئی تو آپ علیہ السلام مسکرائے پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت شیث علیہ السلام عطا ہوئے۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک سے جب حضرت حوا کے بطن مبارک میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شیث علیہ السلام کی شکل میں منتقل ہوا اس

مدت حمل کے دوران حضرت حوا کے دونوں پستانوں کے درمیان یہ نور محمد آفتاب کی مانند چمکتا رہتا اس حمل سے صرف حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (معارج النبوت)

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت:

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر ۵۰۰ سال ہوگئی اور ان کی اولاد کثیر تعداد میں ہوگئی تو اللہ عزوجل نے آپ علیہ السلام کو منصب رسالت ظاہر کرنے کا حکم فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ اپنی اولاد کو ہدایت دیں۔ اولاد آدم پر حق تعالیٰ نے ۵۰ وقت کی نمازیں فرض قرار دیں روزہ کا حکم ہوا اور غسل جنابت ضروری قرار دیا گیا اور مردہ جانور کا گوشت، خنزیر، خون اور شراب کی ممانعت کردی گئی۔

ابن کثیر روایت کرتے ہیں کہ ایام بیض یعنی چاند کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے روزے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پر فرض تھے اور آپ علیہ السلام کے بعد دیگر انبیاء کرام کی امتوں پر بھی یہ روزے فرض رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمین پر آنے کے بعد سورج کی تمازت سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسم سیاہ ہوگیا تھا ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کیا آپ چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم سے آپ کا جسم سفید ہو جائے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں تو جبرائیل علیہ السلام نے انہیں چاند کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھنے کو کہا چنانچہ جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چاند کی تیرھویں کو روزہ رکھا تو ان کا تہائی جسم سفید ہوگیا چودھویں کو روزہ رکھا تو دو تہائی سفید ہوگیا پندرھویں کا روزہ رکھا تو تمام جسم سفید ہوگیا اسی سبب سے انہیں ایام بیض کے روزے کہا جاتا ہے (بیض بیضہ سے ہے یعنی انڈہ جو سفید ہوتا ہے)

(کشف الاسرار)

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ السلام کا وصال:

جس وقت حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کا وقت آیا ایک روایت کے مطابق اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر ا ہزار برس تھی جب آپ علیہ السلام کے پاس حضرت ملک الموت تشریف لائے تو حضرت حوا انہیں دیکھ کر ڈر گئیں اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جا کر چھپنے لگیں تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اب مجھ سے دور رہو اور میرے اور رب کے فرشتوں کے درمیان نہ آؤ چنانچہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح قبض کر لی حضرت جبرائیل علیہ السلام اور فرشتے جنت کی بیری کے کچھ پتے جنتی جوڑے کا کفن اور جنت کی مرکب خوشبو اپنے ساتھ لائے تھے چنانچہ انہوں نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غسل دیا جنتی کفن پہنایا خوشبو ملی پھر ان کے جسم مبارک کو ملائکہ کعبہ معظمہ میں لائے وہاں چار تکبیروں کے ساتھ ان کی نماز جنازہ پڑھی امامت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کی پھر مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلے پر مقام منیٰ میں فرشتے آپ علیہ السلام کے جسد اطہر کو لے گئے اور مسجد خیف کے قریب آپ علیہ السلام کو سپرد خاک کر دیا بعض روایت کے مطابق آپ علیہ السلام کی قبر انور حرم میں مقام طواف میں ہے۔ (تفسیر نعیمی وتفسیر عزیزی)

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال جمعہ کے روز ہوا ابن عساکر سے روایت ہے کہ جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا تو تمام مخلوق نے سات دن تک سوگ منایا۔

روایت ہے کہ جس وقت حضرت ملک الموت حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح قبض کرنے کے لیے پہنچے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ مجھ سے جو غلطی ہوئی تھی اس کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس کی بناء پر مجھے آسمان پر گناہ گار کہا جا رہا ہے یا نائب اسی وقت ندا آئی آدم! سر اٹھاؤ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سر اٹھایا تو بہشت خوب آراستہ و

پیراستہ ہوئی نظر آئی پھر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اب میں جلد از جلد اپنے رب کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں اپنے کام میں جلدی کیجئے۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو گئے اور ملک الموت نے آپ علیہ السلام کی روح مبارک قبض کر لی۔

(تفسیر مدارک)

تذکرہ حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت آدم و حضرت شیث علیہ السلام کے بعد حضرت ادریس علیہ السلام نبی ہوئے جبکہ رسولوں میں حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آپ دوسرے رسول تھے آپ پر تیس صحیفے نازل ہوئے۔ (روح المعانی ج ۹، مدارک، کبیر ج ۲۱)

حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نسب نامہ یوں ہے

اخنوع بن یرد بن مھلا بن انوش بن قیستان بن شیث بن آدم علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب مبارک حضرت ادریس علیہ السلام کی وساطت سے حضرت شیث علیہ السلام سے جاملتا ہے اس طرح آپ علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب مبارک کی بنیاد قرار پاتے ہیں۔ (ابن کثیر)

بائیبل میں آپ کا نام اخنوع مذکور ہے لیکن چونکہ شریعت خداوندی، سنت انبیاء اور درس صحف سماوی بیان فرمایا کرتے تھے اس لیے آپ علیہ السلام کا نام ادریس مشہور ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت ادریس علیہ السلام کی نبوت وصدیقیت اور بلند مقام کا ذکر ان الفاظ مبارکہ میں فرمایا۔

”اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو وہ صدیق (راست باز) تھے نبی (غیب بتانے والے) تھے اور ہم نے انہیں بلند مقام کی طرف اٹھایا۔“

(پ ۱۶، سورۃ مریم آیت ۵۶-۵۷)

یہاں ارشاد باری تعالیٰ ”ہم نے انہیں بلند مقام کی طرف اٹھایا“ کے علماء کرام نے مختلف مطالب بیان کئے

تفسیر روح المعانی میں مطلب بیان کیا گیا کہ بلند مقام سے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو منصب نبوت سے مشرف فرمایا اور اپنا قرب خاص عطا فرما کر مقام رفعت عطا فرمایا۔ (روح المعانی، ج ۹ ص ۱۰۵) جبکہ تفسیر کبیر میں معنی بیان کئے گئے کہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ''وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا'' ذکر فرمایا تو جہاں مکان کا ذکر ہو اس سے مراد مکان کی بلندی ہی ہوتی ہے درجات کی بلندی مراد نہیں ہوتی یعنی مکان کی بلندی سے مراد آپ کا چوتھے آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہے۔

صحیحین میں روایت شدہ حدیث اسراء سے بھی حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام بلندی کا ذکر فرمایا گیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چوتھے آسمان پر اٹھالیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت ادریس علیہ کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔'' (بخاری و مسلم شریف)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے ارشاد خداوندی ورفعناہ مکاناً علیاً سے متعلق ارشاد فرمایا کہ

''اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میں ہر روز تمہیں تمام نبی آدم کے نیک کاموں کے مطابق بلند کروں گا تو آپ علیہ السلام نے یہ بات پسند کی کہ زیادہ سے زیادہ نیک عمل کریں......'' (ابن کثیر)

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے ملک الموت یعنی حضرت عزرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میں موت کا مزہ چکھنا چاہتا ہوں کیسا ہوتا ہے؟ تم میری روح قبض کر کے دکھاؤ۔ انہوں نے آپ علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کی اور روح قبض کر کے اسی وقت لوٹا دی اور آپ علیہ السلام زندہ ہو گئے پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا اب مجھے جہنم دکھا دو تا کہ مجھ میں خوف الٰہی زیادہ ہو آپ علیہ السلام کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے آپ علیہ السلام کو جہنم کے دروازے پر لے جایا گیا آپ علیہ السلام نے ''مالک'' نامی فرشتہ جو جہنم کا داروغہ ہے سے فرمایا کہ دروازہ کھولو میں اس سے گزرنا چاہتا ہوں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ علیہ السلام اس پر سے گزرے پھر آپ

علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے جنت دکھاؤ آپ علیہ السلام کے حکم کے مطابق آپ علیہ السلام کو جنت کے پاس لے گئے آپ علیہ السلام نے جنت کے دروازے کھولنے کا ارشاد فرمایا تو آپ علیہ السلام کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے اور آپ علیہ السلام جنت میں تشریف لے گئے ملک الموت یعنی حضرت عزرائیل علیہ السلام نے کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد فرمایا کہ اب آپ چلیں اور زمین پر اپنے مقام پر تشریف لے چلیں تو حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''کل نفسٍ ذآئقة الموت'' ہر نفس نے موت کا مزا چکھنا ہے میں موت کا مزہ چکھ چکا ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل ہونے کی یہ شرط لگائی ہے'' کہ ہر شخص کو جہنم پر سے گزرنا ہے میں جہنم سے بھی گزر کر آچکا ہوں اور اب میں جنت میں داخل ہو چکا ہوں اور جو لوگ جنت میں داخل ہو جاتے ہیں انہیں وہاں سے نہیں نکالا جاسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے'' جنت والوں کو جنت سے نہیں نکالا جائے گا چنانچہ ارشاد خداوندی کے مطابق مجھے اب یہیں رہنا ہے اور اب مجھے یہاں سے نہیں نکالا جاسکتا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے اس ارشاد کے بعد حضرت عزرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب فرمایا اے عزرائیل میرے بندے ادریس نے سب کام میری مرضی سے کئے انہیں یہاں رہنے دو۔ اور آپ علیہ السلام آسمانوں میں زندہ ہیں۔'' (خزائن العرفان)

ایک اہم نکتہ:

ثابت ہوا کہ نبی غیب کا علم رکھتے ہیں مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں حضرت ادریس علیہ السلام نے قرآن پاک سے اپنے جنت میں رہنے کے لیے دلائل پیش کئے حالانکہ قرآن پاک اس وقت تک نازل نہیں ہوا تھا لیکن چونکہ لوح محفوظ پر تحریر تھا اور حضرت ادریس علیہ السلام غیب جانتے تھے اسی لیے لوح محفوظ پر نظر فرمائی قرآن پاک سے استدلال فرمایا۔

حضرت ادریس علیہ السلام نے درزی کا پیشہ اپنایا سب سے پہلے آپ علیہ السلام

نے ہی کپڑوں کی سلائی کی اور سب سے پہلے سلے ہوئے کپڑے (چمڑے کے) پہنے اسلحہ کی ایجاد اور چیزوں کا ناپ تول کا رواج آپ علیہ السلام نے ہی دیا۔ ستاروں کا حساب لگانا جو کہ اللہ عزوجل آپ علیہ السلام کے دل میں القاء فرما دیتا تھا آپ علیہ السلام سے ہی ثابت ہے ستاروں کا یہ حساب آپ کے تخمینے پر نہیں بلکہ اللہ عزوجل کے القاء فرما دینے پر منحصر تھا جو اللہ عزوجل القاء فرما دیتا آپ علیہ السلام بیان فرما دیتے۔

حدیث پاک میں ہے کہ

''جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علم امل کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نبی ریت پر خط کھینچا کرتے تھے بس جس شخص کا خط ان کے خط کے موافق پڑے اسے بعض چھپی چیزوں کا علم ہو جاتا ہے۔''

بعض علماء فرماتے ہیں کہ معاویہ بن حکم سلمٰی کی بیان کردہ اس حدیث مبارکہ میں حضرت ادریس علیہ السلام کی طرف ہی اشارہ کیا گیا ہے کہ بعض علماء کے مطابق سب سے پہلے علم امل میں حضرت ادریس علیہ السلام نے ہی گفتگو کی اسی لیے آپ علیہ السلام کو علم امل کا سب سے بڑا ماہر کہا جاتا ہے۔ (ابن کثیر)

قصہ ہاروت ماروت:

''تفسیر کبیر'' اور مختلف کتب تفاسیر میں مذکور ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ میں فرشتوں نے جب بنی آدم کا فسق و فجور دیکھا تو اللہ عزوجل سے عرض کی یا الٰہی تو نے انسانوں کو انواع و اقسام کی نعمتیں عطا فرمائیں پھر بھی وہ تیری نافرمانی کرتے ہیں اور گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں اگر ہم زمین پر ہوں تو تیری نافرمانی ہرگز نہ کریں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے انسانوں میں شہوت و ہوائے نفس پیدا کیا ہے اور انہی دو چیزوں کے سبب وہ گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں اگر یہ دونوں چیزیں تم میں ہوں تو تم بھی نافرمانی کرنے لگو فرشتوں نے کہا معاذ اللہ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ حق تعالیٰ نے فرشتوں کی بہترین جنس سے دو فرشتے ہاروت ماروت کو منتخب فرمایا اور انہیں انسانی شکل، انسانی صفات عطا فرما کر زمین پر حکومت وانصرام کے لیے بھیجا اور ان کو شرک و ناحق

خون، زنا اور شراب نوشی سے منع فرمایا چنانچہ ہاروت ماروت زمین پر حکومت کرتے رات ہو جاتی تو اسم اعظم پڑھتے ہوئے آسمان پر چلے جاتے اور تمام رات عبادت میں مشغول رہتے تھے غرض اسی طرح ایک مہینہ گزر گیا۔

ایک دفعہ ایک حسین وجمیل عورت جس کا نام ''زہرہ'' تھا اپنے شوہر سے لڑ جھگڑ کر ان فرشتوں کے پاس آئی ان فرشتوں میں چونکہ انسانی صفات وشہوت وہوائے نفس پیدا ہو چکی تھی اس لیے وہ ''زہرہ'' سے زنا کرنے کے خواہشمند ہوئے لیکن زہرہ رضامند نہ ہوئی دوسرے روز وہ پھر آئی۔ انہوں نے پھر اسی خواہش کا اظہار کیا زہرہ نے کہا اگر تم میری شرائط پوری کردو تو میں تیار ہوں۔ ایک یہ کہ تم شراب پیو دوسرا بت کے سامنے سجدہ کرو تیسرا یہ کہ کسی شخص کو قتل کر ڈالو۔ فرشتوں نے انکار کیا تو زہرہ واپس چلی گئی۔ ایک روز زہرہ پھر آئی اس کے ہاتھ میں شراب سے بھرا پیالہ تھا ہاروت و ماروت نے پھر اسی خواہش کا اظہار کیا تو زہرہ نے کہا میری وہی شرطیں ہیں اگر پوری کردو تو میں تمہاری آرزو پوری کردوں گی ہاروت ماروت نے کہا بت کو سجدہ کرنا اور خون ناحق بہانا تو گناہ عظیم ہیں البتہ فی الجملہ شراب نوشی ان دونوں سے سہل ہے یہ کہہ کر ہاروت ماروت نے شراب کا پیالہ زہرہ سے لے کر پی لیا اور مستی کی حالت میں زنا کے مرتکب ہوگئے۔ فراغت کے بعد معلوم ہوا کہ کسی شخص نے انہیں زنا کرتے دیکھ لیا ہے چنانچہ انہوں نے اس آدمی کو قتل کر دیا اور حالتِ نشہ میں بت کو سجدہ بھی کر بیٹھے۔

ان شرائط کے ساتھ ساتھ زہرہ نے یہ شرط بھی رکھی تھی کہ مجھے اسم اعظم بھی سکھانا ہوگا چنانچہ ہاروت ماروت نے زہرہ کو اسم اعظم بھی بتا دیا۔ زہرہ نے اسم اعظم پڑھا تو حق تعالیٰ نے اس کو آسمان پر اٹھا لیا اور اس کی صورت مسخ کر کے ستارہ بنا دیا۔

ہاروت ماروت کو جب معلوم ہوا کہ ان کی منظور نظر تیسرے آسمان کا ستارہ بنا دی گئی ہے تو انہوں نے بھی آسمان پر جانے کا ارادہ کیا مگر کامیاب نہ ہو سکے چنانچہ مجبور ہو کر حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس گئے اور تمام ماجرا بیان کیا اور ان سے درخواست کی کہ آپ ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سفارش فرمائیے حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو حکم ہوا ان سے کہہ دو کہ یا تو دنیا کا عذاب اختیار کرلو یا آخرت کا ہاروت ماروت نے عذاب دنیا کو اختیار کیا چنانچہ دونوں فرشتے چاہ بابل میں الٹے لٹکا دیئے گئے ان فرشتوں کی صورت سیاہ رنگ کی ہے اور آنکھیں نیلے رنگ کی ان کے منہ سے ایک انگلی کے فاصلے پر پانی ہے چونکہ ان دونوں کو پیاس کا عذاب دیا گیا ہے اس لیے ان کا منہ پانی تک نہیں پہنچ سکتا۔(ابن کثیر)

تذکرہ حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کا سلسلہ نسب یوں ہے:
نوح بن لامک بن متوشلح بن خنوخ بن یرد بن مھلا بیل بن قنسین بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس قرنوں کا فاصلہ ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے کہ

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آدم اور نوح علیہ السلام کے درمیان دس قرنوں کا فاصلہ ہے۔ (صحیح بخاری)

آپ نے چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا اور آپ نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو تبلیغ فرمائی۔

جیسا کہ آیت مبارکہ میں ہے:

''تو وہ (نوح) اِن میں پچاس سال کم ہزار برس رہے۔''

(پ۲۰، العنکبوت آیت ۱۴)

طوفان نوح کے بعد آپ علیہ السلام دو سو پچاس سال زندہ رہے اس طرح آپ کی کل عمر ایک ہزار دو سو چالیس سال بنتی ہے۔ (تفسیر صاوی پ ۸ حاشیہ جلالین ص ۱۳۴)

قومِ نوح کی بت پرستی کا سبب:

حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب مبعوث فرمایا اس وقت قومِ نوح بت پرستی کی لعنت میں مبتلا تھی اللہ عزوجل کے متعلق لغو اور عجیب وغریب نظریات پائے

جاتے تھے ان کی بت پرستی کا سبب علماء کرام کی تفاسیر میں مذکور ہوا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ سواع، یعوث، یعوق اور نسر نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں جب یہ صالحین رحلت فرما گئے تو شیطان نے ان لوگوں کے دلوں وسوسہ ڈالا کہ وہ ان کی مجالس اور بیٹھکوں کی جگہ پر پتھر کھڑے کریں اور ان پتھروں کو ان صالحین کے نام سے موسوم کریں سو انہوں نے اول اول تو ایسے ہی کیا لیکن جب وہ لوگ فوت ہو گئے اور ان پتھروں کے متعلق معلومات کم رہ گئیں تو عقیدہ بدل گیا اور انہی پتھروں کی عبادات شروع ہو گئی قوم نوح کے بعد یہی بت عرب لوگوں کے معبود قرار پائے۔ (صحیح بخاری)

حضرت محمد بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آدم اور نوح علیہما السلام کی درمیانی صدیوں میں اللہ کے کچھ نیک بندے بہت شہرت رکھتے تھے ان کے پیروکاران سے بہت محبت اور عقیدت رکھتے تھے جب وہ بندگان خدا رحلت فرما گئے تو ان کے مستبعین نے سوچا کہ اگر ہم ان کی تصویریں بنالیں تو جب ان تصویروں کو دیکھ کر اللہ کے ان بندوں کو یاد کریں گے تو شوق عبادت بڑھے گا اور ہم عبادت الٰہی میں کوتاہی نہیں کرسکیں گے یہ سوچ کر انہوں نے تصویریں بنالیں جب یہ لوگ بھی وفات پا گئے تو ابلیس چپکے سے بعد والوں کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ تمہارے اسلاف ان تصویروں کی عبادت کرتے تھے اور انہیں تصویروں کے وسیلے سے ان پر بارش ہوتی تھی یہ سن کر نئی نسل نے ان تصویروں کی عبادت شروع کردی۔ (تفسیر ابن جریر)

الغرض اللہ تعالیٰ نے جب حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو دور دور تک کفر کا دور دورہ تھا اور بت پرستی عام تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ملا کہ وہ لوگوں کو بت پرستی سے روکیں اور اللہ کی عبادت کی طرف راغب کریں گناہوں سے باز رکھنے کی ترغیب دیتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اپنی قوم کو ڈراتے رہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو تبلیغ قرآن حکیم کی روشنی میں:

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

(۱) ''اے میری قوم میں تمہارے لیے ظاہر طور پر ڈر سنانے والا ہوں کہ اللہ کی بندگی کرو اس سے ڈرو اور میرا حکم مانو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور ایک مقرر میعاد تک تمہیں مہلت دے گا بے شک اللہ کا وعدہ جب آتا ہے بتایا نہیں جاتا کاش تم جانتے۔'' (پ۲۹، نوح آیت ۲ تا ۴)

(۲) آپ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

''کہ تم نہ عبادت کرو کسی کی سوائے اللہ کے بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تم پر عذاب کا دردناک دن نہ آجائے۔'' (پ۱۲، سورۃ ہود آیت ۲۶)

(۳) فرمایا! ''کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو بے شک میں تم پر ایک مصیبت والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔'' (پ۱۲، ہود آیت ۲۶)

(۴) فرمایا! ''اے میری قوم میں تمہیں صریح طور پر ڈرانے والا ہوں کہ عبادت کرو اللہ کی اور اس سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔'' (پ۲۹، سورۃ نوح آیت ۲-۳)

آپ علیہ السلام نے قوم کو تبلیغ کا ہر طریقہ آزمایا جیسا کہ قرآن پاک میں ہے

(۵) ''(نوح علیہ السلام نے کہا) پھر میں نے انہیں اعلانیہ بلایا پھر میں نے ان سے با اعلان بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا۔'' (پ۲۹، نوح آیت ۹)

غرضیکہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو وحدانیت کی ترغیب دلانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی انہیں دنیاوی تباہی و بربادی اور اخروی عذاب سے ڈرایا انہیں بتایا کہ اگر تم نے عبادت نہ کی اسے ایک معبود نہ مانا تو تم ذلیل و رسوا ہو جاؤ گے اور عنقریب تمہیں اللہ کا عذاب جکڑ لے گا۔

احوالِ قوم نوح قرآن حکیم کی روشنی میں:

حضرت نوح علیہ السلام کی انتھک تبلیغ کے باوجود آپ علیہ السلام کی قوم پر ذرا اثر

نہ ہوا وہ آپ علیہ السلام کے سامنے انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیتے تا کہ آپ علیہ السلام کے وعظ کا کوئی لفظ ان کے کانوں میں نہ پڑ سکے اور آپ علیہ السلام کو دیکھتے ہی نفرت سے اپنے منہ پر کپڑا ڈال لیتے کہ نہ وہ آپ علیہ السلام کو دیکھیں نہ آپ انہیں۔

جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے

(۱) ''عرض کی اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا تو میرے بلانے سے ان کا بھاگنا بڑھا ہی ہے اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو ان کو بخشے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور ہٹ دھرمی کی اور بڑا غرور کیا۔'' (پ۹ نوح آیت ۵ تا ۷)

قوم نوح آپ علیہ السلام کی تبلیغ کے خلاف برسر پیکار ہو گئے اور ضلالت و سرکشی پر ڈٹ گئے بت پرستی پر قائم رہے اور ہر جگہ آپ علیہ السلام کا تمسخر اڑاتے اور آپ علیہ السلام کی تحقیر و تنقیص پر ڈٹ گئے وہ کہتے جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا:

(۲) ''تو آپ کی قوم کے سردار جو کافر ہوئے تھے بولے ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری پیروی کسی نے کی ہو مگر ہمارے کمینوں نے سرسری نظر سے اور ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ (پ۱۲ ہود آیت ۲۷)

اور ایک جگہ مذکور ہوا:

(۳) ''تو آپ کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا (اپنے لوگوں سے) بولے یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے اور اللہ چاہتا تو فرشتے اتارتا ہم نے تو یہ اگلے باپ داداؤں میں نہ سنا۔'' (پ ۱۸، المؤمنون آیت ۲۴)

یعنی وہ نوح علیہ السلام کو اپنے جیسا عام بشر سمجھتے اور بشر نبی نہیں ہو سکتا بلکہ نبی تو فرشتہ ہونا چاہئے وہ کہتے کہ صرف ہمارے غریب حقیر اور گھٹیا لوگ ہی تم پر بلا سوچے سمجھے ایمان لے آئے کیونکہ ان میں سوچنے کی صلاحیت ہی نہیں کیا ہم بھی تم پر ایمان لا کر ان گھٹیا لوگوں میں شامل ہو جائیں غرضیکہ قوم نوح غرور و تکبر کا شکار تھی جیسا کہ قرآن پاک

میں ذکر ہوا کہ قوم نوح نے کہا

(۴) ''اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری پیروی کسی نے کی ہو مگر ہمارے کمینوں نے سرسری نظر سے۔'' (پ۱۲ ہود آیت ۲۷)

(۵) اور کہا ''بولے کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں اور تمہارے ساتھ (ایمان لانے والے) کمینے لوگ ہیں۔'' (پ۱۹، الشعراء، آیت ۱۱۱)

(۶) اور کہا ''اور ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے۔'' (پ۱۲، ہود آیت ۲۷)

غرضیکہ قوم نوح نے آپ کو اللہ کا نبی ماننے سے انکار کیا۔ آپ کو (معاذ اللہ) گمراہ، جھوٹا، مجنوں (دیوانہ) وغیرہ کے القابات دیئے۔ اور یہ سمجھا کہ نوح علیہ السلام نبوت کا دعویٰ کر کے ہم سے بڑا بننا چاہتے ہیں۔ قوم نوح بت پرستی پر قائم رہی اور ایک دوسرے سے وہ یہی کہہ رہے تھے کہ

(۷) ''اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو (یہ سب ان کے بتوں کے نام ہیں) اور بے شک انہوں نے بہتوں کو بہکایا۔'' (پ۲۹، نوح آیت ۲۳۔۲۴)

وہ حضرت نوح علیہ السلام سے کہتے۔

(۸) ''سردار بولے کہ ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ (پ۸ ۱۱الاعراف آیت ۶۰)

(۹) ''بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔'' (پ۱۲ ع ۳)

انہوں نے اپنے لوگوں سے کہا:

(۱۰) ''وہ (نوح) تو نہیں مگر ایک دیوانہ مرد تو کچھ زمانہ تک اس کا انتظار کیے رہو۔'' (یہاں تک کہ دعویٰ نبوت چھوڑ دے یا اسے موت آجائے۔ (معاذ اللہ)
(پ۱۸، المومنون آیت ۲۵)

قرآن پاک میں ایک اور جگہ قوم نوح کا احوال بیان فرمایا گیا۔

(۱۱) ''ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو ہمارے بندے کو جھوٹا کہا اور بولے وہ مجنوں ہے اور اسے جھڑکا گیا۔'' (پ۲۷ القمر آیت ۹)

قوم نوح کی سرکشی وہٹ دھرمی اس قدر بڑھ گئی کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام سے گستاخیاں کرنے لگے اور انہیں دھمکیاں دینے لگے جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے

(۱۲) ''بولے اے نوح اگر تم باز نہ آئے تو ضرور سنگسار کیئے جاؤ گے۔''

(پ۱۹الشعرآ آیت ۱۱۶)

قوم نوح غرور و تکبر میں اس قدر بڑھ گئی کہ وہ نوح علیہ السلام سے کہنے لگے

(۱۳) ''اے نوح تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور اس جھگڑے کو بہت طول دیا (اس بحث ومباحثہ کو رہنے دو) اور لے آؤ ہمارے پاس جس (عذاب) کی تم دھمکی دیتے ہو اگر تم سچے ہو تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی لے آئے گا اسے تمہارے پاس اگر چاہے گا۔'' (پ۱۲، سورۃ ہود، آیت ۳۲-۳۳)

غرضیکہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم سے مایوس ہو گئے کہ وہ راہ ہدایت پائیں گے کہ اتنی کوششوں کے باوجود وہ اپنی بت پرستی ہٹ دھرمی کفر و شرک پر مصر تھے اور آپ علیہ السلام کی شان میں ہر ممکن گستاخیاں کرتے اور انہیں ایذر پہنچاتے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آیا:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے آپ علیہ السلام کو مار مار کر شدید زخمی کر دیا اور آپ علیہ السلام کو اونی کپڑے میں لپیٹ کر آپ کے گھر پھینک دیا اور یہ خیال کیا کہ آپ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں لیکن آپ علیہ السلام اسی حالت میں نکل کر پھر انہیں دعوت حق دینے لگے۔'' (ابن عساکر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک بوڑھا شخص جو لاٹھی کے سہارے چل رہا تھا اس نے اپنے بچے کو اٹھایا ہوا تھا نوح علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے بیٹے کو کہنے لگا اے میرے بیٹے دیکھنا اس بوڑھے شخص کے جال میں نہ پھنسنا یہ تمہیں کہیں دھوکے میں نہ ڈال دے باپ کی بات سن کر بیٹے نے کہا اے میرے ابا مجھے اتار دو اور اپنا ڈنڈا مجھے دے دو باپ نے بیٹے کو اتار کر ڈنڈا اس کے ہاتھ میں تھما دیا اس چھوٹے سے لڑکے نے نوح علیہ السلام کے قریب آ کر آپ علیہ السلام کو ڈنڈا دے مارا

جو آپ کے سر مبارک پر لگا آپ زخمی ہو گئے اور خون جاری ہو گیا یہ ماجرا دیکھ کر نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی اے اللہ تیرے بندے جو میرے ساتھ سلوک کر رہے ہیں اسے تو دیکھ رہا ہے اے اللہ اگر تو اپنے بندوں کو زندہ دیکھنا ہی چاہتا ہے تو انہیں ہدایت دے یا اپنا کوئی فیصلہ فرمانے تک مجھے صبر دے تو بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔" (ابن عساکر)

غرضیکہ قوم نوح حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی تبلیغ سے اس قدر نفرت کرنے لگی اور اس قدر دشمنی پر اتر آئی جس کا اندازہ اس امر سے لگائیے کہ جب ان کی ایک نسل گزر جاتی تو وہ جاتے جاتے اپنے بیٹوں کو وصیت کر جاتی کہ تم پر اللہ کے اس نبی نوح کی مخالفت لازم ہے کچھ بھی ہو تم ایمان نہیں لاؤ گے اور ہر صورت اس دین کو جھٹلاؤ گے۔ جب کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا اور بات سمجھنے کے قابل ہوتا تو اسے نوح علیہ السلام کی مخالفت کی تعلیم دی جاتی اور اسے نصیحت کی جاتی کہ حق کی مخالفت اور نوح کی عداوت اس نسل کے لیے بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی پہلی نسل کے لیے ضروری تھی۔ باپ اپنے بچوں کو یہ سبق ازبر کراتے کہ جب تک زندہ رہو نوح کی مخالفت کا جذبہ دل میں سرد نہیں ہونے دو اور کبھی بھی اس کی دعوت دین کی طرف مبذول نہ ہو۔ (ابن کثیر)

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا:

حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کی اس انتہا پسندی، اسلام دشمنی، ہٹ دھرمی، کفر و شرک پر شدت اور اپنے لیے ان کے دلوں میں نفرت محسوس کی تو آپ علیہ السلام غمگین و پریشان ہو گئے اور اپنے رب سے عرض کی تو اللہ عزوجل نے ان سے ارشاد فرمایا:

"اور نوح کو وحی ہوئی کہ تمہاری قوم سے مسلمان نہ ہوں گے مگر جتنے ایمان لا چکے تو غم نہ کھا اس پر جو وہ کرتے ہیں۔" (پ۱۲، ہود، آیت ۳۶)

جب حضرت نوح علیہ السلام نے ارشاد الٰہی سے یہ سمجھ لیا کہ میری قوم میں سے جو ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ اب اور کوئی ایمان نہ لائے گا اور یہ کہ اب میری قوم کو ہدایت پانے کی کوئی امید نہیں اور وہ کفر و شرک پر مصر ہیں اور ان سے سوائے بدکاری و ناشکری کے کوئی توقع نہیں ان میں بھلائی کی امید نہیں اور ان کی اسلام دشمنی اور میری

تکذیب حد سے بڑھ چکی ہے اور جو ایمان لا چکے وہ ان کی شر پسندیوں سے ہلکان ہو چکے ہیں اور ظلم وستم کی انتہا ہو چکی ہے تو پھر انہوں نے اپنے رب سے دعا فرمائی جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

(۱) ''نوح نے عرض کی اے میرے رب میری امداد فرما اس پر کہ انہوں نے میری تکذیب کی۔'' (پ۱۸، المؤمنون آیت ۳۹)

(۲) ''تو آپ نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے۔'' (پ۲۷، القمر آیت ۱۰)

(۳) ''اور نوح نے عرض کی اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔ بے شک اگر تو انہیں رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی اولاد ہوگی تو وہ بھی نہ ہوگی مگر بدکار بڑی ناشکری۔'' (پ۲۹، نوح ۲۶۔۲۷)

حضرت نوح علیہ السلام کی قبولیتِ دعا قرآن حکیم کی روشنی میں:

حضرت نوح علیہ السلام جب اپنی قوم کے رویے اور ان کے کفر وشرک سے ناامید ہو گئے یہاں تک کہ انہوں نے اپنے رب سے دعا کی تو اللہ عزوجل نے نوح علیہ السلام کو وحی فرما کر تسلی دی کہ آپ ان کے رویے اور کفر وشرک سے نہ گھبرائیں اور نہ غمگین ہوں کہ جن کی سرشت میں نیکی تھی وہ ایمان لا چکے اور عنقریب آپ کو فتح ہوگی اور قوم اس عذاب کا مزہ چکھ لے گی جس سے آپ نے انہیں متنبہ کیا تھا۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اس عذاب کا ذکر کیا گیا۔ ارشاد ہوا:

(۱) آپ (نوح علیہ السلام) نے کہا اے میری قوم نہیں ہے مجھ میں ذرا گمراہی بلکہ میں تو رسول ہوں سارے جہانوں کے پروردگار کی طرف سے پہنچاتا ہوں تمہیں پیغامات اپنے رب کے اور نصیحت کرتا ہوں تمہیں اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے کیا تم تعجب کرتے ہو اس پر کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک آدمی کے ذریعے جو

تم میں سے ہے تا کہ وہ ڈرائے تمہیں (غضب الٰہی سے) اور تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ اور تا کہ تم پر رحم کیا جائے پھر بھی انہوں نے جھٹلایا نوح کو تو ہم نے نجات دی ان کو اور جو آپ کے ساتھ کشتی میں تھے اور ہم نے غرق کر دیا ان (بدبختوں) کو جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو بے شک وہ اندھا گروہ تھا۔ (پ۸ سورۃ الاعراف آیت ۶۱-۶۴)

ارشاد ہوا

(۲) ''اور آپ پڑھ سنایئے انہیں نوح (علیہ السلام) کی خبر جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اگر گراں ہے تم پر میرا قیام اور نصیحت کرنا اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے پس (سن لو) میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کر لیا تو پھر مل کر کام کرو اور اپنے جھوٹے معبودوں سمیت اپنا کام پکا کر لو تمہارے کام میں تم پر الجھن نہ رہے پھر کر گزرو میرے ساتھ (جو جی میں آئے) اور مجھے مہلت نہ دو اگر تم منہ موڑے رہو تو نہیں طلب کیا میں نے تم سے کوئی اجر نہیں میرا اجر مگر اللہ کے ذمہ اور مجھے حکم ہے کہ میں مسلمانوں سے ہوں......
تو ان کی قوم نے آپ کو جھٹلایا پس ہم نے نجات دی انہیں اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے اور ہم نے بنا دیا انہیں کا جانشین اور ہم نے غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ذرا دیکھو کیسا انجام ہوا ان کا جنہیں ڈرایا گیا تھا۔'' (پ۱۹ سورۃ یونس، آیت ۷۱ تا ۷۳)

(۳) ''اور بے شک ہم نے بھیجا نوح کو ان کی قوم کی طرف انہوں نے کہا اے قوم میں تمہیں کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں کہ تم نہ عبادت کرو کسی کی سوائے اللہ کے بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تم پر عذاب کا دردناک دن نہ آ جائے......
بولے اے نوح تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور اس جھگڑے کو بہت طول دیا (اس مباحثہ کو رہنے دو اور لے آؤ ہمارے پاس جس (عذاب) کی تم ہمیں دھمکی دیتے رہے ہو اگر تم سچے ہو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی لے

آئے گا اسے تمہارے پاس اگر چاہے گا اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے...... اور وحی کی گئی نوح (علیہ السلام) کی طرف کہ نہیں ایمان لائیں گے آپ کی قوم سے بجز ان کے جو ایمان لا چکے اس لیے آپ غمگین نہ ہوں اس سے جو وہ کیا کرتے ہیں اور بنایئے ایک کشتی...... اور نہ بات کیجئے مجھ سے ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ظلم کیا وہ ضرور غرق کر دیئے جائیں گے۔" (پ ۱۱، سورۃ ہود، آیت ۲۵، ۲۶، ۳۲، ۳۳، ۳۶، ۳۷)

(۴) "اور یاد کرو نوح (علیہ السلام کو) جب انہوں نے (مجھے) پکارا پیش ازیں تو میں نے قبول فرمایا ان کی دعا کو اور بچایا انہیں اور ان کے گھر والوں کو سخت مصیبت سے اور ہم نے ان کی حمایت کی اس قوم کے مقابلے میں جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا بے شک وہ بڑے نانہجار لوگ تھے پس ہم نے غرق کر دیا ان سب کو۔" (پ ۱۷، سورۃ الانبیاء، آیت ۷۶-۷۷)

(۵) "اور ہم نے بھیجا نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف تو آپ نے فرمایا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ نہیں ہے تمہارا کوئی خدا اس کے بغیر کیا تم (بت پرستی کے انجام سے) نہیں ڈرتے تو کہنے لگے وہ سردار جنہوں نے کفر اختیار کیا تھا ان کی قوم سے کہ نہیں ہے مگر بشر تمہارے جیسا۔ یہ چاہتا ہے کہ اپنی بزرگی جتلائے تم پر اور اللہ چاہتا تو فرشتہ اتارتا...... ہم نے نہیں سنی یہ بات (جو نوح کہتا ہے) اپنے اباء واجداد سے۔ نہیں ہے یہ مگر ایسا شخص جسے جنون کا مرض ہو گیا ہے سو انتظار کرو اس کے انجام کا کچھ عرصہ۔ آپ نے عرض کی اے رب (اب) تو ہی میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے تو ہم نے وحی بھیجی ان کی طرف کہ بناؤ ایک کشتی ہمارے حکم کے مطابق ہماری نگاہ کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا پھر جب ہمارا حکم آئے اور تنور اُبلے تو اس میں بٹھا لے"

(پ ۱۸، سورۃ مؤمنون، آیت ۲۳-۲۶)

(۶) ''جھٹلایا قوم نوح نے (اللہ کے) رسولوں کو جب کہا انہیں نوح نے کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ بے شک میں تمہارے لیے رسول امین ہوں پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو...... انہوں نے (قوم نوح نے) کہا کیا ہم (قوم کے رئیس) ایمان لائیں گے تجھ پر تمہاری پیروی صرف گھٹیا لوگ کر رہے ہیں...... اے نوح اگر تم باز نہ آئے تو (یاد رکھو) تمہیں ضرور سنگسار کر دیا جائے گا آپ نے عرض کی! میرے مالک میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے بس تو فیصلہ فرما دے میرے اور ان کے درمیان جو قطعی ہو اور نجات دے مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں اہل ایمان سے پس ہم نے نجات دی انہیں اور جو آپ کے ساتھ اس کشتی میں تھے جو کھچا کھچ بھری ہوئی تھی پھر ہم نے غرق کر دیا اس کے بعد پیچھے رہ جانے والوں کو......''

(پ ۱۹، سورۃ الشعرآء ۱۰۵ تا ۱۰۸، ۱۱۱، ۱۱۶ تا ۱۲۰)

(۷) ''اور بے شک ہم نے بھیجا نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف تو وہ ٹھہرے رہے ان میں پچاس کم ہزار سال آخر آ لیا انہیں طوفان نے اس حال میں کہ وہ ظالم تھے پس ہم نے نجات دے دی نوح کو اور کشتی والوں کو اور ہم نے بنا دیا اس کشتی کو ایک نشانی سارے جہان والوں کے لیے۔''

(پ ۲۰، سورۃ العنکبوت آیت ۱۵-۱۴)

(۸) ''اور (فریاد کرتے ہوئے) پکارا ہمیں نوح نے پس ہم بہترین فریاد رس ہیں اور ہم نے نجات دی انہیں اور ان کے گھرانے کو ایسی مصیبت سے جو بڑی زبردست تھی اور ہم نے اسی کی اولاد باقی رکھی۔''

(۲۳ ص، سورۃ صٰفٰت آیت ۷۵ تا ۷۷)

(۹) ''جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے یعنی انہوں نے جھٹلایا ہمارے بندے کو اور کہا یہ دیوانہ ہے اور اسے جھڑکا بھی گیا آخر کار آپ نے دعا مانگی اپنے رب سے کہ میں عاجز آ گیا ہوں بس تو (ان سے) بدلے پھر ہم نے

کھول دیئے آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش کے ساتھ اور جاری کر دیا ہم نے زمین سے چشموں کو پھر دونوں پانی مل گئے ایک مقصد کے لیے جو مقرر ہو چکا تھا اور سوار کر دیا نوح کو تختوں والی اور کیلوں والی کہ وہ ہماری نگاہ کے روبرو بہتی۔ اس کے صلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا اور ہم نے اسے نشانی چھوڑا تو ہے کوئی دھیان کرنے والا تو کیسا میرا عذاب اور دھمکیاں۔" (۲۷، سورۃ القمر، آیت ۹ تا ۱۲)

(۱۰) "بے شک ہم نے بھیجا نوح کو ان کی طرف (اور فرمایا اے نوح) بروقت خبردار کرو اپنی قوم کو اس سے پہلے کہ نازل ہو جائے ان پر عذاب الیم۔ آپ نے فرمایا اے میری قوم میں صریح طور پر تمہیں ڈرانے والا ہوں کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔ نوح نے عرض کی اے میرے رب میں نے دعوت دی اپنی قوم کو...... اے میرے پروردگار انہوں نے میری نافرمانی کی...... اور بڑے بڑے مکروفریب کئے ...... اور انہوں نے گمراہ کر دیا بہت سے لوگوں کو (الٰہی) تو بھی ان کی گمراہی میں اضافہ کر دے۔ اپنی خطاؤں کے باعث انہیں غرق کر دیا گیا پھر انہیں آگ میں ڈال دیا گیا......۔"

(پ۲۹، سورۃ نوح آیت ا۔۲۶)

مذکورہ بالا آیت بارکہ سے واضح ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت حق دینے کے لیے ہر طریقہ آزمایا مگر ان پر مطلق کوئی اثر نہ ہوا وہ اپنی سرکشی، ہٹ دھرمی اور کفر و شرک پر اڑے رہے۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام اور آپ پر ایمان لانے والوں پر تحقیر و تنقید پر ظلم و ستم کی انتہاء کر دی تو حضرت نوح علیہ السلام نے غمگین و پریشان ہو کر ان کے لیے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس راست باز نبی کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور ان کی قوم پر طوفان کی شکل میں ایک خوفناک عذاب نازل فرمایا اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ اہل ایمان کو اس عذاب سے بچالیا۔ اس طوفان سے بچنے کے لیے حضرت نوح علیہ السلام نے حکم الٰہی کے مطابق ایک کشتی تیار کی جس

میں آپ اہل ایمان کے ساتھ سوار ہو گئے اور یوں اس طوفان میں وہ کشتی آپ علیہ السلام کے لیے ذریعہ نجات بن گئی۔ اس کشتی کا تفصیلی قصہ قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں مذکور ہوا جو آگے پیش کیا جا رہا ہے۔

کشتیٔ نوح قرآن حکیم وتفاسیر اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ نے جب قوم نوح پر عذاب نازل فرمانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت نوح علیہ السلام کو ایک کشتی تیار کرنے کا حکم دیا تا کہ وہ اس کے ذریعے اپنا اور اپنے ساتھ اہلِ ایمان کا بچاؤ کر سکیں۔

ارشاد ہوا:

(۱) ''اور کشتی بناؤ ہمارے سامنے ہمارے حکم سے۔'' (پ۱۲، سورۃ ہود آیت ۲۷)

(۲) ''ہم نے وحی بھیجی ان کی طرف کہ بناؤ ایک کشتی ہمارے سامنے ہمارے حکم کے مطابق۔'' (پ۱۸ سورۃ المؤمنون آیت ۲۷)

(۳) ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نوح علیہ السلام کو معلوم نہیں تھا کہ کشتی کیسے بنائیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ کشتی کا اگلا حصہ مرغ کے سر کی طرح بنانا اور اس کا درمیان کا حصہ پرندوں کے پوٹے کی طرح بنائیں اور پچھلا حصہ مرغ کی دُم کی طرح بنائیں اور اس کے اطراف میں دروازے بنائیں۔ میخوں سے مضبوط کر دیں سوائے نیچے والی اطراف کے ہر طرف میں تارکول کی لپائی کر دیں۔ کشتی بنانے میں جبرائیل علیہ السلام اور کچھ دوسرے فرشتوں نے بھی معاونت کی۔'' (ابن عساکر، روح المعانی، ج۷ ص۴۹)

(۴) ''کشتیٔ نوح کی لمبائی تین سو زراع (ساڑھے چار سو فٹ اور چوڑائی پچاس زراع (پچھتر فٹ) اور اونچائی تیس زراع (پینتالیس فٹ) تھی یہ کشتی ساگوان کی لکڑی سے تیار کی گئی تھی جس کے تیار کرنے میں دو سال صرف ہوئے۔

یہ کشتی تین منزلہ تھی پہلی منزل میں وحشی جانور درندے، حشرات الارض (کیڑے مکوڑے) تھے جبکہ درمیانی حصہ میں پالتو جانور، چوپائے وغیرہ تھے اور سب سے اوپر والی منزل میں حضرت نوح علیہ اسلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے حضرات تھے اور اپنا زادراہ یعنی کھانے پینے کی اشیاء رکھی گئی تھیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۷ص ۲۲۳)

کشتی میں وہی لوگ سوار تھے جو آپ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے جن میں آپ علیہ السلام کے تین بیٹے اور تینوں کی زوجہ اور خود نوح علیہ السلام اور آپ کی زوجہ یعنی گھر کے آٹھ افراد باقی ستر افراد اور تھے جو اہل ایمان میں سے تھے اس طرح کل ۷۸ افراد کشتی نوح میں سوار ہوئے۔ جبکہ علامہ آلوسی کی روایت کے مطابق اناسی آدمی یعنی آٹھ افراد آپ کو ملا کر گھر کے باقی اکہتر ۷۱ افراد قبیلے کے تھے جو کشتی پر سوار ہوئے۔

(تفسیر روح المعانی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نوح علیہ السلام نے ہر چیز کے دو دو جوڑے کشتی میں سوار فرمائے تو آپ علیہ السلام کے ساتھیوں نے عرض کی حضور ہم کیسے اطمینان سے بیٹھ پائیں گے یا فرمایا چوپائے کیسے آرام سے بیٹھیں گے جبکہ ہمارے ساتھ شیر بھی ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے شیر کو بخار میں مبتلا کر دیا اور دنیا میں سب سے پہلے بخار شیر پر نازل ہوا (بخار کی تکلیف کے سبب وہ اطراف میں موجود انسانوں اور جانوروں وغیرہ کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکا) پھر لوگوں نے چوہوں کی شکایت کی کہ وہ ہمارے کھانے پینے کی چیزوں اور سامان کو خراب کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے شیر کی طبیعت میں یہ بات ڈال دی کہ اس نے چھینک ماری تو اس میں سے بلی نمودار ہوئی بلی کو دیکھ کر چوہے چھپ گئے۔ (ابن کثیر)

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ کشتی کی بلندی تیس گز تھی اس کی تین منزلیں تھیں ہر منزل دس گز پر مشتمل تھی کشتی کا دروازہ چوڑائی میں رکھا گیا اس دروازے پر ایک ڈھکنا بھی تھا جسے بند کر کے پانی کے داخلے کو ناممکن بنا دیا گیا تھا۔ (ابن کثیر)

طوفان نوح قرآن حکیم کی روشنی میں

حضرت نوح علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتی بنا رہے تھے تو آپ علیہ

السلام کی قوم آپ سے پوچھتی کہ اتنی بڑی کشتی کا کیا کرو گے؟ تو آپ علیہ السلام انہیں جواب دیتے کہ یہ سیلاب میں کام آئے گی یہ سن کر آپ علیہ السلام کی قوم آپ کا مذاق اڑاتی کہ یہاں تو کوئی دریا و سمندر موجود نہیں تو اتنی بڑی کشتی بنانا کہ سیلاب میں کام آئے گی بڑی بے وقوفی ہے (معاذ اللہ) چنانچہ وہ آپ علیہ السلام کا تمسخر اڑاتے:

جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا:

''اور نوح کشتی بناتے ہیں جب اس قوم کے سردار اس پر گزرتے اس پر ہنستے (نوح علیہ السلام نے) فرمایا اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم تم پر ہنسیں گے جیسا کہ تم ہنستے ہو یعنی ٹھیک ہے جس طرح اب تم مذاق کرتے پھرتے ہو۔ (پ۱۲ سورۃ ھود آیت ۳۸)

جب اللہ عزوجل کا عذاب آئے گا تو ہم تمہارا یونہی مذاق اڑائیں گے اور تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کن تباہی کس پر آتی ہے اور ہمیشہ رہنے والا عذاب کس کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال رہے ایک صدی درخت کی نگہداشت کرتے رہے جب وہ درخت بڑا ہوا اور اس کی ٹہنیاں دور دور تک پھیل گئیں تو انہوں نے اس درخت کو کاٹا اور کشتی بنانا شروع کردی لوگ وہاں سے گزرتے اور آپ کو کام کرتا دیکھ کر ٹھٹھا کرتے اور مذاق اڑاتے اور کہتے تو اس خشکی کے لیے کشتی بنا رہا ہے یہ چلے گی کیسے؟ آپ علیہ السلام ان کے جواب میں بس اتنا فرماتے کہ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔'' (ابن کثیر)

جب کشتی بن کر تیار ہوگئی تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی نوح علیہ السلام کو حکم فرما دیا تھا کہ جب عذاب کا فیصلہ ہو جائے اور اس کے آثار و علامتیں ظاہر ہونا شروع ہو جائیں تو ہر جوڑے سے دو دو حیوان اور دوسری تمام جنس کی اشیاء کے جوڑے کشتی میں سوار کر لینا تاکہ ان کی نسل باقی رہ سکے اور اپنے اہل خانہ کو بھی ساتھ لینے کا حکم فرمایا اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ جو کفر پر ڈٹا رہے اس کے متعلق دعا نہ کرنا کیونکہ اس کی ہلاکت یقینی ہے اور

اس پر عذاب مسلط ہو کر رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بتا دیا تھا کہ جب تنور سے پانی نکلنا شروع ہو جائے تو سمجھ جانا کہ طوفان آ رہا ہے اس وقت کشتی پر سوار ہو جانا اور تمام جانوروں کا ایک ایک جوڑا اور اہل ایمان کو بھی کشتی میں سوار کرالینا۔ یہ تنور کوفہ میں تھا عام تنور تھا جس میں آپ علیہ السلام کی زوجہ روٹیاں پکاتی تھیں چنانچہ اس سے پانی ابلنا شروع ہو گیا جس طرح ہنڈیا ابلتی ہے اس طرح تنور ابلنا شروع ہو گیا تو آپ علیہ السلام جان گئے کہ طوفان کی ابتداء ہو گئی ہے اور اب طوفان آیا ہی چاہتا ہے۔ قرآن پاک میں طوفان نوح کا قصہ متعدد جگہ مذکور ہوا۔ ارشاد ہوا

(۱) ''یہاں تک کہ جب آ گیا ہمارا حکم اور ابل پڑا تنور تو ہم نے (نوح کو) فرمایا سوار کرلو کشتی میں ہر جنس سے نر و مادہ دو اور اپنے گھر والوں کو سوائے ان کے جن پر پہلے ہو چکا ہے حکم اور (سوار کرلو) جو ایمان لاچکے ہیں......نوح نے کہا سوار ہو جاؤ اس (کشتی) میں۔ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہی اس کا چلنا اور لنگر انداز ہونا ہے...... اور وہ چلنے لگی انہیں لے کر ایسی موجوں میں جو پہاڑی کی مانند ہیں......۔'' (پ۱۲، سورۃ ھود آیت ۴۰-۴۱)

(۲) ''تو ہم نے وحی بھیجی ان کی طرف کے بناؤ ایک کشتی ہماری نگاہ کے سامنے ہمارے حکم کے مطابق پھر جب آ جائے ہمارا عذاب اور (پانی) ابل پڑے تنور سے تو داخل کرلو اس میں ہر جوڑے میں سے دو دو اور اپنے گھر والوں کو بجز ان کے جن کے بارے میں پہلے فیصلہ ہو چکا ہے ان ظالموں کے معاملے میں مجھ سے بات نہ کرنا......تو وہ ضرور غرق کئے جائینگے......۔''

(پ۱۸، سورۃ المؤمنون آیت ۲۷)

(۳) ''پس ہم نے نجات دی انہیں اور جو آپ کے ہمراہ اس کشتی میں تھے جو کھچا کھچ بھری ہوئی تھی پھر ہم نے غرق کر دیا اس کے بعد پیچھے رہ جانے والوں کو......۔'' (پ۱۹، سورۃ الشعرآء آیت ۱۲۰)

(۴) ''آخر کار آپ (نوح) نے دعا مانگی اپنے رب سے کہ میں عاجز آ گیا ہوں بس تو (ان سے) بدلہ لے پھر ہم نے کھول دیئے آسمان کے دروازے موسلادھار بارش کے ساتھ اور جاری کر دیا ہم نے زمین اور چشموں کو پھر دونوں پانی مل گئے ایک مقصد (عذاب) کے لیے جو پہلے مقرر ہو چکا تھا اور ہم نے سوار کر دیا نوح کو تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر وہ بہتی جا رہی تھی ہمارے سامنے یہ (طوفان) بدلہ تھا اس (نبی) کا جس کا انکار کیا گیا تھا سو کیسا (خوفناک) تھا میرا عذاب اور (کتنے سچے تھے) میرے ڈراوے۔'' (پ ۲۷ سورۃ القمر آیت ۱۰ تا ۱۶)

(۵) ''پھر بھی انہوں نے (قوم نوح نے) جھٹلایا نوح کو تو ہم نے نجات دی ان کو اور جو آپ کے ساتھ کشتی میں تھے اور ہم نے غرق کر دیا ان (بدبختوں) کو جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو بے شک وہ لوگ دل کے اندھے تھے۔''

(پ ۸، سورۃ الاعراف آیت ۶۴)

(۶) ''تو آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا پس ہم نے نجات دی انہیں اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے اور ہم نے بنا دیا انہیں ان کا جانشین اور ہم نے غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ ذرا دیکھو کیسا انجام ہوا ان کا جنہیں ڈرایا گیا تھا۔'' (پ ۱۱ سورۃ یونس، آیت ۷۳)

(۷) ''تو ہم نے قبول فرمایا ان کی (نوح کی) دعا کو اور بچایا انہیں اور ان کے گھر والوں کو سخت مصیبت سے اور ہم نے ان کی حمایت کی اس قوم کے مقابلے میں جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا بے شک وہ بڑے ناہنجار لوگ تھے پس ہم نے غرق کر دیا ان سب کو۔''

(پ ۱۷، سورۃ الانبیاء، آیت ۷۶-۷۷)

(۸) ''اور بے شک ہم نے بھیجا نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف...... آخر آلیا انہیں طوفان نے اس حال میں کہ وہ ظالم تھے پس ہم نے نجات

دے دی نوح کو اور کشتی والوں کو اور ہم نے بنا دیا اس کشتی کو ایک نشانی سارے جہاں والوں کے لیے۔" (پ۲۰ سورۃ العنکبوت نمبر ۱۵-۱۴)

(۹) "اور ہم نے نجات دے دی انہیں اور ان کے گھرانے کو اسی مصیبت سے جو بڑی زبردست تھی...... پھر ہم نے غرق کر دیا دوسرے لوگوں کو۔"

(پ۲۳، سورۃ صٰفّٰت، آیت ۷۶-۸۲)

غرضیکہ طوفان اس قدر زبردست تھا کہ ایک ہولناک منظر پیش کر رہا تھا آسمان سے بھی موسلا دھار پانی برس رہا تھا اور زمین بھی تیزی کے ساتھ پانی ابلنا شروع ہو گئی اور یوں دونوں پانی مل گئے اور ایک عظیم طوفان کی شکل اختیار کر لی طغیانی اس قدر شدید تھی کہ موجیں اپنی حد نگاہ تک بلندی کے سبب اونچے اونچے پہاڑوں کی طرح نظر آتیں۔

علامہ رازی فرماتے ہیں کہ موجوں کی بلندی اس وقت ہوتی ہے جب ہوا بھی تیز اور شدید ہو اس سے پتہ چلتا ہے کہ شدید بارش، زمین سے پانی ابلنے کے ساتھ ساتھ شدید آندھیاں بھی چل رہی تھیں جن سے اٹھنے والی موجیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے باتیں کر رہی تھیں۔ (تفسیر کبیر ج ۷، ص ۲۳۰)

اس شدید و زبردست طوفان میں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو بحکم الٰہی اللہ کا نام لے کر کشتی پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوا

"پھر جب اچھی طرح بیٹھ جائیں آپ اور آپ کے ساتھی کشتی کے عرشے پر تو کہنا سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے ہمیں نجات دی ظالم قوم (کے جور وستم) سے۔" (سورۃ المؤمنون)

"اور جس نے ہر قسم کی مخلوق پیدا فرمائی اور بنا دیں تمہارے لیے کشتیاں اور مویشی جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ جم کر بیٹھ جاؤ ان کی پیٹھوں پر پھر (دلوں میں) یاد کرو اپنے رب کی نعمت کو جب تم خوب جم بیٹھ جاؤ ان پر اور (زبان سے) یہ کہو پاک ہے وہ ذات جس نے فرمانبردار بنایا ہے اسے ہمارے لیے اور ہم اس پر قابو پانے کی قدرت نہیں رکھتے تھے۔" (زخرف: ۱۲-۱۱)

بے شک اس زبردست وشدید طوفان میں ایک کشتی کا نہ صرف باقی رہنا بلکہ اس کا پانی میں چلنا بھی صرف اور صرف اللہ کا فضل و رحمت اور اس کی قدرت عظیم ہی تھی کہ اتنے بڑے طوفان میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے لیے ذریعہ نجات بن گئی۔

نوح علیہ السلام کے تین بیٹے مومن تھے جو آپ علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے ان کے نام سام، حام، یافث تھے جبکہ آپ علیہ السلام کا ایک بیٹا کنعان منافق تھا جو ظاہراً تو مسلمان تھا اور آپ علیہ السلام کے سامنے اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتا تھا۔
(مدارک)

وہ یعنی کنعان کشتی پر سوار نہیں ہوا اور غرق ہو گیا جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا:

(۱۰) ''اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اس سے کنارے پر تھا۔ اے میرے بچے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو بولا اب میں کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچا لے گا (نوح علیہ السلام نے) فرمایا آج اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے اور ان کے درمیان موج حائل ہو گئی تو وہ ڈوبنے والوں میں رہ گیا۔''
(پ۱۲ سورۃ ھود آیت ۴۳)

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کے حق میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ منافق ہے جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا:

(۱۱) ''نوح نے اپنے رب کو پکارا عرض کی اے میرے رب! میرا بیٹا بھی تو میرے اہل سے ہے اور یقیناً تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بہتر حکم کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں سے نہیں (کیونکہ) اس کے عمل اچھے نہیں پس سوال نہ کر مجھ سے جس کا تجھے علم نہ ہو۔ (پ۱۲ سورۃ ھود آیت ۴۵-۴۶)

طوفان نوح میں غرق ہونے والوں میں آپ علیہ السلام کا بیٹا کنعان اور آپ علیہ

السلام کی زوجہ جس کا نام والھۃ تھا جو کہ کافرہ تھی اور لوگوں سے کہا کرتی تھی (معاذ اللہ) نوح مجنوں دیوانہ ہے اس کی بات نہ مانا کرو وہ بھی شامل ہے۔ یہ دونوں کافر تھے اور غرق ہو گئے۔(تفسیر جلالین، تفسیر روح المعانی)

مفسرین نے فرمایا کہ اس طوفان کا پانی سب سے بلند پہاڑ سے بھی پندرہ گز اور دیگر روایت کے مطابق اسی گز بلند تھا دنیا کا کوئی پہاڑ نظر نہیں آتا تھا سب سے بلند و بالا پہاڑ بھی پانی میں ڈوب گئے تھے تمام زمین اس کی لپیٹ میں تھی پہاڑ، میدان صحرا خشکی و تری چٹیل میدان و شاداب وادیاں سب پر طوفان برپا تھا اس طوفان کی ہلاکت خیزیاں عام تھیں روئے زمین پر کوئی جاندار نہ بچ سکا سوائے نوح علیہ السلام کی کشتی کے سوار تھے جو باقی بچے۔ یقیناً قدرت الٰہی کا کرشمہ تھا جیسا کہ ارشاد ہوا

"پس ہم نے نجات دی نوح کو اور کشتی والوں کو اور ہم نے بنا دیا اس کشتی کو ایک نشانی سارے جہاں والوں کے لیے۔" (سورۃ العنکبوت نمبر ۱۵)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا

"اور ہم نے باقی رکھا اس کو (قصہ کو) بطور نشانی۔" (سورۃ القمر)

طوفانِ نوح علیہ السلام کا اختتام:

اللہ عزوجل کی جانب سے نازل شدہ یہ زبردست طوفان جب کافروں کو غرق کر چکا تو اسے تھم جانے کا حکم دیا گیا چنانچہ بارش رک گئی اور زمین میں سارا پانی جذب ہو گیا اور کشتی جودی پہاڑ پر جا کر ٹھہر گئی اور اس میں موجود انسان و جانور اس خوفناک طوفان سے محفوظ رہے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا:

"اور حکم فرمایا گیا اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری......"

(پ۱۲، سورۃ ھود آیت ۴۴)

کتب تفاسیر میں مذکور ہے کہ صرف وہی لوگ اور وہی جانور اس طوفان سے بچ گئے جو کشتی میں سوار تھے باقی تمام انسان و جانور و پرندے غرق ہو گئے لیکن یہ طوفان ہر عاقل و بالغ کافر کے لیے تھا باقی ڈوبنے والوں کے لیے عذاب نہیں تھا۔
(تفسیر جلالین وتفسیر صاوی)

کشتی کے جودی پہاڑ پر ٹھہرنے کا سبب مذکور فرمایا گیا کہ چونکہ تمام پہاڑ اپنی اپنی بلندیوں پر تکبر کر رہے تھے اور ناز کر رہے تھے لیکن جودی پہاڑ اللہ کے حضور عاجزی ہی کرتا رہا تو اللہ تعالیٰ نے اسے یہ تکریم عطا فرمائی کہ نوح علیہ السلام کی کشتی اس پر آ کر ٹھہری۔ ''جس نے عاجزی کی اللہ تعالیٰ نے اسے رفعت عطا فرمائی۔'' (از روح المعانی ج ۷)

یہ جودی پہاڑ موصل یا شام کے علاقے میں ہے طوفان ختم ہونے کے بعد جب کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی اور زمین میں سارا پانی خشک ہو گیا اور بارش رک گئی پھر اللہ عزوجل کی طرف سے حضرت نوح علیہ السلام اور کشتی میں سوار دیگر افراد اور جانوروں، پرندوں وغیرہ کو کشتی سے اترنے کا حکم ملا جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا:

(۱) ''ارشاد ہوا اے نوح! (کشتی سے) اتریئے امن و سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتوں کے ساتھ جو آپ پر ہیں اور ان قوموں پر جو آپ کے ہمراہ ہیں۔'' (پ۱۲ سورۃ ھود آیت ۴۸)

(۲) ''اور یہ بھی عرض کرنا کہ اے میرے رب! اتار مجھے بابرکت منزل پر اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔'' (پ۱۸، سورۃ المؤمنون آیت ۲۸)

الغرض حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی سے باہر تشریف لائے تو وہ عاشورے کا دن تھا آپ علیہ السلام نے حکم فرمایا کہ پہاڑ کے دامن میں رہنے سہنے کے لیے مکانات بناؤ پھر آپ نے اس آبادی کا نام ''مدینۃ الثمانین'' رکھا۔

کشتیٔ نوح علیہ السلام:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں اسی مرد اور ان کے اہل و عیال تھے وہ کشتی میں ایک سو پچاس دن سوار رہے

اللہ تعالیٰ نے کشتی کا منہ مکہ مکرمہ کی طرف پھیر دیا وہ بیت اللہ شریف کے اردگرد چالیس دن تک پھرتی رہی پھر اس کا رخ ''جودی'' پہاڑ کی طرف پھیر دیا جودی پر کشتی ٹھہر گئی تو نوح علیہ السلام نے ایک کوے کو بھیجا کہ وہ جا کر زمین کی خبر لائے وہ گیا اور ایک مردار پر بیٹھ گیا اس طرح اس نے واپس آنے میں کافی دیر لگا دی آپ علیہ السلام نے کبوتر کو بھیجا وہ گیا اور زیتون کے پتے لے آیا اور اپنے دونوں پاؤں بھی مٹی سے لت پت کر لیے اس سے نوح علیہ السلام سمجھ گئے کہ زمین سے پانی ختم ہو گیا ہے آپ جودی پہاڑی سے اترے وہاں ایک بستی کی بنیاد رکھی اس کا نام ثمانین رکھا۔'' (ابن کثیر)

حضرت قتادہ اور دوسرے مفسرین فرماتے ہیں کہ اہل اسلام رجب کی دسویں تاریخ کو کشتی میں سوار ہوئے اور ایک سو پچاس دن تک برابر سوار رہے پھر جودی پہاڑ پر یہ کشتی تیس دن تک رہی آخر محرم کی دسویں تاریخ کو یہ لوگ کشتی سے باہر آئے۔'' (ابن کثیر)

ابن جریر نے ایک حدیث مرفوعاً روایت کی جس میں یہ بتایا گیا کہ محرم کی دسویں روز ان لوگوں نے روزہ رکھا۔

حضرت ابوہرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے دریافت فرمایا یہ کیسا روزہ ہے انہوں نے کہا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو غرق ہونے سے بچایا اور اس دن فرعون غرق ہوا اسی روز نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری تو نوح علیہ السلام نے عاشورہ کا روزہ رکھا تھا۔''

(مسند احمد)

وصال نوح علیہ السلام:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کی عمر میں [illegible] ۹۵۰ سال تک اپنی قوم کو تبلیغ کرتے رہے طوفان کے بعد بھی ۲۰۰ برس تک زندہ رہے اور وفات کے وقت آپ کی عمر ۱۴۵۰ سال تھی۔''

وفات کے وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام سے دریافت کیا کہ بتائیے آپ نے دنیا کو کیسا پایا؟ حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا

اس سرائے کی طرح جس کے دو دروازے ہوں ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل آیا۔ پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے آپ کی روح قبض فرمائی فرشتوں نے غسل دے کر جنازہ تیار کیا اور فرشتوں نے ہی نماز جنازہ ادا کی۔

چونکہ آپ کسی پہاڑ پر بغرض سیر و تفریح گئے ہوئے تھے پیام اجل آ پہنچا اس جنگل اور پہاڑ پر کوئی انسان موجود نہ تھا چنانچہ فرشتوں نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔

وصیت نوح علیہ السلام:

وصال سے قبل آپ نے اپنے بیٹے سام کو بلا کر اپنا جانشین مقرر کیا اور انہیں مفید وصیت فرمائی آپ علیہ السلام کے وصال کے وقت حضرت سام کی عمر ۴۴۸ سال تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نبی نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹے سام کو وصیت فرمائی بیٹا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں میں تمہیں دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے روکتا ہوں میں تمہیں حکم دیتا ہوں لا الہ الا اللہ (کے ذکر) کا بے شک سات آسمان اور سات زمینیں ٹوٹ کر بکھر جائیں تو بھی یہ کلمہ لا الہ الا اللہ انہیں پھر سے جوڑ سکتا ہے۔ دوسری چیز یہ کہ تم سبحان اللہ اور الحمد اللہ کا ذکر کیا کرو یہ وہ تسبیح ہے جو پوری خلق خدا کی زبان سے صبح شام جاری و ساری ہے انہیں کلمات طیبات کے وسیلے سے مخلوق خدا کو رزق ملتا ہے اور میں تمہیں دو چیزوں سے منع کرتا ہوں ایک شرک سے اور دوسرا تکبر سے۔"

(مسند احمد، ابن کثیر)

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جتنے اہل ایمان تھے کسی کی نسل نہیں چلی روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کا تعلق نوح علیہ السلام کے تینوں بیٹوں سے ہی ہے جن کے نام سام حام اور یافث بتائے جاتے ہیں۔ (ابن کثیر)

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

"اور ہم نے بنا دیا فقط ان کی نسل کو باقی رہنے والا۔"

چنانچہ تمام انسانوں کا سلسلہ نسب حضرت نوح علیہ السلام کی وساطت سے حضرت

آدم علیہ السلام تک پہنچتا ہے حدیث مبارکہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا

''سام عربوں کے باپ ہیں، حام حبشیوں کے اور یافثؒ رومیوں کے باپ ہیں۔'' (مسند احمد)

مزارنوح علیہ السلام:

حضرت نوح علیہ السلام کی قبرانور مسجد حرام میں واقع ہے۔ (رواہ ابن جریر)

حضرت نوح علیہ السلام کی عبادت گزاری وشکرگزاری:

حضرت نوح علیہ السلام اللہ عزوجل کے شکرگزار وعبادت گزار نبی تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کوقرآن مجید میں اپنا شکرگزار بندہ قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا

''بے شک نوح ایک شکرگزار بندہ تھا۔'' (پ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳)

روایت کیا گیا کہ حضرت نوح علیہ السلام ہر کام پر اللہ عزوجل کا شکرادا کرتے جب کھانا تناول فرماتے پانی پیتے یا لباس زیب تن فرماتے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتے۔

(ابن کثیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھتے اور صرف دودن افطار فرماتے ایک عیدالفطر کے دن اور دوسرا عیدالاضحیٰ کے روز۔''

(طبرانی، ابن ماجہ)

حضرت نوح علیہ السلام اتنے عبادت گزار وشکرگزار نبی ہونے کے باوجود اپنی عبادت وشکرگزاری پر نازاں ہونے کے بجائے رب تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار رہتے تھے جیسا کہ درج ذیل آیت مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے جس میں نوح علیہ اسلام اپنے رب سے ارشادفرمارہے ہیں

''اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور مجھ پر رحم نہ کرے تو میں ہو جاؤں زیاں کاروں سے۔'' (پ۱۲، سورۃ ھود آیت ۴۷)

حضرت نوح علیہ السلام کی شکر گزاری وعبادت گزاری کے ساتھ ساتھ ان کی ایک اور فضیلت آیت مبارکہ سے ظاہر ہوتی ہے جس میں رب تعالیٰ نے انہیں محسن وایماندار قرار دیا اوران پر سلام بھیجا درج ذیل آیت مبارکہ ملاحظہ فرمایئے۔

"نوح پر سلام ہو تمام جہانوں میں ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں محسنین کو بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔"

(پ۲۳ سورۃ صٰفٰت آیت ۷۹-۸۱)

”تذکرہ حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام“

پیدائش ونسب:

سیّدنا ہود علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے آٹھ سو(۸۰۰) سال بعد تشریف لائے اور چار سو چونسٹھ (۴۶۴) سال دنیا میں رہے آپ کا تعلق قبیلہ عرب سے تھا جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے حضرت ابوذ وغفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء میں سے چار کا تعلق عرب قوم سے ہے ہود، صالح، شعیب اور اے ابوذر آپ کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (ابن کثیر)

آپ علیہ السلام قوم عاد سے ہیں اور آپ کا نسب نامہ یوں ہے

ھود بن شالخ بن ارفخشند ہ بن سام بن نوح علیہم السلام

آپ علیہ السلام کا نسب نامہ یوں بھی بیان ہوتا ہے

ہود بن عبداللہ بن رباح بن خلود بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہم السلام۔

اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا

”ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا۔“

(تفسیر صاوی، وجمل حاشیہ جلالین)

حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک شخص کا نام عاد تھا اس کی طرف منسوب ہونے والی قوم کو عاد کہا گیا۔

اس قبیلہ عاد کو عاد اولیٰ یا عاد ارم بھی کہا گیا۔ عادِ ارم کا نام قرآن پاک میں بھی مذکور ہوا۔

ارشاد ہوا:

''کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا وہ ارم حد سے زیادہ طول والے۔'' (پ۳۰، سورۃ الفجر آیت ۶-۷)

ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

''وہ ارم حد سے زیادہ طول والے کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔''

(پ۳۰، سورۃ الفجر آیت ۸-۷)

احوال قوم عاد قرآن حکیم کی روشنی میں:

قوم عاد کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دور کے لوگوں سے جسمانی لحاظ سے سخت اور بلند قد و قامت کا حامل بنایا تھا اور انہیں دوسری قوموں کی نسبت شجاعت و بہادری کے اوصاف سے نوازا۔

جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا

(۱) ''اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قوم نوح کا جانشین کیا اور تمہارے بدن کا پھیلاؤ بڑھایا۔'' (پ۸، سورۃ الاعراف، آیت ۶۱)

قوم عاد عرب کے ریتلے پہاڑی علاقے احقاف میں رہائش پذیر تھے جو یمن میں عمان اور حضر موت کے درمیان واقع ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے

(۲) ''اور یاد کرو عاد کے ہم قوم (ہود) کو جب اس نے ان کو سرزمین احقاف میں ڈرایا۔'' (پ۲۶، سورۃ الاحقاف آیت ۲۹)

یہ سرزمین احقاف سمندر سے قریب ہے لوگ اسے ''الشحر'' کہتے ہیں نہیں لوگ مضبوط اونچے ستونوں والے گھروں میں رہائش پذیر تھے ان کے مکانات اس قدر بلند و بالا تھے کہ اس قسم کے شاندار محلات پہلے دنیا نے کبھی نہ دیکھے تھے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا

(۳) ''کیا آپ نے ملاحظہ نہ کیا کہ آپ کے رب نے کیا کیا عاد ارم کے ساتھ جو اونچے ستونوں والے تھے۔'' (پ۳۰، سورۃ فجر آیت ۶-۷)

ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

(۴) ''عاد ارم...... جو اونچے ستونوں والے تھے نہیں پیدا کیا گیا جن کا مثل دنیا کے ملکوں میں۔'' (پ ۳۰، سورۃ الفجر آیت ۸)

ایک اور جگہ قوم عاد کے بلند مکانات ومحلات کی تعمیر کا ذکر ہوا

(۵) ''کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو راہ گیروں سے ہنسنے کو۔''

(پ ۱۹، الشعراء آیت ۱۲۸)

یعنی قوم عاد بلند مقامات پر بلند عمارتیں تعمیر کرتے تھے تا کہ وہ راستے سے گزرنے والوں سے مزاح کر سکیں ان کا تمسخر اڑا سکیں اور انہیں تنگ کر سکیں۔

ہود علیہ السلام نے قوم کو سمجھایا کہ اس قدر مضبوط محل کیوں بناتے ہو جیسے تمہیں ہمیشہ ہی دنیا میں رہنا ہے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے

(۶) ''اور مضبوط محل چنتے ہو اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے۔'' (پ ۱۹، الشعراء آیت ۱۲۹)

قوم عاد جو پنی طاقت وقوت، شان وشوکت پر بڑا ناز تھا اس کا ذکر قرآن پاک میں ان الفاظ میں ہوا۔

(۷) ''وہ جو عاد تھے انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور بولے ہم سے زیادہ کس کا زور ہے اور کیا انہوں نے نہ جانا کہ اللہ جس نے انہیں بنایا ان سے زیادہ قوی ہے۔'' (پ ۲۴، حم السجدہ آیت ۱۵)

تفسیر میں مذکور ہوا کہ قوم عاد کے چھوٹے سے چھوٹے قد نوفٹ اور بڑے قد ایک سو پچاس فٹ تھے اور اسی وجہ سے اپنے جسموں اور طاقت کے نشہ میں چُور یہ کہتے تھے کہ ہم سے زیادہ کوئی طاقتو نہیں ہم پہاڑ سے بڑے بڑے پتھر چٹانیں اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں اگر عذاب ہمارے سامنے آ گیا تو ہم اسے اپنے ہاتھوں سے روک لیں گے غرضیکہ اپنی طاقت وشوکت کے سبب تکبر کا شکار تھے۔ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے بت پرستی ان ہی نے اختیار کی ان کے تین بت تھے۔ صد،

صمود، ھرجنکی یہ پرستش کرتے تھے۔ (ابن کثیر)

قوم عاد انتہائی ظالم و جابر لوگ تھے لوگوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ ڈالتے تھے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوا

(۸) ''اور جب کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑی بے دردی سے کرتے ہو۔''

(پ۱۹، سورۃ شعراء آیت ۱۳۰)

یعنی وہ جب کسی پر گرفت کرتے تو اس پر ظلم و تشدد کی انتہا کر دیتے۔ اور اذیت دینے کا ہر ممکن طریقہ اختیار کرتے......''

جب ہود علیہ السلام نے اپنی قوم میں اعلان نبوت فرمایا اور انہیں ایک اللہ کی عبادت کرنے کو کہا بت پرستی غرور و تکبر ظلم و ستم اور دیگر افعال قبیحہ سے روکا تو ان کی قوم نے ان کا تمسخر اڑایا انہیں جھٹلایا ان کی شان میں گستاخیاں کیں اور کسی صورت کفر و شرک کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئی۔ جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا

(۹) '' کہنے لگے وہ سردار جو کافر تھے آپ کی قوم سے کہ (اے ہود!) ہم تو خیال کرتے ہیں کہ تم بڑے نادان ہو اور ہم گمان کرتے ہیں کہ تم جھوٹوں میں سے ہو...... وہ کہنے لگے (اے ہود!) کیا تم اس لیے آئے ہو ہمارے پاس کہ ہم عبادت کریں ایک اللہ کی اور چھوڑ دیں ان (معبودوں) کو جن کی عبادت کیا کرتے تھے ہمارے باپ دادا لے آؤ ہم پر وہ (عذاب) جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر تم سچے ہو......''

(پ۸، سورۃ الاعراف، آیت ۷۰)

(۱۰) ''انہوں نے (قوم عاد سے) کہا اے ہود! نہیں لے آیا تو ہمارے پاس کوئی دلیل اور نہیں ہیں ہم چھوڑنے والے اپنے خداؤں کو تمہارے کہنے سے اور نہیں ہیں ہم تجھ پر ایمان لانے والے۔ ہم تو یہی کہیں گے کہ مبتلا کر دیا ہے تجھے ہمارے کسی خدا نے دماغی خلل میں......''

(پ۱۱، سورۃ ھود، آیت ۵۳)

(۱۱) ''تو بولے ان کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا تھا اور جنہوں نے جھٹلایا تھا قیامت کی حاضری کو (بولے کہ اے لوگو) نہیں ہے یہ مگر ایک بشر تمہاری مانند یہ کھاتا ہے وہی خوراک جو تم کھاتے ہو اور پیتا ہے اس سے جو تم پیتے ہو اور اگر تم پیروی کرنے لگے اپنے جیسے بشر کی تو تم بہت نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے کیا وہ تم سے یہی وعدہ کرتا ہے کہ تم جب مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تمہیں (پھر) قبروں سے نکالا جائے گا یہ بات عقل سے بعید ہے بالکل بعید جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے نہیں ہے کوئی زندگی سوائے ہماری اس دینوی زندگی کے یہی ہمارا مرنا اور یہی جینا تمہیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا وہ نہیں مگر ایسا شخص جس نے بہتان لگایا ہے (ہمارے) خداؤں پر جھوٹا اور ہم تو قطعاً اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔''

(پ ۱۸، سورۃ مؤمنون آیت ۳۳-۳۸)

(۱۲) ''جھٹلایا عاد نے (اپنے) رسولوں کو...... انہوں نے کہا یکساں ہے ہمارے لیے خواہ آپ نصیحت کریں یا نہ ہوں آپ نصیحت کرنے والوں سے (آپ فکر نہ کریں) ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا پس انہوں نے آپ کو جھٹلایا......۔'' (پ ۱۹، سورۃ شعراء)

(۱۳) ''وہ (قوم عاد) بولے (اے ہود) کیا تم اس لیے ہمارے پاس آئے ہو کہ ہمیں ہمارے خداؤں سے برگشتہ کر دو۔ لے آؤ (وہ عذاب) جس کی تم ہمیں دھمکیاں دیتے رہتے ہو اگر تم سچے ہو......۔''

(پ ۲۶، سورۃ الاحقاف، آیت ۲۲)

غرضیکہ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں دعوت حق دینے کا ہر ممکن طریقہ اختیار کیا اور انہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا لیکن اس کے باوجود قوم کج روی برتتی رہی اور مسلسل کفر و شرک پر مصر رہی۔

حضرت ھود علیہ السلام کی قوم کو تبلیغ قرآن حکیم کی روشنی میں:

حضرت ہود علیہ السلام نے جب اپنی قوم میں اعلان نبوت فرمایا اور انہیں بت پرستی غرور و تکبر، ظلم و ستم اور دیگر افعال قبیحہ سے روکا تو ان کی قوم ان کے خلاف ہوگئی آپ علیہ السلام کی تبلیغ اور آپ کے فرمان کا ان پر مطلق اثر نہ ہوا اور آپ علیہ السلام کی کسی بات پر توجہ نہ دی یہاں تک کہ جب آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا تو بھی ان پر کچھ اثر نہ ہوا قوم نے آپ علیہ السلام کو جھٹلایا آپ علیہ السلام کا تمسخر اڑایا آپ علیہ السلام کے شان میں گستاخی کی لیکن پھر بھی آپ علیہ السلام دعوت حق دینے سے پیچھے نہیں ہٹے اور تبلیغ جاری رکھی۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آپ علیہ السلام کی دعوت حق کا ذکر بیان کیا گیا۔

(۱) ''اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا آپ نے کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا کیا تم نہیں ڈرتے...... اور یاد کرو جب اس نے بنا دیا تمہیں جانشین قوم نوح کے بعد اور بڑھا دیا تمہیں جسمانی لحاظ سے قد و قامت میں تو یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو شاید تم کامیاب ہو جاؤ......۔'' (پ۸، سورۃ الاعراف آیت ۶۵-۶۹)

(۲) ''اور عاد کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی ہود کو بھیجا آپ نے کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا...... اے میری قوم مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر (دل و جان سے) رجوع کرو اس کی طرف...... اور نہ منہ موڑو (اللہ تعالیٰ سے) جرم کرتے ہوئے......۔'' (پ۱۱، سورۃ ھود آیت ۵۰-۵۲)

(۳) ''پھر ہم نے پیدا فرمادی ان کے (غرق ہونے کے) بعد ایک دوسری جماعت پھر ہم نے بھیجا ان میں ایک رسول ان میں سے (اس نے انہیں کہا) کہ عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارا کوئی خدا اس کے سوا کیا تم (شرک کے انجام سے) نہیں ڈرتے......۔'' (۱۸، سورۃ مؤمنون، آیت ۳۱-۳۲)

(۴) ''جب فرمایا ان کے بھائی ہود نے ان سے کیا تم (خدا سے) نہیں ڈرتے بے شک میں تمہارے لیے رسول امین ہوں پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو کیا تم تعمیر کرتے ہو ہر اونچے مقام پر ایک یادگار بے فائدہ اور اپنی رہائش کے لیے بناتے ہو مضبوط محلات اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے اور جب تم گرفت کرتے ہو کسی پر تو بڑے ظالم و بے درد بن کر گرفت کرتے ہو پس (اب تو) اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور ڈرو اس ذات سے جس نے مدد کی ہے تمہاری ان چیزوں سے جن کو تم جانتے ہو (یعنی) اس نے مدد فرمائی ہے تمہاری مویشیوں اور فرزندوں سے اور باغات سے اور چشموں سے......۔'' (پ ۱۹، سورۃ شعراء، آیت ۱۲۴ تا ۱۳۴)

غرضیکہ حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو سیدھی راہ پر لانے کی ہر ممکن کوشش کی اور انہیں سمجھایا کہ نہ ہی میں جھوٹا ہوں نہ ہی گمراہ اور نہ ہی بے وقوف بلکہ میں تو اللہ کا رسول ہوں جو تمہیں دعوت حق دینے کے لیے بھیجا گیا ہوں اس دعوت حق کی تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا بلکہ میرا اجر تو اللہ عزوجل کے ذمہ ہے۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات میں آپ علیہ لاسلام کا قوم کو سمجھانے کا ذکر مذکور ہوا

(۵) ''ہود نے کہا اے میری قوم! نہیں مجھ میں ذرا نادانی بلکہ میں تو رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے پہنچاتا ہوں تمہیں پیغامات اپنے رب کے اور میں تو تمہارا ایسا خیر خواہ ہوں جو دیانتدار ہو......۔''

(پ ۸، سورۃ الاعراف آیت ۶۸)

(۶) ''اے میری قوم! نہیں مانگتا میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں میری اجرت مگر اس (ذات پاک) کے ذمہ جس نے مجھے پیدا فرمایا تو کیا تمہیں عقل نہیں۔'' (پ ۱۲، سورۃ ھود آیت ۵۱)

(۷) ''اور میں طلب نہیں کرتا تم سے اس (خدمت) کا کوئی صلہ میرا اجر تو اس پر ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے......۔''

(پ ۱۸، سورۃ مئومنون، آیت ۷۲)

عذاب کی وعید:

غرضیکہ قوم کسی صورت بھی آپ علیہ السلام پر ایمان نہ لائی بلکہ آپ علیہ السلام کو جھٹلاتی رہی اور آپ کا تمسخر اڑاتی رہی یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے انہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا۔

پھر بھی ان پر مطلق اثر نہ ہوا اور وہ عذاب الٰہی کو بھی مستقل جھٹلاتے رہے جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا

(۱) ''لے آؤ ہم پر وہ (عذاب) جس سے تم ڈراتے ہو اگر تم سچے ہو ہود (علیہ السلام) نے کہا واجب ہو گیا تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب سو تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔'' (پ ۸، سورۃ الاعراف آیت ۷۰)

(۲) ''ہود نے کہا میں گواہ بناتا ہوں اللہ تعالیٰ کو اور تم بھی گواہ رہنا کہ میں بے زار ہوں ان بتوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو اس کے سوا پس سازش کرلو میرے خلاف سب مل کر پھر مجھے مہلت نہ دو بلاشبہ میں نے بھروسہ کرلیا ہے اللہ تعالیٰ پر جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے...... پھر اگر تم رو گردانی کرو تو میں نے پہنچا دیا ہے تمہیں وہ پیغام جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے تمہاری طرف اور جانشین بنادے گا میرا رب کسی اور قوم کو تمہارے علاوہ اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ بے شک میرا رب ہر شے پر نگہبان ہے۔'' (پ ۱۱، سورۃ ھود آیت ۵۴-۵۷)

(۳) ''اس پیغمبر (ھود) نے کہا میرے رب! اب تو میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے تو مجھے جھٹلا دیا ہے......۔'' (پ ۱۸، سورۃ مؤمنون آیت ۳۹)

(۴) ''میں ڈرتا ہوں کہ تم پر بڑے دن کا عذاب نہ آجائے۔'' (سورۃ شعراء)

(۵) ''(اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ذکر سنائیے انہیں قوم عاد کے بھائی (ہود) کا جب ڈرایا اس نے اپنی قوم کو احقاف میں...... مجھے اندیشہ ہے کہ

تم پر بڑے دن کا عذاب نہ آ جائے......۔" (پ۲۶،سورۃ الاحقاف، آیت ۲۱)
الغرض قوم نے آپ علیہ السلام کو اور عذاب الٰہی کو جھٹلایا اور مستحق عذاب قرار پائی۔

عذاب الٰہی:

قوم عاد پر ہود علیہ السلام کی تکذیب وتحقیر اور کفر و شرک کے سبب تین سال تک بارش کو روک دیا گیا چنانچہ جب صحیح معنوں میں عذاب الٰہی کا نزول ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے پہلے سیاہ بادلوں کو بھیجا جو ان کی وادیوں سے ظاہر ہوئے یہ بادل وہ تھے جو بارش برساتے تھے چنانچہ قوم عاد نے بھی اس عذاب کو رحمت سمجھا اور وہ سمجھے کہ اب تین سال قحط ختم ہونے کو ہے اور بارش برسنے کو تیار ہے لیکن یہ ان کی خام خیالی ہی ثابت ہوئی اور عذاب الٰہی نے انہیں آن دبوچا قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اس عذاب کا ذکر ہے جو قوم عاد پر ان کی نافرمانی کے سبب نازل کیا گیا۔

(۱) "تو آ پکڑا انہیں حقیقی چنگھاڑ نے تو ہم نے انہیں خس وخاشاک بنا دیا تو برباد ہو جائے وہ قوم جو ستم شعار ہے۔" (پ۱۸،سورۃ مؤمنون، آیت ۴۱)

(۲) "پس ہم نے بھیج دی ان پر سخت ٹھنڈی تند ہوا منحوس دنوں میں تاکہ ہم انہیں چکھائیں ذلت آمیز عذاب اس دینوی زندگی میں اور آخرت کا عذاب تو بہت زیادہ رسوا کن ہوگا اور ان کی ہرگز مدد نہ کی جائے گی۔"

(پ۲۴،سورۃ حم السجدہ آیت ۱۶)

(۳) "پس جب انہوں نے دیکھا عذاب کو بادل کی صورت میں کہ وہ ان کی وادیوں کی طرف آ رہا ہے تو بولے یہ بادل ہے ہم پر برسنے والا ہے (نہیں نہیں) بلکہ یہ تو وہ عذاب ہے جس کے لیے تم جلدی مچا رہے تھے یہ (تند) ہوا ہے اس میں دردناک عذاب ہے تہس نہس کر کے رکھ دے گی ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے پس جب ان پر صبح ہوئی تو نہ دکھائی دی کوئی چیز بجز ان کے (ویران) مکانوں کے اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں مجرموں کو۔"

(پ۲۶،سورۃ الاحقاف آیت ۲۴-۲۵)

(۴) ''اور (قصہ) عاد میں بھی نشان عبرت ہے ہم نے ان پر آندھی بھیجی جو خیرو برکت سے خالی تھی۔ نہیں چھوڑتی تھی کسی چیز کو مگر اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی۔'' (پ۲۶، سورۃ زاریات آیت ۴۱-۴۲)

(۵) ''عاد نے بھی جھٹلایا تھا پھر کیسا (خوفناک) تھا میرا عذاب اور میرے ڈراوے۔ ہم نے ان پر تندو تیز آندھی بھیجی ایک دائمی نحوست کے دن وہ اکھاڑ کر پھینک دیتی لوگوں کو گویا وہ ٹنڈ ہیں اکھڑی ہوئی کھجور کے پس کیسا (سخت) تھا میرا عذاب اور (کتنے سچے تھے) میرے ڈراوے......''

(پ۲۷، سورۃ القمر آیت ۱۸-۲۱)

(۶) ''رہے عاد تو انہیں برباد کر دیا گیا آندھی سے جو سخت سرد، بے حد تند تھی اللہ نے مسلط کر دیا اسے ان پر (مسلسل) سات رات اور آٹھ دن تک جو جڑوں سے اکھیڑنے والی تھی تو تو دیکھتا قوم عاد کو ان دنوں کہ وہ گر پڑے ہیں گویا وہ ٹنڈ ہیں کھوکھلی کھجور کے کیا تمہیں نظر آتا ہے ان کا کوئی باقی ماندہ فرد۔'' (پ۲۹، سورۃ الحاقہ آیت ۶ تا ۸)

(۷) ''کیا آپ نے ملاحظہ نہ کیا کہ آپ کے رب نے کیا کیا عاد ارم کے ساتھ...... پس آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ بے شک آپ کا رب (سرکشوں اور مفسدوں کی) تاک میں ہے۔''

(پ۳۰، سورۃ الفجر آیت ۶-۱۴)

(۸) ''پھر ہم نے نجات دے دی ہود کو اور جو ان کے ہمراہ تھے اپنی خاص رحمت سے اور ہم نے کاٹ کر رکھ دی جڑ ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور نہ تھے وہ ایمان لانے والے۔''

(پ۸، سورۃ الاعراف آیت ۷۲)

(۹) ''اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے ھود اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچایا اور انہیں سخت عذاب سے نجات دی اور یہ عاد ہیں کہ

اپنے رب کی آیتوں سے منکر ہوئے اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر بڑے سرکش اور ہٹ دھرم کے کہنے پر چلے اور ان کے پیچھے لگی اس دنیا میں لعنت اور قیامت کے دن سن لو بے شک عاد اپنے رب سے منکر ہوئے ارے دور ہو عاد ھود کی قوم۔" (پ۱۱، سورۃ ھود آیت ۵۸ تا ۶۰)

(۱۰) "پس انہوں نے (قوم عاد نے) آپ کو جھٹلایا اس لیے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا بے شک اس میں بھی (عبرت کی) نشانی ہے۔" (پ۱۹، سورۃ الشعراء آیت ۱۳۹)

(۱۱) "اور یہ کہ اسی نے (اللہ عزوجل نے) ہلاک عادِ اوّل (قوم ہود) کو۔"

(پ۲۷، سورۃ النجم آیت ۵۰)

غرضیکہ اللہ عزوجل کی طرف سے قوم عاد پر ایک تیز و تند آندھی عذاب کی صورت میں بھیجی گئی جس سے سرکش وہٹ دھرم قوم عاد ہلاک ہوگئی۔

جس وقت عذاب نازل ہوا اور قوم عاد نے یہ دیکھا کہ شدید گرجنے والی آندھی حیوانوں اور پرندوں کو اڑا رہی ہے تو یہ اپنے مکانوں میں گھس کر بیٹھ گئے تا کہ اس شدید آندھی سے محفوظ رہ سکیں لیکن یہ ان کی خام خیالی ثابت ہوئی اور جیسا کہ وہ سمجھتے تھے کہ عذاب آیا تو ہم اپنی طاقت سے ٹال دینگے مگر وہ ایسا نہ کر سکے اور ان کے سارے دعوے اور سارا گھمنڈ و تکبر دھرا کا دھرا رہ گیا۔ وہ ایسی ہولناک آندھی تھی کہ جس نے ان کے مکانوں کے دروازے تک گرا دیئے یہ ہوا ان کے نتھنوں سے گھستی اور دبر سے خارج ہو جاتی۔ اس خوفناک ہوا کے سبب وہ زمین پر پٹخے جا رہے تھے۔ کبھی اڑتے اور کبھی ہوا انہیں زمین پر دے مارتی اور کبھی ہوا انہیں ریت کے ٹیلوں میں دفن کر دیتی غرض سات راتیں آٹھ دنوں تک یہ خوف ناک آندھی عذاب کی صورت میں ان پر مسلط رہی اور وہ بلند قد و قامت مضبوط جسم، طاقت و قوت و تکبر کرنے والے کھجور کے گرے ہوئے تنوں کی مانند زمین پر بکھرے پڑے تھے۔

جبکہ اللہ عزوجل کی رحمت و کرم سے حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ہمراہ اہل ایمان اس خوفناک وہولناک آندھی کی شدت اس کی تباہی و بربادی سے بالکل محفوظ رہے اور اس

خوفناک آندھی نے ان پر کوئی اثر نہ کیا بلکہ وہ اس کی ہوا سے لطف اندوز ہوئے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا

(۱۲) ''اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے ہود اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچالیا اور انہیں سخت عذاب سے نجات دی۔'' (سورۃ الاعراف)

(۱۳) ''اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے ہود اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچالیا اور انہیں سخت عذاب سے نجات دی۔ (پ ۱۲، سورۃ ھود آیت ۵۸)

یعنی کفار کو دنیا میں بھی سخت عذاب میں مبتلا کیا اور قیامت میں بھی وہ شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی محفوظ رکھا اور قیامت بھی محفوظ رکھے گا۔ اِن شاء اللہ (از کبیر ج ۱۸)

امام محمد بن اسحاق بن العباد فرماتے ہیں کہ جب قوم عاد کے لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے انکار میں حد سے گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے تین سال تک انہیں قحط میں مبتلا کئے رکھا اور قحط سالی نے ان کا جینا دوبھر کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے سیاہ بادل کو جس میں ہلاکت و بربادی تھی قوم عاد کی طرف چلنے کا حکم دیا حتیٰ کہ وہ اس وادی میں جا نکلا جہاں عاد کی قوم قیام پذیر تھی جب انہوں نے اس کالی گھٹا کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے یہ بادل ہے اب ہماری وادی پر موسلا دھار بارش ہوگی جس کے جواب میں ان سے رب تعالیٰ نے فرمایا یہ بادل نہیں کہ تمہاری وادی کو سیراب کرے بلکہ یہ تو تند و تیز جھکڑ ہے جس میں دردناک عذاب کا سامان موجود ہے یہ گھٹا تم جسے ابر رحمت سمجھ کر خوش ہو رہے ہو تھوڑی ہی دیر میں ہر اس چیز کو نیست و نابود کردے گی جس کی ہلاکت کے بارے میں حکم خداوندی ہو چکا ہے۔

سب سے پہلے جس نے اس عذاب کو دیکھا اور بادل کے بجائے جھکڑ یقین کیا وہ ایک عورت تھی جو قوم عاد سے تھی اور اس کا نام ''مھد'' تھا جب اسے پتہ چلا کہ یہ عذاب الٰہی ہے ابر رحمت نہیں تو اس کی چیخ نکل گئی اور بے ہوش ہوکر گر پڑی جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا مھد کیا ہوا؟ وہ بولی میں نے ایک ہوا دیکھی ہے جس میں آگ ہی

آگ ہے اور کچھ لوگ اسے ہماری طرف لے کر آ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس تند و تیز جھکڑ کو سات راتوں اور آٹھ دنوں تک برابر مسلط رکھا اور عاد کی قوم کا کوئی آدمی بھی نہ تھا جو ہلاک نہ ہوا ہو۔

راوی فرماتے ہیں کہ ہود علیہ السلام الگ ہو گئے اور اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک باڑے میں تشریف فرما ہو گئے وہ ہوا (آندھی) جو دوسروں کے لیے ہلاکت تھی حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کے لیے رحمت و سامان فرحت و انبساط ثابت ہوئی وہ اس ہوا سے بہت لطف اندوز ہوئے اس سے ان کے جسموں پر خوشگوار اثرات مرتب ہوئے اور روحوں میں تازگی کی لہر دوڑ گئی لیکن قوم عاد کے لیے وہ یوں چلی کہ زمین و آسمان کے درمیان انہیں اٹھائے پھرتی رہی اور پھر انہیں پیٹھوں کی رخ زمین پر پٹخ دیا۔ (ابن کثیر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری بادِ صبا کے ساتھ مدد کی گئی اور قوم عاد باد سموم سے ہلاک کی گئی۔" (صحیحین)

قصہ شداد کی جنت:

کتب تفاسیر میں مذکور ہے کہ عاد بن عوض بن آدم بن سام بن نوح کے دو لڑکے تھے ایک کا نام شدید اور دوسرے کا نام شداد تھا یہ دونوں بھائی بادشاہ تھے بادشاہ بننے کے سات سال بعد چھوٹا بھائی شدید مر گیا اور شداد تمام روئے زمین کا حکمران بن گیا چونکہ یہ کیمیا گری بھی جانتا تھا لہٰذا اس کے پاس زر و جواہر کا بے شمار انبار تھا۔ شداد نے خدائی کا دعویٰ کیا تو اللہ عزوجل نے اس کی ہدایت کے لیے ہود علیہ السلام کو بھیجا حضرت ہود علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ہزار سال کی عمر عطا فرمائی اور تو نے دو ہزار لڑکیوں سے نکاح کیا ایک ہزار لشکروں کو تو نے شکست دی تو پھر تو تجھے اللہ تعالیٰ کی ان بیش بہا نعمتوں کا شکر گزار ہونا چاہیے لہٰذا اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آ اللہ تعالیٰ تجھے اس سے زیادہ نعمت عطا فرمائے گا اور بروز قیامت تجھ سے ان نعمتوں کا حساب بھی نہ لیا جائے گا اور رہنے کے لیے بہشت دی جائے گی لہٰذا مرنے سے قبل اللہ تعالیٰ کے حکم کی

بجا آوری کر۔ شداد یہ سن کر بولا کہ میں نے خدا کی بہشت کی بہت تعریف سنی ہے...... میں بھی ایسی بہشت تیار کرسکتا ہوں چنانچہ اس نے اللہ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

شداد چونکہ تمام روئے زمین کا حکمران تھا اس لیے اس نے اپنے تمام ماتحت راجاؤں کے نام حکم نامہ جاری کیا کہ جس قدر زر و جواہر دستیاب ہوسکیں بھیجے جائیں شداد نے تین ہزار ماہرین فن تعمیر کی خدمات حاصل کیں اور ہر استاد کے لیے ۱۰۰ مزدور فراہم کیے۔ بہشت کی تعمیر کے لیے اول پہلے چالیس گز زمین کھود کر سنگ مرمر کا حوض تعمیر کیا اور اس سے چشمے اور ندیاں جاری کیں اور اس کے گرد پختہ دیواریں تعمیر کرائیں جس میں سونے اور چاندی کی اینٹیں نصب کرائیں کنگرے مروارید کے بنوائے اور اس کے حصار کے اوپر ایک ہزار محلات تعمیر کرائے ہر محل پر ایک ہزار جھنڈے لہرائے ان محلات کے فرش ایک سونے اور ایک چاندی کی اینٹ سے بنوائے اور اس حصار کے اندر بھی ایک ہزار محلات تعمیر کرائے جس میں سونا اور چاندی اور زبرجہ استعمال کیا گیا تھا اور گارے کے بجائے مشک و عنبر اور زعفران کام میں لایا گیا تھا۔

ان محلات کے اوپر نہایت خوبصورت بالاخانے تھے نیچے پانی کی نہریں اور خوبصورت باغات تھے ان باغات کے درختوں کے تنے خالص چاندی سونے کے تھے شاخیں یاقوت سرخ کی اور پتے زمرد یا زبرجد سبز کے اور شگوفے چاندی سونے کے تھے ہر درخت کے درمیان ایک پھل دار درخت نصب کیا گیا تھا جو سونے چاندی کے خول سے برآمد ہوتا تھا ان پر قسم قسم کے پھل آتے تھے آب رواں میں موتی اور مرجان کے سنگریزے نہایت خوبصورت معلوم ہوتے کوئی نہر میٹھے پانی کی تھی تو کسی میں دودھ بہہ رہا تھا کسی میں شہد کسی میں شراب جاری تھی بہشت کے دروازے کے سامنے چار بڑے میدان تھے اور ہر میدان میں پھل دار درخت نصب تھے ہر میدان کے اندر ایک ہزار کرسیاں سونے چاندی کی بچھی ہوئی تھیں اور ہر کرسی کے سامنے ہزار خوان لگے ہوئے تھے اور ہر خوان میں ہزار قسم کے کھانے چنے ہوئے تھے۔

یہ جنت ۳۰۰ سال کے عرصہ میں تعمیر ہوئی اور تعمیر مکمل ہونے کے بعد تمام دنیا سے

خوبصورت لڑکے اور لڑکیاں حور و غلماں کی جگہ جمع کیئے گئے جب یہ جنت مکمل ہو گئی تو شداد ایک بھاری لشکر لے کر جنت کی سیر کے لیے روانہ ہوا جب یہ لشکر جنت سے ایک دن ایک رات کی مسافت کا فاصلہ پر مقیم ہوا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتے نے ایسی زور سے چیخ ماری کہ دہشت سے شداد کا تمام لشکر وہیں ہلاک ہو گیا چنانچہ شداد اپنے ۲۰۰ خاص غلاموں کے ہمراہ جنت کے قریب پہنچا تو ان غلاموں کو ان چاروں میدانوں میں بھیج دیا اور خود ایک غلام کو ساتھ لے کر گھوڑے پر سوار جنت کے دروازے پر پہنچا شداد نے گھوڑے سے نیچے اترنا چاہا ابھی اس کا ایک پیر زمین پر اور ایک زین پر تھا کہ حضرت ملک الموت روح قبض کرنے آ گئے۔ شداد نے کہا مجھے اتنی مہلت دو کہ میں ایک نظر جنت تو دیکھ لوں تو ملک الموت نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے شداد نے دوبارہ کہا اچھا زین سے پیر تو نکال لوں ملک الموت نے انکار کر دیا اور اسی حالت میں اس کی روح قبض کر لی۔ (تفسیر معالم التنزیل دیگر کتب تفاسیر)

روایت میں آتا ہے کہ قوم عاد کے ہلاک ہو جانے کے بعد حضرت ہود علیہ السلام مسلمانوں کو ساتھ لے کر حضر موت چلے گئے اور وہاں مکانات بنا کر امن و اطمینان کے ساتھ رہنے لگے اور اس کے بعد وصال فرمایا۔ (مدارج النبوت)

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام مکہ مکرمہ میں ارکان حج ادا کرنے میں مصروف تھے تو ملک الموت بہشتی حلے لیے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہوئے اور بتایا کہ یہ بہشتی حلے آپ کا کفن ہیں اور میں بحکم الٰہی آپ کی روح قبض کرنے یہاں آیا ہوں چنانچہ ملک الموت نے اسی جگہ آپ علیہ السلام کی روح قبض کر لی حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے خوشبو لے کر آئے ملائکہ مقربین نے نماز جنازہ ادا کی اور صفا و مروہ کے درمیان آپ علیہ السلام کو دفن کر دیا حضرت ہود علیہ السلام نے ۴۶۴ سال کی عمر پائی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث مبارکہ کے مطابق حضرت ہود علیہ السلام کا مزار مقدس ملک یمن میں ہے۔ (ابن کثیر)

تذکرہ حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام

قوم ثمود ایک مشہور قبیلہ تھا جو اپنے دادا ثمود کی وجہ سے ثمود کہلاتا ہے ثمود کا سلسلہ نسب حضرت نوح علیہ السلام سے ملتا ہے سلسلہ نسب یہ ہے

ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح۔ (روح البیان حاشیہ جلالین)

حضرت صالح علیہ السلام بھی قوم ثمود سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

صالح بن عبید بن ماسخ بن عبد بن جاور بن ثمود۔ (روح البیان، حاشیہ جلالین)

ثمود کا نسب اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے جو زیادہ صحیح ہے ثمود بن عبید بن عوص بن عاد بن ارم بن سام بن نوح۔ (حاشیہ جلالین ص ۳۱۴)

قبیلہ ثمود حجاز اور تبوک کے درمیان الحجر کے درمیان سکونت پذیر تھا۔ قوم ثمود قوم عاد کے بعد واقع ہوئی حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف تشریف لائے آپ اور ہود علیہ السلام کے درمیان ایک سو سال کا عرصہ گزرا آپ کی عمر دو سو اسی (۲۸۰) برس تھی۔ (ابن کثیر، حاشیہ جلالین)

قوم ثمود بھی قوم عاد کی طرح بت پرستی کی لعنت اور دیگر افعال قبیحہ میں مبتلا تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف رہنمائی وہدایت کے لیے حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا تا کہ وہ انہیں راہ ہدایت پر لے آئیں اور انہیں بت پرستی سے نجات عطا فرما دیں چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایک خدا کی عبادت کرنے اور بت پرستی ترک کرنے اور راہ ہدایت پر چلنے کی دعوت دی جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا۔

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کو تبلیغ قرآن حکیم کی روشنی میں:

(۱) ''اور ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں بسایا تو اس سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ بے شک میرا رب قریب ہے دعا سننے والا۔'' (پ۱۲ سورہ ھود آیت ۶۱)

(۲) ''اور ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی یہ اللہ کی ناقہ ہے تمہارے لیے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا اور یاد کرو جب تم کو عاد کا جانشین کیا اور ملک میں جگہ دی کہ نرم زمین میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں میں مکان تراشتے ہو تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔''

(پ۸ الاعراف آیت ۷۳-۷۴)

(۳) ''جھٹلایا قوم ثمود نے رسولوں کو جب کہا انہیں ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) نے کیا تم (قہر الٰہی) سے نہیں ڈرتے میں تمہارے لیے رسول امین ہوں سو ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میری پیروی کرو اور میں طلب نہیں کرتا تم سے اس پر کوئی معاوضہ میرا معاوضہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے...... تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو وہ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح کا کام نہیں کرتے۔'' (سورۃ الشعراء)

غرضیکہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی چھوڑ کر ایک خدا کی عبادت کا حکم دیا اور بتایا کہ اگر اللہ کی رحمت کی طلب گار ہو تو اپنے گناہوں سے معافی مانگ کر اس خدا کی طرف رجوع کرو جو وحدہ لاشریک ہے اور ان بتوں کی پرستش فساد پھیلانے والوں اور بھلائی کا کام نہ کرنے والوں کی اطاعت تمہیں تباہ و برباد کر دے گی

آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے بنایا اور پھر اپنے فضل وکرم سے اسی زمین میں تمہیں بسایا اور تمام تر نعمتوں سے تمہیں مالا مال فرمایا چنانچہ صرف اس کا حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اسے اکیلا مانا جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

حضرت صالح علیہ السلام کے سمجھانے کے باوجود قوم اپنی بت پرستی پر ڈٹی رہی اور آپ علیہ السلام کی شان میں گستاخیوں پر اتر آئی اور ایک اللہ کی عبادت کرنے اور سیدھا راستہ اختیار کرنے سے صاف انکار کر دیا جیسا کہ قرآن حکیم سے ظاہر ہے

احوال قوم ثمود قرآن حکیم کی روشنی میں:

(۱) ''بولے اے صالح اس سے پہلے تو تم ہم میں ہونہار معلوم ہوتے تھے کیا تم ہمیں اس سے منع کرتے ہو کہ اپنے باپ دادا کے معبودوں کو پوجیں اور بے شک جس بات کی طرف ہمیں بلاتے ہو ہم اسی سے ایک بڑے دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں۔'' (پ۱۲ سورۃ ھود آیت نمبر ۶۲)

(۲) ''اور بے شک جھٹلایا اہل حجر نے (اللہ تعالیٰ کے) رسولوں کو اور ہم نے عطا کیں انہیں اپنی نشانیاں مگر وہ ان سے روگردانی کرتے رہے۔''

(پ۱۳، سورۃ حجر آیت ۸۰-۸۱)

(۳) ''جھٹلایا قوم ثمود نے رسولوں کو جب کہ ان سے ان کے ہم قوم صالح نے فرمایا کیا تم (قہر الٰہی سے) نہیں ڈرتے......''

(پ۱۹، سورۃ شعراء آیت ۱۴۱-۱۴۲)

(۴) ''ثمود نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا پھر وہ کہنے لگے کیا ایک انسان جو ہم میں سے ہے (اور) اکیلا ہے ہم اس کی پیروی کریں پھر تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں مبتلا ہو جائیں گے کیا اتاری گئی ہے وحی اس پر ہم سب میں سے (یہ کیونکر ممکن ہے) بلکہ وہ بڑا جھوٹا، شیخی باز ہے......''

(پ۲۷، سورۃ القمر، آیت ۲۳-۲۵)

(۵) ''جھٹلایا قوم ثمود نے اپنے (پیغمبر کو) اپنی سرکشی کے باعث.......''

(سورۃ الشمس آیت ۱۱)

(۶) ''اس کی قوم کے تکبر والے کمزور مسلمانوں سے بولے کیا تم جانتے ہو
کہ صالح اپنے رب کے رسول ہیں بولے وہ جو کچھ لے کر بھیجے گئے ہم
اس پر ایمان رکھتے ہیں متکبر بولے جس پر تم ایمان لائے ہمیں اس سے
انکار ہے۔'' (پ ۸، سورۃ الاعراف آیت ۷۶)

(۷) ''انہوں نے (قوم نے) کہا تم پر تو جادو ہوا ہے۔'' (پ ۱۹ الشعراء آیت ۱۵۳)

(۸) ''انہوں نے (قوم نے) کہا ہم نے برا شگون لیا تم سے اور تمہارے
ساتھیوں سے۔'' (پ ۱۹، النمل آیت ۴۷)

غرضیکہ قوم ثمود بت پرستی پر ڈٹی رہی اور صالح علیہ السلام کی تبلیغ پر کچھ لوگ ایمان لے آئے باقی سب اپنے کفر پر قائم رہے اس طرح دو گروہ بن گئے آپس میں بحث و مباحثے میں الجھے رہتے اور جھگڑتے لیکن اہل ایمان دین کے حق میں جھگڑتے جبکہ کفار اپنے کفر پر۔

جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا

''اور بے شک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو تو جبھی وہ دو گروہ ہو گئے جھگڑا کرتے۔'' (پ ۱۹ النمل آیت ۴۵)

غرضیکہ قوم ثمود کسی طرح صالح علیہ السلام پر ایمان نہ لائی بلکہ ان کی مسلسل تکذیب و تحقیر میں مصروف رہی وہ اسی بات پر مصر رہی کہ تم تو ہمارے ہی جیسے ایک آدمی ہو محض ہم پر اپنی بڑائی جتانے کی خاطر جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرتے ہو یا پھر تم پر سحر و جادو کا اثر ہے اور تم اپنی دیوانگی کے سبب ہوش و حواس کھو بیٹھے ہو اور ہمیں اپنے بتوں کی عبادت سے روکتے ہو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے تم ہمیں اپنے دھوکہ و فریب میں مبتلا نہیں کر سکتے تم جھوٹ اور تکبر کا شکار ہو۔ (معاذ اللہ)

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

"آپ نے کہا اے میری قوم بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی تو مجھے اس سے کون بچائے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو تم مجھے سوا نقصان کے کچھ نہ بڑھاؤ گے۔" (پ ۱۲، ھود آیت ۶۳)

لیکن آپ کی قوم ٹس سے مس نہ ہوئی اور حضرت صالح علیہ السلام سے کوئی معجزہ طلب کرنے لگی۔

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی:

قوم نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا

(۱) "تم تو ہم ہی جیسے آدمی ہو تو کوئی نشانی لاؤ اگر سچے ہو آپ (صالح علیہ السلام) نے کہا یہ اونٹنی ہے ایک دن اس کے پینے کی باری ہے اور ایک دن معین تمہاری باری اور اسے برائی کے ساتھ نہ چھوڑ کہ تمہیں بڑے دن کا عذاب آئے گا۔" (پ ۱۹ سورۃ الشعراء آیت ۱۵۴-۱۵۶)

(۲) "اے میری قوم یہ اللہ کی ناقہ ہے تمہارے لیے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے میری طرح ہاتھ نہ لگانا کہ تم کو نزدیک عذاب پہنچے گا۔" (پ ۱۲، سورۃ ھود آیت ۶۴)

(۳) "اور ہم نے ثمود کو ناقہ دیا آنکھیں کھولنے کو تو انہوں نے اسی پر ظلم کیا اور ہم ایسی نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کو۔" (پ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل آیت ۵۹)

جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ حضرت صالح علیہ السلام کی نصیحت فرمانے پر قوم آپ علیہ السلام سے معجزہ طلب کرنے لگی اور کہا اگر آپ سامنے اس چٹان سے ایک اونٹنی پیدا کردیں اور اونٹنی کا حلیہ بھی بتایا کہ لمبی ہو حاملہ ہو اور اس میں فلاں فلاں دیگر خصوصیات ہوں اس چٹان کا نام کاضیہ تھا حضرت صالح علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ اگر میں ایسا کردکھاؤں تو کیا تم ضرور ایمان لے آؤ گے انہوں نے کہا ہاں ہم تمہاری تصدیق کریں گے تمہارے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے اور تمام اختلافات بھلا دیں گے۔ پھر آپ علیہ

السلام نے نوافل ادا کئے اور رب تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوئے کہ یا الٰہی ان کے اس مطالبے کو پورا فرما دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو شرف قبولیت بخشا اور چٹان پھٹی اور اس سے ایک حاملہ اونٹنی برآمد ہوئی جس قسم کی اونٹنی کا کفار مطالبہ کر رہے تھے پھر ان لوگوں کے سامنے ہی اس اونٹنی نے بچہ جنا۔

اس حیران کن منظر اور اپنے مطلوبہ معجزہ کو دیکھ کر کئی لوگ ایمان لے آئے جبکہ باقی اپنے کفر پر ڈٹے رہے۔اور معجزہ دیکھ لینے کے باوجود ایمان نہ لائے۔ (ابن کثیر)

حضرت صالح علیہ السلام نے پہلے ہی کفار سے یہ طے کر لیا تھا کہ ایک دن پانی پینے کی باری تمہاری ہوگی اور ایک دن اونٹنی کی چنانچہ وہ اونٹنی اپنے بچے کے ساتھ جنگل میں چرتی اور ایک دن وہ اور اس کا بچہ پانی پیتے یہاں تک کہ کنواں خالی ہو جاتا یعنی کنوئیں میں منہ رکھتی اور اس وقت اٹھاتی جب پانی ختم ہو جاتا۔ وہ دودھ اتنا زیادہ دیتی کہ تمام لوگ اسے پیتے اور اپنے اپنے برتن بھی بھر لیتے وہ اونٹنی گرمیوں میں وادی کے بالائی حصے میں چرتی تھی اور اسے دیکھ کر ان کے جانور بھاگ کر نشیبی حصوں میں چلے جاتے اور سردیوں میں اونٹنی نشیبی حصوں پر ہوتی ہے چنانچہ وہاں موجود ان کفار کے جانور بھاگ کر بالائی حصوں میں چلے جاتے اس صورتحال سے کفار پریشان ہو گئے اور انہوں نے اونٹنی کو مارنے کا فیصلہ کر لیا تا کہ اس مشکل سے نجات حاصل ہو جائے۔ (حاشیہ جلالین)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۱) ''اور ہم نے دی تھی قوم ثمود کو ایک اونٹنی آنکھیں کھولنے کو انہوں نے اس پر ظلم کیا۔'' (پ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل آیت ۵۹)

(۲) '' کہنے لگے وہ لوگ جو تکبر کیا کرتے تھے کہ ہم تو اس چیز کے جس پر تم ایمان لائے ہو منکر ہیں پس انہوں نے کونچیں کاٹ ڈالیں اس اونٹنی کی اور انہوں نے سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے......''

(پ ۸، سورۃ الاعراف، آیت ۷۷-۷۶)

(۳) ''اے میری قوم یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لیے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ

کی زمین میں کھائے اور اسے بری طرح ہاتھ نہ لگانا کہ تم کو نزدیک عذاب پہنچے گا تو انہوں نے اس کی کوچیں کاٹیں......۔'' (پ۱۲، سورۃ ھود آیت نمبر ۶۴)

''ہم بھیج رہے ہیں ایک اونٹنی ان کی آزمائش کے لیے پس (اے صالح) ان کے انجام کا انتظار کرو اور صبر کرو...... پس ثمودیوں نے بلایا اپنے ایک ساتھی (قذار) کو پس اس نے وار کیا اور (اونٹنی کی) کونچیں کاٹ دیں......۔'' (پ ۲۷، سورۃ القمر آیت ۲۷-۲۹)

(۴) ''پھر بھی جھٹلایا انہوں نے رسول کو اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔''

(پ ۳۰، سورۃ الشمس آیت ۱۴)

الغرض یہ اونٹنی قوم ثمود کے لیے ایک آزمائش تھی کہ یہ اونٹنی جس دن پانی پینے آتی کنوئیں کا سارا پانی پی جاتی اس دن لوگ دودھ پی کر گزارا کرتے اور انہیں پینے کو پانی نہ ملتا لہٰذا وہ اپنی ضرورت دوسرے دن پر اٹھا رکھتے جب یہ امتحان طول پکڑ گیا تو کفار نے اس اونٹنی کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کرلیا چنانچہ اس کام کے لیے نو افراد تیار کیے گئے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''اور اس شہر میں نو شخص تھے جو فتنہ وفساد برپا کیا کرتے تھے اس علاقے میں اصلاح کی کوئی کوشش نہ کرتے تھے۔'' (پ۱۹، سورۃ النمل آیت ۴۸)

چنانچہ کفار گھات لگا کر بیٹھ گئے کہ جیسے ہی اونٹنی پانی پینے آئے اس کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں اور اسے ہلاک کردیا جائے چنانچہ اونٹنی جب گھاٹ پر پہنچی اور پانی پینے لگی تو ''قذار بن سالف'' نامی کافر نے پہل کی اور تلوار لے کر اس پر پل پڑا اونٹنی کا نوزائیدہ بچہ بھاگا اور ایک بلند اور ناقابل عبور چوٹی پر چڑھ گیا اور تین مرتبہ بلبلایا۔ (ابن کثیر)

عبدالرزاق نے معمر سے روایت کی کہ اس نوزائیدہ بچے نے پہاڑ پر کھڑے ہو کر انسانوں کی سی زبان میں پوچھا ''اے میرے رب'' میری ماں کہاں گئی؟ اور پھر اسی چٹان میں داخل ہوگیا۔ (ابن کثیر)

حضرت صالح علیہ السلام کو شہید کرنے کا منصوبہ:

قوم ثمود نے اونٹنی کو ہلاک کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ حضرت صالح علیہ السلام کو بھی شہید کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا تا کہ سارے اندیشے جاتے رہیں اور ہر مشکل سے نجات مل جائے چنانچہ طے پایا کہ رات کے اندھیرے میں صالح اور اس کے گھر والوں پر حملہ کر کے موت کی نیند سلا دیں گے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''اور اس شہر میں نو شخص تھے جو فتنہ و فساد برپا کیا کرتے تھے۔اس علاقہ میں اور اصلاح کی کوئی کوشش نہ کرتے تھے انہوں نے کہا آؤ اللہ کی قسم کھا کر یہ عہد کرلیں کہ شب خون مار کر صالح اور اس کے اہل خانہ کو ہلاک کردیں گے پھر کہہ دیں گے اس کے وارث سے کہ ہم تو (سرے سے) موجود ہی نہ تھے جب انہیں ہلاک کیا گیا اور (یقین کرو) ہم بالکل سچ کہہ رہے ہیں اور انہوں نے جب خفیہ سازش کی اور ہم نے بھی خفیہ تدبیر کی وہ (ہماری تدبیر کو) سمجھ ہی نہ سکے۔'' (پ ۱۹، سورۃ النمل، آیت ۴۸ تا ۵۰)

سبحان اللہ قدرت کے کارنامے بھی عجیب ہیں کہ حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنانے والے آن کی آن میں خود تباہ و برباد ہو گئے اور سارے دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے۔

قوم ثمود پر عذاب الٰہی اور صالح علیہ السلام اور اہل ایمان کی نجات:

اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کے بعد جب حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو بتایا کہ اب تمہیں تین دن کی مہلت ہے اس کے بعد تم پر عذاب آئے گا جو تمہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا۔اب صرف تین دن تمہیں اپنے گھروں میں رہنا اور نفع حاصل کرنا ہے پھر تم عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے پہلے دن تمہارے چہرے زرد رنگ کے ہو جائیں گے دوسرے دن ان کا رنگ سرخ ہو جائے گا اور تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے چوتھے دن تم پر عذاب نازل ہو جائے گا۔(تفسیر کبیر ج ۱)

اس وعید کو سننے کے باوجود کفار اپنے گناہوں پر نادم ہو کر معافی مانگنے کے بجائے اپنی سرکشی وہٹ دھرمی پر ڈٹے رہے اور عذاب الٰہی کی تکذیب کرنے لگے یہاں تک کہ حضرت صالح علیہ السلام کو شہید کرنے کا ناپاک منصوبہ بھی بنالیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس منصوبے کو عملی جامہ پہناتے اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرما دیا اور ان سب کو ہلاک کر دیا گیا۔

جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا

(۱) ''آپ نے کہا یہ اللہ کی اونٹنی ہے ہاتھ نہ لگاؤ اسے برائی سے ورنہ پکڑ لے گا تمہیں دردناک عذاب...... پس انہوں نے کونچیں کاٹ ڈالیں اس اونٹنی کی اور انہوں نے سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے اور کہا اے صالح! لے آؤ ہم پر اس (عذاب) کو جس کا تم نے ہم سے وعدہ کیا تھا اگر تم اللہ کے رسولوں سے ہو پھر آ لیا انہیں زلزلے کے جھٹکوں نے تو صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں منہ کے بل گرے پڑے تھے۔''

(پ ۸، سورۃ الاعراف، آیت ۷۱ تا ۷۸)

(۲) ''آپ نے کہا اے میری قوم...... یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہارے لیے نشانی ہے پس چھوڑ دو اسے کھاتی پھرے اللہ تعالیٰ کی زمین میں اور نہ ہاتھ لگاؤ اسے برائی سے ورنہ پکڑے گا تمہیں عذاب بہت جلد پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو صالح (علیہ السلام) نے فرمایا لطف اٹھالو اپنے گھروں میں تین دن تک یہ (اللہ کا) وعدہ ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا پھر جب آ گیا ہمارا حکم تو ہم نے بچالیا صالح کو اور انہیں جو ایمان لائے تھے ان کے ساتھ اپنی رحمت سے نیز (بچالیا) اس دن کی رسوائی سے بے شک (اے محبوب) تیرا رب ہی بہت قوت والا بہت عزت والا ہے اور پکڑ لیا ظالموں کو ایک خوفناک کڑک نے صبح کی انہوں نے اس حال میں کہ وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل اوندھے گرے پڑے تھے (انہیں یوں

نیست و نابود کر دیا گیا) گویا وہ یہاں کبھی آباد ہوئے ہی نہیں تھے سنو! ثمود نے انکار کیا اپنے رب کا سنو! بربادی ہو ثمود کے لیے۔"

(پ ۱۱، سورۃ ھود، آیت ۶۴ تا ۶۸)

(۳) "اور بے شک حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور ہم نے اپنی نشانیاں دیں تو وہ (منہ پھیرے رہے) اور وہ پہاڑوں میں گھر تراشتے تھے بے خوف تو انہیں صبح ہوتے جنگھاڑ نے آلیا۔" (پ ۱۳، سورۃ الحجر آیت ۸۰-۸۱)

(۴) "ثمود نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا...... ہم بھیج رہے ہیں ایک اونٹنی ان کی آزمائش کے لیے پس (اے صالح) ان کے انجام کا انتظار کرو اور صبر کرو...... پس ثمودیوں نے بلایا اپنے ایک ساتھی (قذار) کو پس اس نے وار کیا اور (اونٹنی کی) کونچیں کاٹ دیں پھر (معلوم ہے) کیسا تھا میرا عذاب اور میرے ڈراوے۔ ہم نے بھیجی ان پر ایک چنگھاڑ پھر وہ اس طرح ہو کر رہ گئے جیسے روندی ہوئی خاردار باڑھ......۔"

(پ ۲۷، سورۃ القمر آیت ۲۳ تا ۳۱)

(۵) "ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا جب کہ اس کا سب سے بڑا بدبخت اٹھ کھڑا ہوا تو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ کے ناقہ اور اس کی پینے کی باری سے بچو تو انہوں نے جھٹلایا پھر ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں تو ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کر وہ بستی برباد کر دی اور اس کا پیچھا کرنے کا اسے خوف نہیں۔" (پ ۳۰، سورۃ الشمس آیت ۱۱ تا ۱۵)

الغرض قوم ثمود اپنے رسول کو جھٹلانے ایمان نہ لانے عذاب الٰہی اور رسول کی تکذیب و تحقیر اور ان سے کیے گئے وعدے کی خلاف ورزی کے سبب عذاب الٰہی سے ہلاک کر دی گئی۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ

جس رات صالح علیہ السلام کو شہید کرنے کے لیے آپ پر حملہ آور ہوئے تو اس رات اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنے رسول کی حفاظت کے لیے بھیج دیا اور فرشتوں نے ان

پر پتھراؤ شروع کر دیا انہیں پتھر تو نظر آتے لیکن مارنے والا دکھائی نہ دیتا چنانچہ یہ سب اسی طرح ہلاک کر دیئے گئے۔

قوم ثمود پر زمین کا عذاب شدید زلزلہ تھا اور آسمانوں کا عذاب سخت بجلی کی کڑک یا جبرائیل علیہ السلام کی شدید ہولناک آواز تھی جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گئے۔

(تفسیر جلالین)

اور یہ بھی اللہ عزوجل کی عظیم قدرت ہے کہ جس وقت قوم ثمود ہلاک کی گئی حضرت صالح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کا گروہ اس وقت اسی جگہ اسی علاقے میں موجود تھا لیکن اس زلزلے اور ہولناک کڑک نے کفار کو تو نیست و نابود کر دیا لیکن آپ لوگوں کو زرا تکلیف محسوس نہ ہوئی اور وہ ذلت و رسوائی جس سے کفار دوچار ہوئے محض اللہ کے فضل و کرم سے حضرت صالح علیہ السلام اور اہل ایمان کا گروہ اس ذلت و رسوائی سے محفوظ رہے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے بعد عذاب کے ہلاک کی گئی اپنی قوم سے فرمایا کہ میں نے تمہیں دعوت حق دینے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی لیکن تم اپنی سرکشی و ہٹ دھرمی پر مصر رہے قبول حق پر کسی طور مائل نہ ہوئے۔ اب یہ دردناک عذاب جو تم سہ رہے ہو ہمیشہ جاری رہے گا سرکشی کے سبب۔

جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا

"تو (صالح نے) نے منہ پھیر لیا ان کی طرف سے اور (بعد حسرت) کہا اے میری قوم بے شک پہنچا دیا میں نے تمہیں پیغام اپنے رب کا اور میں نے خیر خواہی کی تمہاری لیکن تم تو پسند ہی نہیں کرتے (اپنے) خیر خواہوں کو۔" (پ ۸، سورۃ الاعراف، آیت ۷۹)

مذکور ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام حرم پاک تشریف لے آئے اور پھر آخری وقت تک یہیں مقیم رہے۔

تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

نام ونسب:

آپ علیہ السلام کا نام ابراہیم اور لقب ابوالضیفان (بہت بڑے مہمان نواز) ہے آپ علیہ السلام کا سلسلہ نسب اس طرح بیان ہوا۔

ابراہیم بن تارخ ابن ناخور ابن ساروع ابن رعوابن تاتع ابن عابر ابن شالح ابن ارفخشند ابن سام بن نوح۔ (تفسیر حقانی)

آپ علیہ السلام طوفان نوح کے سترہ سونو سال بعد پیدا ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریبا دو ہزار تین سو سال قبل شہر بابل کے قریب قصبہ کونی میں آپ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ (تفسیر عزیزی)

جبکہ تفسیر خزائن العرفان کے مطابق آپ علیہ السلام امواز کے علاقے مقام سوس میں پیدا ہوئے۔ (از نعیمی)

آپ علیہ السلام کے والد اور چچا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ اور والدہ کا نام ''امیلہ'' تھا۔ آذر آپ علیہ السلام کے چچا کا نام تھا جو کافر تھا اور حالت کفر میں ہی فوت ہوا۔

جیسا کہ علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں:

اہل سنت کے کثیر اہل علم کا اسی پر اعتماد ہے کہ بے شک آذر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا اہل سنت کے جم غفیر کی دلیل یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اباؤ اجداد میں کوئی بھی کافر نہیں تھا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا۔''

تو بخوبی واضح ہوگیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد چونکہ کافر نہیں ہو سکتے اس لیے آذر کو آپ علیہ السلام کا باپ کہنا قطعی درست نہیں بلکہ آپ علیہ السلام کے والد تارخ تھے۔

قرآن حکیم میں دادا، چچا اور باپ سب کے لیے ایک ہی لفظ ''اب'' (باپ) استعمال ہوا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ام کنتم شهداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیه ماتعبدون من بعدی قالوا نعبد الهك واله آباء ك ابراهیم و اسماعیل و اسحاق.

ترجمہ: ''کیا تم موجود تھے جب یعقوب پر موت کا وقت حاضر ہوا اس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے بولے ہم عبادت کریں گے تمہارے معبود اور تمہارے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحٰق کے معبود کی۔'' (پ ۱، البقرہ آیت ۱۳۳)

غور فرمائیے کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں یعقوب علیہ السلام کے والد اسحٰق علیہ السلام اور چچا (تایا) اسماعیل علیہ السلام اور دادا ابراہیم علیہ السلام سب کے لیے لفظ آباء استعمال ہوا جو ''اب'' کی جمع ہے۔

جبکہ محمد بن کعب قرظی نے بھی یہی ارشاد فرمایا کہ ''ماموں باپ ہے اور چچا بھی باپ ہے۔''

درج ذیل حدیث مبارکہ سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ عربی میں چچا اور باپ دونوں کے لیے ایک ہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میرے باپ عباس کو مجھ پر پیش کرو۔''

معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ''ابی'' میرا باپ ارشاد فرمایا۔

آذر کے چچا ہونے کی ایک دلیل علماء کرام یہ بھی دیتے ہیں کہ جیسا کہ محمد بن کعب، قتادہ، مجاہد اور حسن وغیرہ سے مروی ہے کہ ”بے شک ابراہیم علیہ السلام ہمیشہ اپنے چچا آذر کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہے یہاں تک کہ وہ مر گیا اور اس کے مر جانے کے بعد آپ علیہ السلام پر واضح ہوگیا کہ وہ تو حالت کفر میں مرا ہے اور کافر تو اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اس لیے دعا کرنے کا کوئی مقصد نہیں چنانچہ آپ علیہ السلام نے اس کے لیے دعائے مغفرت کرنا چھوڑ دی اور اس سے لاتعلقی اختیار کی۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

”پھر جب واضح ہوگیا ابراہیم پر کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے تعلق توڑ دیا۔“

اس کے بعد جب آذر مر گیا اور پھر مدت دراز کے بعد ایک موقعہ پر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم پر اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور زوجہ بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو مکہ مکرمہ چھوڑا تو وہاں آپ علیہ السلام نے کچھ دعائیں پڑھیں جن میں ایک دعا یہ بھی شامل تھی کہ

”ربنا اغفرلی ولوالدی.“

”اے ہمارے رب میری اور میرے والدین کی مغفرت فرما۔“

چنانچہ اس تمام صورتحال سے یہ بات مکمل واضح ہوگئی کہ آپ علیہ السلام نے اپنے چچا آذر کے لیے دعائے مغفرت کرنا چھوڑی تھی اور اس دعا چھوڑنے کے عرصہ دراز کے بعد بھی آپ علیہ السلام فرما رہے ہیں میرے اور میرے والدین کی مغفرت فرما تو یقیناً یہ دعا آپ علیہ السلام کے حقیقی والدین کے لیے ہی تھی جہاں والدین سے آپ علیہ السلام کے حقیقی والدین مراد ہیں۔ اگر آذر جو کافر اور اللہ کا دشمن ہے وہی آپ علیہ السلام کا حقیقی باپ ہے تو اس سے بیزاری کے بعد پھر اس کے لیے دعا کرنے کا کیا مطلب ہے۔

(روح المعانی، ج ۴)

الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا جو توحید پر تھے جبکہ آذر آپ علیہ السلام کا چچا تھا جو کافر تھا اور خاندان کا بڑا ہونے کی وجہ سے اسے ”اب“، یعنی

باپ کہا گیا جو اکثر اقوام کے محاورہ کے مطابق ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کرام میں سے کوئی بھی کافر نہیں ہے۔

حکمت و دانائی اور زمین و آسمان کا مشاہدہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکمت و دانائی سے سرفراز فرمایا اور آپ علیہ السلام کو زمین و آسمان کی تمام اشیاء کا مشاہدہ کرایا اور انہوں نے زمین و آسمان میں موجود تمام اشیاء کے حقائق کو ملاحظہ فرمایا۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

(۱) ''اور یقیناً ہم نے مرحمت فرمائی تھی ابراہیم کو ان کی دانائی اس سے پہلے اور ہم ان کو خوب جانتے تھے۔'' (یعنی وہ اس مقام و مرتبہ کے لائق تھے)

(پ ۱۷، سورۃ الانبیاء آیت ۵۱)

(۲) ''اور اس طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے پھر جب ان پر رات کا اندھیرا ایک تارا دیکھا بولے اسے میرا رب ٹھہراتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے پھر جب چاند چمکتا دیکھا بولے اسے میرا رب بتاتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہی گمراہوں میں ہوتا پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا بولے اسے میرا رب کہتے ہو یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے میری قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو میں نے اپنا منہ اسی کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں۔'' (پ ۷، الانعام آیت ۷۵-۷۹)

غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ حکمت و دانائی کے سبب حضرت ابراہیم علیہ السلام توحید کی حقیقت بخوبی جانتے تھے آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام تر نشانیاں و عجائبات جو زمین و آسمان میں موجود ہیں آپ علیہ السلام پر منکشف فرما دیئے یعنی آپ

علیہ السلام نے ساتوں آسمان یہاں تک کہ عرش الٰہی تک اور ساتوں زمینیں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو عین الیقین کا مرتبہ عطا فرمایا۔ جیسا کہ درج ذیل واقعہ سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''اور جب عرض کی ابراہیم نے اے میرے رب مجھے دکھا دے تو کیونکر مردے زندہ کرے گا فرمایا کیا تجھے یقین نہیں عرض کیا یقین کیوں نہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آ جائے۔ فرمایا اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ مانوس کرلو پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہارے پاس چلتے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے اور جان لو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔'' (پ۳، البقرۃ، آیت ۲۶۰)

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندے یعنی مور، کوا، مرغ اور گدھ (ایک روایت کے مطابق گدھ کی جگہ کبوتر مذکور ہوا ہے) کو اپنے ساتھ مانوس کیا پھر حکم الٰہی کے مطابق ان کے ٹکڑے کیے اور ان کے گوشت اور ہڈیوں وغیرہ کو ملا جلا کر چار مختلف پہاڑوں پر ان کو رکھ دیا پھر آپ علیہ السلام نے انہیں پکارا تو وہ اللہ کے اذن سے زندہ ہو کر آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آ گئے۔ (روح المعانی)

اہم نکتہ:

علماء کرام نے آپ علیہ السلام کا مردہ کو زندہ ہوتے ہوئے دیکھنے کی خواہش فرمانے کی مختلف وجوہات بیان فرمائی ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نبی کا علم شک سے پاک ہوتا ہے لہٰذا آپ علیہ السلام کا یہ سوال فرمانا کسی شک کی بناء پر نہ تھا بلکہ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کسی کو بھی آپ علیہ السلام سے یہ کہنے کا حق نہ ہو کہ تم نے مُردوں کو زندہ ہوتے نہیں دیکھا تو پھر تمہارے علم پر کیسے یقین کر لیا جائے چنانچہ آپ علیہ السلام نے اپنے رب سے فرمایا اے اللہ تو کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے ان کو میرے سامنے زندہ کر کے

میں دیکھوں تاکہ میری دلیل کافروں پر ظاہر ہو جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا۔ (شرح مسلم نووی ج اول...... امام رازی)

بت پرستی کا بطلان:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بت پرستی کی لعنت میں مبتلا تھی چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلان نبوت فرماتے ہی سب سے پہلے اپنے چچا یعنی آذر کو دعوت اسلام دی اور پھر باقی قوم کو حق کی طرف بلایا اور بت پرستی ترک کرنے اور اللہ تعالیٰ کو اکیلا معبود ماننے کی نصیحت فرمائی جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ آذر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا جو بت تراش تھا مگر عربی قاعدے کے مطابق اسے قرآن حکیم میں باپ کہہ کر پکارا گیا۔

جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا:

(۱) ''اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ (چچا) آذر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔'' (پ ۷، الانعام، آیت ۷۴)

(۲) ''ابراہیم نے جب اپنے باپ (چچا) سے کہا اے میرے باپ کیوں اسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور کچھ تیرے کام نہ آئے اے میرے باپ بے شک میرے پاس وہ حکم آیا جو تیرے پاس نہیں آیا تو تو میری تابعداری کر میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں اے میرے باپ شیطان کا بندہ نہ بن بے شک شیطان رحمان کا نافرمان ہے۔'' (پ ۱۶، مریم، آیت ۴۲ تا ۴۴)

(۳) ''اور ان پر خبر پڑھو ابراہیم کی جب اس نے اپنے باپ (آذر) اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو بولے ہم بتوں کو پوجتے ہیں پھر ان کے سامنے آسن مارے دیتے ہیں فرمایا کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب تم پکارو یا تمہارا کچھ بھلا برا کرتے ہیں بولے بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا فرمایا تو کیا تم دیکھتے ہو یہ جنہیں پوج رہے ہو تم اور تمہارے باپ اگلے

باپ دادا بے شک وہ سب میرے دشمن ہیں مگر پروردگار عالم۔''

(پ۱۹، الشعراء آیت ۶۹ تا ۷۷)

(۴) ''اور ابراہیم کو یاد کرو جب آپ نے فرمایا اپنی قوم کو عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس سے ڈرتے رہا کرو یہی بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم (حقیقت) جانتے ہو۔ تم تو پوجا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی اور تم گھڑا کرتے ہو نرا جھوٹ بے شک جن کو تم پوجتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر وہ مالک نہیں تمہارے رزق کے پس طلب کیا کرو اللہ تعالیٰ سے رزق کو اور اس کی عبادت کیا کرو اور اس کا شکر ادا کیا کرو اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو (یہ کوئی نئی بات نہیں) جھٹلایا اپنے نبیوں کو ان امتوں نے بھی جو تم سے پہلے تھیں اور رسول پر فرض نہیں بجز اس کے کہ وہ (اللہ کا حکم) صاف طور پر پہنچا دے۔'' (پ۲۰، سورۃ العنکبوت آیت ۱۶ تا ۱۸)

(۵) ''یاد کرو جب آپ نے کہا اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہ یہ کیا مورتیاں ہیں جن کی تم پوجا پاٹ پر جمے بیٹھے ہو وہ بولے پایا ہے ہم نے اپنے باپ (دادا) کو کہ وہ ان کے پجاری تھے آپ نے فرمایا بلاشبہ تم اور تمہارے باپ دادا کھلی ہوئی گمراہی میں ہو۔ (پ ۱۷، سورۃ الانبیاء آیت ۵۲ تا ۵۴)

(۶) ''جب انہوں نے کہا اپنے باپ اور اپنی قوم کو کہ تم کس کی پوجا کرتے ہو کیا جھوٹے گھڑے ہوئے خدا اللہ تعالیٰ کے علاوہ چاہتے ہو پس تمہارا کیا خیال ہے سارے جہانوں کے پروردگار کے بارے میں......''

(پ۲۳، سورۃ الصافات، آیت ۸۵-۸۷)

(۷) ''اور اس کی (قدرت) کی نشانیوں میں سے رات بھی ہے اور دن بھی سورج بھی ہے اور چاند بھی مت سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو بلکہ سجدہ کرو اللہ کو جس نے انہیں پیدا فرمایا ہے اگر تم واقعی اس کے بندے ہو۔'' (پ۲۴، حم السجدہ آیت ۳۷)

غرضیکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے بت پرستی اور گمراہی کا

بطلان فرمایا اور انہیں نہایت لطیف اور پیارے انداز میں سمجھایا کہ ایسی مورتیوں کی عبادت جو نہ ہی اپنی پوجا کرنے والے کی دعا سن سکتی ہیں اور نہ ان کی عبادتوں کو دیکھ سکتی ہیں اور نہ ہی کسی قسم کی مدد کرنے کی قدرت رکھتی ہیں عقلمندی نہیں ایسا بے جان پتھر جسے تم خدا ٹھہراتے ہو مجھے ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ سوچنے سمجھنے اور کچھ کر گزرنے کی صلاحیت سے محروم ہیں۔ یہ دراصل تمہارے ہی ہاتھوں کی تراشیدہ اور تمہاری ہی بنائی ہوئی مصنوعہ ہیں کیونکر تمہارا خدا ہوسکتی ہیں اور لائق عبادت و پرستش ہوسکتی ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو جن میں ستارہ پرست وسورج پرست وغیرہ بھی شامل تھے فرمایا یہ روشن ستارے اور چاند وسورج جو چمکتے دمکتے نظر آتے ہیں ان کی یہ چمک دمک پیدا کرنے والا رب تعالیٰ ہے جس نے ان کی تخلیق فرمائی اور انہیں وقت مقررہ تک چمک و دمک عطا فرمائی۔ یہ مخلوق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے وقت مقررہ پر طلوع و غروب ہونے کا سلسلہ بخشا یہ طلوع ہوتے ہیں تو غروب بھی ہوتے ہیں جبکہ پروردگار عالم تو وہ ہے جو ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا اسے زوال نہیں وہ قائم و دائم ہے اور وہی لائق عبادت ہے اور کائنات کی تمام اشیاء اسی کی صنعت گری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

آپ علیہ السلام نے بتوں کے پجاریوں سے مناظرہ فرمایا اور ان بتوں کی بے بسی اور ان کے نقائص کو بیان فرمایا انہیں شرک کی اس لعنت سے آگاہ فرمایا اور انہیں اس کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۸) ''بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے سزا دیتا ہے جسے چاہتا ہے رحم فرماتا ہے جس پر چاہتا ہے۔ اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے اور تم زمین میں قابو سے نکل سکو اور نہ آسمان میں اور تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی کام بنانے والا اور نہ مددگار اور جن لوگوں نے انکار کیا اللہ تعالیٰ کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا وہ لوگ مایوس ہو گئے ہیں میری رحمت سے اور وہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

(پ ۳۰، سورۃ العنکبوت آیت ۲۰ تا ۲۳)

(۹) ''جب انہوں نے کہا اپنے باپ (چچا) سے...... کہ اے باپ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تجھے پہنچے عذاب (خدائے) رحمٰن کی کی طرف سے تو تو شیطان کا رفیق ہو جائے۔'' (پ ۱۶ سورۃ مریم آیت ۴۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دھمکی:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا اور اپنی قوم کو دعوت اسلام دی اور بت پرستی ترک کرنے کی ہدایت دی تو جواب میں آپ علیہ السلام کو دھمکیاں دی گئیں اور آپ علیہ اسلام کی قوم بت پرستی و شرک پر مصر رہی اور آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

(۱) ''باپ (چچا) نے کہا کیا روگردانی کرنے والا ہے تو میرے خداؤں سے اے ابراہیم۔ اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کر دونگا اور مجھ سے نومانہ دراز تک بے علاقہ ہو جا۔'' (پ ۱۶، سورۃ مریم آیت ۴۶)

(۲) ''آپ (علیہ السلام) کی قوم سے کوئی جواب نہ بن آیا بجز اس کے کہ انہوں نے کہا کہ اسے قتل کر ڈالو یا اسے جلادو......'' (پ ۲۰، سورۃ العنکبوت آیت ۲۴)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو مسمار کرنا اور ان کا بطلان فرمانا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے جب راہ ہدایت کو قبول نہ کیا اور اپنی بت پرستی پر ڈٹی رہی اور علیہ السلام کو دھمکیاں دینے پر اتر آئی تو آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کے کئی لوگوں پر واضح کر دیا کہ ان بتوں کی حقیقت حال اور ان کی بے بسی تم منکشف کر کے رہوں گا اس سلسلے میں آپ علیہ السلام نے قسم کھائی بعض روایات کے مطابق آپ علیہ السلام نے یہ بات اپنے دل میں کہی جبکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کی اس دھمکی کو بعض لوگوں نے سن بھی لیا تھا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

(۱) ''اور مجھے اللہ کی قسم ہے میں تمہارے بتوں کا برا چاہوں گا بعد اس کے، کہ تم

پھر جاؤ پیٹھ دے کر۔'' (پ ۱۷، سورۃ الانبیاء، آیت ۵۷)

چنانچہ ہر سال کی طرح جب قوم ابراہیم اپنے سالانہ میلے میں جانے لگی جوان کے بتوں کے نام پر ہر سال منعقد کیا جاتا تھا اور جس میں قوم لہو ولعب میں مشغول رہتی اور واپس آ کر بت خانے میں بتوں کی پوجا سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں چلی جاتی چنانچہ جاتے وقت آپ علیہ السلام کی قوم نے آپ علیہ السلام کو بھی ساتھ چلنے کو کہا لیکن علیہ السلام نے اس تنہائی سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے جبکہ پورا شہر خالی ہو جاتا حیلہ فرمایا اور ساتھ جانے سے عذر پیش کیا۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

(۲) ''پھر اس نے (ابراہیم علیہ السلام نے) ایک نگاہ ستاروں کو دیکھا پھر کہا میں بیمار ہونے والا ہوں۔'' (پ ۲۳، سورۃ الصافات، آیت ۸۸-۸۹)

آپ علیہ السلام نے یہ اسی غرض سے کیا تا کہ دین حق کی سر بلندی اور بت پرستی کی اس لعنت کی بیخ کنی اور ان بتوں کی تحقیر واہانت کی جا سکے اور ان کو مسمار کیا جا سکے تا کہ ان کی بے بسی و لاچاری ظاہر ہو جائے چنانچہ قوم سے حیلہ فرمایا اور بیماری کا بہانہ بنا کر آپ علیہ السلام شہر میں رک گئے۔ جب تمام لوگ میلے میں چلے گئے تو آپ علیہ السلام چپکے سے بت خانہ گئے جہاں سینکڑوں کی تعداد میں چھوٹے بڑے بت نصب تھے جن کے سامنے انواع واقسام کے کھانے پھل مٹھائیاں موجود تھیں جو بطور تبرک رکھی گئی تھیں اور واپس آ کر قوم یہ تبرک آپس میں تقسیم کر لیتی۔

چنانچہ جب ابراہیم علیہ السلام چپکے سے بت خانہ پہنچے جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

(۳) ''پس آپ (علیہ السلام) چپکے سے بتوں کی طرف گئے۔''

(پ ۲۳، سورۃ الصافات آیت ۹۱)

پھر آپ علیہ السلام نے ان بتوں سے تحقیر آمیز لہجے میں ارشاد فرمایا:

(۴) ''کہا تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟ تمہیں کیا ہوا تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ پھر پوری قوت سے ضرب لگائی ان پر داہنے ہاتھ سے......''

(پ ۲۳، سورۃ الصافات آیت ۹۱ تا ۹۳)

پھر کلہاڑی کی مدد سے آپ نے ان بتوں کو مارنا شروع کر دیا یہاں تک کہ انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے ریزہ ریزہ کر دیا جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

(۵) ''پس آپ نے انہیں ریزہ ریزہ کر ڈالا۔'' (پ۱۷، سورۃ الانبیاء آیت ۵۸)

آپ علیہ السلام نے ان بتوں کو چورا چورا کر دیا اور ایک سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا تا کہ قوم واپس آ کر اس سے سوال کرے۔

(۶) ''مگر ان کے بڑے بت کو کچھ نہ کہا تا کہ وہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں۔'' (پ۱۷، سورۃ الانبیاء آیت ۵۸)

چنانچہ جب قوم میلے سے واپس آئی اور بتوں کا یہ حشر دیکھا تو ایک دوسرے سے تشویش سے پوچھنے لگے کہ یہ کس نے کیا؟ جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۷) ''انہوں نے (قوم نے) کہا کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا بے شک وہ ظالم ہے (معاذ اللہ) ان میں سے کچھ بولے ہم نے ایک جوان کو انہیں برا بھلا کہتے سنا جسے ابراہیم کہتے ہیں وہ کہنے لگا تو اسے لوگوں کے سامنے لاؤ شاید وہ گواہی دیں انہوں نے کہا کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم؟ آپ نے فرمایا ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا تو ان سے پوچھو اگر بولتے ہیں تو انہوں نے اپنے نفسوں کی طرف رجوع کیا اور بولے بے شک تم ہی ظالم ہو (معاذ اللہ) پھر اپنے سروں کے بل اوندھے گرے کہ تمہیں خوب معلوم ہے یہ بولتے نہیں تو آپ (علیہ السلام) نے فرمایا کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔'' (پ۱۷، سورۃ الانبیاء آیت ۵۹ تا ۶۷)

(۸) ''(رنگ رلیاں منانے کے بعد) آئے آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آئے (ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا) کیا تم پوجتے ہو انہیں جنہیں تم خود تراشتے ہو؟ حالانکہ اللہ نے تمہیں بھی پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو۔''

(پ۲۳، سورۃ الصافات آیت ۹۴ تا ۹۶)

غرضیکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو مسمار کیا اور ان کی تحقیر فرما کر قوم پر یہ بات واضح کی کہ جنہیں تم پوجتے ہو وہ جب اپنی حفاظت نہیں کر سکتے تو تمہاری کیا کریں گے اور جو نہ بولنے اور سننے کی صلاحیت سے محروم ہیں تو تمہاری بپتا کیا سنیں گے اور اپنے اوپر پڑنے والی افتاد کیسے بیان کریں گے۔ یہ حقیر مورتیاں تمہارے ہی ہاتھوں تراشی گئیں ہیں کیونکر تمہاری معبود ہو سکتی ہیں لیکن قوم کو یہ عقل نہ آئی اور وہ یہ سمجھنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوئے کہ جس نے انہیں ریزہ ریزہ کر دیا وہ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور نہ ہی اپنے آپ کو بچا سکے پھر ہم کیوں ایسوں کی عبادت کرتے ہیں۔ غرضیکہ قوم اپنی گمراہی پر قائم رہی اور یہ ماننے کے لیے تیار نہ ہوئی کہ جنہیں وہ خود لکڑی اور پتھر سے گھڑ کر بناتے ہیں جبکہ بنانے والے بھی مخلوق اور جن بتوں کو بنا رہے ہیں وہ بھی مخلوق تو ایک مخلوق دوسری مخلوق کا خدا کیونکر بن سکتی ہے کیونکہ لائق عبادت تو وہی ہو سکتا ہے جو خالق ہو جس نے سب کو بنایا ہو اور جسے کسی نے نہ بنایا ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جانا اور اس کا ٹھنڈا ہو جانا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دعوت حق دینے اور بت پرستی کا بطلان فرمانے اور بت پرستی کی بیخ کنی فرمانے کے لیے بتوں کی اہانت وتحقیر وتذلیل کرنے کے نتیجے میں قوم طیش میں آ گئی اور اس نے ابراہیم علیہ السلام کو سزا دینے اور آگ میں جلا مارنے کا فیصلہ کیا جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۱) ''(سب یک زباں ہو کر) بولے جلا ڈالو اس کو اور مدد کرو اپنے خداؤں کی اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو۔ (جب آپ کو آتش کدہ میں پھینکا گیا تو) ہم نے حکم دیا اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی کا باعث بن جا ابراہیم کے لیے انہوں نے تو ابراہیم کو گزند پہنچانے کا ارادہ کیا لیکن ہم نے ان کو ناکام بنا دیا۔'' (پ ۱۷، سورۃ الانبیاء آیت ۶۸ تا ۷۰)

(۲) ''بولے اس کے لیے ایک عمارت چنو پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو تو انہوں نے اس پر داؤ چلنا (فریب کرنا) چاہا تو ہم نے انہیں نیچا

دکھایا۔'' (پ۲۳، سورۃ الصافات آیت ۹۷ تا ۹۸)

چنانچہ قوم کے اس فیصلہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قید کر دیا گیا اور حتی الامکان تمام جگہوں سے لکڑیاں جمع کرنا شروع کر دی گئیں یہاں تک کہ چالیس روز تک لکڑیاں جمع ہوتی رہیں اس دوران ایک بوڑھی عورت جب بیمار ہوئی تو اس نے منت مانی کہ جب میں شفایاب ہو جاؤں گی تو ابراہیم کو جلانے کے لیے لکڑیاں لاؤں گی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کے لیے جو چار دیواری بنائی گئی اس کی بلندی تیس زراع (پینتالیس فٹ) اور چوڑائی بیس زراع (تیس فٹ) تھی۔ تمام لوگ چالیس دن تک لکڑیاں اکٹھی کرتے رہے یہاں تک کہ لکڑیوں کی وافر مقدار جمع ہوگئی تو ان میں آگ جلادی گئی یہ آگ اس قدر شدید تھی کہ اس کی تپش و جلن سے اس کے اوپر سے کوئی پرندہ فضا میں نہیں اڑ سکتا تھا۔ لکڑیاں سرخ انگاروں کی شکل اختیار کر گئیں اور شعلے آسمان کو چھونے لگے اور اس کی حرارت اتنی دور دور تک پھیل گئی کہ آگ کے قریب جانا ممکن نہ رہا چنانچہ کفار اسی سوچ میں غلطاں تھے کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں کیسے پھینکیں چنانچہ شیطان نے ان کو یہ ترکیب بتائی کہ ایک منجنیق تیار کی جائے اور ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق میں رکھ کر آگ میں پھینک دیا جائے۔ یہ سب سے پہلی منجنیق ہے جو بنائی گئی اور بعد میں جنگوں میں استعمال کی گئی اور اس میں پتھر بھر کر دشمنوں پر پھینکے جاتے تھے۔

اس منجنیق کو جس شخص نے بنایا اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک یونہی دھنستا جائے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رسیوں سے جکڑ دیا گیا اور آگ میں پھینکا جانے لگا اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام ذکر الٰہی میں مشغول رہے اور زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔

لا الہ الا انت سبحانك رب العالمين لك الحمد ولك الملك لا شريك له.

''تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور رب العالمین ہے تمام تعریف تیرے لیے ہی ہیں سب چیزیں تیری ہی ملک ہیں تیرا کوئی شریک کار

نہیں۔''

جب ابراہیم علیہ السلام کو منجیق میں رکھ کر شعلوں میں پھینکا گیا تو آپ علیہ السلام کی زبان مبارک سے معاً یہ الفاظ نکلے۔ **حسبنا اللہ و نعم الوکیل** (ابن کثیر، بخاری شریف)

کافروں نے جب آپ علیہ السلام کو شعلوں میں پھینکا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم فرمایا ''اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامت ہو جا۔'' (پ ۱۷، سورۃ الانبیاء، آیت ۶۹)

حضرت ابن عباس و حضرت علی رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آگ کو سلامت ہو جانے کا حکم نہ فرماتا تو آگ اتنی ٹھنڈی ہو جاتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی ٹھنڈک سے وصال فرما جاتے۔ (مسند احمد)

یعنی اس کی ٹھنڈک کی اذیت برداشت نہ کر پاتے۔

کعب الاخبار فرماتے ہیں ''اس دن زمین والے آگ سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے دنیا کے اندر جتنی آگ تھی سب ٹھنڈی ہوگئی تھی صرف وہ رسی جلی تھی جس سے ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں باندھے گئے تھے۔ (ابن کثیر)

یعنی دنیا کی تمام آگ اس دن بجھ گئی تھیں آگ نے صرف رسیوں کو جلایا جس سے آپ علیہ السلام کو جکڑا گیا تھا لیکن رسیوں کے جلنے سے بھی آپ علیہ السلام کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا۔

ضحاک فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھے آپ علیہ السلام نے اپنے چہرے کو پونچھا لیکن پسینہ تک نہیں تھا۔ (ابن کثیر)

روایات میں آتا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو آگ باہر جلتی رہی لیکن اس کی حرارت ابراہیم علیہ السلام تک نہ پہنچ سکی بلکہ آگ کے اندر ایک باغ بنا دیا گیا فرشتوں نے آپ علیہ السلام کو پہلوؤں سے پکڑ کر ایک جگہ زمین میں بٹھا دیا جہاں ایک میٹھے پانی کا چشمہ تھا اور اردگرد گلاب نرگس اور چنبیلی کے پودے اور پھول اگے ہوئے تھے۔ (تذکرہ الانبیاء)

لوگ دیکھ رہے تھے کہ آپ علیہ السلام تو سرسبز و شاداب باغ میں ہیں لیکن وہ نہ تو

آگ عبور کر کے آپ علیہ السلام تک پہنچنے کی ہمت رکھتے تھے اور آپ علیہ السلام بھی باہر نہ آنا چاہتے تھے۔ (ابن کثیر)

منہال بن عمرو سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام چالیس یا پچاس دن آگ میں رہے اور آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ آگ میں اپنے کٹے دنوں میں جتنا میں خوش رہا اور میں نے عیش وعشرت کی اتنا عیش مجھے پوری زندگی حاصل نہ ہوا۔ (ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے سایہ پر مقرر فرشتے کو ابراہیم علیہ السلام کی ہی شکل میں ان کے پاس بھیجا کہ وہ آپ علیہ السلام کے پاس بیٹھے تاکہ وہ اس سے انس حاصل کریں اور آپ علیہ السلام کو تنہائی سے گھبراہٹ محسوس نہ ہو۔ آپ علیہ السلام کے پاس جبرائیل علیہ السلام جنت سے ایک ریشمی قمیض لائے اور کہا اے ابراہیم بے شک آپ علیہ السلام کا رب کہتا ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میرے محبوبوں کو آگ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

(تذکرہ الانبیاء)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد نے جب اپنے بیٹے کو اس حالت میں دیکھا تو کہا:

''اے ابراہیم تیرا پروردگار ہی بہترین پروردگار ہے۔''

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے جب آپ علیہ السلام کو اس حالت میں دیکھا تو آواز دی اے میرے بیٹے میں تیرے پاس آنا چاہتی ہوں آپ اللہ سے دعا کریں وہ آپ کے اردگرد آگ سے مجھے نجات دے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں (آئیے) وہ آپ کے پاس جا پہنچیں اور آگ کے شعلوں نے انہیں چھوا تک نہیں آپ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا بوسے دیئے اور واپس آ گئیں۔ (ابن کثیر)

چھپکلی کا آگ کو پھونکیں مارنا:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھپکلیاں مارنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام پر (آگ جلانے کے لیے) پھونکیں مارتی تھی۔ (بخاری شریف)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھپکلی کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کو فویسق (بری چیز) کے نام سے تعبیر فرمایا۔" (مسلم شریف)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو تمام حشرات الارض اور جانور آگ بجھانے کی کوشش کرنے لگے سوائے چھپکلی کے۔ یہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ جلانے کے لیے پھونکیں مارنے لگی۔ (مسند احمد)

امام احمد ایک اور سند سے بھی اس حدیث مبارکہ کو روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چھپکلیوں کو مارو بے شک یہ ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ روشن کرنے کے لیے پھونکیں مارتی تھی۔" (مسند احمد)

نمرود کی گمراہی:

نمرود جو ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں بادشاہ وقت تھا اپنے رب ہونے کا دعویدار بن بیٹھا تھا اور انتہائی سرکش باغی جابر اور فساد پرست بادشاہ تھا۔

دنیاوی عیش و عشرت، حکمرانی و اقتدار کی لذت اور جہالت و گمراہی کے سبب اس نے ابراہیم علیہ السلام کی دعوتِ حق کا انکار کیا۔ اللہ کی وحدانیت و معبودیت ماننے کے بجائے خود ہی خدا بن بیٹھا اور یہ دعویٰ کرنے لگا کہ صرف میں ہی خدا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں پھینکا گیا اور وہ آگ گلزار بن گئی تو نمرود یہ منظر اپنے محل کی بلندی سے دیکھ رہا تھا اس نے دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام باغ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک شخص (فرشتہ) کو بھی آپ علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا اور آپ علیہ السلام کے اردگرد لکڑیوں کو جلتے ہوئے آگ کے شعلے بھڑکتے ہوئے دیکھ کر آپ علیہ السلام کو پکارنے لگا۔ اے ابراہیم کیا تم اس آگ سے نکل سکتے ہو؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں نکل سکتا ہوں اس نے (آزمانے کے لیے) کہا اٹھو اور نکل آؤ ابراہیم علیہ السلام اٹھے اور چلتے چلتے آگ سے نکل آئے۔ نمرود نے آپ علیہ السلام سے پوچھا کہ تمہارے پاس تمہاری ہی شکل کا دوسرا آدمی کون تھا؟ آپ علیہ السلام نے

فرمایا وہ سایہ پر مقرر فرشتہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے میرے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ مجھے اکیلے ہونے سے کسی قسم کی کوئی گھبراہٹ نہ ہو بلکہ میں اس سے انس حاصل کروں۔ نمرود نے کہا جب میں نے تمہارے رب کی عزت وقدرت کو دیکھا تو میں نے نذر مانی کہ میں تمہارے رب کا قرب حاصل کرنے کے لیے قربانی کروں گا اس لیے میں تمہارے رب کے حضور چار ہزار گائے کی قربانی پیش کر رہا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جب تک تم اپنے دین پر قائم ہو اس وقت تک اللہ تعالیٰ تمہاری قربانی قبول نہیں کرے گا اس نے کہا میں اپنی بادشاہی کو نہیں چھوڑ سکتا البتہ قربانی ضرور کروں گا اس نے اپنی نذر کے مطابق چار ہزار گائے ذبح کر دیں البتہ اپنے کفر پر قائم رہا اور ایمان کی دولت سے محروم ہی رہا۔ (تذکرہ الانبیاء)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کو حق باطل کی پہچان دلانے کے لیے نمرود سے مناظرہ کیا جس کا ذکر قرآن حکیم میں ہوا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"کیا نہ دیکھا آپ نے (اے حبیب) اسے جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے ان کے رب کے بارے میں اس وجہ سے کہ دی اسے اللہ نے بادشاہی جب کہا ابراہیم (علیہ السلام) نے (اسے) کہ میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اس نے کہا میں بھی جلا سکتا ہوں اور مار سکتا ہوں ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نکالتا ہے سورج کو مشرق سے تو تو نکال لا اسے مغرب سے (یہ سن کر) ہوش اڑ گئے اس کافر کے اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔" (پ ۳، سورۃ البقرہ آیت ۲۵۸)

بعض راویات کے مطابق ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے یہ مناظرہ بتوں کے توڑنے کے بعد اور آگ میں ڈالنے سے پہلے کیا جبکہ دوسری روایت کے مطابق جب آپ علیہ السلام آگ سے باہر تشریف لے آئے تو نمرود نے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ تمہارا رب کون ہے جس کی میں عبادت کروں تو اس وقت ابراہیم علیہ السلام نے یہ مناظرہ کیا۔ (تفسیر روح المعانی، تفسیر کبیر)

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اسی مناظرے کا ذکر ہو رہا ہے کہ نمرود کے پوچھنے پر کہ تمہارا رب کون ہے؟ فرمایا کہ میرا رب تو وہ ہے کہ جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے یعنی موت و حیات اسی کی پیدا کردہ ہے اور اسے ان پر پوری قدرت حاصل ہے جب نمرود سے اس دلیل پر کوئی جواب نہ بن پڑا تو مجمع کے سامنے شرمندگی سے بچنے کے لیے اس نے کجی اختیار کی اور تکبر سے کہا کہ میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں پھر نمرود نے دو شخصوں کو بلایا ان میں سے ایک کو قتل کیا اور ایک کو چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ دیکھو میں بھی موت اور زندگی دینے پر قدرت رکھتا ہوں۔

نمرود کی یہ بات انتہائی جاہلانہ اور احمقانہ تھی کہ کہاں، موت و حیات کو پیدا کرنا اور کہاں قتل کرنا یا چھوڑ دینا اس بے وقوفانہ دلیل پر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بے شک میرا رب تو سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے تو اسے مغرب سے نکال۔ تو یہ سن کر نمرود کے ہوش اڑ گئے اور اسے کوئی جواب نہ بن پڑا اور ابراہیم علیہ السلام نے حق و باطل کا فرق واضح کر دیا اور مجمع پر عیاں ہو گیا کہ نمرود کا دعویٰ جھوٹا ہے اور گمراہی و جہالت پر مبنی ہے اور وہ اپنی قوم کو رب ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر کے محض دھوکہ دے رہا ہے۔ نمرود کو جو ذلت و رسوائی اٹھانی پڑی اس پر شرمندہ ہونے کے بجائے اور حق کو قبول کر لینے کے بجائے اس کا عناد و تکبر انتہا کو پہنچ گیا جس دن مناظرہ ہوا اسی دن نمرود لوگوں میں غلہ تقسیم کر رہا تھا ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگا میرے پاس تمہارے لیے کوئی غلہ نہیں تم اپنے رب سے مانگو وہی تمہیں غلہ دے گا جس کی تم عبادت کرتے ہو ابراہیم علیہ السلام واپس گھر جانے لگے تو ریت کے ایک ٹیلے کی طرف گئے اور وہاں سے دو بوریاں ریت کی بھر لیں اور سوچا کہ گھر والے یہی سمجھیں گے کہ میں کچھ لے آیا ہوں چنانچہ آپ علیہ السلام گھر آئے بوریاں رکھیں اور ٹیک لگا کر آرام کرنے لگے یہاں تک کہ نیند آ گئی آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ سارہ رضی اللہ عنہا اٹھیں اور دونوں بوروں کو دیکھا کہ دونوں بورے بہترین غلے سے بھرے ہوئے تھے آپ رضی اللہ عنہا نے کھانا تیار کیا جب ابراہیم علیہ السلام بیدار ہوئے تو کھانا دیکھ کر دریافت فرمایا یہ کھانا کہاں سے آیا ہے تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا

جو آپ لے کر آئے ہیں اسی سے نکال کر پکایا ہے سو آپ علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ اللہ کی عطا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نوازا ہے۔ (ابن کثیر)

نمرود اور اس کی قوم کو عذاب:

زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سرکش بادشاہ کی طرف ایک فرشتہ بھیجا تاکہ وہ اسے اللہ پر ایمان لانے کا حکم دے لیکن نمرود نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ فرشتے نے پھر اسے اللہ کی طرف بلایا کہ تیرا رب کہتا ہے تو مجھ پر ایمان لا میں تیری سلطنت برقرار رکھوں گا وہ بولا میں ہی رب ہوں میرا رب بھلا کون ہے فرشتے نے پھر تیسری مرتبہ ایمان کی طرف بلایا لیکن نمرود پھر بھی نہ مانا تب فرشتے نے کہا تو اپنا لشکر جمع کر لے میں اپنا لشکر جمع کرتا ہوں۔

نمرود نے سورج کے طلوع ہوتے ہی اپنا لشکر اکٹھا کر لیا لیکن اللہ کی طرف سے نمرود اور اس کی قوم پر اللہ کا عذاب بھیج دیا گیا۔ یہ عذاب مچھروں کی شکل میں ان پر مسلط ہوا۔ مچھر اس قدر کثیر تعداد میں تھے کہ ان سے سورج چھپ گیا تھا اور زمین پر دھوپ نہ پڑتی تھی مچھروں کی اس فوج نے ان کے گوشت کاٹ کھائے اور خون پی ڈالے یہاں تک کہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئے نمرود سب دیکھ رہا تھا مگر بے بس و لاچار تھا کچھ نہ کرسکتا تھا آج اس کی خدائی کا دعویٰ دھرا کا دھرا رہ گیا پھر ایک مچھر نمرود کی ناک کے ذریعے دماغ میں گھس گیا اور چار سو سال تک اس کا مغز کاٹتا رہا جب اس کے سر پر چوٹ ماری جاتی تو کاٹنا چھوڑ دیتا تھوڑی دیر بعد پھر کاٹنے لگتا چنانچہ اللہ عزوجل کی طرف سے ذلت و رسوائی کا عذاب اسے پہنچا کہ رات دن اس کے سر پر جوتے پتھر اور لوہے کی سلاخوں سے دھمک ماری جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس مغرور بادشاہ کو اس حقیر سی مخلوق مچھر کے ذریعے اسے عذاب دیا چار سو سال عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کے بعد چار سو سال تک اسے اس عذاب کے ذریعے اذیت سے دوچار رکھا گیا اور چار سو برس تک وہ پٹتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا۔

(ابن کثیر، خزائن العرفان، تفسیر نعیمی)

ہجرت اول:

نمرود اور باقی قوم جب عذاب الٰہی نازل ہو چکا تو آپ علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے ہجرت کا حکم ملا چنانچہ آپ وہاں سے روانہ ہوئے تاکہ عبادت الٰہی بجا لائیں جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۱) ''تو لوط اس پر ایمان لایا اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں بے شک وہی عزت و حکمت والا ہے۔'' (پ۲۰، سورۃ العنکبوت آیت ۲۶)

(۲) ''اور ہم نے نجات دی آپ کو اور لوط کو اس سرزمین کی طرف (ہجرت کا حکم دیا جسے) ہم نے بابرکت بنایا تھا تمام جہاں والوں کے لیے۔''

(پ ۱۷، سورۃ الانبیاء آیت ۷۱)

(۳) ''اور ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا میں جا رہا ہوں جہاں میرے رب نے حکم دیا ہے وہی میری رہنمائی فرمائے گا۔'' (پ۲۳، الصافات آیت ۹۹)

علامہ آلوسی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یعنی جہاں میرے رب نے حکم دیا ہے میں وہاں جا رہا ہوں کہ میں وہاں اپنی عبادت کو بہتر طریقہ سے ادا کر سکوں گا کیونکہ جو قوم میری نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائی وہاں ٹھہرنا اب بے مقصد ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے بھی حکم دے دیا ہے تو اب یہاں سے ہجرت کرنا ضروری ہو چکا ہے۔

(روح المعانی)

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اول ہجرت فرمائی اور حران تشریف لے گئے جہاں اپنے چچا حرہاران کے پاس مقیم ہوئے اور آپ علیہ السلام کے چچا کی بیٹی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے آپ علیہ السلام کا نکاح ہو گیا حضرت سارہ بہت ہی خوبصورت تھیں۔ روایات کے مطابق عورتوں میں سب سے زیادہ حسین حضرت سارہ رضی اللہ عنہ تھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب وہاں بھی دعوت تبلیغ دینا شروع کی تو آپ علیہ السلام کے چچا ہاران نے طیش میں آ کر آپ علیہ السلام کو گھر بدر کر دیا وہاں سے نکلنے کے بعد آپ علیہ السلام شام کی طرف روانہ ہوئے لیکن راستے میں ہی مصر کے ظالم

بادشاہ کا واقعہ پیش آ گیا۔

مصر کا ظالم بادشاہ:

یہ قصہ تفصیلی طور پر حدیث مبارکہ میں مذکور ہوا ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''ابراہیم علیہ السلام ایک بستی میں تشریف لے گئے جس میں ایک بادشاہ رہتا تھا یا ایک جابر حاکم رہتا تھا۔ بادشاہ کو بتایا گیا کہ ابراہیم نامی ایک شخص رات کو بستی میں آیا ہے اور اس کے ساتھ ایک عورت بھی ہے جو تمام عورتوں سے زیادہ حسین ہے بادشاہ نے یا حاکم نے اس آدمی کو بھیج کر پوچھا کہ تیرے ساتھ کون ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا میری بہن ہے بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس بھیج دے آپ علیہ السلام نے حضرت سارہ کو بادشاہ کے پاس بھیج دیا اور فرمایا میری بات کو مت جھٹلانا میں اسے بتا آیا ہوں کہ آپ میری بہن ہیں کیونکہ آج روئے زمین پر آپ کے اور میرے سوا کوئی مومن نہیں۔ جب حضرت سارہ بادشاہ کے محل میں داخل ہوئیں تو اس نے آپ کا ارادہ کیا آپ رضی اللہ عنہا نے فوراً وضو کیا اور نماز پڑھی اور اللہ کے حضور التجا کرنے لگیں اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لا چکی ہوں اور میں نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے سوائے اپنے خاوند کے تو اس کافر کو مجھ پر قدرت نہ دے پس وہ کافر (غیبی پنجے میں) کس دیا گیا حتیٰ کہ اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے اللہ اگر یہ مر گیا تو کہا جائے گا کہ اسے میں نے قتل کیا ہے (اس دعا کے ساتھ ہی) اسے چھوڑ دیا گیا۔ فرماتے ہیں کہ وہ دست درازی کی خاطر پھر اٹھا حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے پھر نماز پڑھ کر بارگاہ الٰہی میں التجا کی مولا تو جانتا ہے کہ میں تجھ پر ایمان لائی اور تیرے رسول کی رسالت کی تصدیق کی اور میں نے سوائے اپنے خاوند کے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ فرما۔ راوی فرماتے ہیں کہ وہ شخص (دوبارہ) کس دیا گیا حتیٰ کہ اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے پھر دعا کی الٰہی اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اسے میں نے قتل کیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ اسے چھوڑ دیا گیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ تیسری دفعہ پھر چوتھی دفعہ ایسے ہی ہوا تو جابر بادشاہ نے کہا تم نے میری طرف جن بھیجا ہے اسے ابراہیم کے پاس واپس لے جاؤ اور اسے (خدمت کے لیے ایک خادمہ) دے دو۔"

فرماتے ہیں کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا واپس آ گئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمانے لگیں کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی سازشوں کو ناکام بنا دیا اور مجھے خدمت کے لیے ایک لڑکی عطا فرمائی ہے۔ (مسند احمد)

ایک روایت کے مطابق جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین کی طرف ہجرت کر کے جا رہے تھے تو اس دوران آپ علیہ اسلام کا اور آپ علیہ السلام کی زوجہ کا ایک ایسی جگہ سے گزر ہوا جہاں ایک جابر و ظالم شخص مسلط تھا۔ اس کو لوگوں نے بتایا یہاں ایک شخص آیا ہوا ہے جس کے ساتھ ایک عورت ہے جو تمام لوگوں سے زیادہ حسین ہے۔ اس ظالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اپنا قاصد بھیجا کہ وہ ان سے پوچھے کہ یہ تمہارے ساتھ کون عورت ہے؟ اس سوال پر آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ میری بہن ہے۔ پھر آپ علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے ان کو کہا اگر ظالم کو پتہ چل گیا کہ تم میری زوجہ ہو تو وہ جبراً تمہیں مجھ سے چھین لے گا اگر وہ تم سے سوال کرے اس کو خبر دینا کہ تم میری بہن ہو اس لیے کہ اسلام میں تم میری بہن ہو۔ کیونکہ روئے زمین پر میرے اور تمہارے علاوہ کوئی مومن نہیں اس ظالم نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنا قاصد بھیج کر ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر نماز ادا کرنی شروع فرما دی۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جب اس ظالم کے پاس پہنچیں اس نے آپ رضی اللہ عنہا کی طرف اپنا ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن وہ اللہ کی گرفت میں آ گیا۔ پاگلوں کی طرح ہو گیا اس کا گلا گھٹ گیا منہ سے جھاگ بہنے لگی اور وہ ایڑیاں رگڑنے لگا۔ اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو کہا کہ تم میرے لیے دعا کرو۔ میں تمہیں تکلیف نہ پہنچاؤں گا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی وہ ٹھیک ہو گیا۔ اس نے دوبارہ ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی لیکن وہ پہلے کی طرح رب تعالیٰ

کی گرفت میں آ گیا یا اس سے بھی زیادہ اس نے پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے دعا کرنے کی درخواست کی آپ نے پھر دعا کی جب وہ ٹھیک ہو گیا تو اس نے اپنے دربان کو بلایا اور کہا کہ تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے بلکہ کسی جن کو لے آئے ہو اس ظالم نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو بطور خادمہ آپ کو دے کر واپس لوٹا دیا۔ (بخاری و مسلم)

مفتی احمد یار خان نعیمی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ہاجرہ روم کے بادشاہ کی بیٹی تھیں اس ظالم نے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ارادہ کیا تھا اور وہی انجام ہوا چنانچہ اس نے کہا ان دونوں کو یہاں سے نکال دیا یہ دونوں انسان نہیں بلکہ جن ہیں۔'' (تفسیر نعیمی)

ایک شبہ کا ازالہ:

بعض غیر اسلامی لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معاذ اللہ تین جھوٹ بولے جن کا ذکر درج ذیل ہے:

(۱) قوم جب میلہ پر جانے لگی تو آپ علیہ السلام کو بھی ساتھ لے جانا چاہا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میں بیمار ہوں حالانکہ آپ بیمار نہیں تھے۔

(۲) قوم نے پوچھا ہمارے ان بتوں کا حشر کس نے کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کام تو ان کے بڑے نے کیا ہے حالانکہ بڑے بت نے چھوٹے بتوں کو نہیں توڑا تھا۔

(۳) آپ نے فرمایا کہ حضرت سارہ میری بہن ہیں حالانکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا آپ کی زوجہ ہیں۔

مندرجہ بالا اعتراضات کے جواب میں علماء کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ جھوٹ بولنے والا نبی نہیں ہو سکتا جھوٹ گناہ کبیرہ ہے اور انبیاء کرام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹ جن کا ذکر کیا گیا یہ سننے والے کی طرف منسوب ہیں جن کو سننے والے نے جھوٹ سمجھا اس لیے کہ بظاہر جھوٹ نظر آتے ہیں حالانکہ حقیقت میں جھوٹ نہیں تھے۔

جیسا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوائے تین باتوں کے کوئی ایسی بات نہیں
کی جس کو لوگوں نے جھوٹ سمجھا ہو......۔''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین باتوں کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان تین کلمات کے علاوہ دین میں کوئی خلافِ واقعہ بات حلال نہیں ہے وہ کلمات یہ ہیں ایک تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میری طبیعت ناساز ہے دوسرا آپ نے فرمایا تھا کہ یہ توڑ پھوڑ اس بڑے بت نے کی ہے اور تیسرا جب بادشاہ نے حضرت سارہ کا ارادہ فرمایا تو آپ علیہ السلام نے کہا تھا کہ یہ میری بہن ہے۔''

علماء کرام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان تینوں کلمات کی جو توجیح بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ آپ علیہ السلام نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ میں کل ہی بیمار ہونے والا ہوں بلکہ فرمایا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں کیونکہ انسان کبھی نہ کبھی زندگی میں تو ضرور ہی بیمار پڑتا ہے آپ علیہ السلام کا یہ ارشاد اسی بات کی طرف اشارہ تھا جسے لوگوں نے جھوٹ سمجھا۔ (مرقاۃ)

جبکہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

آپ علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ میرا دل بیمار ہے اس لیے کہ مجھے غصہ ہے کہ تم نے بتوں کو اپنا معبود بنایا ہوا ہے اس غصہ کی وجہ سے اپنی پریشانی میرے دل کے بیمار ہونے کا سبب ہے۔ (مرقاۃ)

آپ علیہ السلام کا دوسرا ارشاد کہ یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہے اس سبب سے بھی تھا کہ اس سے مراد آپ نے اپنی ذات لی کیونکہ انسان بتوں کے مقابلے میں ہر لحاظ سے افضلیت رکھتا ہے اور انسان کے مقابلے میں بتوں کی کیا حیثیت ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ آپ علیہ السلام نے ان کے مذہب کے مطابق کلام کیا کہ جب تم اس کو اپنا خدا سمجھتے ہو تو پھر یہ کام اسی نے کیا ہوگا کیونکہ جس کو تم اپنی عبادت کے لائق سمجھتے ہو تو اسے یہ کام کرنے پر قدرت ہونی چاہئے مقصد یہ سمجھانا تھا کہ اس بت کو جب

دوسرے بتوں کو توڑنے کی طاقت اور اہلیت نہیں تو پھر یہ کیسے تمہارا معبود بن سکتا ہے ایک وجہ یہ بھی بیان فرمائی گئی کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ان کے اس بڑے نے کہا ہے اگر یہ بولتے ہیں تو ان سے پوچھ لو۔'' یعنی میں نے یہ کام کیا ہے۔ اپنے اس بڑے خدا سے پوچھ لو اگر یہ بولنے کی طاقت رکھتا ہے یعنی تمہارا خدا تو بولنے پر بھی قدرت نہیں رکھتا اور نہ ہی یہ بتانے پر قادر ہے کہ یہ کام کس نے کیا ہے۔

آپ علیہ السلام کا تیسرا ارشاد کہ آپ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہ کے لیے ارشاد فرمایا کہ یہ میری بہن ہے اس کی وجہ احادیث مبارکہ اور علماء کرام کے اقوال سے اچھی طرح واضح ہے کہ آپ علیہ السلام کا مطلب یہ نہیں تھا کہ یہ میری نسبی بہن ہے بلکہ آپ کا فرمانا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ تم اسلام میں میری بہن ہو کیونکہ اسلامی بھائی چارے کے لحاظ تمام مسلمان آپس میں بہن بھائی ہیں۔ اسی طرح خاوند بیوی بھی دوسرے کے اسلامی بھائی بہن ہیں۔

علامہ رازی ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ایسی روایت ہو کہ انبیاء کرام کا جھوٹا ہونا ثابت ہو رہا ہے، اور اس روایت کی کوئی تاویل بھی نہیں ہو سکے جس سے انبیاء کرام کی صداقت ثابت ہو تو اس صورت میں راویوں کو جھوٹا کہا جا سکتا ہے یا روایت کو رد کیا جائے گا لیکن انبیاء کرام کو جھوٹا کہنا محال ہے اور انبیاء کرام کی شان میں کوئی فرق نہیں آنے دیا جائے گا۔ (تفسیر کبیر)

غرضیکہ حران سے ہجرت کرنے والا یہ قافلہ تین افراد پر مشتمل تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور حضرت لوط علیہ السلام اہل ایمان کا جب یہ قافلہ مصر پہنچا اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ پیش آیا اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بھی جب انہیں مل گئیں تو مصر سے اب چار افراد روانہ ہو کر فلسطین پہنچے۔

ہجرت دوئم:

فلسطین پہنچنے کے بعد وہاں کے لوگوں نے آپ علیہ السلام کی بہت، آؤ بھگت کی اور اپنی بہت سی زمینیں آپ علیہ السلام کو ہدیہ کیں جہاں آپ علیہ السلام نے کھیتی باڑی

کی تو اللہ تعالیٰ نے خوب برکت عطا فرمائی اور وافر مقدار میں آپ علیہ السلام کے پاس غلہ اور جانور جمع ہو گئے پھر آپ علیہ السلام نے مسافروں اور غرباء و مساکین کا خاص خیال رکھا اور ان کی ضروریات پوری کیں اور یوں آپ علیہ السلام لوگوں میں مہمان نواز مشہور ہو گئے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی خواہش سے آپ علیہ السلام کا نکاح حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے ہوا کیونکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اس لیے حضرت سارہ نے اولاد کی کمی دور کرنے کی خاطر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے آپ علیہ السلام کا نکاح کروادیا۔ (تفسیر عزیزی)

آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی الٰہی مجھے لائق اولاد عطا فرما تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی اس دعا کو قبول فرمایا اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے ایک بیٹے کی بشارت عطا فرمائی جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

"تو ہم نے اسے ایک خوشخبری سنائی ایک بردبار لڑکے کی۔"

(پ۲۳؛ الصافات آیت ۱۰۱)

اور اس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ولادت اسماعیل علیہ السلام کے وقت اللہ تعالیٰ نے دوسرے فرزند حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بشارت عطا فرمائی جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

"تو ہم نے اسے (حضرت سارہ کو) اسحٰق کی خوشخبری دی اور اسحٰق کے پیچھے یعقوب کی۔" (پ۱۲، ہود آیت ۷۱)

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں خوشخبری کا لفظ مذکور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے کوئی اولاد نہ ہوئی تھی جبکہ آپ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکے تھے اور اب اولاد کی امید رکھنا عبث تھا اس وقت حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۹۰ سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ سال تھی اسی لیے یہ بشارت سن کر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ مجھے بچہ ہوگا جبکہ میں اور میرے شوہر بوڑھے ہیں الغرض اس بشارت کے ایک سال بعد حضرت اسحٰق

علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے اور یوں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے چودہ سال بعد حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔ (تفسیر جمل)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۱) ''تو ہم نے اسے خوشخبری دی اسحٰق کی اور پیچھے یعقوب کی۔'' (پ۱۲، ھود آیت ۷۱)

(۲) ''اور ہم نے عطا فرمایا آپ کو اسحٰق (جیسا فرزند) اور یعقوب (جیسا پوتا) اور ہم نے رکھ دی ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب اور ہم نے دیا ان کو ان کی (جانثاری) کا اجر اس دنیا میں اور بلاشبہ وہ آخرت میں صالحین (کے زمرہ) میں ہوں گے۔'' (پ۲۰، سورۃ العنکبوت آیت ۲۷)

(۳) ''اور ہم نے عطا فرمایا انہیں اسحٰق (جیسا فرزند) اور یعقوب (جیسا پوتا) اور سب کو ہم نے صالح بنادیا اور ہم نے انہیں بنایا پیشوا (لوگوں کے لیے)۔'' (پ۱۷، سورۃ الانبیاء نمبر ۷۲)

(۴) ''اور ہم نے اسے (ابراہیم علیہ السلام) کو اسحٰق اور یعقوب عطا کئے اور ہر ایک کو غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔'' (پ۱۶، مریم آیت ۴۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہلے امتحان لیا جب انہیں آگ میں پھینکا گیا آپ علیہ السلام اس آزمائش میں پورے اترے اور جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اور اللہ عزوجل پر توکل کرتے ہوئے دعوت حق سے پیچھے نہ ہٹے۔ آپ علیہ السلام کی آزمائش کا یہ سلسلہ بند نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام سے ایک اور امتحان لیا اور آپ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی زوجہ حضرت ہاجرہ اور چہیتے واکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حرم کی ویران و بیابان سرزمین پر چھوڑ آؤ۔ اس وقت دور دور تک کوئی آبادی نہ تھی ایسی اجاڑ جگہ اپنے اہل خانہ کو چھوڑ کر واپس آجانا جبکہ وہاں نہ کوئی انسان تھا اور نہ ہی دانہ پانی کا نام ونشان تھا اور حضرت ہاجرہ ان دنوں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنا دودھ پلاتی

تھیں اتنے شیر خوار بچے اور اپنی بیوی کو ایسی جگہ چھوڑ آنا سخت ترین امتحان تھا۔

اس امتحان کا ایک مقصد جہاں اپنے محبوب بندے کی آزمائش کرنی تھی وہاں دوسری طرف کعبہ شریف کی تعمیر اور مکہ مکرمہ کو آباد کرنا بھی مقصود تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اس محبوب و برگزیدہ بندے نے اپنے رب کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنی زوجہ و شیر خوار بچے کو لے کر حرم کی سرزمین میں داخل ہوئے اور اس ویران و سنسان جگہ پر بیت اللہ شریف کے قریب مقام زمزم کے پاس کہ وہاں ایک درخت تھا بٹھایا اور ایک مشکیزہ میں پانی اور ایک تھیلے میں کچھ کھجوریں تھیں حضرت حاجرہ کے حوالے کیں اور واپس لوٹنے لگے حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا دوڑ کر ان کے پیچھے آئیں اور فرمایا اے ابراہیم ہمیں یہاں کہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں کہ یہاں نہ کوئی ہمدرد و غمگسار نہ ہی کوئی ضرورت کی چیز۔ آپ رضی اللہ عنہا نے بار بار پوچھا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بالآخر بولیں کیا آپ کو اللہ کی طرف سے یہ حکم ہوا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہاں تو حضرت ہاجرہ یہ کہتے ہوئے واپس بچے کے پاس لوٹ گئیں کہ ٹھیک ہے پھر ہمیں اللہ عزوجل ضائع نہ کرے گا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اتنی دور نکل آئے کہ انہیں اپنی زوجہ اور بیٹا نظر نہیں آرہے تھے تو آپ علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی طرف رخ کیا اس وقت بیت اللہ شریف کی جگہ اس کی بنیادیں ایک ٹیلے کی مانند تھیں آپ علیہ السلام نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

"اے ہمارے رب میں نے بسا دیا ہے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں جس میں کچھ کھیتی باڑی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پڑوس میں اے ہمارے رب یہ اس لیے تاکہ وہ نماز قائم کریں پس کر دے لوگوں کے دلوں کو کہ وہ شوق و محبت سے ان کی طرف مائل ہوں اور انہیں رزق دے پھلوں سے تاکہ وہ (تیرا) شکر ادا کریں۔" (پ ۱۳، سورۃ ابراہیم آیت ۳۷)

غرضیکہ حضرت ہاجرہ اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی رہیں مشکیزہ کا پانی

علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے اور یوں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے چودہ سال بعد حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔ (تفسیر جمل)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۱) ''تو ہم نے اسے خوشخبری دی اسحٰق کی اور پیچھے یعقوب کی۔'' (پ۱۲،ھود آیت ۷۱)

(۲) ''اور ہم نے عطا فرمایا آپ کو اسحٰق (جیسا فرزند) اور یعقوب (جیسا پوتا) اور ہم نے رکھ دی ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب اور ہم نے دیا ان کو ان کی (جانثاری) کا اجر اس دنیا میں اور بلاشبہ وہ آخرت میں صالحین (کے زمرہ) میں ہوں گے۔'' (پ۲۰، سورۃ العنکبوت آیت ۲۷)

(۳) ''اور ہم نے عطا فرمایا انہیں اسحٰق (جیسا فرزند) اور یعقوب (جیسا پوتا) اور سب کو ہم نے صالح بنادیا اور ہم نے انہیں بنایا پیشوا (لوگوں کے لیے)۔'' (پ۱۷، سورۃ الانبیاء نمبر ۷۲)

(۴) ''اور ہم نے اسے (ابراہیم علیہ السلام) کو اسحٰق اور یعقوب عطا کئے اور ہر ایک کو غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔'' (پ۱۶، مریم آیت ۴۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہلے امتحان لیا جب انہیں آگ میں پھینکا گیا آپ علیہ السلام اس آزمائش میں پورے اترے اور جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اور اللہ عزوجل پر توکل کرتے ہوئے دعوت حق سے پیچھے نہ ہٹے۔ آپ علیہ السلام کی آزمائش کا یہ سلسلہ بند نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام سے ایک اور امتحان لیا اور آپ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی زوجہ حضرت ہاجرہ اور چہیتے واکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حرم کی ویران و بیابان سرزمین پر چھوڑ آؤ۔ اس وقت دور دور تک کوئی آبادی نہ تھی ایسی اجاڑ جگہ اپنے اہل خانہ کو چھوڑ کر واپس آجانا جبکہ وہاں نہ کوئی انسان تھا اور نہ ہی دانہ پانی کا نام ونشان تھا اور حضرت ہاجرہ ان دنوں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنا دودھ پلاتی

تھیں اتنے شیر خوار بچے اور اپنی بیوی کو ایسی جگہ چھوڑ آنا سخت ترین امتحان تھا۔

اس امتحان کا ایک مقصد جہاں اپنے محبوب بندے کی آزمائش کرنی تھی وہاں دوسری طرف کعبہ شریف کی تعمیر اور مکہ مکرمہ کو آباد کرنا بھی مقصود تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اس محبوب و برگزیدہ بندے نے اپنے رب کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنی زوجہ و شیر خوار بچے کو لے کر حرم کی سرزمین میں داخل ہوئے اور اس ویران و سنسان جگہ پر بیت اللہ شریف کے قریب مقام زمزم کے پاس کہ وہاں ایک درخت تھا بٹھایا اور ایک مشکیزہ میں پانی اور ایک تھیلے میں کچھ کھجوریں تھیں حضرت حاجرہ کے حوالے کیں اور واپس لوٹنے لگے حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا ردوڑ کر ان کے پیچھے آئیں اور فرمایا اے ابراہیم ہمیں یہاں کہاں چھوڑ کر جارہے ہیں کہ یہاں نہ کوئی ہمدرد و غمگسار نہ ہی کوئی ضرورت کی چیز۔ آپ رضی اللہ عنہا نے بار بار پوچھا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بالآخر بولیں کیا آپ کو اللہ کی طرف سے یہ حکم ہوا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہاں تو حضرت ہاجرہ یہ کہتے ہوئے واپس بچے کے پاس لوٹ گئیں کہ ٹھیک ہے پھر ہمیں اللہ عزوجل ضائع نہ کرے گا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اتنی دور نکل آئے کہ انہیں اپنی زوجہ اور بیٹا نظر نہیں آرہے تھے تو آپ علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی طرف رخ کیا اس وقت بیت اللہ شریف کی جگہ اس کی بنیادیں ایک ٹیلے کی مانند تھیں آپ علیہ السلام نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

> ''اے ہمارے رب میں نے بسا دیا ہے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں جس میں کچھ کھیتی باڑی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پڑوس میں اے ہمارے رب یہ اس لیے تا کہ وہ نماز قائم کریں پس کر دے لوگوں کے دلوں کو کہ وہ شوق و محبت سے ان کی طرف مائل ہوں اور انہیں رزق دے پھلوں سے تا کہ وہ (تیرا) شکر ادا کریں۔'' (پ ۱۳، سورۃ ابراہیم آیت ۳۷)

غرضیکہ حضرت ہاجرہ اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی رہیں مشکیزہ کا پانی

، کھجوریں ختم ہوگئیں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بھوکی پیاسی ہوگئیں جس کے سبب دودھ بنا بھی ختم ہوگیا اور آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ساتھ بچہ بھی بھوک و پیاس سے بلک اٹھا بچے کی تڑپ اور پیاس آپ رضی اللہ عنہا سے دیکھی نہ گئی اور اسی بے قراری کے عالم میں دوڑ کر قریب کی پہاڑی صفا پر چڑھیں کہ شاید کہیں پانی نظر آجائے یا کوئی انسان ہی نظر آجائے جو ان کی مدد کر سکے وہاں کچھ نظر نہ آیا تو اتر کر دوڑتی ہوئی مروہ کی پہاڑی پر چڑھیں کہ گوہر مقصود نظر آجائے مگر یہاں بھی کوئی نظر نہ آ ذیا غرضیکہ اسی بے قراری تڑپ و پریشانی میں آپ، رضی اللہ عنہا نے صفا و مروہ کے سات چکر لگائے۔ ان پہاڑیوں کے چکر لگانے کے دوران جب آپ نشیب پر پہنچی جہاں سے انہیں اسماعیل علیہ السلام نظر آتے تو اپنی رفتار آہستہ کر لیتی۔ ساتویں مرتبہ وہ جب مروہ پر پہنچیں تو ایک آواز سنی انہو ں نے اپنا وہم سمجھا پھر دوبارہ آواز سنی تو دیکھا کہ ایک فرشتہ اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہے پھر اس نے اپنی ایڑی زمین پر ماری یا حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ایڑی رگڑی تو پانی کا ایک چشمہ جاری ہوگیا آپ رضی اللہ عنہا نے مٹی سے ارد گرد ایک حوض سا بنالیا وہ پانی جوش مارنے لگا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا زم زم رک جا رک جا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے چلو بھر بھر کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلایا اور خود بھی پیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

''اللہ اسماعیل کی والدہ پر رحم کرے اگر وہ زم زم کو اپنے حال پر چھوڑ دیتیں یا یہ فرمایا کہ وہ پانی کا چلو نہ بھرتیں تو زم زم ایک بڑا چشمہ بن جاتا۔''

جب بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پانی پیا تو آپ رضی اللہ عنہا کا دودھ جاری ہوگیا تب فرشتے نے آپ رضی اللہ عنہا سے کہا

''تم کوئی خوف نہ کرو کہ تم ضائع ہو جاؤ گی بے شک یہاں بیت اللہ ہے اس کی تعمیر یہ بچہ اور اس کے والد کریں گے بے شک اللہ تعالیٰ اپنے مقربین

کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔"

غرضیکہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اپنے فرزند سعید کے ساتھ یہاں قیام پذیر تھیں کہ بنوجرہم کا قبیلہ وہاں سے گزرا انہوں نے یہاں پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھ کر اندازہ لگایا کہ پرندے پانی کی موجودگی کا پتہ دے رہے ہیں چنانچہ انہوں نے آدمی پانی کی تلاش میں دوڑائے انہوں نے دیکھا کہ ایک خاتون اپنے بچے کے ساتھ اس پانی کے قریب بیٹھی ہیں واپس آکر انہوں نے ساری بات بتائی تو تمام لوگ اس طرف چل دیئے اور وہاں قیام کرنے کی اجازت مانگی تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرماتے ہوئے اجازت دے دی کہ تمہارا اس پانی پر کوئی حق نہ ہوگا۔ انہوں نے یہ شرط منظور کر لی اور وہاں رہنے لگے یہاں تک کہ پھر قبیلہ والوں نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اگر آپ ہمیں پانی میں شریک کریں گی تو ہم آپ کو اپنے جانوروں کے دودھ میں شریک کریں گے چنانچہ اس شرط پر معاہدہ ہوگیا بنوجرہم کے قبیلہ میں شادیاں بھی ہوئیں اور وہ صاحب اولاد ہوئے یہاں تک کہ عرصہ گزر جانے کے بعد جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوگئے تو اسی جرہم قبیلہ کی ایک لڑکی سے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوگیا۔ (روح المعانی، ابن کثیر)

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک مدت دراز گزرنے کے بعد مکہ مکرمہ اپنے بیٹے اور اپنی زوجہ سے ملنے تشریف لائے تو اس وقت تک حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا وصال فرما چکی تھیں۔ آپ علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام کے گھر آئے تو ان سے بھی ملاقات نہ ہوسکی البتہ ان کی بیوی یعنی آپ علیہ السلام کی زوجہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ وہ ہمارے لیے رزق تلاش کرنے گئے ہیں پھر ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی سے بسر اوقات کے حالات پوچھے تو انہوں نے بتایا کہ ہم بہت بری حالت میں ہیں یعنی بہت مشکل سے گزارا کر رہے ہیں اور ہماری مالی حالت اچھی نہیں ہے الغرض انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے سامنے شکایت کی آپ علیہ السلام نے فرمایا جب تمہارا شوہر آئے تو اسے میرا اسلام

کہنا اور بتانا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ تبدیل کرلے جب اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو گویا کچھ اثر (اپنے والد کی برکت کا) پایا تو پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا ان کی بیوی نے بتایا کہ ہاں اس شکل وصورت کے ایک بزرگ تشریف لائے تھے انہوں نے مجھ سے گزر اوقات کے متعلق معلوم کیا حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کیا انہوں نے کوئی وصیت بھی فرمائی تو بیوی نے کہا ہاں انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ آپ کو ان کا سلام کہوں اور آپ کو یہ پیغام بھی دوں کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل لو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میرے والد گرامی تھے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اپنے سے الگ کردوں سو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی اس بیوی کو طلاق دے دی اور اسی خاندان کی ایک دوسری عورت سے شادی کرلی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک عرصے کے بعد دوبارہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس تشریف لائے لیکن اس بار بھی اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات نہ ہوسکی آپ علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام کی بیوی کے ہاں تشریف لے گئے اور ان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ رزق کی تلاش میں تشریف لے گئے ہیں ابراہیم علیہ السلام نے گزر اوقات کے متعلق پوچھا تو ان کی بیوی نے کہا کہ ہم بالکل خیریت سے ہیں اور اللہ کا دیا سب کچھ ہے ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تمہاری خوراک کیا ہے انہوں نے بتایا کہ گوشت پھر آپ علیہ السلام نے پوچھا تمہارا مشروب کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ پانی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی ''اے اللہ انہیں گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔'' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تمہارا شوہر آئے تو اسے میرا سلام کہنا اور بتانا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ قائم رکھے۔ جب اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو پوچھا کیا کوئی آیا تھا بیوی نے بتایا کہ ہاں ہمارے گھر ایک بہت خوبصورت بزرگ تشریف لائے تھے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہت تعریف کی اور بتایا کہ انہوں نے ہماری گزر اوقات کے متعلق پوچھا حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کیا کوئی نصیحت بھی کی کہنے لگیں ہاں وہ آپ کو سلام کہہ رہے تھے اور

حکم دیتے تھے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ قائم رکھیں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے نہیں بتایا کہ وہ میرے والد گرامی تھے انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو اپنے پاس رکھوں۔

خانہ کعبہ کی تعمیر:

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ عرصہ کے بعد تشریف لائے حضرت اسماعیل علیہ السلام زم زم کے چشمہ کے قریب ایک درخت کے نیچے بیٹھے تیر بنا رہے تھے جب اسماعیل علیہ السلام نے انہیں دیکھا تو کھڑے ہو گئے ابراہیم علیہ السلام نے انہیں پیار کیا اور اسماعیل علیہ السلام ان کی تعظیم و تکریم بجا لائے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے اسماعیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کرنے کا حکم دیا ہے اسماعیل علیہ السلام نے عرض کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس امر کا حکم دیا ہے اسے کر گزریئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے دریافت فرمایا کیا تم میری مدد کرو گے اسماعیل علیہ السلام نے عرض کی ہاں میں آپ کی مدد کروں گا ابراہیم علیہ السلام نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں ایک گھر بنانے کا حکم دیا ہے آپ علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی جگہ بنے ایک ٹیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے اردگرد۔ دونوں باپ بیٹا نے کعبۃ اللہ کی بنیادیں اٹھائیں۔ اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام دیواریں چنتے تھے اور ساتھ ساتھ یہ عرض کرتے جاتے

> ''اے ہمارے پروردگار! قبول فرما ہم سے (یہ عمل) بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (پ ۱، سورۃ البقرۃ آیت ۱۲۷)

حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہ السلام تعمیر کرنے میں لگے رہے بالآخر بیت اللہ شریف تعمیر ہو گیا۔ (ابن کثیر)

ایک روایت کے مطابق جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم الٰہی موصول ہوا کہ اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر کعبہ شریف کی تعمیر کرو تو ایک بادل کا ٹکڑا بھیج کر کعبہ کی حد کو واضح کر دیا گیا اور جبرائیل علیہ السلام نے خط کھینچ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ کی بنیادوں پر ہی عمارت تعمیر فرمائی۔ کعبہ شریف کی

بلندی نو ہاتھ، رکنِ اسود سے رکنِ شامی تک ۳۲ ہاتھ۔ رکن غربی سے رکن یمانی تک ۳۱ ہاتھ رکن یمانی سے رکن اسود تک ۲ ہاتھ اور رکن شامی سے رکن غربی تک ۲۲ ہاتھ۔ یعنی کعبہ شریف اس وقت مستطیل تھا لیکن طول وعرض کی ایک ایک دیوار معمولی چھوٹی تھی۔ دروازے دو بنائے گئے جو زمین کے ساتھ ملے ہوئے تھے جبکہ کواڑ و زنجیر وغیرہ نہیں تھے۔ (تذکرۃ الانبیاء)

مقام ابراہیم:

مقام ابراہیم وہ جنتی پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام کعبہ شریف تعمیر کرتے جس قدر عمارت بلند ہوتی جاتی تھی پتھر بھی اونچا ہوتا جاتا تھا۔ یہ پتھر آپ علیہ السلام کے کھڑے ہونے سے نرم بھی ہو جاتا تھا تاکہ سختی کی وجہ سے آپ کے قدموں کو تکلیف نہ ہو اسی لیے علیہ السلام آپ کے قدموں کے نشان اس میں پڑ گئے۔

یہی وہ پتھر ہے جس کو جبل ابی قبیس پر رکھ کر اور اس کے اوپر کھڑے ہو کر آپ علیہ السلام نے بحکم الٰہی آواز دی اے اللہ کے بندو حج کے لیے آؤ۔ جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا

''اور لوگوں میں حج کا عام اعلان کردے وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔''

(پ ۱۷، الحج آیت ۲۷)

چنانچہ حج کے اس اعلان عام کے بعد ان تمام لوگوں نے لبیک کہا جنہوں نے بھی حج کرنا تھا جس کو جتنی مرتبہ حج کرنا تھا اتنی مرتبہ ہی لبیک کہا ماؤں کے رحموں میں اور آباء کی پشتوں میں سے تا قیامت آنے والوں نے لبیک کہا۔ (تفسیر نعیمی)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مقام ابراہیم کی فضیلت صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہم اس کے پیچھے نماز ادا نہ کرلیاں کریں؟ تو اسی دن اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اور حکم فرمایا:

''اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔'' (پ ۱، البقرہ آیت ۱۲۵)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدمین شریفین کے نشان کو وہ عظمت و بزرگی اور فضیلت عطا فرمائی کہ قیامت تک طواف کرنے والوں کے لیے حکم صادر فرما دیا کہ مقام ابراہیم کے پیچھے (دو رکعت) نماز پڑھا کریں۔ طواف کعبہ کے بعد طواف کی دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھی جاتی ہیں۔ خیال رہے کہ یہ دو رکعتیں مسجد حرام میں پڑھنا واجب اور مقام ابراہیم کے پیچھے مستحب ہے۔ (بیتان)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا واقعہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک دفعہ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش کا سامنا کرنا پڑا جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''اور آپ نے کہا میں جارہا ہوں اپنے رب کی طرف وہ میری رہنمائی فرمائے گا (دعا مانگی) میرے رب عطا فرمادے مجھے ایک نیک بچہ پس ہم نے مژدہ سنایا انہیں ایک حلیم فرزند کا اور جب وہ اتنا بڑا ہوگیا کہ آپ کے ساتھ دوڑ دھوپ کر سکے آپ نے فرمایا اے میرے پیارے فرزند! میں نے دیکھا ہے خواب میں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں اب تیری کیا رائے ہے عرض کیا میرے پدر بزرگوار! کر ڈالیے جو آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں سے پائیں گے پس جب دونوں نے سر اطاعت خم کر دیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور ہم نے آواز دی اے ابراہیم (بس ہاتھ روک لو) بے شک یہ بڑی کھلی آزمائش تھی اور ہم نے بچالیا اسے فدیہ میں ایک عظیم ذبیحہ دے کر اور ہم نے چھوڑا ان کا ذکر خیر آنے والوں میں سلام ہو ابراہیم پر اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ (پ۲۳، سورۃ الصافات آیت ۹۹-۱۱۱)

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری آزمائش کا ذکر کیا گیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دین حق کی خاطر ہجرت کی اور اپنے رب سے ایک نیک اولاد نرینہ کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرماتے ہوئے ایک بردبار و حلیم بیٹا عطا فرمایا جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جوانی کی عمر کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ کو

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا صبر وحلم اور بردباری واضح کرنا مقصود ہوئی چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے سات ذی الحج گزر جانے پر رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے آپ علیہ السلام صبح تفکر و تردد میں مبتلا رہے کہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یا خواب فقط خیال تو نہیں آٹھ تاریخ کا دن گزر جانے پر رات پھر خواب دیکھا صبح یقین کرلیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہے اس کے بعد آنے والی رات کو پھر خواب دیکھنے پر صبح اس پر عمل کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ اسی لیے دس ذی الحج کو یوم النحر (ذبح کا دن) کہا جاتا ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے خوابوں کو حق بنایا یعنی ان کے خواب سچے ہوتے ہیں اور ان کو اپنے خوابوں پر عمل کرنا لازم ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

چنانچہ آپ علیہ السلام نے اس خواب کا ذکر حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے صبر وحلم کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کردیا اور اتنی بڑی آزمائش کا بردباری وخندہ پیشانی کے ساتھ سامنا کیا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابرہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کے لیے روانہ ہوئے تو شیطان ایک دوست کی شکل میں آپ علیہ السلام کو روکنے کے لیے آیا لیکن کامیاب نہ ہوسکا پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس راہ سے ہٹانے کی کوشش کی لیکن ان پر بھی اس کا داؤ نہ چل سکا تو اس نے موٹا تازہ بن کر وادی کو بھر دیا اور راستہ بند کردیا تا کہ آپ علیہ السلام آگے نہ جاسکیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ایک فرشتہ تھا جس نے آپ علیہ السلام سے کہا کہ اسے ماریں آپ علیہ السلام نے اسے سات کنکریاں ماریں تو وہ راستے سے ہٹ گیا دوبارہ پھر آگے آنے کی کوشش کی آپ علیہ السلام نے پھر کنکریاں مار کر راستہ سے ہٹا دیا تیسری مرتبہ پھر اسی طرح آگے آکر راستہ بند کردیا آپ علیہ السلام نے پھر سات کنکریاں مار کر راستے سے ہٹا دیا۔ آج حاجیوں پر اسی سنت ابراہیمی پر عمل کرنا واجب ہوگیا۔ سبحان اللہ اپنے محبوب کی ادائیں رب تعالیٰ کو کیسے پسند آئیں کہ ان کو عظیم عبادت کا حصہ بنادیا بنا دیا۔ (روح المعانی)

غرضیکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لخت جگر کو ذبح کرنے کی نیت سے چہرے کے بل لٹایا اور گدی کی طرف ذبح کا ارادہ فرما تا کہ اپنے فرزند سعید کا چہرہ دیکھ کر باپ کی محبت نہ جاگ پڑے اور چھری چلانے میں کوئی پس و پیش ہو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری رکھی لیکن چھری چلانے سے پہلے ہی آپ علیہ السلام کو کہہ دیا گیا کہ آپ علیہ السلام نے اپنا خواب سچ کر دکھایا اور اس آزمائش پر پورے اترے۔ یا پھر آپ علیہ السلام کے چھری چلاتے ہی جبرائیل امین نے چھری کا رخ بدل دیا اور آپ علیہ السلام سے رب تعالیٰ نے ندا فرمائی کہ بے شک تو نے خواب سچ کر دکھایا اور آزمائش پر پورے اترے...... اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک موٹا تازہ سینگوں والا سفید سیاہی مائل دنبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ میں دیا گیا اور آپ علیہ السلام کو ذبح سے بچا کر بھی ذبح ہونے کا اجر و ثواب عطا فرمایا گیا اور تا قیامت آپ علیہ السلام کو ذبیح اللہ (اللہ کی رضا کے لیے ذبح ہونے والا) کا لقب عطا فرمایا گیا۔ (روح المعانی)

سبحان اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی اللہ عزوجل کو اس قدر پسند آئی کہ تا قیامت اہل نصاب پر اس کو واجب کر دیا گیا کیونکہ یہ وہ عظیم آزمائش تھی جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کامیاب ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ایک بڑی قربانی عطا فرما دی اور ایک مینڈھا ذبح کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ثابت کر دیا کہ آپ علیہ السلام اللہ عزوجل کے کس قدر اطاعت گزار و فرمانبردار ہیں۔ برسوں بعد ملنے والے چہیتے و لاڈے بیٹے کی گردن پر اللہ کی رضا کے لیے چھری چلا کر آپ علیہ السلام نے خلیل اللہ ہونے کا شرف حاصل کر لیا۔

بیت اللہ شریف کی تعمیر اور منادی حج کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے

(۱) ''اور یاد کرو جب ہم نے مقرر کر دی ابراہیم کے لیے اس گھر کے (تعمیر

کرنے) کی جگہ اور حکم دیا کہ شریک نہ ٹھہرانا میرے ساتھ کسی چیز کو اور صاف ستھرا رکھنا میرے گھر کو طواف کرنے والوں قیام کرنے والوں اور رکوع سجود کرنے والوں کے لیے اور اعلان عام کردو لوگوں میں حج کا وہ آئیں گے آپ کے پاس بایپادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر سوار ہو کر جو آتی ہیں ہر دور دراز راستہ سے۔'' (پ ۱۷، سورۃ الحج آیت ۲۶-۲۷)

(۲) ''اور یاد کرو جب بنایا ہم نے اس گھر (خانہ کعبہ) کو مرکز لوگوں کے لیے اور امن کی جگہ اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم اور اسماعیل کو کہ خوب صاف ستھرا رکھنا میرا گھر طواف کرنے والوں اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے......'' (پ ۱، سورۃ البقرہ آیت ۱۲۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فضائل و مناقب قرآن حکیم و احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

(۱) ''اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بے شک وہ صدیق تھا (نبی) غیب کی خبریں بتاتا جب اپنے باپ سے بولے اے میرے باپ کیوں اسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے اور نہ دیکھے اور نہ تیرے کچھ کام آئے اے میرے باپ بے شک میرے پاس وہ علم آیا جو تجھے نہ آیا تو تو میرے پیچھے چلا میں تجھے سیدھی راہ دکھلاؤں اے میرے باپ شیطان کا بندہ نہ بن بے شک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں کے تجھے رحمٰن کا کوئی عذاب پہنچے تو تو شیطان کا رفیق ہو جائے بولا کیا تو میرے خداؤں سے منہ پھیرتا ہے اے ابراہیم بے شک اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھراؤ کرونگا اور مجھ سے زمانہ دراز تک بے علاقہ ہو جا کہا بس تجھے سلام ہے قریب ہے کہ میں تیرے لیے اپنے رب سے معافی مانگوں گا بے شک وہ مجھ پر مہربان ہے اور

میں ایک کنارے ہو جاؤں گا تم سے اور ان سب سے جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو اور اپنے رب کو پوجوں گا قریب ہے کہ میں اپنے رب کی بندگی سے بدبخت نہ ہوں پھر جب ان سے اور اللہ کے سوا ان کے معبودوں سے کنارہ کر گیا ہم نے اسے اسحٰق و یعقوب عطا کئے اور ہر ایک کو غیب کی خبریں بتانے والا نبی کیا اور ہم نے انہیں اپنی رحمت عطا کی اور ان کے لیے سچی بلند ناموری رکھی۔" (پ۱۶، سورۃ مریم نمبر ۴۱-۵۰)

(۲) "اور ہم نے عطا کیا آپ کو اسحٰق (جیسا فرزند) اور یعقوب (جیسا پوتا) اور ہم نے رکھ دی ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب اور ہم نے دیا ان کو (انکی جانثاری کا) اجر اس دنیا میں اور بلاشبہ وہ آخرت میں صالحین (کے زمرہ) میں ہوں گے۔" (پ۲۰، سورۃ العنکبوت آیت ۲۷)

(۳) "اور یقیناً ہم نے مرحمت فرمائی تھی ابراہیم کو ان کی دانائی اس سے پہلے اور ہم ان کو خوب جانتے تھے۔" (پ۱۷، سورۃ الانبیاء آیت ۵۱)

(۴) "بے شک ابراہیم بڑے ہی نرم دل اور بردبار تھے۔"

(پ۱۰، سورۃ التوبہ آیت ۱۱۴)

(۵) "اور اسی طرح ہم نے دکھا دی ابراہیم کو ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی تاکہ وہ ہو جائیں کامل یقین کرنے والوں میں......۔" (پ۷، سورۃ الانعام)

(۶) "(کفار بولے) جلا ڈالو اس کو (ابراہیم علیہ السلام کو) اور مدد کرو اپنے خداؤں کی اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو (جب آپ کو آگ میں پھینکا گیا) تو ہم نے حکم دیا اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی کا باعث بن جا ابراہیم کے لیے۔ انہوں نے تو ابراہیم کو گزند پہنچانے کا ارادہ کیا لیکن ہم نے ان کو ناکام بنا دیا۔" (پ۱۷، سورۃ الانبیاء آیت ۶۷ تا ۷۰)

(۷) "(کفار نے) کہا بناؤ اس کے لیے وسیع آتش کدہ پھر پھینک دو اسے بھڑکتی آگ میں انہوں نے تو چاہا آپ کے ساتھ مکر کریں لیکن ہم نے انہیں

ذلیل کر دیا۔'' (پ۲۳، الصافات، آیت ۹۷-۹۸)

(۸) ''اور ہم نے انہیں عطا فرمایا اسحٰق (جیسا فرزند) اور یعقوب (جیسا پوتا) اور سب کو ہم نے صالح بنا دیا اور ہم نے انہیں بنا دیا پیشوا (لوگوں کے لیے) وہ راہ دکھاتے تھے ہمارے حکم سے ہم نے انہیں وحی بھیجی اچھے کام کرنے اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ سب ہمارے عبادت گزار تھے۔'' (پ۱۷، سورۃ الانبیاء آیت ۷۲ تا ۷۳)

(۹) ''پس جب دونوں نے سر اطاعت خم کر دیا اور باپ (ابراہیم) نے بیٹے (اسماعیل) کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور ہم نے آواز دی اے ابراہیم (بس ہاتھ روک لو) بے شک یہ بڑی کھلی آزمائش تھی اور ہم نے بچا لیا اسے فدیہ میں ایک عظیم ذبیحہ دے کر اور ہم نے چھوڑا ان کا ذکر خیر آنے والوں میں۔ سلام ہو ابراہیم پر اس کی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ اور ہم نے بشارت دی آپ کو اسحٰق کی (کہ) وہ نبی ہوگا (زمرہ) صالحین میں سے اور ہم نے برکتیں نازل کیں اس پر اور اسحٰق پر......۔'' (پ۲۳، سورۃ الصافات آیت ۱۰۳ تا ۱۱۳)

(۱۰) ''اور یاد کرو جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں سے تو انہیں پورے طور پر بجا لایا اللہ نے فرمایا بے شک میں بنانے والا ہوں تمہیں پیشوا انسانوں کا عرض کی اور میری اولاد سے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا...... اور یاد کرو جب ہم نے بنایا اس گھر (خانہ کعبہ) کو مرکز لوگوں کے لیے اور امن کی جگہ اور (انہیں حکم دیا) بنا لو ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز...... اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسماعیل کو کہ میرا گھر خوب صاب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لیے اور یاد کرو جب عرض کی ابراہیم نے اے میرے رب پیارے اس شہر کو امن والا اور روزی دے اس کے باشندوں کو طرح طرح کے پھلوں

سے (یعنی) جو ان میں سے ایمان لائے اور روز قیامت پر اللہ نے فرمایا (ان میں سے) جس نے کفر کیا اسے بھی فائدہ اٹھانے دوں گا چند روز پھر اسے عذاب دوزخ کی طرف مجبور کر دوں گا اور وہ بہت بری جگہ ہے پلٹنے کی اور یاد کرو جب اٹھا رہے تھے ابراہیم (علیہ السلام) بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسماعیل (علیہ السلام) بھی اے ہمارے پروردگار قبول فرما ہم سے (یہ عمل) بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے اے ہمارے رب بنا دے ہم کو فرمانبردار اپنا اور ہماری اولاد سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کرنا جو تیری فرمانبردار ہو اور بتا دے ہمیں ہماری عبادت کے طریقے اور توجہ فرما ہم پر (اپنی رحمت سے) بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ اے ہمارے رب بھیج ان میں ایک برگزیدہ رسول انہیں میں سے تاکہ پڑھ کر سنائے انہیں تیری آیتیں اور سکھائے انہیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک صاف کر دے انہیں بے شک تو ہی بہت زبردست (اور) حکمت والا ہے۔"

(پ ۱، سورۃ البقرہ آیت ۱۲۴ تا ۱۲۹)

(۱۱) "اور ہم نے نوح اور ابراہیم (علیہما السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے رکھ دی ان دونوں کی نسل میں نبوت اور کتاب۔" (پ ۲۷، سورۃ الحدید آیت ۲۶)

(۱۲) "اے اہل کتاب کیوں جھگڑتے ہو تم ابراہیم کے بارے میں حالانکہ نہیں اتاری گئی توریت اور انجیل مگر ان کے بعد تو کیا تمہیں عقل نہیں سنتے ہو یہ جو تم ہو اس میں جھگڑے جس کا تمہیں علم تھا تو اس میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اور نہ تھے ابراہیم یہودی اور نہ نصرانی بلکہ وہ ہر گمراہی سے الگ رہنے والے مسلمان تھے اور نہ ہی شرک کرنے والوں میں سے تھے۔"

(پ ۳، سورۃ آل عمران، ۶۵-۶۷)

(۱۳) ''اور کون روگردانی کرسکتا ہے دین ابراہیم سے بجز اس کے جس نے احمق بنا دیا ہو اپنے آپ کو اور بے شک ہم نے چن لیا ابراہیم کو دنیا میں اور بلاشبہ وہ قیامت کے دن نیکوکاروں میں ہوں گے اور یاد کرو جب فرمایا اس کو اس کے رب نے (اے ابراہیم) گردن جھکا دو عرض کی میں نے اپنی گردن جھکا دی سارے جہانوں کے پروردگار کے سامنے۔''

(پ ا، سورۃ البقرہ آیت ۱۳۰-۱۳۱)

(۱۴) ''تم فرماؤ بے شک مجھے پہنچا دیا ہے تیرے رب نے سیدھی راہ تک یعنی دین مستحکم (جو) ملت ابراہیم ہے جو باطل سے ہٹ کر صرف حق کی طرف مائل تھے اور نہیں تھے وہ مشرکوں سے۔'' (پ ۷، سورۃ الانعام آیت ۱۶۱)

(۱۵) ''بلاشبہ ابراہیم ایک مرد کامل تھے اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا (اور ان پر) نہایت رحم کرنے والا ہے بلاشبہ ابراہیم ایک مرد کامل تھے اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے۔ یکسوئی سے حق کی طرف مائل تھے اور (بالکل) مشرکوں سے نہ تھے وہ (ہر لمحہ) شکرگزار تھے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں چن لیا اور انہیں ہدایت فرمائی سیدھے راستے کی طرف اور ہم نے مرحمت فرمائی انہیں دنیا میں بھی (ہر طرح کی) بھلائی اور وہ آخرت میں نیک لوگوں میں سے ہوں گے۔ پھر ہم نے وحی فرمائی (اے حبیب) آپ کی طرف کہ پیروی کرو ملت ابراہیم کی جو یکسوئی سے حق کی طرف مائل تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔'' (پ ۱۴، سورۃ النحل آیت ۱۲۰ تا ۱۲۳)

(۱۶) ''اور بنالیا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل۔'' (پ ۵، سورۃ النساء آیت ۱۲۵)

(۱۷) ''اور ابراہیم جو پورے احکام بجالایا۔'' (پ ۲۷، سورۃ النجم آیت ۳۷)

(۱۸) ''اور اے (حبیب) یاد کرو جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور آپ سے بھی اور نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی اور ہم نے ان سب سے پختہ عہد لیا تھا۔'' (پ ۲۱، سورۃ الاحزاب آیت ۷)

(۱۹) ''اس نے مقرر فرما دیا تمہارے لیے وہ دین جس کا اس نے حکم دیا تھا نوح اور جسے ہم نے بذریعہ وحی بھیجا ہے آپ کی طرف اور جس کا ہم نے حکم دیا تھا ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور تفرقہ نہ ڈالنا اس میں۔'' (پ ۲۵، سورۃ شوریٰ آیت ۱۳)

احادیث مبارکہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

(۱) ''لوگ مختون اور برہنہ اٹھائے جائیں گے۔ سب سے پہلے جس شخص کو کپڑے پہنائے جائیں گے وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔'' (مسند احمد)

(۲) ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کی اے خلق خدا سے بہتر! تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا'' خیر البریۃ'' ابراہیم علیہ السلام ہیں۔'' (مسند احمد)

چونکہ ابراہیم علیہ السلام جو خلیل اللہ ہیں اسی لیے نمازی کو حکم دیا گیا کہ وہ تشہد میں وہی درود پڑھے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود و سلام بھیجا گیا ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں مروی ہے لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم تو جانتے ہیں کہ آپ کے حضور سلام کیسے پیش کیا جائے لیکن فرمائیں کہ آپ پر درود بھیجنے کا طریقہ کیا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (درود پڑھتے ہوئے) کہا کرو ترجمہ: ''اے اللہ رحمت فرما محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر اور محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی آل پر جیسی تو نے رحمت فرمائی ابراہیم پر اور ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر اور برکت فرما محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر اور محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی آل پر جس طرح تو نے برکت فرمائی ابراہیم پر اور ابراہیم کی آل پر بے شک تو تمام تعریفوں کا مستحق اور تمام بزرگیوں کے لائق ہے۔ (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک محل ہے مجھے لگتا ہے کہ وہ موتیوں کا بنا ہوگا جس میں نہ کوئی دراڑ ہے اور نہ کوئی پھٹن اس محل کو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے رہنے کے لیے تیار فرمایا ہے۔" (ابن کثیر)

(۴) "حضرت ابراہیم علیہ السلام اس بلند و اعلیٰ مقام پر فائز ہیں اور ایسی بلند مرتبہ ہستی ہیں جنہیں سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساتویں آسمان میں بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے ملاحظہ فرمایا اور بیت المعمور فرشتوں کا قبلہ ہے جہاں روزانہ ستر ہزار فرشتے حاضری دیتے ہیں اور کثرت تعداد کے سبب دوبارہ ان کی باری نہیں آتی۔ (ابن کثیر)

(۵) "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم (علیہ السلام) خلیل الرحمٰن ہیں۔" (مسند احمد)

مذکورہ بالا آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت وقدر ومنزلت معلوم ہوئی اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ بلند مرتبہ ہستی ہیں جن کی تعریف میں خود قرآن مدح فرما رہا ہے

قرآن پاک متعدد مقامات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ عز وجل نے اپنا دوست قرار دیا اور ان کے دشمن کو اپنا دشمن بتایا کہ جو اللہ کے دوست ابراہیم کو اذیت اور تکلیف پہنچانا چاہتے تھے اللہ نے انہیں نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں زلت وخواری اور رسوائی ان کا مقدر کردی وہ دنیا میں ابراہیم علیہ السلام کو مصیبت میں مبتلا کرنا چاہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں امن وسلامتی عطا فرمائی اور دشمنوں کو دوزخ کے عذاب سے دوچار کردیا۔

اور بتایا گیا کہ اللہ کے اس دوست نے جب دعوت حق کی خاطر اپنا وطن چھوڑ کر ہجرت کی تو اللہ عز وجل نے اس آزمائش کے پورا اترنے پر انعام عطا فرمایا اور انہیں نیک وصالح فرزند کی بشارت دی اور انہیں بیت اللہ شریف کو تعمیر کرنے کی سعادت عطا

فرمائی۔ پھر انہیں مزید ایک فرزند اور ایک پوتے کی نوید سنائی جو مقام نبوت پر فائز ہوں گے قرآن پاک میں جابجا آپ علیہ السلام کے اخلاص، فرمانبرداری، اطاعت گزاری کا ذکر کیا گیا انہیں مستجاب الدعوات ہونے کا فخر عطا فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کرتے وقت نہایت اخلاص و فرمانبرداری کا مظاہرہ فرمایا اور ساتھ ہی یہ دعا بھی مانگی کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس مخلصانہ کوشش کو قبول فرمائے اور اس شہر مبارک کے باسیوں کے پھلوں کے رزق کی بھی دعا فرمائی بلکہ اس بے آب و گیاہ وادی میں درختوں، کھیتوں، پھلوں اور پانی کا نام ونشان بھی نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس خلیل کی دعا کو قبول فرمایا اور نہ صرف رزق و آب کی فراوانی عطا فرمائی بلکہ اس جگہ کو امن و آشتی اور حرمت و تقدس کا مرکز بھی بنا دیا۔

جیسا کہ ارشاد پاک ہوا:

> ”کیا ہم نے نہیں دیا انہیں حرم میں جو امن والا ہے کھنچے چلے آتے ہیں اس کی طرف ہر قسم کے پھل یہ رزق ہے ہماری طرف سے لیکن ان میں سے اکثر کو علم نہیں۔“ (پ۲۰، القصص آیت ۵۷)

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کو مستجاب الدعوات ہونے کی فضیلت عطا فرماتے ہوئے ان کی اس دعا کو بھی قبول فرمایا جب آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ یا اللہ ان ہی میں سے ایک رسول ان کی ہدایت کے لیے مبعوث فرما جو میری نسل سے ہو اور فصیح و بلیغ کلام رکھتا ہو اور اپنی پُراثر نصیحتوں سے انہیں راہ مستقیم پر چلانے والا ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا اور بنی اسرائیل میں سے ایک عظیم رسول مبعوث فرمایا اور نبوت و رسالت کا سلسلہ ان پر ختم فرما دیا اور وہ عظیم الشان نبی و رسول اللہ عزوجل کے محبوب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں سے بھی بلند مقامات پر قیام پذیر ہونے کا شرف عطا فرمایا اور آپ علیہ السلام کو بیت المعمور کے نزدیک اعلیٰ درجات پر فائز فرمایا۔

بیت المعمور ساتوں آسمانوں پر رہنے والوں کا کعبہ ہے جہاں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہونے کا شرف حاصل کرتے ہیں اور انہیں عبادت الٰہی بجالانے کی سعادت نصیب ہوتی ہے جب فرشتوں کا یہ گروہ عبادت کر کے چلا جاتا ہے تو قیامت تک پھر اس کی باری نہیں آئے گی بلکہ ہر دفعہ نئے فرشتے آتے رہیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ علیہ السلام کے بعد جس نبی پر بھی کتاب اتری وہ آپ علیہ السلام ہی کی اولاد اور نسل سے تھے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں ایسے مرتبہ پر فائز ہوں گا کہ پوری مخلوق میری خدمت میں حاضر ہو گی حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔''

یہ حدیث مبارکہ اس بات کی دلالت کر رہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔ دنیا میں بھی اور قیامت میں بھی۔

قرآن پاک میں جا بجا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کامل ایمان ان کی اطاعت خداوندی کی تعریف کی گئی انہیں مرد کامل فرمایا گیا اور آپ علیہ السلام کی تعریف و ستائش فرمائی گئی۔ علماء فرماتے ہیں قرآن پاک میں آپ علیہ السلام کا ذکر مبارک ۳۵ پینتیس مقامات پر آیا ہے جبکہ پندرہ مقامات صرف سورۃ بقرہ میں ہیں۔

جیسا کہ ایک جگہ ارشاد ہوا

ابراھیم الذی وفی (پ ۲۷، النجم آیت ۳۷)

''اور ابراہیم جو پورے احکام بجالایا۔''

مفسرین کرام نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام پر احکامات کی بجاآوری فرماتے خواہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا آپ علیہ السلام کسی امر سے پہلو تہی نہ فرماتے اور چھوٹی چھوٹی نیکیوں اور دینی مصلحتوں کی طرف پوری توجہ مبذول فرماتے۔

اللہ عزوجل کی عبادت کے شوق واخلاص کے سبب آپ علیہ السلام اپنے جسم کے ہر ہر عضو کا حق ادا فرماتے۔ زیبائش وصفائی ستھرائی کا خیال رکھتے، بالوں کا کٹوانا ناخن کتروانا غسل کرنا وغیرہ ان تمام امور سے پاکیزگی حاصل فرماتے یہاں تک کہ جب ختنہ کا حکم نازل ہوا تو آپ علیہ السلام نے بسولے سے اپنا ختنہ کیا۔ اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو بیس سال تھی۔" (ابو حاتم)

تذکرہ حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران بن تارخ کے بیٹے ہیں آپ علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام باتوں اور دعویٰ نبوت کی تصدیق فرمائی۔

ہجرت:

حضرت لوط علیہ السلام نے اول ہجرت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بابل سے حران کی طرف کی پھر وہاں سے مصر جہاں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ شامل ہوگئیں اس کے بعد مصر سے فلسطین کی طرف ہجرت کی جہاں ان کے ساتھ حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا بھی آگئیں پھر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اہل موتفکہ کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا اہل موتفکہ پانچ شہروں میں آباد تھے ان میں سے ایک شہر کا نام سروم تھا جو سب سے بڑا شہر تھا باقی شہر عامورا، دادما، صابورا، صعودا تھے ہر شہر میں ایک لاکھ نفوس آباد تھے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شہر سے تقریباً اٹھارہ میل دور ایک شہر جسے قرآن پاک میں ''المؤتفکہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے تبلیغ دینے کے لیے تشریف لے گئے۔ (تفسیر روح المعانی، تفسیر مواہب علمیہ)

احوال قوم لوط:

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم مختلف برائیوں و فحاشی میں مبتلا تھی جن میں لواطت، کبوتر بازی، سیٹی بجانا، سرراہ بیٹھ کر لوگوں سے استہزا کرنا، چوری ڈاکہ زنی، قتل و غارت گری، عورتوں کی طرح انگلیوں کے پورے مہندی سے رنگنا، ایک دوسرے کی طرف پتھر

اچھالنا، راستے سے گزرنے والوں کو تنگ کرنا ان سے زبردستی بدفعلی کرنا، ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھا پائی کرنا، مزاق میں ایک دوسرے کو تھپڑ مارنا، بیچ محفل میں لوگوں کے سامنے بلند آواز سے ریح خارج کرنا، انگلیوں کے پٹاخے نکالنا، مزاح کے دوران لوگوں کے سامنے برہنہ ہو جانا یا شلوار اتار دینا، بطور مزاح ایک دوسرے کو گالی دینا، فحش کلامی کرنا، غرضیکہ ان لغو و بیہودہ لچر عادات و برائیوں کی ان میں کثرت پائی جاتی تھی۔

حضرت لوط علیہ السلام قوم کو برائیوں سے باز رہنے کی تلقین و ترغیب فرماتے رہے لیکن ان اوباش و سرکش لوگوں پر حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا وہ بدستور ان فحش حرکات میں مبتلا رہے خصوصاً مردوں کے ساتھ بدفعلی پر مصر رہے یہاں تک کہ عذاب الٰہی سے دوچار ہوئے۔

نہی عن المنکر:

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہر ممکن طریقے سے برائیوں سے دور رہنے کی تلقین فرمائی اور انہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

(۱) ''جب اس نے (لوط علیہ السلام نے) اپنی قوم کو کہا تم بے شک بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہ کیا۔ کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور راہ مارتے ہو اور اپنی مجلس میں بری بات کرتے ہو۔''

(پ۲۰، العنکبوت آیت ۲۸)

(۲) ''کیا تم بدفعلی کے لیے جاتے ہو مردوں کے پاس ساری مخلوق سے اور چھوڑ دیتے ہو جو پیدا کی ہے تمہارے لیے تمہارے رب نے تمہاری بیویاں۔ بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔'' (پ۱۹، سورۃ الشعراء آیت ۱۶۵-۱۶۶)

(۳) ''اور اس کے پاس اس کی قوم دوڑتی آئی اور انہیں پہلے ہی برے کاموں کی عادت پڑی تھی۔'' (پ۱۱، سورۃ ہود آیت ۷۸)

(۴) ''اور بے شک ڈرایا تھا انہیں لوط (علیہ السلام) نے ہماری پکڑ سے پس جھگڑنے گئے ان سے ڈرانے کے بارے میں۔'' (پ۲۷، القمر آیت ۳۶)

جب قوم لوط کسی طور اپنی بدفعلی و سرکشی سے باز نہ آئی تو اللہ عزوجل کے حکم سے عذاب کے فرشتے انسانی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر آئے یہ وہی فرشتے تھے جو حضرت ابراہیم و حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو حضرت اسحاق اور ان کے بعد حضرت یعقوب علیہم السلام کی بشارت دینے آئے تھے۔

قوم کو معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کچھ خوبصورت نوجوان مہمان آئے ہیں تو وہ ان کی طرف آئی تا کہ ان سے برائی کا ارادہ کر سکیں جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

"جب لوط (علیہ السلام) کے پاس ہمارے فرشتے آئے اسے (لوط کو) ان کا غم ہوا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا اور بولا یہ بڑی سختی کا دن ہے اور اس کے پاس اس کی قوم دوڑتی ہوئی آئی اور انہیں پہلے ہی برے کاموں کی عادت پڑی تھی۔ کہا اے قوم یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے ستھری ہیں تو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں سے ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں۔ بولے (قوم لوط) تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں اور تم ضرور جانتے ہو جو ہماری خواہش ہے۔ بولے (لوط علیہ السلام) اے کاش مجھے تمہارے مقابل زور ہوتا یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا۔" (پ۱۲ سورہ ہود آیت ۷۷ تا ۸۰)

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ان مہمانوں کی خبر پہنچانے والی حضرت لوط علیہ السلام کی زوجہ تھی جس کا نام واہلہ تھا۔ یہ کافرہ تھی جو قوم کی برائی پر خوش ہوتی وعدے کا پاس نہ کرتی اور اپنے نفاق کے سبب لوط علیہ السلام کے پاس آنے والے مہمانوں کے متعلق قوم کو مطلع کرتی اسی لیے قوم کے ساتھ یہ بھی عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئی۔

غرضیکہ قوم لوط دوڑتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے اور مہمانوں کے پاس برے ارادے کے ساتھ آنا چاہا تو حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں سمجھایا اور نصیحت فرمائی کہ تم قوم کی ان بیٹیوں کے ساتھ جو کہ تمہاری بیویاں ہیں ان کی طرف

رجوع کرو ان کا حق ادا کرو اور نوجوانوں کے ساتھ بدفعلی کی خواہش کر کے بدچلن نہ بنو اور مجھے ان مہمانوں کے سامنے شرمندہ و رسوا نہ کرو۔ اپنی قوم کی عورتوں سے نکاح کرو اور اپنی خواہشات نفسانی پوری کرلو۔ اور برے راستے کو چھوڑ دو لیکن آپ علیہ السلام کی ان باتوں کا قوم پر کچھ اثر نہ ہوا وہ مسلسل مہمانوں کے ساتھ برائی کرنے کا مطالبہ کرتے رہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے گھر کا دروازہ بند کر دیا کافر اس دروازے کو کھولنا چاہتے تھے تاکہ مہمانوں کو بے عزت کرسکیں لیکن حضرت لوط علیہ السلام دروازے کے پیچھے سے مسلسل انہیں نصیحت کرتے رہے روکتے رہے اور مدافعت کرتے رہے جب قوم کسی طور پر نہ مانی تو آپ علیہ السلام نے مضبوط سہارے اور پناہ کی خواہش فرمائی کہ کاش میرے پاس تمہارے مقابلے کی قوت ہوتی تو تمہیں مار مار کر بھگا دیتا یا کسی مضبوط پناہ گاہ کا سہارا لیتا جہاں اپنے مہمانوں کو بحفاظت رکھ سکتا۔

قوم جواب میں آپ علیہ السلام کو برا بھلا کہنے لگی اور آپ علیہ السلام کو اذیت پہنچانے کی دھمکیاں دینے لگی تو لوط علیہ السلام کے وہ فرشتے جو مہمان کی صورت آئے تھے کہنے لگے

"اے لوط! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔" (پ۱۲ سورہ ہود آیت ۸۱)

روایت کے مطابق حضرت جبرائیل امین علیہ السلام باہر تشریف لائے اور انہوں نے اپنا پر مارا جس کے سبب کفار کی آنکھیں بند ہوگئیں حتیٰ کہ ان کی نظر بالکل ختم ہوگئی نہ تو انہیں کوئی مکان نظر آتا نہ کنواں اور نہ راستے کے نشانات وہ دیواروں کو ٹٹول ٹٹول کر گھر پہنچے بدبخت اس افتاد کے باوجود بھی حضرت لوط علیہ السلام کو دھمکیاں دے رہے تھے کہ ٹھیک ہے کل آپ سے نمٹ لیں گے۔" (ابن کثیر)

عذاب الٰہی کا نزول:

فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے فرمایا کہ رات کے آخری پہر اپنے اہل و عیال کے ہمراہ یہاں سے نکل جائیے اور جب قوم پر عذاب نازل ہو تو پیچھے مڑ کر مت

دیکھئے گا اور اپنے گھر والوں کے پیچھے پیچھے چلنا جس طرح چرواہا اپنی بھیڑوں کو لے کر چلتا ہے مگر اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جائیے گا۔

چنانچہ لوط علیہ السلام اپنی دو بیٹیوں کے ہمراہ شہر سے نکلے سورج طلوع ہوا اور ساتھ ہی قوم پر عذاب الٰہی کا نزول شروع ہو گیا۔(ابن کثیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

(۱) ''اور بے شک ڈرایا تھا انہیں لوط (علیہ السلام) نے ہماری پکڑ سے پس جھگڑنے لگے ان سے ڈرانے کے بارے میں اور انہوں نے پھسلانا چاہا لوط کو اپنے مہمانوں سے تو ہم نے میٹ دیا ان کی آنکھوں کو لو اب چکھو میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزا پس صبح سویرے ان پر ٹھہرنے والا عذاب نازل ہوا۔'' (پ ۲۷ سورہ القمر آیت ۳۶-۳۹)

(۲) ''فرشتے بولے اے لوط ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں وہ تم تک نہیں پہنچ سکتے تو اپنے گھر والوں کو راتوں رات لے جاؤ اور تم میں کوئی پیٹھ پھیر کر نہ دیکھے سوائے تمہاری عورت کے اسے بھی وہی پہنچنا ہے (عذاب) جو انہیں پہنچے گا بے شک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے کیا صبح قریب نہیں پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اس بستی کے اوپر کو اس کا نیچا کر دیا اور اس پر کنکرو پتھر لگاتار برسائے جو نشان کئے ہوئے تیرے رب کے پاس ہیں اور وہ پتھر کچھ ظالموں سے دور نہیں۔'' (پ ۱۲ ہود آیت ۸۱-۸۳)

(۳) ''اور ہم نے برسائی ان پر پتھروں کی بارش پس بڑی تباہ کن تھی وہ بارش جو برسی ان پر جنہیں ڈرایا گیا (اور وہ باز نہ آئے)۔''

(پ ۱۹ سورہ اشعراء نمبر ۱۷۳)

(۴) ''اور لوط کی اوندھی بستی کو بھی پٹخ دیا پس ان پر چھا گیا جو چھا گیا پس (اے سننے والے بتا) تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلائے گا۔''

(پ ۲۷، سورۃ النجم آیت ۵۳-۵۵)

(۵) ''پس آ لیا ان کو ایک سخت کڑک نے جب سورج نکل رہا تھا پس ہم نے ان

کی بستی کو زیر و زبر کر دیا اور ہم نے برسائے ان پر کنکر کے پتھر بے شک اس واقعہ میں (عبرت کی) نشانیاں ہیں غور وفکر کرنے والوں کے لیے اور بے شک یہ بستی ایک آباد راستے پر واقع ہے یقیناً اس میں نشانی ہے اہل ایمان کے لیے۔" (پ ۲۶، سورۃ الحجر آیت ۷۳ تا ۷۷)

غرضیکہ جب قوم لوط پر عذاب نازل ہوا تو ان کی بستیاں زیر وزبر ہو گئیں اور ان پر سخت پتھروں کی موسلا دھار بارش برسائی گئی کہ کسی کا نام ونشان باقی نہ رہا۔

لوط علیہ السلام سوائے اپنی زوجہ جو کہ کافرہ تھی کہ باقی گھر کے افراد کو رات کے وقت لے کر نکل گئے اللہ تعالیٰ نے زمین کو لپیٹ دیا اس طرح آپ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے پھر جبرائیل علیہ السلام نے ان کی تمام بستیوں کو اپنے پر پر اٹھایا اور انہیں اتنا بلند کیا کہ آسمان والے ان کی بستیوں میں رہنے والے مرغوں کی آواز اور کتوں کی بھونک سن رہے تھے پھر آپ نے ان کو پلٹ کر نیچے گرا دیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش برسا کر انہیں تباہ وبرباد کر دیا گیا۔ (از روح المعانی ج ۷)

جو پتھر ان پر برسائے گئے تھے ان پر نشانات تھے جن کی وجہ سے وہ دوسرے پتھروں سے ممتاز تھے ان پر خطوط تھے یا مہریں تھیں یا ان پر ہر شخص کا نام لکھا گیا تھا جس کا نام تھا پتھر اسی پر گرا اور وہ مرا۔ (خزائن العرفان)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

"جن پر نشان لگے ہوئے تھے آپ رب کی طرف سے حد سے بڑھنے والوں کے لیے۔" (پ ۲۶، سورہ الذاریات آیت ۳۴)

یہ بستیاں اس جگہ آباد تھیں جہاں آج کل بحر مردار یا بحر لوط ہے۔ اب بھی بحر لوط سے دھوئیں کے بادل اٹھتے رہتے ہیں اور کثرت سے زلزلے آتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس علاقے میں اتنی گرمی پیدا فرما دی ہے کہ نہ تو اس علاقے کے پانی سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور نہ ہی اردگرد کی دہکتی زمینوں سے کوئی فصل آگائی جا سکتی ہے اسی لیے یہ قوم آنے والوں کے لیے عبرت ونصیحت اور اللہ کی قدرت پر نشانی بن گئی ہے۔ (ضیاء القرآن، ابن کثیر)

تذکرہ حضرت یوسف علیہ السلام

نام ونسب:

حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت اسحاق کے پوتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں مذکور ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہیں۔ (مسند احمد)

یوسف علیہ السلام کے بھائی اور

حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی تھے جن کے نام، یہودا، روبیل، شمعون، لادی ریالون، یشجر، دان، لیفتالی، جاد آشریہ، بنیامین تھے۔ بنیامین اور یوسف علیہ السلام سگے بھائی تھے جبکہ باقی بھائی سوتیلے تھے۔

آپ علیہ السلام کی والدہ کا نام راحیل تھا جبکہ آپ کی سوتیلی والدہ کا نام لیا تھا جو کہ آپ علیہ السلام کی خالہ بھی تھیں لیا کی وفات کے بعد یعقوب علیہ السلام کا نکاح لیا کی بہن راحیل سے ہوا جو بنیامین کی پیدائش کے بعد جلد ہی وفات پاگئیں۔

یوسف علیہ السلام کا خواب:

حضرت یوسف علیہ السلام نے بارہ سال کی عمر میں ایک خواب دیکھا کہ سورج، چاند اور گیارہ تارے آپ علیہ السلام کو سجدہ کرر ہے ہیں۔ بیدار ہونے کے بعد آپ علیہ السلام نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے اس خواب کا تذکرہ کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو کہ آپ علیہ السلام کے منصب نبوت پر فائز ہونے سے واقف

تھے اور جانتے تھے کہ اس سبب سے آپ علیہ السلام کے بھائی آپ سے حسد کریں گے اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے سامنے خواب بیان کرنے سے منع فرمایا کہ کہیں وہ حسد میں تمہیں نقصان نہ پہنچادیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا

''(یاد کرو) جب کہا یوسف نے اپنے والد سے کہ اے میرے باپ بے شک میں نے گیارہ تارے سورج اور چاند دیکھے انہیں اپنے لیے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا کہا اے میرے پیارے بیٹے اپنا خواب بھائیوں کو نہ بتانا کہ وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے۔ بے شک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔

(پ۱۲ سورہ یوسف آیت ۴-۵)

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حسد اور سازش:

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام اور سب سے چھوٹے بیٹے بنیامین کو بے حد چاہتے تھے یوسف علیہ السلام سے محبت کی وجہ یہ تھی کہ یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے منصب نبوت سے واقف تھے اور بنیامین کو اس لیے چاہتے تھے کہ وہ سب سے چھوٹے تھے۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام سے زیادہ محبت کرنے کی وجہ سے ہی آپ علیہ السلام کے بھائی آپ کے مخالف تھے اور جب خواب دیکھنے کا معاملہ ان تک پہنچا تو وہ اور زیادہ آپ علیہ السلام سے حسد کرنے لگے۔

(تفسیر کبیر، روح المعانی)

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو یہ شکایت تھی کہ ہماری تعداد زیادہ ہونے کے باوجود ہمارے والد ہمیں اتنا نہیں چاہتے جتنی توجہ اور محبت یوسف علیہ السلام بنیامین پر مبذول کرتے ہیں چنانچہ اس حسد کے سبب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قتل یا انہیں نقصان پہنچانے کی سازش تیار کی یا تو یوسف علیہ السلام کو قتل کر دیا جائے یا پھر ایسی جگہ جا کر چھوڑ دیا جائے جہاں سے یہ واپس نہ آسکیں اور اس طرح اپنے والد کی تمام تر محبت و توجہ کے صرف وہی حقدار باقی رہ جائیں اور ان کے علاوہ اس محبت میں کوئی حصہ دار نہ ہو جب سازش تیار ہوگئی تو ان بھائیوں میں سے ایک کہنے لگا جو سب سے بڑا بھائی

تھا اس کا نام یہودا تھا اس نے کہا قتل تو بہت بڑا جرم ہے لہٰذا قتل کرنا ٹھیک نہیں البتہ جنگل ویرانے کے کسی کنوئیں میں ڈال دو کہ شاید وہاں سے جب کوئی گزرے تو اسے نکال کر ساتھ لے جائے اور اس طرح مقصد بھی پورا ہو جائے اور ہم قتل سے بھی بچ جائیں گے چنانچہ سب نے اس رائے کو منظور کر لیا۔ (روح المعانی، ابن کثیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''جب انہوں نے کہا کہ ضرور یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور ہم ایک جماعت ہیں بے شک ہمارے باپ صراحتاً ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں (وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے) یوسف کو مار ڈالو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ کہ تمہارے باپ کا منہ صرف تمہاری طرف رہے اسکے بعد پھر نیک ہو جانا۔ ان میں سے ایک کہنے والا بولا یوسف کو قتل نہ کرو اور اسے اندھے کنوئیں میں ڈال دو کہ کوئی چلتا آ کر اسے لے جائے اگر تمہیں کرنا ہے۔'' (پ۱۲، سورہ یوسف آیت ۸ تا ۱۰)

سازش پر عمل درآمد

چنانچہ یوسف علیہ السلام کے بھائی نے سازش تیار کرنے کے بعد یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے کہ یوسف علیہ السلام کو ہمارے ساتھ بھیجئے کہ وہ ہمارے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کریں گے، تیر اندازی سیکھیں گے، مویشی چرائیں گے، ہم اسے پھل میوے توڑ کر دیں گے یہ کھائے گا اور ساتھ ساتھ ہماری جنگی تدابیر اور مشقیں بھی دیکھے گا یہ سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ تم اپنے کھیل کود میں مگن ہو جاؤ اور اسے کوئی بھیڑیا کھا جائے اور تم بے خبر ہی رہ جاؤ اس پر یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بھائیوں کی ایک جماعت جو بہت طاقتور ہو اس کے سامنے ان کے بھائی کو بھیڑیا کھا جائے اگر ایسا ہو جائے تو پھر ہم کسی کام کے نہیں ہمارے ہوتے بھیڑیے کی کیا مجال کہ وہ ہمارے بھائی کو کھا جائے یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اپنے بھائی سے غافل ہو جائیں یعقوب علیہ السلام پھر

بھی یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ بھیجنے کے لیے تیار نہیں ہوئے تو انہوں نے یوسف علیہ السلام کو گھیر لیا اور انہیں ساتھ لے جانے کے لیے تیار کرنے لگے کہ کیا تم ہمارے ساتھ باہر چلو گے جنگل میں جہاں ہم دوڑنے کا مقابلہ کریں گے، اونٹ دوڑائیں گے اور دیگر جنگی تدابیر کی مشقیں کریں گے یوسف علیہ السلام نے کہا ہاں میں ضرور تمہارے ساتھ چلوں گا انہوں نے کہا کہ تم والد صاحب سے اجازت حاصل کر لو چنانچہ آپ علیہ السلام بھائیوں کے ساتھ یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے پھر بھائیوں نے یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ یوسف ہمارے ساتھ جانا چاہتا ہے آپ اسے اجازت دے دیں چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ تو یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں بھائیوں کے ساتھ ضرور جاؤں گا چنانچہ ان کی خواہش اور مرضی کو دیکھتے ہوئے یعقوب علیہ السلام انہیں بھائیوں کے ساتھ بھیجنے پر رضا مند ہو گئے۔

(روح المعانی، ابن کثیر)

چنانچہ آپ علیہ السلام کے بھائی آپ علیہ السلام کو اپنے کندھے پر بٹھا کر جنگل کی طرف روانہ ہوئے جیسے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کی نظروں سے اوجھل ہوئے تو ان کے رویے میں تبدیلی آ گئی اور لہجے میں تلخی سما گئی۔ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو کندھے سے اتار دیا اور انہیں برا بھلا کہنے لگے ان کی بے عزتی کرنے لگے آپ علیہ السلام جس بھائی کے پاس مدد کے لیے جاتے وہ ہی آپ کو دھکے دیتا آپ کو مارتا یہاں تک کہ علیہ السلام اپنے بھائیوں کی سازش سمجھ گئے اور رونے لگے اور اپنے والد یعقوب علیہ السلام کو پکارنے لگے بالآخر کنوئیں میں ڈالنے کے لیے آپ علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ علیہ السلام کو پکڑا اور کنوئیں میں ڈالنے لگے تو آپ علیہ السلام کنوئیں کے کنارے سے لپٹ گئے تو آپ علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کی قمیص کو اتار لیا تا کہ اسے اپنے والد کو دکھا سکیں پھر آپ علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے۔ اور آپ علیہ السلام کو ایک ڈول میں ڈال کر کنوئیں میں لٹکا دیا جب آپ علیہ السلام نصف کنوئیں تک پہنچ گئے تو انہوں نے اوپر سے چھوڑ دیا تا کہ زور سے گرنے پر آپ علیہ

السلام ختم ہو جائیں لیکن آپ علیہ السلام پانی میں گرے اور ایک طرف موجود پتھر پر بیٹھ گئے ۔ (روح المعانی، ابن کثیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''انہوں نے کہا اے ہمارے باپ آپ کو کیا ہوا کہ یوسف کے معاملے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے اور ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں کل اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ میوے کھائے اور کھیلے بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں آپ نے کہا بے شک تمہارا اس کو ساتھ لے جانا مجھے رنج پہنچائے گا اور ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے بے خبر رہو انہوں نے کہا اگر اسے بھیڑیا کھا جائے اور ہم ایک جماعت ہیں جب تو ہم کسی مصرف کے نہیں۔ پھر جب (بڑے اصرار سے) اسے لے گئے اور سب نے یہی طے کر لیا کہ ڈال دیں اسے کسی گہرے کنوئیں کی تاریک تہہ میں اور (عین اس وقت) ہم نے اس کی طرف وحی کی (گھبراؤ نہیں) تم ضرور انہیں آگاہ کرو گے ان کے اس فعل پر اور وہ (تیرے رتبہ عالی کو) نہیں سمجھتے۔''

(پ۱۲، سورہ یوسف آیت ۱۱-۱۵)

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا جھوٹ:

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈال دیا تو اس کے بعد ایک ہرن ذبح کیا اور اس کے خون سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کو رنگ دیا اور پھر اپنے والد یعقوب علیہ السلام کے پاس رات کو روتے پیٹتے ہوئے آ گئے اور کہنے لگے کہ ابا جان افسوس کہ ہم جب دوڑ لگانے لگے تو پیچھے یوسف اکیلے رہ گئے تو ہماری عدم موجودگی میں بھیڑیئے نے یوسف کو کھالیا اور ہم اپنا وعدہ جو یوسف کی حفاظت کے لیے کیا تھا پورا نہ کر سکے اور پھر یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی قمیص دکھائی جسے انہوں نے جانور کے خون سے آلودہ کیا تھا اور کہا کہ بھیڑیئے کے کھانے کی وجہ سے یہ خون آلود ہوگئی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے قمیص کو اپنے چہرے پر ڈالا اور

رونے لگے اور فرمانے لگے کہ میں نے آج تک اتنا حکیم بھیڑیا کوئی نہیں دیکھا جس نے میرے بیٹے کو کھالیا ہو لیکن قمیص کو نہ پھاڑا ہو یہ کہہ کہ آپ علیہ السلام پھر زار و قطار رونے لگے یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئے وہ تمام رات آپ علیہ السلام نے بے ہوشی میں گزار دی سحری کے وقت ہوش آیا۔

غرضیکہ یعقوب علیہ السلام پر ان کے بیٹوں کا پول کھل گیا کیونکہ ان کے بیٹے یوسف علیہ السلام کی قمیص پھاڑنا بھول گئے تھے صرف قمیص کو خون آلود کر کے لے آئے جس کی بناء پر یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ "یوسف کو بھیڑیئے نے نہیں کھایا ہے حضرت یعقوب علیہ السلام ویسے بھی جانتے تھے کہ یوسف علیہ السلام نہ صرف زندہ ہیں بلکہ یہ بھی جانتے تھے کہ منصب نبوت پر فائز ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اعلان نبوت کا حکم فرمائے گا اس سے پہلے آپ علیہ السلام پر موت نہیں آسکتی لیکن آپ علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو اس سبب سے تلاش نہیں کیا کہ کہیں ان کے بیٹے جا کر یوسف علیہ السلام کو مزید نقصان نہ پہنچائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر صابر وشاکر تھے۔

(کبیر، روح المعانی، ابن کثیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

"اور رات ہوئے اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آگئے بولے اے ہمارے باپ ہم دوڑتے ہوئے آگے نکل گئے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑا تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں اور ان کی قمیص پر جھوٹا خون لگا لائے (یعقوب علیہ السلام نے) کہا بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے لیے بنالی ہے تو صبر اچھا۔ اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو۔

(پ۱۲، سورہ یوسف آیت ۱۶-۱۸)

یوسف علیہ السلام کا احوال:

حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں میں صبر و شکر کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک قافلہ جو

مصر کی جانب جارہا تھا وہ راستہ بھٹک گیا قافلے والے ادھر ادھر راستہ تلاش کرنے لگے اسی دوران انہیں کنواں نظر آیا تو ان میں سے کچھ افراد پانی لینے کنوئیں پر آئے جب انہوں نے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام ڈول سے چمٹ گئے اور یوں ڈول کے ساتھ باہر نکل آئے جب ان کی نظر یوسف علیہ السلام پر پڑی تو بہت حیران اور خوش ہوئے اور آپ علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر خوشی سے کہنے لگے یہ خوبصورت لڑکا ہمیں مل گیا اب ہم اس سے نفع اٹھائیں گے اور یہ بچہ ہمارا زر خرید غلام ہے۔ (ابن کثیر، روح المعانی، کبیر)

اس دوران یوسف علیہ السلام کے بھائی یہ پتا کرنے کہ آیا آپ زندہ ہیں یا ختم ہو گئے کنوئیں کے پاس آئے دیکھا کہ کنوئیں میں یوسف علیہ السلام موجود نہیں پھر ادھر ادھر تلاش کیا تو ایک قافلہ نظر آیا ان سے معلوم کیا تو قافلے والوں نے بتایا کہ ہم نے ایک لڑکے کو کنوئیں سے نکالا ہے تو آپ علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا یہ ہمارا بھاگا ہوا غلام ہے اگر تم خریدنا چاہو تو سستے داموں ہم سے خرید لو چنانچہ انہوں نے چند درہموں کے عوض آپ علیہ السلام کو قافلے والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا جب آپ علیہ السلام کے بھائی آپ کو فروخت کر کے جانے لگے تو یوسف علیہ السلام انہیں الوداعی سلام کرنے آئے اور ایک ایک بھائی پر محبت سے سر جھکا کر بوسے لیتے ہوئے گلے مل رہے تھے اور ساتھ ساتھ دعا بھی کرتے جا رہے تھے کہ اللہ تمہاری حفاظت فرمائے اور تمہیں اپنے گھروں میں قائم و دائم فرمائے اور تم پر رحم فرمائے اگرچہ تم نے مجھ پر رحم نہیں کیا اور مجھے بے گھر کر دیا یوسف علیہ السلام کے ان رقت آمیز کلمات وفریاد کے سبب بھیڑ بکریوں پر اس قدر شدید اثر ہوا کہ ان کے حمل گر گئے۔ (روح المعانی، ابن کثیر)

قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''اور (تھوڑی دیر بعد) ایک قافلہ آیا تو اہل قافلہ نے (پانی لانے کے لیے) اپنا آب کش بھیجا انہوں نے لٹکایا اپنا ڈول وہ پکار اٹھا مژدہ باد! یہ (کتنا من موہنا) بچہ ہے اور انہوں نے چھپا دیا اسے متاع (گراں بہا) سمجھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ خوب جانے

والا ہے جو وہ کرر ہے تھے اور انہوں نے بیچ ڈالا یوسف کو حقیر سی قیمت پر چند درہموں کے عوض۔ اور وہ (پہلے ہی) اس میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔"

(پ۱۲، سورہ یوسف آیت ۱۹ تا ۲۰)

قافلے والوں کی یوسف علیہ السلام سے معافی طلب کرنا:

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب آپ کو فروخت کیا تو تاجر سے کہا کہ یہ بھاگ بھی جاتا ہے تو تاجر نے آپ علیہ السلام پر نگرانی کے لیے ایک حبشی غلام مقرر کردیا بھائیوں کو الوداعی سلام کرنے کے بعد غلام نے پکڑ کر بیڑیاں لگا کر سواری پر سوار کردیا جب آپ علیہ السلام کنعان کے قبرستان سے گزرے جہاں آپ علیہ السلام کی والدہ راحیل کی قبر تھی تو آپ قبر دیکھ کر جذبات سے بے قابو ہو گئے اور سواری سے اتر کر قبر سے لپٹ کر رونے لگے اور اپنے احوال سنانے لگے اس اثناء میں جب غلام نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو یوسف علیہ السلام کو نہ پایا واپس آیا تو دیکھا کہ آپ ایک قبر کے پاس رو رہے ہیں غلام نے کہا کہ تمہیں بیچنے والوں نے صحیح کہا تھا کہ تم بھاگ جاتے ہو یہ کہتے ہوئے اس نے آپ علیہ السلام کو ایک زوردار تھپڑ مارا جس کے سبب آپ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے ہوش میں آنے کے بعد رونے لگے اور رب تعالیٰ کے حضور عرض گزار ہوئے کہ یا الٰہی اگر میری کوئی خطا ہے تو مجھے میرے آباء حضرت ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہ السلام کی حرمت و وسیلے سے معاف فرمادے۔ آپ علیہ السلام کا چہرہ خون آلود ہو رہا تھا اور گرنے کی وجہ سے چہرے پر مٹی بھی لگی ہوئی تھی آپ علیہ السلام کی اس حالت زار پر فرشتے بھی چلا اٹھے اور اللہ کے حضور فریاد کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا جاؤ میرے بندے کی مدد کرو جبرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام سے آ کر کہا اے اللہ کے دوست تمہارا رب تمہیں سلام کہتا ہے اور تمہیں یہ کہتا ہے کہ رونے سے رک جاؤ پھر جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پیر زمین پر مارا تو زمین سے سرخ رنگ کی ہوا چلنے لگی۔ سورج کی روشنی ختم ہو گئی سرخ آندھی سے تاریکی چھا گئی کہ قافلے والے ایک دوسرے کو بھی نہیں دیکھ پارہے تھے تاجر نے کہا اے قافلے والوں اپنے آپ

کو ہلاکت سے بچاؤ اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو آج کی مصیبت یقیناً ہمارے کسی گناہ کا نتیجہ ہے اتنے سالوں سے میں اس راستے سے گزرتا ہوں لیکن میں نے آج کے دن کی طرح کوئی دن نہیں دیکھا اس وقت اس حبشی غلام نے بتایا کہ میں نے یوسف کو مارا تھا تو اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور اس کے ہونٹوں نے بھی حرکت کی یہ سن کر تاجر غلام سے کہنے لگا کہ افسوس تم نے ہمیں بھی اور اپنے آپ کو بھی ہلاکت میں ڈالا پھر تاجر یوسف علیہ السلام کے پاس آیا اور معافی مانگنے لگا اور کہا کہ اگر تم بدلہ لینا چاہتے ہو تو لے لو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں جو ظلم کرنے والوں کو معاف کر دیتے ہیں میں تمہیں معاف کرتا ہوں اللہ بھی تمہیں معاف کرے آپ علیہ السلام کے معاف کرتے ہی تاریکی ختم ہوگئی، آندھی رک گئی اور سورج روشن ہوگیا اور قافلہ بحفاظت مصر پہنچ گیا۔ (روح المعانی، ج ۷)

عزیز مصر کا یوسف علیہ السلام کو خریدنا:

مصر پہنچنے کے بعد یوسف علیہ السلام کو بازار میں فروخت کیا جانے لگا تو آپ علیہ السلام کے بے مثال حسن و جمال کے سبب آپ علیہ السلام کی قیمت میں اضافہ ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ عزیز مصر نے جو کہ مصر کا وزیر خزانہ تھا آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کے وزن کے برابر کستوری، چاندی اور ریشم کے عوض خرید لیا اور بڑی محبت سے اپنے گھر لے گیا جہاں اس کی بیوی تھی جس کا نام راعیل تھا اور لقب زلیخا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے عزیز مصر کے دل میں یوسف علیہ السلام کے لیے یہ پدرانہ شفقت پیدا ہوئی اور اس نے اپنی بیوی زلیخا سے کہا کہ اس بچے کا خاص خیال رکھنا کہ کسی بھی طرح اس کی دل آزادی نہ ہو ہوسکتا ہے کہ یہ ہمارے لیے مفید ثابت ہو یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں غرضیکہ عزیز مصر نے عظیم فراست کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی زوجہ زلیخا کو کہا کہ اس بچے کو عزت و اکرام سے ٹھہراؤ اور آرام و آسائش کا خیال رکھو۔ اور یوں اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر اور اس کی زوجہ کی وساطت سے عزت و اکرام بخشا۔

(روح المعانی، ابن کثیر)

جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا:

''اور کہا اس شخص نے جس نے یوسف کو خریدا تھا اہل مصر سے اپنی بیوی کو کہا عزت واکرام سے اسے ٹھہراؤ شاید یہ تمہیں نفع پہنچائے یا بنالیں ہم اسے اپنا فرزند اور یوں (اپنی حکمت کاملہ سے) ہم نے قرار بخشا یوسف کو (مصر کی) سرزمین میں۔'' (پ۱۲، سورہ یوسف آیت ۲۱)

یوسف علیہ السلام اور زلیخا کا قصہ:

عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے ایک دن حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دی زلیخا بے حد خوبصورت تھی ساتھ ہی بے تحاشہ مال و دولت کی مالک اور ساتھ ساتھ اعلیٰ منصب کی حامل تھی یعنی عزیز مصر کی بیوی بھی تھی چنانچہ ایک دن زلیخا انتہائی تکلف و اہتمام سے تیار ہوئی اور یوسف علیہ السلام کو برائی کے ارادے سے بلایا لیکن یوسف علیہ السلام نے جنہیں اللہ تعالیٰ منصب رسالت کے لیے منتخب کیا تھا جواب دیا کہ اللہ کی پناہ تیرا خاوند میرا محسن ہے پھر یہ انعام واکرام فرمایا ہے میں ایسا نہیں کرسکتا اور یوسف علیہ السلام زلیخا سے بچنے کے لیے دوڑ پڑے زلیخا بھی پیچھے دوڑی تا کہ آپ علیہ السلام کو پکڑ لے اور پیچھے سے آپ علیہ السلام کی قمیص پکڑ لی دوڑتے ہوئے قمیص پکڑنے کے سبب قمیص پھٹ گئی لیکن جب دروازے پر اپنے خاوند عزیز مصر کو کھڑے پایا تو اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنے لگی اور یوسف علیہ السلام کی طرف گناہ منسوب کرنے لگی یوسف علیہ السلام نے اپنی پاکبازی اور کردار کی سچائی بیان کرنے کے لیے حقیقت بیان کردی کہ زلیخا اپنے اوپر تہمت کے خوف سے مجھ پر عیب لگا رہی ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا اس نے مجھے خود اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ معاملہ نازک صورت اختیار کر گیا تو ایک پنگھوڑے میں جھولتے بچے کو جو زلیخا کے خاندان سے تھا شیر خوار تھا تین ماہ کی عمر کا تھا اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی عطا فرمائی اس نے گواہی دی اور کہا اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو پھر یوسف سچے ہیں کیونکہ آگے سے قمیص پھٹنے کا مطلب ہے کہ آپ علیہ السلام نے دست درازی کی اور عورت نے مدافعت کی جس کے نتیجے میں قمیص آگے سے

پھٹ گئی اور پیچھے سے پھٹنے کا مطلب ہے کہ زلیخا سے دامن چھڑا کر بھاگے ہیں اور زلیخا نے آپ علیہ السلام کو روکنے کے لیے قمیص پیچھے سے پکڑی جس کے نتیجے میں قمیص پھٹ گئی۔ پھر جب عزیز مصر نے دیکھا کہ قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو سارا معاملہ سمجھ گیا اور اس معاملے سے صرفِ نظر کرلیا اور یوسف علیہ السلام سے کہنے لگا کہ یوسف اس بات کو جانے دو اس کا کسی سے ذکر نہیں کرنا اور غم و رنج نہ کرو پھر اپنی زوجہ کو حکم دیا کہ اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ کہ تم ہی قصوروار ہو۔ (ابن کثیر، کبیر، روح المعانی)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

"اور بہلانے پھسلانے لگی انہیں وہ عورت جس کے گھر میں آپ تھے کہ ان سے مطلب برائی کرے اور (ایک دن) اس نے تمام دروازے بند کر دیئے اور (بعد ناز) کہنے لگی بس آ بھی جا یوسف (پاکباز) نے فرمایا خدا کی پناہ (یوں نہیں ہوسکتا) وہ (تیرا خاوند) میرا محسن ہے اس نے مجھے بڑی عزت سے ٹھہرایا ہے بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔ یوں ہوا تا کہ ہم دور کر دیں یوسف سے برائی اور بے حیائی کو بے شک وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھا جو چن لیے گئے ہیں۔ اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے ان کی قمیص پیچھے سے پھاڑ دی اور دونوں کو عورت کا خاوند دروازے کے پاس ملا بولی کیا اس کی سزا جس نے تیری گھر والی سے بدی چاہی مگر یہ کہ قید کیا جائے یا دکھ کی مار۔ آپ نے کہا اس نے مجھے اپنی طرف میلان کرنا چاہا کہ میں اپنی حفاظت نہ کروں۔ اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر ان کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو عورت سچی اور انہوں نے غلط کہا اور اگر ان کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو عورت جھوٹی اور یہ سچے ہیں پھر جب عزیز نے آپ کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی دیکھی تو اس نے کہا بے شک یہ تم عورتوں کا مکر ہے بے

شک تمہارا مکر بڑا ہے اے یوسف تم اس کا خیال نہ کرو (غم نہ کرو) اور اے عورت تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ بے شک تو خطا واروں میں ہے۔

(پ ۱۲، سورہ یوسف آیت ۲۲ تا ۲۹)

مصر کی عورتوں کی طعن و تشنیع اور زلیخا کا عذر:

مصر میں جب اس واقعہ کا چرچہ ہوا تو مصر کی عورتیں زلیخا پر طعنہ زنی کرنے لگیں اور اسے برا بھلا کہنے لگیں کہ ایک غلام کی محبت میں سب کچھ بھلا بیٹھی اور سارے حجابات بالائے طاق رکھ دیئے یہ اس کی گمراہی ہے کہ اپنے زرخرید غلام سے عشق کر بیٹھی غرضیکہ اپنی مجلسوں میں یہ عورتیں زلیخا کے عشق کے تزکرے کرنے لگیں چنانچہ زلیخا نے اپنی معذوری ظاہر کرنے کے لیے کہ حسنِ یوسف کا رعب و جلال ہی ایسا ہے کہ میں اس معاملے میں اپنے آپ کو بے بس پاتی ہوں مصر کی عورتوں کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی اور اپنے محل میں ایک شاندار ضیافت کا انتظام کیا تا کہ مصر کی عورتیں اسکی مجبوری و بے بسی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

چنانچہ دعوت کی مجلس میں ہر ایک کے لیے نشست مقرر کر دی گئی دستر خوان پر انواع اقسام کے پھل اور کھانے چن دیئے گئے ساتھ ہی چھریاں بھی رکھ دی گئیں تا کہ پھل و لیموں وغیرہ کاٹ سکیں اور یوں ہر نشست کے سامنے ایک ایک چھری رکھ دی گئی۔ جب جب عورتیں آ گئیں اور اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئیں تو زلیخا نے یوسف علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ علیہ السلام ان عورتوں کے سامنے سے گزریں تا کہ عورتیں آپ کی جھلک دیکھ لیں آپ علیہ السلام کو مجبوراً حکم ماننا پڑا کہ کہیں حکم نہ ماننے پر کوئی نئی مصیبت نہ گلے پڑ جائے۔

چونکہ ہر ایک کے ہاتھ میں پھل اور چھری دے دی گئی تھی لہٰذا جیسے ہی حضرت یوسف علیہ السلام ان عورتوں کے سامنے سے گزرے تو عورتیں آپ کے حسن و جمال اور رعب و جلال سے ایسی مبہوت و ششدر ہوئیں اور اس قدر خود رفتہ ہوئیں کہ پھلوں کے ساتھ ساتھ اپنی انگلیاں بھی کاٹ بیٹھیں مگر انہیں پتہ نہ چلا اور یہاں تک کہ اپنے ہاتھ زخمی کر لیے مگر زخم کا درد تک محسوس نہ ہوا پھر زلیخا نے ان عورتوں سے کہا دیکھو یہ ہے

وہ پیکر جس کے لیے تم مجھے ملامت کیا کرتی تھیں۔ بخدا میں نے اسے بہت اپنی طرف مائل کرنا چاہا مگر اس نے اپنے آپ کو بچائے رکھا اور اگر اب بھی اس نے میرا حکم ماننے سے انکار کر دیا تو پھر قید و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (خزائن العرفان، ابن کثیر، کبیر)

قرآن حکیم میں یہ واقعہ اس طرح مذکور ہوا

''تو جب اس (زلیخا) نے اس کا چرچا سنا تو ان عورتوں کو بلا بھیجا اور ان کے لیے سندیں تیار کیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک چھری دی اور یوسف سے کہا ان پر نکل آؤ۔ جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا اس کی بڑائی بولنے لگیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور بولیں اللہ کی پاکی ہے۔ یہ تو جنس بشر سے نہیں مگر کوئی معزز فرشتہ۔ اس (زلیخا) نے کہا تو یہ ہیں وہ جن پر مجھے طعنہ دیتی تھیں اور بے شک میں نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہے تو انہوں نے اپنے آپ کو بچایا اور بے شک اگر وہ یہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو ضرور قید میں پڑیں گے اور وہ ضرور ذلت اٹھائیں گے۔''

(پ۱۲، یوسف آیت ۳۱-۳۲)

تذکرہ حسنِ یوسف:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب معراج کی رات مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا تو میرا گزر یوسف علیہ السلام کے قریب سے ہوا تو جبرائیل علیہ السلام نے بتایا یہ یوسف ہیں۔''

حدیث اسرار میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''میں یوسف علیہ السلام کے پاس سے گزرا میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کو حسن کا ایک وافر حصہ دیا گیا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے انہیں کیسا پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے ہی جیسے چودھویں کا چاند۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یوسف علیہ السلام کا چہرہ بجلی کی

مانند چمکتا تھا۔"

اہل علم کی رائے کے مطابق عورتوں کا اپنے ہاتھ کاٹ لینے کا سبب یوسف علیہ السلام کا کامل حسن و جمال تھا اسی لیے جب یوسف علیہ السلام عورتوں کے سامنے سے گزرے تو وہ عورتیں حسن یوسف دیکھ کر دم بخود رہ گئیں اور زلیخا کو معذور سمجھنے لگیں لیکن یوسف علیہ السلام کے رعب جمال اور ہیبت وجلالت کے سبب ان کے منہ سے کچھ نہ نکلا سوائے اس کے کہ یہ انسان نہیں کوئی پاکیزہ فرشتہ ہے اور فرشتہ سمجھنا اس سبب سے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ انہوں نے نہ ہم جوان عورتوں کی طرف دیکھا نہ طعام کی طرف نظر کی انہیں کسی چیز کی حاجت وپرواہ نہیں تھی ظاہری صورت کے ساتھ ساتھ سیرت بھی عظیم تر اور اپنی مثال آپ تو بس یہ دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ کوئی عام انسان نہیں بلکہ کوئی مقرب فرشتہ ہے۔

اس پر ایک وقار وعظمت کی دلیل یہ کہ زلیخا نے خود بھی یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی اور بلند کردار کی گواہی دی اور مصر کی عورتوں کے سامنے یہ اعتراف کیا میں نے انہیں اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن انہوں نے اپنے آپ کو بچالیا بے شک وہ سچے ہیں اور پاکیزہ و نیک فطرت کے ہیں۔ (تفسیر کبیر وابن کثیر)

یوسف علیہ السلام کو قید کرنا:

عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے مصر کی عورتوں کے سامنے یوسف علیہ السلام کو دھمکی دی کہ اگر انہوں نے زلیخا کا حکم نہ مانا اور اس کی گناہ کی دعوت قبول نہ کی تو پھر انہیں قید کر دیا جائے گا اور یوں رسوائی حصے میں آئے گی۔ مصر کی عورتوں نے بھی یوسف علیہ السلام کو زلیخا کی بات مان لینے کا مشورہ دیا تا کہ دوسری صورت میں قید اور ذلت کا سامنہ نہ کرنا پڑے مگر یوسف علیہ السلام نے سختی سے انکار کر دیا اور قید ہو جانا پسند کر لیا لیکن گناہ و معصیت سے اپنے دامن کو بچالیا اور رب تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ جس کام کی یہ دعوت دے رہی ہیں اس سے بہتر میرے لیے قید خانہ ہی ہے تو ہی مجھے ان عورتوں سے بچا سکتا ہے اگر تیرا فضل نہ ہو تو انسان کا گناہ میں مبتلا ہو کر جاہل بن جانا بعید از قیاس نہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور عزیز مصر اور دوسرے سر کردہ لوگوں کے یہ جاننے کے باوجود کہ آپ علیہ السلام پاکدامن ہیں مگر مصلحت کے تحت کہ یہ معاملہ کسی طرح دب جائے اور عزیز مصر اور اس کی زوجہ اس قصے سے بری ہو جائیں لہٰذا یوسف علیہ السلام کو قید خانہ بھیج دیا گیا۔ (ابن کثیر و تفسیر کبیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''یوسف نے عرض کی اے میرے رب مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اس کام سے جس کی طرف مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کا مکر نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہوں گا اور نادان بنوں گا تو اس کے رب نے اس کی سن لی اور اس سے عورتوں کا مکر پھیر دیا بے شک وہی سنتا جانتا ہے پھر تمام پہلی نشانیاں دیکھنے کے بعد ان پر یہی ظاہر ہوا کہ ضرور ایک مدت تک اسے قید خانہ میں رکھا جائے۔ (پ۱۲، سورہ یوسف، آیت ۳۳ تا ۳۵)

دو قیدیوں کو یوسف علیہ السلام کا خواب کی تعبیر بیان کرنا:

یوسف علیہ السلام کو جب قید خانہ بھیج دیا گیا تو وہاں دو قیدی آپ علیہ السلام سے ملے یہ دونوں قیدی بادشاہ کے غلام تھے اور ان پر بادشاہ کو زہر دینے کا الزام تھا ان دونوں نے الگ الگ خواب دیکھے اور وہ خواب یوسف علیہ السلام کے سامنے بیان کئے۔

ایک نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں انگور کی ایک بہت خوبصورت بیل دیکھی جس کی تین شاخیں ہیں اور ان پر انگور کے گچھے لگے ہوئے ہیں اور میں انہیں نچوڑ کر بادشاہ کو پلا رہا ہوں۔

دوسرے نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ میں بادشاہ کے باورچی خانہ سے نکل رہا ہوں اور میرے سر پر تین ٹوکریاں روٹیوں کی ہیں جن کے اوپر سے پرندے کھا رہے ہیں۔

یوسف علیہ السلام چونکہ قید خانے میں یہ بتا چکے تھے کہ مجھے خواب کی تعبیر بتانا آتی ہے اور اس اثناء میں آپ علیہ السلام سے کئی لوگ خواب کی تعبیر پوچھ بھی چکے تھے جو سچی

ثابت ہوئی تھیں لہٰذا ان دونوں قیدیوں نے بھی آپ علیہ السلام سے اپنے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ (ابن کثیر، تفسیر کبیر، روح المعانی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے کوئی خواب نہیں دیکھے تھے بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے علم کو آزمانے کے لیے خود ہی خواب گھڑے تھے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۸، ص ۱۳۴، روح المعانی ج ۷ ص ۲۲۸)

یوسف علیہ السلام نے تعبیر بتانے سے قبل ہی فرما دیا تھا کہ میں خوابوں کی تعبیر محض اندازے سے نہیں بتاتا بلکہ مجھے میرے رب نے کثیر علم عطا فرمایا ہے جو تم نے سنا ہے یہ تو بارش کا ایک قطرہ ہے باغ کے پھولوں کی ایک کلی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے کثیر علوم عطا فرمائے ہیں تم جب بھی کوئی خواب دیکھو گے تو اس کے وقوع سے پہلے میں تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا اور وقت یہ ثابت کردے گا کہ جو کچھ میں نے کہا تھا بعینہٖ وہی وقوع پذیر ہوا۔ (تفسیر کبیر، ابن کثیر، روح المعانی)

آپ علیہ السلام نے تعبیر بتانے سے قبل ان قیدیوں کو دعوت توحید دی اور غیر خدا کی عبادت و پرستش سے منع فرمایا اور انہیں سمجھایا کہ یہ بے جان مورتیاں اور بت کسی چیز پر قادر نہیں بلکہ انہیں تو تم خود تراشتے ہو جبکہ عبادت کے لائق وہ ہستی ہے جو اپنی مخلوق پر تصرف رکھے جو ذات و صفات میں یکتا ہو اس کا کوئی ثانی نہ ہو اور جس کا کوئی شریک نہ ہو اور وہ ذات بجز اللہ کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ دعوت حق دینے کے بعد آپ علیہ السلام نے انہیں خوابوں کی تعبیر بتائی کہ انگور کی بیل دیکھنے والا تو رہا ہو کر اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا اور جس نے سر پر روٹیاں رکھی دیکھیں ہیں وہ سولی دیا جائے گا اور پرندے اس کا سر کھائیں گے۔ چنانچہ جیسی آپ علیہ السلام نے تعبیر بیان فرمائی بالکل ویسا ہی ہوا۔ پھر یوسف علیہ السلام نے رہا ہونے والے قیدی سے فرمایا کہ جب تم بادشاہ کے پاس جاؤ تو اس کے سامنے میرا ذکر کرنا۔ یعنی بادشاہ کو بتانا کہ ایک بے قصور شخص قید میں ہے لیکن جب وہ قیدی رہا ہوا اور دوبارہ بادشاہ کی خدمت میں اپنے منصب پر فائز ہوا تو شیطان نے اسے بھلا دیا کہ اسے بادشاہ کے سامنے یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنا ہے۔

یوسف علیہ السلام ان دونوں قیدیوں کو تعبیر بتانے سے قبل پانچ برس سے قید خانے میں تھے اور چونکہ وہ قیدی آپ علیہ السلام کا ذکر بادشاہ کے سامنے کرنا بھول گیا لہٰذا مزید سات سال آپ علیہ السلام نے قید خانے میں گزارے اور یوں آپ علیہ السلام نے بارہ سال کا طویل عرصہ قید خانہ میں اپنے دامن کو گناہ معصیت سے بچانے کی خاطر گزارا۔ (ابن کثیر، روح المعانی، تفسیر کبیر)

قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''ان کے ساتھ قید خانے میں دو نوجوان داخل ہوئے ان میں ایک بولا میں نے خواب دیکھا کہ شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرا بولا میں نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں جن میں سے پرندے کھاتے ہیں ہمیں اس کی تعبیر بتایئے بے شک ہم آپ کو نیکو کار دیکھتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں آئے گا تمہارے پاس کھانا جو تمہیں کھلایا جاتا ہے مگر میں تمہیں بتادونگا اس کی تعبیر اس سے پیشتر کہ کھانا تمہارے پاس آئے۔ یہ ان علوم میں سے ہے جو سکھایا ہے مجھے میرے رب نے۔ نہیں روا ہمارے لیے کہ ہم شریک ٹھہرائیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو یہ (توحید پر ایمان) تو اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے ہم پر اور لوگوں پر لیکن بہت سے لوگ اس احسان پر شکر ہی نہیں بجالاتے اے قید خانہ کے میرے دو رفیقوں (یہ تو بتاؤ) کیا بہت سے جدا جدا رب بہتر ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے تم نہیں پوجتے چند ناموں کو جو رکھ لیے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اتاری اسی نے یہ حکم دیا ہے کہ کسی کی عبادت نہ کرو بجز اس کے یہی دین قیم ہے لیکن بہت سے لوگ اس (حقیقت کو) نہیں جانتے۔ اے قید خانہ کے ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا رہا دوسرا وہ سولی دیا جائے گا تو پرندے اس کا سر کھائیں گے حکم ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے تھے۔ اور یوسف نے ان دونوں میں سے جسے بچتا سمجھا اس سے کہا اپنے بادشاہ کے پاس ذکر کرنا تو شیطان نے اسے بھلا دیا کہ اپنے بادشاہ کے سامنے یوسف کا ذکر کرے تو یوسف کئی برس اور قید خانہ میں رہے۔ (پ۱۲، سورہ یوسف، آیت ۳۲ تا ۴۲)

بادشاہ کا خواب دیکھنا:

تقریباً سات سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد بادشاہ مصر نے ایک خواب دیکھا اور اپنے درباری حکماء، کاہنوں، نجومیوں وغیرہ کو جمع کر کے اپنے اس خواب کی تعبیر پوچھی کہ میں نے خواب دیکھا کہ سات موٹی تازی گائے خشک نہر سے نکلیں اور سات لاغر کائے۔ پھر لاغر گائے موٹی گائیں کو کھا گئیں اور سات سبز بالیاں دیکھیں جو دانوں سے بھرپور ہیں اور سات خشک اور خشک کو دیکھا جو سبز پر لپٹ کر ان پر غالب آ گئیں۔

درباری کاہنوں نجومیوں اور حکماء نے کہا کہ یہ خواب بلاترتیب و پریشان ہے اس میں اختلاط و اضطراب پایا جاتا ہے چنانچہ ان کی تعبیر بیان نہیں کی جاسکتی۔ یہ محض پراگندہ خیالات ہیں۔ لیکن بادشاہ اس جواب سے مطمئن نہیں ہوا اسے خواب میں کمزور کا توانا پر اور خشک کا سبز پر غالب آجانا کسی خطرے کی علامت محسوس ہو رہا تھا چنانچہ بادشاہ کی پریشانی کو دیکھ کر اس رہا ہونے والے شخص کو اچانک یوسف علیہ السلام کا خیال آ گیا کہ انہوں نے کہا تھا بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کرنا اور اسے یہ بھی یاد آیا کہ یوسف علیہ السلام نے میرے خواب کی تعبیر بالکل صحیح بتائی تھی کہ تو قید سے نجات پائے گا اور بادشاہ کو شراب پلائے گا سو ایسا ہی ہوا چنانچہ اس نے بادشاہ سے کہا مجھے قید خانہ بھجوادیں وہاں ایک شخص ہے جو خواب کی تعبیر جانتا ہے میں اس سے خواب بیان کروں گا اور وہ جو تعبیر اس خواب کی بتائے گا وہ واپس آ کر آپ کو بتا دوں گا چنانچہ وہ شخص یوسف علیہ السلام کے پاس گیا اور بادشاہ کا خواب بیان کیا اور آپ علیہ السلام سے اس کی تعبیر پوچھی یوسف علیہ السلام نے بغیر کسی تاخیر اور شرط کے اور بغیر کسی طعنہ زنی کے کہ اتنے سال بعد میں تجھے کیسے یاد آ گیا بغیر کسی غصہ و رنج کے تعبیر بیان کی نہ ہی مطالبہ کیا کہ پہلے مجھے قید سے رہائی دلواؤ نہ ہی کسی قسم کی شرط عائد کی اور بادشاہ کے خواب کی تعبیر بیان کی کہ پہلے سات سال خوب فصلیں اگیں گی اور غلے کی کثرت ہوگی پھر سات سال قحط ہوگا بارشیں نہیں ہوں گی اور فصل کا نام ونشان نہ ہوگا اور لوگ تمام جمع شدہ غلہ ختم کر دیں گے اس کے بعد پھر ایک سال بارش ہوں گی شادابی و خوشحالی ہوگی انگور زیتون گنے اور تل وغیرہ کی

کثرت کے ساتھ پیداوار ہوگی جن سے لوگ رس نکالیں گے اور بعض سے تیل نکالیں گے۔ ساتھ ساتھ آپ علیہ السلام نے قحط سالی سے نبٹنے کے لیے یہ تدبیر بھی بتائی کہ پہلے سات سالوں میں ہونے والی پیداوار کو ذخیرہ کرنا ہے بے دریغ استعمال نہ کرنا صرف اتنا ہی غلہ صاف کرنا جتنا کھانا ہو باقی غلہ خوشوں میں ہی رہنے دینا تا کہ غلہ کم سے کم خرچ ہو اور خراب وضائع ہونے سے بھی محفوظ رہے اور قحط سالی کے دنوں میں یہ غلہ کام آسکے اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جب قحط سالی ہو تو ہر شخص کم سے کم غلہ استعمال کرے۔ یہ تمام تر منصوبہ بندی حضرت یوسف علیہ السلام کے علم وحکمت اور فہم وفراست کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ (ابن کثیر)

چنانچہ جب بادشاہ مصر کو حضرت یوسف علیہ السلام کے اس علم وحکمت اور فہم و فراست کا علم ہوا تو اس نے کہا کہ ایسا صاحب علم وحکمت قید میں رہے یہ کیسے ہوسکتا ہے ان کو میرے پاس لے آؤ چنانچہ جب قاصد یوسف علیہ السلام کے پاس رہائی کی خوشخبری لے کر پہنچا تو آپ علیہ السلام نے جلد بازی اور بے صبری کا مظاہرہ کرنے کے بجائے انکار کرتے ہوئے کہا کہ پہلے میر معاملے کی تحقیق وچھان بین کر لی جائے تا کہ جب وہ بے قصور ثابت ہو جائیں تو رہا ہوں تا کہ کسی کے دل میں ذرہ برابر بھی شک نہ رہے اور بادشاہ سمیت سب کو یقین ہو جائے کہ آپ علیہ السلام پاکدامن ہیں۔ چنانچہ واقعات کی تحقیق کے بعد بادشاہ مصر کو معلوم ہو گیا کہ بارہ سال کا یہ حبس بے جا تھا اور آپ علیہ السلام پر ظلم تھا اور آپ علیہ السلام پر جو الزام لگایا گیا وہ سراسر بہتان تھا اور اس طرح آپ علیہ السلام کی سچائی اور پاکیزگی روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

”اور بادشاہ نے کہا انہیں میرے پاس لے آؤ تو جب قاصد ان کے پاس آیا آپ نے کہا اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا پھر اس سے پوچھ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے بے شک میرا رب ان کا فریب جانتا ہے بادشاہ نے کہا اے عورتوں تمہارا کیا معاملہ ہوا جب تم نے

یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا انہوں نے کہا اللہ کی پاکی ہے ہم نے ان میں کوئی بدی نہیں پائی عزیز کی بیوی بولی اب اصلی بات کھل گئی میں نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا بے شک وہ سچے ہیں یوسف نے کہا یہ میں نے اس لیے کیا کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہیں کی اللہ دغا بازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔

(پ ۱۲، سورہ یوسف، آیت ۵۰ تا ۵۲)

یوسف علیہ السلام کا تسلط واقتدار:

بادشاہ مصر نے نہایت عزت وتکریم کے ساتھ یوسف علیہ السلام کو اپنے ایوان شاہی میں بلایا بادشاہ نے بالمشافہ آپ علیہ السلام سے گفتگو کی اور جس زبان میں گفتگو کی یوسف علیہ السلام نے اسی زبان میں جواب دیا اس وقت ان کی عمر تیس سال تھی۔ ایک روایت کے مطابق بادشاہ مصر ستر زبانیں جانتا تھا۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام کا اس کم عمری میں حکمت بھرا کلام اور وسعت علم دیکھ کر وہ آپ علیہ السلام کا گرویدہ ہو گیا اور اس نے آپ علیہ السلام کو اپنے برابر جگہ دی اور کہا آج سے آپ ہمارے محترم اور قابل اعتماد اور بڑی قدر ومنزلت والے ہیں تو یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے فرمایا کہ زمین کے خزانے میرے حوالے کر دے تاکہ میں ان کی حفاظت کر سکوں اور بہترین منصوبہ بندی اور نظم وضبط سے معاشی مسائل کو نبٹا سکوں آپ علیہ السلام کا اس منصب کا طلب کرنا اس سبب سے تھا کہ آپ علیہ السلام چاہتے تھے کہ آنے والے قحط سالی کے سالوں میں کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ابھی سے اگر بہتر منصوبہ بندی کی جائے گی تو خلق خدا مسائل کا سامنا کرنے سے بچ جائے گی چونکہ بادشاہ آپ علیہ السلام کے فضل و کمال صدق وامانت اور نظم وضبط میں مہارت کا گرویدہ ہو چکا تھا اور جانتا تھا کہ آپ علیہ السلام سے زیادہ اس منصب کا کوئی اہل نہیں اس لیے اس نے آپ علیہ السلام کو تمام خزانوں کا وزیر مقرر کر دیا اور آپ علیہ السلام کو پورا تصرف دے دیا کہ جیسے چاہیں کریں۔ (ابن کثیر)

ایک سال بعد بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلا کر آپ علیہ السلام کی تاج پوشی کی اور تلوار اور مہر آپ علیہ السلام کے سامنے پیش کی آپ علیہ السلام کو طلائی تخت پر بٹھایا جو جواہرات سے مرصع تھا اور اپنا ملک آپ علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔

آپ علیہ السلام نے تاج یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ یہ میرا اور میرے آباء کا لباس نہیں البتہ انگوٹھی جو بطور مہر استعمال ہوتی تھی اسے اور تخت کو آپ علیہ السلام نے قبول فرمالیا کہ تخت کے ذریعے تمہاری سلطنت کو مضبوط کروں گا اور مہر کے ذریعہ تمہارے امور کی تدبیریں سرانجام دوں گا۔ بادشاہ نے عزیز مصر کو معزول کر کے آپ علیہ السلام کو اس کی جگہ والی بنایا اور تمام خزانے آپ علیہ السلام کے سپرد کر دیئے اور سلطنت کے تمام امور آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں دے دیئے اور خود ایک تابع کی حیثیت میں ہو گیا آپ علیہ السلام کی رائے میں دخل نہیں دیتا تھا اور آپ علیہ السلام کے حکم کو مانتا تھا اس طرح آپ علیہ السلام وزیر اعظم بن گئے اور تمام اختیارات کے مالک بن گئے۔ (تفسیر کبیر، خزائن العرفان)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

"اور بادشاہ نے کہا انہیں میرے پاس لے آؤ کہ میں انہیں خاص اپنے لیے چن لوں پھر جب ان سے بات کی کہا بے شک آج آپ ہمارے ہاں معزز معتمد ہیں۔ یوسف نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر کر دے بے شک میں حفاظت والا علم والا ہوں اور یونہی ہم نے یوسف کو اس ملک پر قدرت بخشی اس میں جہاں چاہے رہے۔ (پ۱۲ سورہ یوسف آیت ۵۴-۵۶)"

نکاح:

روایت کے مطابق کہا جاتا ہے کہ عزیز مصر کے مرنے کے بعد بادشاہ مصر نے یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر مقرر فرمایا اور اس کی بیوہ زلیخا کے ساتھ آپ علیہ السلام کا نکاح کر دیا۔ (ابن کثیر)

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ بادشاہ مصر نے عزیز مصر کو معزول کر کے یوسف علیہ

السلام کو اس کی جگہ والی بنا دیا بعد میں جلد ہی عزیز مصر فوت ہو گیا چنانچہ بادشاہ نے اس کی زوجہ زلیخا کا نکاح یوسف علیہ السلام سے کر دیا آپ علیہ السلام نے اس سے ملاقات پر کہا کہ کیا یہ بہتر نہیں اس سے جو مطالبہ کر رہی تھی۔ زلیخا چونکہ یوسف علیہ السلام سے بے حد محبت کرتی تھی چنانچہ یوسف علیہ السلام کے قید خانہ سے نکلنے کے بعد اس نے کھلے دل سے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور آپ علیہ السلام کو سچا کہنے لگی۔ ورنہ زلیخا کوئی بدکار عورت نہ تھی۔ محض محبت کے سبب اپنے ہوش کھو بیٹھی تھی اور چونکہ عزیز مصر نامرد تھا اس لیے زلیخا باکرہ ہی تھی چنانچہ فطری طور پر یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکی اور آپ علیہ السلام کو مائل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ناکام رہی۔ بہر حال اس کی مراد پوری ہوئی اور یوسف علیہ السلام کی زوجہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اور اس سے یوسف علیہ السلام کے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام افرایم اور دوسرے کا نام میشا تھا۔ (ابن کثیر، تفسیر کبیر ج ۸)

یوسف علیہ السلام کی بھائیوں سے ملاقات:

قحط سالی کا زمانہ شروع ہوا تو تمام ملک کے لوگ اس قحط سالی کا شکار ہونے لگے اور چونکہ غلہ کی تقسیم کا اختیار آپ علیہ السلام کو حاصل تھا اس لیے تمام اہل مصر یوسف علیہ السلام کے پاس غلہ خریدنے کے لیے آنے لگے۔ چنانچہ برادران یوسف علیہ السلام نے بھی ادھر کا رخ کیا اور آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے یوسف علیہ السلام انہیں دیکھتے ہی پہچان گئے لیکن وہ یوسف علیہ السلام کو پہچاننے سے قاصر رہے ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ صاحب اقتدار اور بلند شان و شوکت اور قدر و منزلت پر فائز شخص ان کا بھائی یوسف ہے جسے وہ صرف بیس درہم میں قافلے والوں کو فروخت کر چکے تھے اس لیے وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ یہ عزیز مصر ان کا بھائی یوسف ہے۔

بہر حال حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا یعنی انہیں نہیں بتایا کہ میں تمہارا بھائی یوسف ہوں چنانچہ آپ علیہ السلام نے ایک اجنبی بن کر ان کے گھر کے حالات وغیرہ معلوم کیے تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے والد بہت ضعیف ہیں اور یہاں

آنے کی طاقت نہیں رکھتے اور ہمارا چھوٹا بھائی والد کی خبر گیری، خدمت گزاری کے سبب ان کے ساتھ گھر پر ہی ہے۔ آپ علیہ السلام اپنے چھوٹے بھائی بنیامین سے ملنا چاہتے تھے تاکہ اپنے بھائی کو دیکھ کر اپنے جزبہ محبت کو ٹھنڈا کر سکیں چنانچہ آپ علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ اس مرتبہ تو میں تمہیں تمہارے والد اور بھائی کے حصے کا غلہ تمہیں دے رہا ہوں لیکن آئندہ تم اپنے بھائی کو بھی ساتھ لانا اگر تم اپنے بھائی کو ساتھ نہ لائے تو میں تمہیں بھی غلہ نہیں دونگا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کے میں کتنا مہمان نواز ہوں اور پیمانے کو بھر بھر کر دیتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے یہ ترتیب وترغیب اس لیے دلائی تاکہ آپ علیہ السلام کے بھائی دوبارہ غلہ لینے مصر آئیں اور بنیامین کو بھی ساتھ لے کر آئیں۔ پھر جب آپ علیہ السلام کے بھائی غلہ لے کر لوٹنے لگے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ چپکے سے اس رقم کو جو وہ غلہ کے عوض دے چکے ہیں ان کے بوروں میں رکھ دو۔

ایک قول کے مطابق آپ علیہ السلام نے یہ اس لیے کیا کہ جب وہ اپنا سامان گھر جا کر کھولیں گے اور اس میں رقم دیکھیں گے تو اس رقم کو واپس کرنے کے لیے دوبارہ لوٹ کر آئیں گے ان کے دل میں یہ خیال آئے گا کہ شاید انہوں نے بھولے سے یہ رقم نہ رکھ دی جبکہ دوسرے قول کے مطابق آپ علیہ السلام کا یہ کرنا دراصل اپنے اقرباء سے صلہ رحمی اور معاشی مشکلات میں ان کا ہاتھ بٹانے کے سبب تھا۔

اور اس سبب سے بھی آپ علیہ السلام نے ایسا کیا کہ آپ علیہ السلام کو اندیشہ لاحق ہو کہ ہوسکتا ہے کہ معاشی تنگی اور رقم نہ ہونے کے سبب آپ علیہ السلام کے بھائی دوبارہ غلہ خریدنے مصر نہ آسکیں لہٰذا آپ علیہ السلام نے دوبارہ مصر بلانے کے لیے وہ رقم واپس تھیلوں میں رکھ دی۔ (تفسیر کبیر، ابن کثیر، روح المعانی)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''اور ایک روز آنکلے برادران یوسف (علیہ السلام) اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے سو آپ نے تو انہیں پہچان لیا لیکن وہ آپ کو نہ پہچان سکے۔ سو

جب مہیا کردیا ان کے لیے ان کی (رسد و خوراک) کا سامان تو فرمایا (دوبارہ آؤ) تو لے آنا میرے پاس اپنے بھائی کو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں کس طرح پیمانہ پورا بھر کر دیتا ہوں اور میں کتنا بہتر مہمان نواز ہوں۔ اور اگر تم اسے نہ لائے میرے پاس تو (سن لو) کوئی پیمانہ تمہارے لیے میرے پاس نہیں ہوگا اور نہ تم میرے قریب آسکو گے وہ بولے ہم ضرور مطالبہ کریں گے اس کے بھیجنے کے متعلق اس کے باپ سے اور ہم ضرور ایسا کریں گے۔ آپ نے فرمایا اپنے غلاموں کو کہ (چپکے سے) رکھ دو ان کی پونجی ان کی خواجیوں میں شاید کہ وہ اسے پہچانیں جب اپنے گھر کی طرف لوٹ کر جائیں شاید وہ واپس آئیں۔" (پ۱۲ سورہ یوسف ۵۸ تا ۶۲)

برادران یوسف علیہ السلام کی واپسی:

برادران یوسف جب اپنے گھر واپس ہوئے تو انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے مصر کے حالات کا تذکرہ کیا اور انہیں بادشاہ مصر یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے نیک سلوک کے متعلق بتایا اور ساتھ ہی رقم واپس کردینے کا بھی تذکرہ کیا پھر اپنے والد سے درخواست کی کہ بادشاہ نے کہا ہے کہ اب کہ اگر اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ لاؤ گے تو تمہیں غلہ دیا جائے گا اور بھائی کو ساتھ نہ لائے تو غلہ نہیں ملے گا اس لیے آپ بنیامین کو ہمارے ساتھ غلہ لینے مصر بھیج دیں ہم اس کی حفاظت کی ذمہ داری لیتے ہیں۔ یہ سن کر یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم پوری ذمہ داری کے ساتھ اسے لے جاؤ اور واپس لے آؤ تو میں بھیجنے کو تیار ہوں ہاں اگر تم اسے واپس لانے میں بالکل بے بس و لاچار ہو جاؤ کہ کوئی تدبیر نہ بن پڑے تو پھر تم سے کوئی مواخذہ نہیں کروں گا۔

پھر یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو نظر بد سے بچنے کے لیے احتیاطی تدبیر بتاتے ہوئے حکم دیا کہ چونکہ تم تعداد میں زیادہ اور دیکھنے میں قد آور اور خوبصورت ہو لہٰذا شہر میں ایک دروازے سے داخل نہ ہونا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد محمد بن

کعب، قتادہ، سدی اور ضحاک کے قول کے مطابق یعقوب علیہ السلام کا یہ فرمانا اس سبب سے تھا کہ انہیں ڈر تھا کہ ان کے بیٹوں کو جو کہ مردانہ وجاہت اور حسن و جمال کا نمونہ تھے نظر بد نہ لگ جائے۔ (ابن کثیر)

جبکہ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کے یہ فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ بنیامین کی یوسف علیہ السلام سے علیحدگی میں ملاقات ہو جائے کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ مصر کا بادشاہ آپ کا بیٹا یوسف ہے لیکن آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کے اظہار کی اجازت نہیں فرمائی تھی۔ (تفسیر کبیر ج ۱۸)

قرآن حکیم میں مذکور ہوا

"پھر جب واپس لوٹے اپنے باپ کے پاس تو عرض کرنے لگے اے ہمارے پدر (بزرگوار) روک دیا گیا ہے ہم سے غلہ سو (از راہ نوازش) بھیجئے ہمارے ساتھ ہمارے بھائی (بنیامین) کو تاکہ ہم غلہ لاسکیں اور ہم یقیناً اس کی نگہبانی کریں گے۔ آپ نے (جواباً) فرمایا کیا میں اعتماد کروں تم پر اس کے بارے میں بجز اس کے جیسے میں نے اعتماد کیا تھا تم پر اس کے بھائی کے بارے میں اس سے قبل بس اللہ تعالیٰ ہی بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا اپنی پونجی پائی کہ ان کو لوٹا دی گئی ہے بولے اے ہمارے باپ اب ہم اور کیا چاہیں یہ ہے ہماری پونجی کہ ہمیں واپس کردی گئی اور ہم اپنے گھر کے لیے غلہ لائیں اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں۔ یہ دنیا بادشاہ کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ کہا میں اسے ہرگز تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللہ کا یہ عہد نہ دے دو کہ ضرور اسے لے کر آؤ گے مگر یہ کہ تم گھیرے میں آجاؤ۔ پھر جب انہوں نے یعقوب (علیہ السلام) کو عہد دیا اللہ کا ذمہ ہے ان باتوں پر جو ہم کہہ رہے ہیں اور کہا اے میرے بیٹو ایک دروازے سے نہ داخل ہونا اور جدا جدا دروازوں سے جانا اور میں تمہیں اللہ کی تقدیر سے نہیں بچا سکتا حکم تو سب اللہ ہی کا ہے میں نے اس پر بھروسہ کیا اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے

حکم دیا تھا اور وہ کچھ انہیں اللہ کی تقدیر سے نہ بچا سکتا۔ وہاں یعقوب کے نفس میں یہ ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کر لی۔ اور بے شک وہ صاحب علم ہے ہمارے سکھائے سے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔" (پ۱۲، سورہ یوسف نمبر۶۳ تا ۶۸)

یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی ملاقات:

برادران یوسف علیہ السلام اپنے والد کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق شہر میں الگ الگ داخل ہوئے جب یوسف علیہ السلام کو علم ہوا کہ ان کے بھائی بنیامین کو لے کر مصر آئے ہیں تو آپ علیہ السلام نے انہیں نہایت عزت و احترام سے اپنے مہمان خانوں میں ٹھہرایا اور خوب خاطر مدارات کیں پھر رات کو موقعہ نکال کر آپ علیہ السلام تنہائی میں اپنے بھائی بنیامین سے ملے اور اسے بتایا کہ میں تمہارا بچھڑا ہوا بھائی یوسف ہوں پھر آپ علیہ السلام نے اپنے بھائی کو تسلی دی تا کہ اس کا دل اپنے بھائیوں کے اس ظلم سے جو انہوں نے یوسف علیہ السلام اور ان کے والد کے ساتھ کیا تھا یہ سوچ کر کبیدہ خاطر نہ ہو۔ ساتھ ہی آپ علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو یہ بھی بتا دیا کہ ابھی اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔

پھر آپ علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس روکنے کی ایک ترکیب کی وہ یہ کہ ایک پیالہ جو کہ غلہ ناپنے کے لیے استعمال ہوتا تھا اور کافی قیمتی بھی تھا اس کے چوری کرنے پر حد نافذ ہو سکتی تھی بنیامین کے سامان میں رکھوا دیا اور پھر یہ اعلان کروا دیا کہ جو اس پیالے کا پتہ دے گا ایک بار شتر اسے مفت دیا جائے گا برادران یوسف علیہ السلام خدام پر بگڑنے لگے کہ ہم نے پیالہ چوری نہیں کیا تو خدام کہنے لگے کہ اگر پیالہ تمہارے سامان میں سے نکل آیا تو پھر کیا کرو گے تو انہوں نے کہا کہ وہ خود ہی اس کا بدلہ ہے یعنی یعقوب علیہ السلام کی شریعت کے مطابق وہ پابند تھے کہ چور کو مالک کے حوالے کر دیا جائے اور پھر وہ ہمیشہ اس کا غلام بن کر رہے چنانچہ خدام نے تلاشی لینی شروع کی بالآخر وہ پیالہ بنیامین کے سامان میں سے برآمد کر لیا گیا۔ یوسف علیہ السلام نے یہ پیالہ بنیامین کی رضامندی سے ان کے سامان میں رکھا تھا کیونکہ جب یوسف علیہ

السلام نے انہیں بتایا کہ میں تمہارا بھائی یوسف ہوں تو بنیامین واپس جانے کو رضا مند نہ ہوئے چنانچہ یوسف علیہ السلام نے انہیں یہ حیلہ بتایا کہ اسی بہانے میں تمہیں روک سکتا ہوں۔ (ابن کثیر، کبیر، روح المعانی)

چنانچہ بنیامین راضی ہو گئے۔ چنانچہ جب پیالہ بنیامین کے سامان سے برآمد ہوا تو ان کے بھائی کہنے لگے کہ اگر بنیامین نے چوری کی ہے تو کیا تعجب ہے کہ اس کے بھائی یوسف (علیہ السلام) نے بھی چوری کی تھی۔ ایک قول کے مطابق بچپن میں آپ علیہ السلام نے اپنے نانا کے بت چرا کر انہیں توڑ ڈالا تھا۔

ایک دوسرے قول کے مطابق آپ علیہ السلام کی پھوپھی جو آپ کو بہت زیادہ چاہتی تھیں آپ علیہ السلام کو اپنے پاس رکھنا چاہتی تھیں چنانچہ انہوں نے ایک دن اپنے والد اسحاق علیہ السلام کا کمر پٹہ یوسف علیہ السلام کے کپڑوں میں چھپا دیا آپ علیہ السلام اس وقت بہت چھوٹے تھے پھر آپ علیہ السلام کی پھوپھی نے فرمایا میرے والد کا کمر پٹہ گم ہو گیا ہے چنانچہ گھر میں ہی تلاش شروع کر دی گئی اور بالآخر وہ کمر پٹہ یوسف علیہ السلام کے کپڑوں سے برآمد ہو گیا چنانچہ آپ علیہ السلام کی پھوپھی نے یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ یوسف نے میرے باپ کا کمر پٹہ لیا تھا اس لیے اب اسے میرے پاس ہی رہنا ہوگا اور یوں آپ علیہ السلام کو اپنے پاس رکھنے کا حیلہ کیا گیا جسے برادران یوسف علیہ السلام نے چوری سے تعبیر کیا لیکن یوسف علیہ السلام نے اس الزام پر حلم و بردباری کا مظاہر کرتے ہوئے ان سے کچھ نہ کہا اور ان سے درگزر فرمایا۔ پھر آپ علیہ السلام کے بھائی آپ علیہ السلام سے درخواست کرنے لگے کہ ہمارے والد بہت ضعیف ہیں اور بہت ہی بلند مرتبے کے مالک ہیں لہٰذا آپ بنیامین کو معاف کر کے ہم میں سے کسی ایک کو بنیامین کی جگہ اپنے پاس رہن رکھ لیں پھر جب ہم فدیہ ادا کر دیں تو آپ ہمارے بھائی کو چھوڑ دیجئے گا لیکن آپ علیہ السلام نے یہ سن کر صاف الفاظ میں منع فرما دیا کہ جس کے سامان سے ہماری چیز برآمد ہوئی ہے وہ ہی یہاں رہ سکتا ہے اس کی جگہ کسی دوسرے کو ہم اپنے پاس رکھ کر ظلم نہیں کر سکتے۔ (ابن کثیر، روح المعانی کبیر)

درحقیقت اللہ تعالیٰ حضرت یعقوب علیہ السلام کو مزید آزمائش میں مبتلا کرنا چاہتا تھا اس لیے یوسف علیہ السلام نے بحکم الٰہی بنیامین کو روک لیا۔

(تفسیر کبیر، ج ۱۸)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''اور جب پہنچے یوسف کے پاس تو یوسف نے جگہ دی اپنے پاس اپنے بھائی کو (نیز) اسے فرمایا میں تمہارا بھائی ہوں نہ غمزدہ ہو جو یہ کیا کرتے تھے۔ پھر جب ان کو سامان مہیا کر دیا پیالہ اپنے بھائی کی خورجی میں رکھ دیا پھر ایک ندا دینے والے نے ندا دی اے قافلہ والوں بیشک تم چور ہو ان کی طرف توجہ کر کے انہوں نے کہا تمہاری کون سی چیز گم ہوئی ہے بولے بادشاہ کا پیالہ نہیں ملتا اور جو اسے لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ ہے اور میں اس کا ضامن ہوں انہوں نے کہا خدا کی قسم تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں بولے پھر کیا سزا ہے اس کی اگر تم جھوٹے ہو انہوں نے کہا اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے اسباب میں ملے وہی اس کے بدلے غلام بنے ہمارے پاس ظالموں کی یہی سزا ہے پس تلاشی لینی شروع کی ان کے سامانوں کی یوسف کے بھائی کے سامان کی تلاشی سے پہلے اسے اپنے بھائی کی خورجی سے نکال لیا ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی۔ بادشاہی قانون کے مطابق انہیں کوئی حق نہ تھا کہ وہ اسے اپنے پاس رکھیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے بھائی بولے اگر یہ چوری کرے تو بے شک اس سے پہلے اس کا بھائی چوری کر چکا ہے تو یوسف نے یہ بات اپنے دل میں رکھی اور ان پر ظاہر نہ کی جی میں کہا تم بدتر جگہ ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو باتیں بناتے ہو۔ انہوں نے کہا اے عزیز اس کے باپ بہت بوڑھے ہیں تو ہم میں سے کسی کو اس کی جگہ لے لو بے شک ہم تمہارے احسان دیکھ

رہے ہیں۔ یوسف نے کہا اللہ کی پناہ ہم تو صرف اسی کو لیں گے جس کے
پاس ہمارا سامان ملا (اگر کسی اور کو لیں) تو ہم ظالم ہوں گے۔

(پ ۱۳، سورہ یوسف آیت ۶۹ تا ۷۹)

برادران یوسف علیہ السلام کی یعقوب علیہ السلام کے پاس واپسی:

برادران یوسف مذکور صورتحال سے سخت پریشان ہوئے کہ بنیامین کے بغیر واپس کیسے جائیں کیونکہ وہ اپنے والد یعقوب علیہ السلام سے عہد کر کے آئے تھے کہ ہم بنیامین کی ذمہ داری لیتے ہیں اور اسے ساتھ ہی لے کر آئیں گے اور پہلے بھی یوسف علیہ السلام کے واقعہ پر ان کے والد ان سے ناراض اور بے حد غمگین ہوئے تھے لہٰذا اب بھی پریشان تھے کہ ان کے پاس کیا منہ لے کر جائیں گے اور واپس جانا بھی ضروری تھا کہ گھر نہیں پہنچیں گے تو گھر والے پریشان ہوں گے چنانچہ بڑے بھائی نے کہا کہ اپنے والد کا کس طرح سامنا کروں گا۔ اس لیے تم چلے جاؤ لیکن میں نہیں جاؤں گا جب تک والد مجھے اپنی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت نہ دیں یا پھر اللہ تعالیٰ ہی کوئی فیصلہ فرمادے اور میں بنیامین کو اپنے ساتھ لے کر ہی اپنے والد کی خدمت میں جاؤں گا اور تم والد کو یہ بتانا کہ کس طرح بنیامین پر چوری کا الزام لگا ہے وہ گرفتار کر لیے گئے ہیں یوسف علیہ السلام کے بھائی جب اپنے والد یعقوب علیہ السلام کے پاس پہنچے اور سارا واقعہ بیان کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ایسا نہیں ہے کیونکہ بنیامین چوری چکاری کی عادت سے پاک ہے اس نے چوری نہیں کی اور میرے لیے صبر کرنا ہی بہتر ہے چنانچہ آپ علیہ السلام بہت ہی غمگین ہو گئے اور بنیامین کی جدائی کے ساتھ ساتھ یوسف علیہ السلام کی جدائی کا غم بھی تازہ ہو گیا آپ علیہ السلام کو چپ لگ گئی اور رو رو کر آپ علیہ السلام کی بینائی بھی متاثر ہوئی آپ کے بیٹوں نے آپ کو تسلی دی تو یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ جاؤ بنیامین اور یوسف کے لیے کوشش کرو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے آپ علیہ السلام کو تسلی دی اور کہا کہ آپ اتنا غم نہ کریں کہیں اس غم کے سبب آپ بیمار نہ ہو جائیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو اپنے رب سے فریاد کر رہا ہوں جاؤ تم

بنیامین کا سراغ لگاؤ اللہ تعالیٰ ہی غم دور فرما کر خوشی عطا فرمائے گا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے گویا آپ علیہ السلام نے اشارۃً فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بنیامین کے ساتھ ساتھ میرے بچھڑے ہوئے بیٹے یوسف علیہ السلام کے ملنے کی خوشخبری بھی عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ قرآن پاک سے ارشاد ہوا

''پھر جب اس سے ناامید ہوئے الگ جا کر سرگوشیاں کرنے لگے ان کا بڑا بھائی بولا کیا تمہیں خبر نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد لے لیا تھا اور اس سے پہلے یوسف کے حق میں تم نے کیسی تقصیر کی تو میں یہاں سے نہ ہٹوں گا یہاں تک کہ میرے باپ اجازت دیں یا اللہ مجھے حکم فرمائے اور اس کا حکم سب سے بہتر ہے۔ اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ پھر عرض کرو اے ہمارے باپ بے شک آپ کے بیٹے نے چوری کی اور ہم تو اتنی ہی بات کے گواہ ہوئے تھے جتنی ہمارے علم میں تھی اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے اور اس بستی سے پوچھ دیکھئے جس میں ہم تھے اور اس قافلے سے جس میں ہم آئے اور بے شک ہم سچے ہیں (یعقوب علیہ السلام نے) کہا تمہارے نفس نے تمہیں کچھ حیلہ بنا دیا پس صبر اچھا ہے قریب ہے کہ اللہ ان سب کو مجھ سے لا ملائے بے شک وہی علم و حکمت والا ہے (اور آپ نے) ان سے منہ پھیرا اور کہا ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر اور ان کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں اور وہ غصہ کھاتے رہے (یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے) کہا خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ گور کنارے جا لگیں یا جان سے گزر جائیں، آپ نے کہا میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوئے سوائے کافروں کے۔'' (پ۱۲ سورہ یوسف آیت ۸۰ تا ۸۲)

برادرانِ یوسف علیہ السلام کی یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضری:

یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی تلاش میں روانہ کیا۔ برادران یوسف آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمارے پاس یہ حقیر سی پونجی ہے جو ہم آپ کی خدمت میں لائے ہیں تا کہ آپ ہمارا بھائی ہمیں واپس کردیں کہ ہمارے اہل خانہ اس مصیبت کے پہنچنے سے شدید رنج و پریشانی میں مبتلا ہیں۔

یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کی اس بدحالی و تنگی کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور گھر کے حالات کا سن کر آپ علیہ السلام پر رقت طاری ہوگئی آپ علیہ السلام نے ان کے ساتھ نہایت شفقت نرمی و مہربانی کا مظاہرہ فرمایا مختلف تفاسیر میں درج ہے کہ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو بطور وحی یا الہام فرمایا کہ ان کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین اور اپنے بچھڑے ہوئے بیٹے یوسف علیہ السلام کی تلاش میں بھیجا ہے چنانچہ آپ علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ وہ خط جو تمہارے والد نے تمہیں میرے لیے دیا ہے وہ مجھے دے دو چنانچہ آپ علیہ السلام کے بھائیوں نے وہ خط انہیں دے دیا جس میں یعقوب علیہ السلام نے اپنے بچھڑے ہوئے بیٹے یوسف علیہ السلام کا تذکرہ کیا تھا اور بنیامین کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا اور ساتھ ہی اپنی پریشانی و تکلیف اور اس کے سبب سے بینائی زائل ہو جانے کا بھی ذکر کیا تھا خط پڑھ کر یوسف علیہ السلام پر رقت طاری ہوگئی۔ (تفسیر روح المعانی، کبیر، ابن کثیر)

پھر آپ علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے ماضی کا تذکرہ کیا جب انہوں نے یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینکا تھا برادران یوسف آپ علیہ السلام کی زبان سے یہ بات سن کر حیران رہ گئے اور آپ علیہ السلام کی اس بات سے اور پھر انداز تبسم سے پہنچاتے ہوئے پوچھا کہ کیا آپ ہی ہمارے بھائی یوسف علیہ السلام ہیں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا () جایا ہے۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ و صبر اختیار کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا کرم و احسان فرمایا اور یہ منصب عطا فرمایا۔ (روح المعانی، ابن کثیر، تفسیر کبیر)

برادرانِ یوسف یہ سن کر شرمسار ہوئے اور اپنی خطا تسلیم کرتے ہوئے عرض کی بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر لحاظ سے ہم پر فضیلت و بزرگی عطا فرمائی بے شک ہم خطا کار تھے یہ سن کر یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو تسلی دی اور فرمایا کہ تم پر کوئی گرفت نہیں جو کچھ تم نے کیا انکا ذکر جانے دو میں نے تمہیں دل سے معاف کر دیا ہے میں تمہیں کوئی سرزنش نہیں کروں گا۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''پھر جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے بولے اے عزیز ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت پہنچی اور ہم بے قدر پونجی لے کر آئے ہیں تو آپ ہمیں پورا ناپ دیجئے اور ہم پر خیرات کیجئے بے شک اللہ خیرات کرنے والوں کو صلہ دیتا ہے۔ یوسف نے کہا کچھ خبر ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم نادان تھے، انہوں نے کہا کیا سچ مچ آپ ہی یوسف ہیں؟ آپ نے کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے بے شک اللہ نے ہم پر احسان کیا بے شک جو پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ یوسف کے بھائیوں نے کہا بے شک اللہ نے ہم پر آپ کو فضیلت دی اور بے شک ہم خطاوار تھے۔ آپ نے کہا آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (پ ۱۲، سورہ یوسف، آیت ۸۸ تا ۹۲)

یوسف علیہ السلام کا اپنی قمیص دے کر بھائیوں کا روانہ کرنا:

جبرائیل علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کی یہ اپنی قمیص (جو کہ یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بچپن میں بھائیوں کے ساتھ بھیجتے ہوئے آپ علیہ السلام کے گلے میں بطور تعویز ڈالی تھی) اپنے والد کے پاس بھیج دیجئے تاکہ اس کے ذریعے ان کی بینائی واپس مل جائے چنانچہ یوسف علیہ السلام نے اپنی وہ قمیص بھائیوں کو دے کر یعقوب علیہ السلام کی طرف روانہ کیا اور تاکید کی کہ

میرے یہ قمیص لے جا کر والد کی آنکھوں پر رکھ دو انشاء اللہ والد کی بصارت واپس آ جائے گی اور آپ علیہ السلام نے یہ بھی حکم فرمایا کہ خاندان کے تمام افراد کو میرے پاس لے آؤ تا کہ سب ایک دوسرے سے ملاقات کر سکیں اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر سکیں۔ جب برادران یوسف مصر سے قمیص لے کر روانہ ہوئے تو یعقوب علیہ السلام نے گھر میں موجود اہل خانہ سے کہا کہ مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے اگر تم میری اس بات کو بعید از قیاس نہ سمجھو۔ (ابن کثیر، ابوالسعود، تفسیر کبیر، روح المعانی)

چنانچہ یہ سن کر اہل خانہ نے کہا کہ آپ تو ابھی تک یوسف کی محبت میں گرفتار ہیں وہ آپ کے دل سے کبھی نہیں نکل سکتے۔

یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یہودا نے اپنے بھائیوں سے درخواست کی کہ تم تو جانتے ہی ہو کہ میں ہی اپنے باپ کے پاس یوسف علیہ السلام کی خون آلود قمیص لے کر گیا تھا اور انہیں غم دیا تھا اب تم مجھے اجازت دو کہ یہ خوش کر دینے والی قمیص بھی میں ہی اپنے باپ کے سامنے پیش کروں سب بھائیوں نے ان کو اجازت دے دی۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کے بیٹے آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہودا نے وہ قمیص آپ علیہ السلام کی آنکھوں پر ڈال دی قمیص کا آنکھوں سے لگنا تھا کہ آپ علیہ السلام کی بینائی واپس آ گئی آپ علیہ السلام نے فوراً یوسف علیہ السلام کا حال پوچھا تو بیٹوں نے بتایا کہ وہ مصر کے بادشاہ ہیں اور دین اسلام پر ہیں۔ یہ سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نہ کہتا تھا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے میں جانتا تھا کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور میری آنکھیں اس کے دیدار سے ضرور ٹھنڈی ہوں گی۔

(ابن کثیر، روح المعانی)

پھر یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے آپ علیہ السلام سے معافی طلب کی اور کہا کہ بے شک ہم خطاوار ہیں آپ ہمارے باپ ہیں آپ معاف کرتے ہوئے اور درگزر کرتے ہوئے ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے انہیں معاف فرماتے ہوئے وعدہ فرمایا کہ میں اپنے رب سے ضرور جلد ہی تمہاری بخشش و مغفرت طلب کروں گا۔ یعقوب علیہ السلام نے اس وقت بخشش طلب نہیں

فرمائی بلکہ اسے شب جمعہ تک موخر کیا کہ جمعہ کی رات کا وقت دعا کی قبولیت کا ہوتا ہے۔

(روح المعانی، ابن کثیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''(یوسف علیہ السلام نے کہا) یہ میری تمہیں لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔ جب قافلہ مصر سے جدا ہوا یہاں ان کے باپ نے کہا بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے یہ نہ کہو کہ سیدھی سوچ سے ہٹ گیا ہے۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی خودرفتگی میں ہیں پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ قمیص یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالی تو آپ کی آنکھیں پھر آئیں آپ نے کہا میں نہیں کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی طرف سے وہ معلوم ہے جو تم نہیں جانتے (آپ کے بیٹوں نے) کہا اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے بے شک ہم خطاوار ہیں آپ نے کہا جلدی میں تمہاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔'' (پ۱۲ یوسف آیت ۹۳ تا ۹۸)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اہل خاندان کے ساتھ مصر روانگی:

حضرت یعقوب علیہ السلام اہل خاندان کے ہمراہ اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کے لیے مصر روانہ ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب اپنے والدین اور دیگر گھر والوں کی مصر آمد کا معلوم ہوا تو آپ علیہ السلام ان کے استقبال کے لیے چار ہزار زرق برق لشکریوں کے ساتھ روانہ ہوئے بادشاہ مصر بھی اپنے لاؤلشکر کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین اور دیگر اہل خاندان کے استقبال کے لیے روانہ ہوا اور اس نے یوسف علیہ السلام کے خاندان کی عزت وتکریم کی۔

یہاں تک کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے فرمایا کہ ہوا کی طرف نظر فرمائیے کہ آپ کی شوکت وتوقیر کے سبب ملائکہ حاضر ہوئے ہیں اس

وقت ملائکہ کی تسبیح اور گھوڑوں کے ہنہنانے سے عجیب کیفیت طاری تھی حضرت یوسف علیہ السلام جب اپنے والد مکرم حضرت یعقوب علیہ السلام کے قریب پہنچے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر فرمایا ''السلام علیك یا مذهب الاحذان''

''اے غم واندوہ کو دور کرنے والے تم پر سلام'' پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند حضرت یوسف علیہ السلام کو گلے سے لگایا اور ان کا بوسہ لیا۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام انہیں بے حد عزت وتکریم کے ساتھ اپنے ساتھ لے گئے اور انہیں زرنگار تخت پر بٹھایا اور خود بھی ان کے ساتھ تشریف فرما ہوئے پھر آپ علیہ السلام کے والدین اور گیارہ بھائیوں نے آپ علیہ السلام کو تعظیماً سجدہ کیا (کیونکہ پہلی شریعتوں میں سجدہ تعظیمی جائز تھا جبکہ ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی ممنوع ہے)

یہ منظر دیکھ کر یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرے خواب کی تعبیر ہے میں نے بہت عرصہ قبل دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ (ابن کثیر، تفسیر کبیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہے

''پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا مصر میں داخل ہو اللہ چاہے تو امان کے ساتھ، اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لیے سجدے میں گرے اور یوسف نے کہا اے میرے باپ یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے بے شک اسے میرے رب نے سچا کیا اور بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرادی تھی۔ بے شک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کردے بے شک وہی علم وحکمت والا ہے۔

(پ۱۳ سورہ یوسف آیت ۹۹ تا ۱۰۰)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا وصال:

حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں تقریباً چوبیس سال مقیم رہے وفات کے وقت آپ علیہ السلام کی عمر ایک سو پنتالیس سال تھی آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی کہ مجھے شام میں والد حضرت اسحاق علیہ السلام کے پہلو میں دفن کرنا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد مکرم کی وصیت کے مطابق آپ علیہ السلام کو مصر سے شام لے گئے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا۔

یوسف علیہ السلام کا وصال:

حضرت یعقوب علیہ السلام کے وصال کے بعد یوسف علیہ السلام تیس سال ظاہری حیات میں رہے اور بوقت وصال اپنے رب کے عرض گزار ہوئے کہ یا اللہ مجھے اپنے خاص مقرب بندوں کے ساتھ ملا اور دنیا و آخرت میں مجھے حالت ایمان نصیب فرما۔

قرآن حکیم میں مذکور ہے

"اے میرے رب تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے کچھ باتوں کا انجام نکالنا سکھایا اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے تو میرا کام بنانے والا ہے دنیا اور آخرت میں مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں۔" (پ۱۳، یوسف آیت ۱۰۱)

یوسف علیہ السلام نے بوقت وصال وصیت فرمائی کہ جب تم مصر سے نکلو تو مجھے بھی ساتھ لے جانا اور مجھے میرے اباء و اجداد کے پہلو میں دفن کر دینا چنانچہ آپ کے جسم مبارک کو ایک تابوت میں رکھ کر دفن کر دیا گیا۔

آپ علیہ السلام کے وصال کے بعد مصر کے لوگوں میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا ہر ایک کی خواہش تھی کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے محلے میں جگہ دی جائے تا کہ بعد از وصال بھی وہ آپ سے برکت حاصل کر سکیں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پہلے آپ علیہ السلام کو دریائے نیل کے دائیں جانب دفن کیا گیا تو اس طرف کا علاقہ سرسبز و شاداب رہنے لگا اور دوسری جانب خشک رہنے لگا پھر آپ علیہ السلام کے تابوت کو نکال کر نیل کے بائیں جانب دفن کیا گیا تو اس طرف خوشحالی آ گئی اور دوسری طرف خشکی طاری ہوگئی چنانچہ آپ علیہ لاسلام کو دریائے نیل کے درمیان میں دفن کیا گیا اور اس طرح دونوں اطراف سرسبز و شاداب ہوگئے یہاں تک کہ چار سو سال کا عرصہ گزر گیا جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ مصر سے روانہ ہوئے تو آپ علیہ السلام کے جسم مبارک کو بھی ساتھ لے گئے اور ملک شام میں آپ کے اہل خاندان کے پاس آپ کو دفن کر دیا گیا۔

تورات کے مطابق وصال کے وقت آپ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔

(تفسیر مداری و خطیب، ابن کثیر)

حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد:

حضرت یوسف علیہ السلام کے پسماندگان میں دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی ایک بیٹے کا نام افرائیم اور دوسرے کا میشا تھا۔ افرائیم کے بیٹے کا نام نون اور نون کے بیٹے کا نام یوشع تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک حیات رہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لیے جاتے وقت حضرت یوشع بن نون کو اپنے ساتھ رکھا تھا۔

یوسف علیہ السلام کی ایک بیٹی تھی جن کا نام رحمۃ تھا جو حضرت ایوب علیہ السلام کے نکاح میں آئیں۔ (تذکرۃ الانبیاء)

تذکرہ حضرت داؤد علیہ السلام

ولادت و شجرہ نسب:

حضرت داؤد علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پانچ سو ننانوے سال بعد تشریف لائے۔ (جلالین، التسخیر للسیوطی)

آپ کا شجرہ نسب اس طرح بیان ہوا ہے داؤد بن اشیا بن عوید بن عابر بن سلمون بن نحشون، بن عودینادب، بن ارم بن حضرون بن یہودا بن بن یعقوب بن ابراہیم خلیل اللہ۔ علیہم السلام (ابن کثیر)

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پستہ قد کے مالک تھے آنکھیں نیلی اور بال قدرے تھوڑے تھے۔ (ابن کثیر) (پ۲۳ ع۱۱)

نبوت بادشاہت:

حضرت داؤد علیہ السلام نبی بھی تھے اور بنی اسرائیل کے بادشاہ بھی جبکہ اس سے قبل بادشاہ ایک نسل سے ہوتا تو نبی دوسری نسل سے لیکن آپ علیہ السلام میں نبوت و بادشاہت ایک جگہ جمع ہوگئیں۔ آپ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے ظالم حکمران جالوت کو قتل کیا بنی اسرائیل آپ کے اس کارنامے کے سبب آپ کو اپنا بادشاہ بنانے پر مصر ہوگئے اور اس طرح جالوت کے قتل کے بعد آپ علیہ السلام اس مملکت کے فرمانروا ہوئے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

"اور قتل کر دیا داؤد نے جالوت کو اور عطا فرمائی داؤد کو اللہ نے حکمت اور

دانائی اور سکھا دیا اس کو جو چاہا......" (پ۲ البقرۃ آیت ۲۵۱)

"اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر......"

(پ۲۳ سورہ ص آیت ۲۵)

داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ فضیلت بخشی کہ پہاڑوں کو آپ کے لیے مسخر فرما دیا کہ پہاڑ آپ علیہ السلام کے تابع تھے آپ علیہ السلام جہاں جاتے پہاڑ آپ کے ساتھ ساتھ چلتے تھے اور آپ علیہ السلام جس جگہ پہاڑوں کو بھیجنا چاہتے پہاڑ آپ علیہ السلام کے حکم سے وہاں چلے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو بہت خوبصورت پرسوز آواز سے نوازا تھا یہاں تک کہ جب آپ علیہ السلام اپنی خوبصورت آواز میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو پہاڑ اور پرندے بھی آپ کی خوش الحانی کے ساتھ شامل ہو جاتے اور ان کے پاس سے بھی تسبیحات کی "گنگناہٹ" سنائی دینے لگتی۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب اپنی خوبصورت آواز میں تسبیحات پڑھتے تو پرندے آپ علیہ السلام کے قریب آ کر کان لگا کر یہ تسبیحات سنتے اور خود بھی تسبیح پڑھنے لگتے۔ ایک اور روایت کے مطابق جب آپ علیہ السلام زبور کی تلاوت کیا کرتے تو لحن کے سوز سے پرندے آپ علیہ السلام کے سر مبارک پر آ کر ٹھہر جاتے اور ان کی لے میں اپنی تسبیح شامل کر لیتے اور پہاڑ بھی اس تسبیح میں شامل ہو جاتے۔"

امام اوزاعی حضرت عبداللہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو خوبصورت آواز سے نوازا تھا یہاں تک کہ کوئی دوسرا شخص یوں نہ نوازا گیا ہوگا آپ علیہ السلام کی تلاوت سن کر تمام چرند و پرند آپ کے گرد اکٹھے ہو جاتے اور پورا دن اسی آواز کی خوبصورتی میں گم رہتے اور آپ علیہ السلام کے پاس سے ہٹنے کا نام نہیں لیتے حتیٰ کہ ان میں سے بعض بھوک و پیاس سے مر جاتے مگر آپ علیہ السلام سے دور ہونا پسند نہیں کرتے۔ آپ علیہ السلام کی یہ خوبصورت آواز جب کوئی سنتا تو مست ہو کر رقص کے انداز میں اچھلنے لگتا۔

حضرت امام احمد سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''داؤد علیہ السلام کے لیے قرآت آسان کر دی گئی تھی آپ علیہ السلام گھوڑے پر زین کسنے کا حکم دیتے اور جب زین کس چکی ہوتی تو آپ اس سے پہلے کلام مجید کی قرآت مکمل کر چکے ہوتے یعنی حسن صوت کے ساتھ ساتھ آپ کو تلاوت میں یہ کمالِ تیزی کی قوت بھی حاصل تھی۔

(تفسیر کبیر، ابن کثیر)

قرآن حکیم میں آپ کی اس فضیلت کا تذکرہ یوں کیا گیا

''اور بے شک ہم نے داؤد و سلیمان کو بڑا علم عطا کیا اور دونوں نے کہا سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی۔'' (پ۱۹ النمل آیت ۱۵)

ایک اور جگہ ارشاد ہوا

''بے شک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑ مسخر کر دیئے کہ تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکتے اور پرندے جمع کئے ہوتے سب اس کے فرمانبردار تھے۔''

(پ۲۳ ص آیت ۱۸-۱۹)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''بے شک ہم نے اپنی جناب میں داؤد کو بڑی فضیلت بخشی۔ (ہم نے حکم دیا) اے پہاڑو! تسبیح کہو اس کے ساتھ مل کر اور پرندوں کو بھی یہی حکم دیا اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کیا......'' (پ۲۲ سورۃ السباء آیت ۱۰)

ایک اور جگہ ارشاد ہوا

''اور ہم نے فرمانبردار بنا دیا داؤد کا پہاڑوں اور پرندوں کو وہ سب ان کے ساتھ مل کر تسبیح کیا کرتے اور (یہ شان) ہم دینے والے تھے......''

(پ۱۷، سورۃ الانبیاء، آیت ۷۹)

لوہے پر قدرت اور ذرہ بنانے کا ہنر:

حضرت حسن بصری اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو اتنا نرم فرما دیا تھا کہ آپ علیہ السلام اسے ہاتھ سے بٹتے اور آگ میں گرم کرنے اور کوٹنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ (ابن کثیر)

یعنی آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا موم کی طرح نرم ہو جایا کرتا تھا کہ آپ جدھر چاہے اسے موڑ لیتے اور ذرہ بنا لیتے۔

آپ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ مجھے ذرہ بنانے کا علم عطا فرما دے اور مجھ پر ذرہ بنانا آسان فرما دے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذرہ بنانے کا علم عطا فرمایا اور لوہے کو آپ کے ہاتھ میں گندھے ہوئے آٹے کی طرح نرم فرما دیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو ذرہیں بنانے کی توفیق بخشی اس کا طریقہ سکھایا کہ نہ ہی کیل اتنی باریک ہو کہ ٹوٹ جائے اور نہ اتنی موٹی کہ سر میں چبھ جائے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے ہی جالی دار ذرہ بنائی اس سے پہلے ذرہیں تختہ نما ہوتی تھیں۔ (ابن کثیر)

قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''اور ہم نے لوہے کو اس کے لیے نرم کر دیا (اور حکم دیا) کشادہ ذرہیں بناؤ اور (ان کے) حلقے جاڑنے میں اندازے کا خیال رکھو۔

(پ۲۲ سورہ النساء آیت ۱۰-۱۱)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

''اور ہم نے سکھا دیا انہیں ذرہ بنانے کا ہنر تمہارے فائدے کے لیے تاکہ وہ ذرہ بچائے تمہیں تمہاری زد سے......'' (پ۲۳ سورۃ الانبیاء آیت ۸۰)

اپنے ہاتھ کی کمائی:

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کمایا ہوا رزق کھانا پسند فرماتے تھے آپ کا

ذریعہ معاش ذرہ بنانا تھا آپ علیہ السلام روزانہ ایک ذرہ بناتے جو چھ ہزار درہم تک فروخت ہوتی تھی آپ علیہ السلام اس آمدنی کا تہائی حصہ مسلمانوں پر خرچ فرماتے اسی آمدنی سے آپ اپنے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے فقراء ومساکین کو بھی اسی میں سے دیتے۔ (ابن کثیر، روح المعانی)

ایک روایت کے مطابق آپ علیہ السلام نے ۳۶۰ ذرہیں تیار فرمائیں جن سے اس قدر آمدنی ہوئی کہ آپ علیہ السلام نے بیت المال سے خرچ لینا بند کردیا اور کثیر رقم غرباء پر خرچ کی۔ (روح المعانی)

متقی وعبادت گزار:

اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو رب تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری اور اس کی عبادت کی قوت عطا فرمائی آپ علیہ السلام پوری پوری رات رب عزوجل کی عبادت میں گزار دیا کرتے اور ایک دن روزہ اور دوسرے دن افطار کرتے۔ (ابن کثیر)

مسلم وبخاری شریف کی روایت کردہ حدیث مبارکہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزوجل کے نزدیک پسندیدہ تر نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور پسندیدہ تر روزے بھی آپ ہی کے ہیں۔''

آپ علیہ السلام بہادر اور نڈر تھے دشمن سے سامنا ہوجاتا تو کبھی پیٹھ نہ پھیرتے۔

قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''یاد فرماؤ ہمارے بندے داؤد کو جو بڑا طاقتور تھا وہ (ہماری طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا......۔'' (پ۲۳ ص آیت ۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں طاقتور سے مراد فرمانبرداری کی قوت ہے یعنی داؤد علیہ السلام کو عبادت کی قوت سے نوازا گیا تھا۔ (ابن کثیر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں داؤد علیہ السلام کے روزوں کے متعلق بتاؤں کہ داؤد علیہ السلام بہت روزے رکھنے والے بہت زیادہ قیام کرنے والے اور بہت بہادر تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہترین روزے داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ اور رات کے وقت وہ ایسی نماز ادا کرتے کہ خود بھی روتے اور ہر چیز پر بھی گریہ طاری کر دیتے اور داؤد علیہ السلام ستر آوازوں میں زبور پڑھتے اور خوب خوش الحانی کا مظاہرہ کرتے۔" (ابن کثیر)

داؤد علیہ السلام کے حکیمانہ اقوال:

روایت کیا گیا ہے داؤد علیہ السلام نے فرمایا

"اے گناہ کی فصل کاشت کرنے والے تو اس کھیت سے کانٹے اور خاردار جھاڑیاں ہی اٹھائے گا۔"

اور فرمایا: "احمق خطیب کی مثال اپنی قوم میں ایسی ہے جیسے اس گانے والے کی مثال جو میت پر کھڑا گا رہا ہو۔"

آپ علیہ السلام کا فرمان ہے: "غنی کے بعد فقر کتنا ہی قبیح ہے مگر اس سے بھی زیادہ قبیح ہدایت کے بعد گمراہ ہو جانا ہے۔"

فرمایا: "دیکھ اپنی قوم میں تو جس چیز کو ناپسند کرتا ہے کہ تیری طرف منسوب ہو اسے تخلیے میں ہرگز نہ کر۔"

ایک اور جگہ فرمایا: "اپنے بھائی سے وہ وعدہ مت کر جو پورا نہ کر سکے یہ چیز تیرے اور اس کے درمیان عداوت کا سبب بن جائے گی۔"

داؤد علیہ السلام اور آپ کی آل کی حکیمانہ باتوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ فرمایا "عقلمند پر لازم ہے وہ چار گھڑیوں میں غفلت کا شکار نہ ہو ایک اس وقت جب وہ اپنے رب سے مناجات کر رہا ہو دوسرے جب اپنی ذات کا محاسبہ کر رہا ہو تیسرے اس گھڑی جب وہ ایسے دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہو جو اسے اس کے عیبوں سے آگاہ کرتے ہوں اور اس کے نفس کے بارے میں سچی سچی باتیں اسے بتاتے ہوں۔ اور چوتھے جب وہ خلوت میں ہو کہ وہاں نفس اور اس کے رب کے سوا کوئی نہ ہو۔ وہاں دیکھے کہ کیا حلال ہے اور کیا چیز زیبا ہے یہ ایک گھڑی پہلی تین گھڑیوں کی معاون ہے اور دلوں کے لیے

تسکین ہے۔"

فرمایا: "عقلمند پر لازم ہے کہ وہ اپنے وقت کو پہچانے اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنے کام کی طرف متوجہ رہے۔"

مزید فرمایا: "عاقل کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ تین میں سے کسی ایک صورت میں سفر کرے آخرت کے توشے کے لیے، اپنی گزر اوقات کی فراہمی کے لیے، اور غیر محرم میں لذت (نکاح) کے لیے۔"

آپ علیہ السلام کے حکمت بھرے اقوال میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ فرمایا "یتیم کے لیے رحیم باپ کی مانند بن جا اور جان لے کہ تو ایک کھیتی کی مانند ہے جو بوئی جاتی ہے اور پھر کاٹی جاتی ہے۔" (ابن کثیر)

اللہ کے مقرب:

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں داؤد علیہ السلام کے لیے ارشاد فرمایا:

"بے شک ان کے لیے ہمارے ہاں بڑا اقرب ہے۔" (ص نمبر ۲۵)

یعنی داؤد علیہ السلام کے لیے بروز قیامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقام قرب عطا فرمایا جائے گا جو قربُ کی انتہاؤں میں سے ہوگا۔

حضرت مالک بن دینار سے روایت ہے کہ فرمایا قیامت کے روز داؤد علیہ السلام پایہ بخشش کے پاس کھڑے ہوں گے رب قدوس فرمائے گا اے داؤد آج اسی طرح خوبصورت اور مترنم آواز سے میری مدح وستائش کر جیسے دنیا میں کیا کرتا تھا داؤد علیہ السلام عرض کریں گے اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تو نے وہ آواز مجھ سے واپس لے لی ہے تو رب قدوس فرمائے گا آج وہ آواز میں تجھے پھر لوٹاتا ہوں۔ راوی فرماتے ہیں کہ جب داؤد علیہ السلام بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کریں گے تو اہل جنت کو تمام نعمتیں اس آواز کے مقابلے میں ہیچ محسوس ہوں گی۔" (ابن کثیر)

یقیناً آپ علیہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی مقرب ہوں گے۔

وصال:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ داؤد علیہ السلام کے وصال کے وقت آپ علیہ السلام کی عمر مبارک سو سال تھی۔ (ابن کثیر)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند میں فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ داؤد علیہ السلام بہت غیرت مند انسان تھے جب آپ علیہ السلام کا شانہ اقدس سے باہر تشریف لے جاتے تو گھر کا دروازہ بند کر جاتے اور آپ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں کہ جب تک آپ علیہ السلام واپس نہ آ جاتے ایک دن آپ علیہ السلام باہر تشریف لے گئے اور دروازہ بند ہو گیا جب آپ علیہ السلام کی زوجہ گھر کے کام کرنے لگیں تو دیکھا کہ ایک شخص صحن میں کھڑا ہے آپ کی زوجہ نے گھر میں موجود گھر والوں کو بلا کر فرمایا کہ یہ شخص کس طرح اندر آ گیا حالانکہ دروازہ بند تھا آج ہم داؤد علیہ السلام کے سامنے شرمندہ ہوں گے داؤد علیہ السلام تشریف لائے دیکھا کہ گھر کے درمیان ایک شخص کھڑا ہے آپ علیہ السلام نے پوچھا تو کون ہے تو وہ شخص بولا میں وہ ہوں جو بادشاہوں سے مرعوب نہیں ہوتا اور نہ پردے میری راہ روک سکتے ہیں داؤد علیہ السلام نے فرمایا تو بخدا پھر آپ فرشتہ اجل ہیں۔ اللہ کا حکم سر آنکھوں پر پھر داؤد علیہ السلام وہیں ٹھہر گئے حتیٰ کہ عزرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کی روح قبض فرمالی۔ آپ علیہ السلام کی تجہیز و تکفین کے بعد سورج طلوع ہوا سلیمان علیہ السلام نے پرندوں سے فرمایا داؤد علیہ السلام پر سایہ کردو چنانچہ پرندوں نے اپنے پروں سے سایہ کر دیا یہاں تک کہ زمین تاریک ہو گئی اس کے بعد سلیمان علیہ السلام نے پرندوں سے فرمایا اپنے پروں کو سکیڑ لو۔ (مسند احمد، ابن کثیر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ داؤد علیہ السلام کا اچانک وصال ہوا اور یہ ہفتہ کا دن تھا۔ پرندوں نے آپ علیہ السلام پر سایہ کیا۔

''تذکرہ حضرت ایوب علیہ السلام''

نام و شجرہ نسب:

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا شجرہ نسب یہ ہے ایوب بن موص بن رازح بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ابن عساکر کی روایت کے مطابق ایوب علیہ السلام کی والدہ لوط علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔
(ابن کثیر)

آپ علیہ السلام کی زوجہ کا نام رحمتہ ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بیٹے افرائیم کی بیٹی تھیں۔

مال و متاع:

حضرت ایوب علیہ السلام نہایت امیر اور کبیر و مالدار شخص تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کی دولت اور مال و متاع کی فراوانی سے نوازا تھا۔ مال و دولت، مویشی، غلام، کھیت کھلیان، وسیع اراضی، اولاد غرض ہر قسم کی سہولیات آرام و آسائش آپ علیہ السلام کو میسر تھا آپ علیہ السلام کے سات بیٹے اور سات بیٹیاں تھیں۔
(روح المعانی...... ابن کثیر)

آزمائش:

آزمائش دو طرح کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو کبھی مال و دولت اولاد و صحت عطا فرما کر آزماتا ہے تو کبھی بیماری دکھ و تکلیف اور مشکلات میں مبتلا کر کے آزماتا ہے حضرت ایوب علیہ السلام چونکہ اللہ تعالیٰ کے بے حد مقرب تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ علیہ السلام کو مال و دولت آرام و سکون صحت و اولاد ہر قسم کی راحت و

خوشی عطا فرمائی اور آپ علیہ السلام اس آزمائش میں بہ احسن و خوبی عظیم کامیابی سے سرفراز ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو آزمائش کی دوسری قسم میں مبتلا کیا یعنی آپ علیہ السلام کے باغات کھیت کھلیان جانور، چرواہے سب کچھ ختم ہوگیا۔ زمین کے نیچے سے قدرتی آگ نے سب کچھ جلا کر خاکستر کردیا پھر آپ علیہ السلام کی اولاد زلزلے سے فوت ہوگئی اور ایک بچہ بھی نہ بچا یہی نہیں بلکہ اس کے بعد آپ علیہ السلام شدید بیمار ہوگئے یہاں تک کہ جسم کا کوئی حصہ سوائے دل و زبان اور آنکھوں کے کوئی حصہ بیماری اور تکلیف سے نہ بچ سکا جب بیماری طول پکڑ گئی تو سب دوست احباب بھی آپ کا ساتھ چھوڑ گئے سوائے آپ کی زوجہ محترمہ کے جو ہر دم آپ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہیں اور پوری پوری دیکھ بھال کرتی رہیں۔ (ابن کثیر)

ایوب علیہ السلام کا بے مثال صبر و شکر:

حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بے حد شکر گزار اور صابر بندے تھے آپ علیہ السلام نے انتہائی صبر و شکر کے ساتھ آزمائش کا مقابلہ کیا اور اس دوران ہر دم اپنے رب کے حضور شکر ادا کرتے رہے۔ مال و دولت جانور کھیت کھلیان سب کچھ تباہ ہوگیا مگر آپ نے اف تک نہ کی اور فرمایا یہ سب مال و دولت اسی کا عطا کردہ تھا وہ جب چاہے واپس لے سکتا ہے جس کی چیز تھی اس نے واپس لے لی۔

جب آپ علیہ السلام کی سب اولاد فوت ہوگئیں تو اس وقت بھی آپ علیہ السلام نے کمال صبر کا مظاہرہ فرمایا اور فرمایا کہ ہر چیز اسی کی دین ہے وہ جو چاہے کرے وہ مالک و مختار ہے۔ بیماری کے دنوں میں بھی آپ علیہ السلام صبر و برداشت سے کام لیتے رہے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ اور کوئی شکایت زبان پر نہ لائے۔ جیسے جیسے آپ علیہ السلام پر تکالیف آتی گئیں آپ علیہ السلام کے صبر و شکر میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

ایک مرتبہ آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ نے فرمایا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں انشاء اللہ آپ کو ضرور شفا عطا ہوگی یہ سن کر ایوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے صحت و تندرستی عیش و عشرت راحت و سکون مال و دولت کی فراوانی میں اسی سال کا طویل

عرصہ گزارا تو کیا میں اللہ تعالیٰ کے لیے اسی سال تک اس مصیبت پر صبر نہیں کرسکتا آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں اس سے دعا کروں جبکہ میری آزمائش کا وقت اتنا بھی نہیں ہوا جتنا میری آسائش کا وقت تھا۔ سن کر آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ رو پڑیں۔ آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ دن بھر محنت مزدوری کرتیں اور جو پیسے ملتے اس سے حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے خوراک اور دوا وغیرہ کا بندوبست کرتیں۔ آپ بھی صبر وشکر میں بے مثال تھیں۔ (ابن کثیر)

شیطان کا وار:

مفسرین کرام ارشاد فرماتے ہیں آپ علیہ السلام کی بیماری کے دوران ایک مرتبہ شیطان آپ علیہ السلام کی زوجہ کے پاس طبیب کی صورت میں آیا اور کہنے لگا کہ تمہارے شوہر بہت بڑی تکلیف میں مبتلا ہیں اگر تم چاہتی ہو تو میں انہیں دوا دیتا ہوں جس سے وہ صحت یاب ہو جائیں گے مگر ساتھ ہی شیطان نے چند الفاظ بتائے کہ جب تمہارے شوہر ٹھیک ہو جائیں تو یہ الفاظ کہیں۔ ایوب علیہ السلام کی زوجہ شیطان کے اس مکروفریب کو نہ سمجھیں اور حضرت ایوب علیہ السلام کو سارا ماجرا کہہ سنایا جسے سن کر ایوب علیہ السلام شیطان کے اس وار کو سمجھ گئے کہ وہ میرے منہ سے ایسے الفاظ کہلوانا چاہتا ہے جس سے میں اپنے رب کے دیئے ہوئے امتحان میں ناکام ہو جاؤں چنانچہ آپ علیہ السلام نے اپنی زوجہ سے ناراضگی کا اظہار کیا اور ارشاد فرمایا کہ اگر میں ٹھیک ہو گیا تو تمہیں سو کوڑے ماروں گا۔ (روح المعانی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کے نبی حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال بیمار رہے۔

آزمائش کا اختتام:

حضرت ایوب علیہ السلام نے بے مثال صبر وشکر کا مظاہرہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے اپنی تکالیف ومصائب دور کرنے کی التجا نہیں کی یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کی آزمائش

کا دور ختم ہوا اور رب تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو آزمائش میں سرخرو فرمایا اور آپ کی تمام تکالیف و مصائب دور ہو گئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفائے کاملہ عطا فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو کھویا ہوا مال و اولاد دوبارہ عطا فرما دیئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ اپنا پاؤں زمین پر مارو تو اس سے چشمہ جاری ہوگا اس سے پانی پیو اور نہاؤ تمہیں شفا ہوگی چنانچہ آپ علیہ السلام نے پانی پیا اور اسی پانی سے غسل کیا یہاں تک کہ ظاہری اور اندرونی تمام بیماریوں کا خاتمہ ہو گیا آپ علیہ السلام کی زوجہ آپ کے پاس آئیں تو اس جگہ آپ کو نہ پایا پھر آپ کو تلاش کرنے لگیں چونکہ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو تندرستی اور صحت عطا فرما دی تھی اور آپ پہلے سے بھی زیادہ حسین و جمیل ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو تندرستی کے بعد جنتی حُلّہ پہنایا تھا چنانچہ آپ علیہ السلام کی زوجہ نے آپ کو دیکھا تو پہچان نہ سکیں اور آپ سے کہنے لگیں کہ کیا تم نے یہاں ایک شخص کو دیکھا ہے جو بیمار تھا اور یہیں رہتا تھا آپ علیہ السلام نے اپنی زوجہ سے فرمایا کہ میں ہی ایوب ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے تندرستی اور شِفا عطا فرمائی ہے۔

جمہور علماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی تمام فوت شدہ اولادوں کو زندہ کر دیا۔ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے تمہیں تمہارا مال تمہاری اولاد دوبارہ تمہیں عطا فرما دی اور ان ہی کی مثل اور بھی نعمتیں تمہیں عطا فرما دیں اب آپ اپنے اصحاب کو اپنا قرب بخشئے اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کیجئے کیونکہ انہوں نے آپ کے حق میں میری نافرمانی کی ہے۔ (ابن کثیر، روح المعانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو عافیت بخشی تو آپ علیہ السلام پر سونے کی ٹڈیوں کی بارش فرمائی آپ علیہ السلام انہیں ہاتھوں سے پکڑ پکڑ کر کپڑے میں

باندھنے لگے ان سے کہا گیا ایوب کیا سیر نہیں ہوئے؟ عرض کی پروردگار تیری رحمت سے کون سیر ہوسکتا ہے؟ (مسند احمد)

دیگر روایات کے مطابق ایوب علیہ السلام کو دو کھلیان عطا کئے گئے تھے ایک کھلیان گندم کے لیے دوسرا جو کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے بادل کے دو ٹکڑے بھیجے جب ایک بادل کا ٹکڑا گندم کی کھلیان پر گزرا تو وہ کھلیان سونے سے بھر گیا حتیٰ کہ سونا کناروں سے باہر آنے لگا اور جب دوسرا ٹکڑا دوسرے کھلیان پر گیا تو وہ چاندی سے بھر گیا یہاں تک کہ چاندی کناروں سے باہر آنے لگی۔ (ابن کثیر)

قسم سے رخصت:

جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی زوجہ سے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور قسم کھائی کہ ٹھیک ہونے پر میں تمہیں سو کوڑے ماروں گا چونکہ آپ کی یہ ناراضگی اور قسم کھانا رب تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر تھا اس لیے رب تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آپ علیہ السلام کی زوجہ کو کوڑوں سے بچا لیا کہ آپ علیہ السلام کی زوجہ بھی اس ساری آزمائش میں کامیابی سے ہمکنار ہوئی تھیں اور آپ نے اتنی تکلیفوں اور مصائب و آلام کے باوجود اپنے شوہر ایوب علیہ السلام کا ایک لمحے کے لیے بھی ساتھ نہ چھوڑا تھا۔ چنانچہ رب تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو حکم دیا کہ سوتنکوں والی ایک جھاڑو لے لیں اور اس سے اپنی زوجہ کو ماریں تاکہ قسم بھی پوری ہو جائے زوجہ کو بھی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔

یہ تمام واقعات قرآن حکیم میں اس طرح مذکور ہوئے:

"اور یاد کرو ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے تو ہم نے اس کی دعا سن لی تو ہم نے دور کردی جو تکلیف اسے تھی اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کئے اپنے پاس سے رحمت فرما کر اور بندگی والوں کے لیے نصیحت۔" (پ۱۷ سورہ الانبیاء آیت ۸۳-۸۴)

ایک اور جگہ ارشاد ہوا

''اور یاد کرو ہمارے بندے ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا دی اور ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے برابر اور عطا فرما دیئے اپنی رحمت کرنے اور عقلمندوں کی نصیحت کو اور فرمایا اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دے اور قسم نہ توڑ بے شک ہم نے صابر پایا کیا اچھا بندہ بے شک وہ رجوع لانے والا ہے۔''

(پ ۲۳، سورہ ص آیت ۴۱-۴۴)

وصال:

ابن جدبر اور دیگر علماء کرام کی روایت کے مطابق حضرت ایوب علیہ السلام کا تہتر ۷۳ سال کی عمر میں وصال ہوا آپ کے وصال کے بعد آپ کے بیٹے نے اشاعت دین کا کام سنبھالا بعض علماء کے نزدیک حضرت ذوالکفل حضرت ایوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ (ابن کثیر)

(۱) حلیہ مبارک:

حضرت ایوب علیہ السلام بہت اچھی شکل وصورت کے مالک تھے۔ آپ علیہ السلام کی آنکھیں موٹی اور خوبصورت، سینہ مبارک چوڑا اور پنڈلیاں اور کلائیاں موٹی تھیں۔ آپ علیہ السلام کے بال گھنگریالے تھے اور قد لمبا تھا۔

(روح المعانی ج ۹ حصہ دوئم صفحہ نمبر ۸۰)

(۲) صفات:

ایوب علیہ السلام بے مثال صبر وشکر کرنے والے تھے۔ آپ علیہ السلام مسکینوں پر رحم کرتے، بیوہ عورتوں کی معاونت اور یتیموں کی کفالت فرماتے اور مہمانوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور عزت وتکریم سے پیش آتے۔ (تفسیر کبیر)

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

جمہور علماء کے مطابق آپ علیہ السلام حضرت ایوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔
آپ کا نام بشر ہے یا شرف ہے۔
قرآن حکیم میں آپ کا تذکرہ ہوا
''اور یاد کرو اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو اور سب اچھے ہیں۔''

(پ۲۳ ع۱۳ سورۃ ص ۴۸)

ایک اور جگہ مذکور ہوا
''اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو یاد کرو وہ صبر والے تھے اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا بے شک وہ ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں ہیں۔ (پ۱۷، الانبیاء، نمبر ۸۵-۸۶)

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو آپ کے والد حضرت ایوب علیہ السلام کے بعد نبی بنا کر بھیجا قرآن کریم میں آپ کا ذکر جلیل القدر انبیاء کرام کے ساتھ کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام بھی ان انبیاء کرام کی طرح ایک عظیم المرتبت نبی تھے۔
آپ علیہ السلام کے ذوالکفل کہلانے کی وجہ آپ کی عادلانہ و منصفانہ طبیعت تھی اور ساتھ ہی یہ بھی کہ آپ علیہ السلام اپنے قوم کے یتیم بچوں کی ذاتی طور پر پرورش و کفالت کی ذمہ داری نبھاتے تھے، بیوہ عورتوں، غریبوں، محتاجوں پر رحم فرماتے اس لیے آپ کو ذوالکفل کہا جانے لگا۔ (ابن کثیر)

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ حضرت یسع علیہ السلام کے بوڑھا ہو جانے کے بعد حضرت یسع علیہ السلام نے یہ تمنا کی کہ کاش کوئی ایسا شخص ہو جو میرے بعد میری قوم کے معاملات کو عادلانہ ومنصفانہ طریقے سے نبٹا سکے اور میری قوم کے لوگ ہر مسئلہ کے لیے اس سے رجوع کریں چنانچہ حضرت یسع علیہ السلام نے تین شرائط عائد کیں کہ جو شخص دن بھر روزہ رکھے، رات بھر نوافل ادا کرتے اور کبھی غصہ نہ کرے میں ایسے شخص کو اپنا نائب بناؤں گا۔ چنانچہ بھرے مجمع میں حضرت ذوالکفل علیہ السلام جو اس وقت نوجوان تھے۔ انہوں نے حضرت یسع علیہ السلام کو یقین دہانی کروائی کہ میں ان شرائط کو پورا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں چنانچہ حضرت یسع علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کی یقین دہانی کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ کو اپنا نائب مقرر کر دیا اور اس طرح حضرت ذوالکفل علیہ السلام حضرت یسع علیہ السلام کے جانشین مقرر ہوئے اور حضرت یسع علیہ السلام کی بادشاہت کے تمام انتظامی امور آپ کے سپرد ہو گئے۔ (روح المعانی، ابن کثیر)

شیطان کی چال:

ابن جرید اور ابن ابی حاتم سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ابلیس نے اپنے کارندوں کو کہا کہ تمہیں ذوالکفل علیہ السلام کو بہکانا ہے لیکن اس کے کارندے ہزار کوششوں کے باوجود ایسا نہ کر سکے بالآخر بڑے شیطان نے کہا اب میں اسے خود گمراہ کرنے ں کوشش کروں گا چنانچہ وہ ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں آپ علیہ السلام کے پاس آیا آپ علیہ السلام رات بھر قیام فرماتے اور دوپہر کو قیلولہ فرماتے چنانچہ شیطان قیلولہ کے وقت آپ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ میں مظلوم شخص ہوں اور لمبی کہانی سنانے لگا یہاں تک کہ قیلولے کا وقت ختم ہو گیا آپ علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا کہ شام کو آنا میں تمہیں تمہارا حق دلواؤں گا شام کو مجلس منعقد ہوئی لیکن وہ بوڑھا آپ علیہ السلام کو کہیں نظر نہیں آیا۔ دوسرے دن آپ علیہ السلام قیلولے کے لیے لیٹے ہی تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی آپ علیہ السلام نے پوچھا کون ہے جواب ملا کہ مظلوم بوڑھا فریاد لے کر آیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے دروازہ کھول دیا تو وہی بوڑھا دروازے پر کھڑا

نظر آیا آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تجھے شام کو بلایا تھا کیوں نہیں آیا تو بوڑھا بہانے بنانے لگا تو آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ شام کو آنا تیرا فیصلہ ہو جائے گا وہ بوڑھا چلا گیا اور آپ دوسرے دن بھی قیلولہ نہ فرما سکے شام ہوگئی آپ علیہ السلام اس بوڑھے کے انتظار میں بیٹھے رہے لیکن وہ نہ آیا۔ تیسرے دن آپ علیہ السلام پر نیند کا غلبہ ہونے لگا تو آپ علیہ السلام نے اپنے اہل خانہ سے فرمایا کہ مجھے بہت نیند آ رہی ہے کسی کو دروازہ نہ بجانے دینا تا کہ میں تھوڑی دیر آرام کرسکوں۔ اسی وقت ابلیس بوڑھے کی شکل میں نمودار ہوا دروازے پر موجود آدمی نے کہا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ کسی کو دروازے کے پاس نہ آنے دیں آپ اس وقت نہیں مل سکتے۔ ابلیس نے ہر ممکن کوشش کی بالآخر اس کی روشن دان پر نظر پڑی وہ اس میں سے گھس کر اندر داخل ہو گیا۔ کھٹکے سے آپ علیہ السلام جاگ گئے اور بوڑھے پر نظر پڑی آپ علیہ السلام نے دروازے پر موجود دربان سے فرمایا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ کسی کو نہ آنے دینا تو دربان نے کہا حضور یہ دروازے سے نہیں آیا یہ دیکھئے کس راستے سے آیا ہے آپ علیہ السلام نے بوڑھے کو دیکھا اور اسے پہچان لیا اور سمجھ گئے کہ یہ مردود شیطان ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا تو ہے دشمن خدا شیطان؟ تو کہنے لگا کہ آپ نے میری ہر چال ناکام بنادی میں نے سب کچھ کیا لیکن نہ ہی نیند آپ پر غلبہ پاسکی اور نہ ہی آپ غصہ میں آئے۔ (ابن کثیر)

وصال:

حضرت ذوالکفل علیہ السلام تمام عمر ملک شام میں رہے اور دین حق کی تبلیغ کرتے رہے۔ ۷۵ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ وصال کے وقت آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹے عبدان کو نیک اعمال پر قائم رہنے اور لوگوں کو نیکی کی دعوت دیتے رہنے اور دین حق کی تبلیغ کرتے رہنے کی وصیت فرمائی۔

''تذکرہ حضرت سلیمان علیہ السلام''

نام ونسب:

حافظ ابن عساکر نے حضرت سلیمان کا یہ شجرہ نسب بیان فرمایا سلیمان بن داؤد بن ایشیا بن عوید بن عابر بن سلمون بن نخشون بن عمینا آداب بن ارم بن حصرون بن فارص بن یہودا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن ابوالربیع نبی ابن نبی۔ (ابن کثیر)

قرآن حکیم میں آپ علیہ السلام کا ذکر یوں ہوا

''اور سلیمان داؤد کا جانشین ہوا اور کہا اے لوگوں ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا بے شک یہی ظاہر فضل ہے۔''

(پ۱۹سورۃ النحل ۱۶)

پرندوں کی بولیاں سمجھنے پر قدرت:

اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیاں سمجھنے کی قوت عطا فرمائی تھی یعنی آپ علیہ السلام پرندوں کی گفتگو سن کر سمجھ جاتے تھے کہ وہ ایک دوسرے سے کیا کہہ رہے

جیسا کہ روایات میں آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مرغ کی آواز کو سن کر فرمایا کہ یہ کہہ رہا ہے کہ اے غافلو! ''اللہ کو یاد کرو۔'' مور کی آواز سن کر فرمایا کہ یہ کہہ رہا ہے ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے'' گدھ کی آواز سن کر فرمایا کہ یہ کہہ رہا ہے کہ ''اے انسان جتنا چاہے تو زندہ رہے آخر تجھے موت آنی ہے'' اسی طرح مختلف مواقعوں پر آپ علیہ السلام نے مختلف پرندوں کی گفتگو کی نشاندہی فرمائی کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

(ابن کثیر)

ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لاؤ لشکر سمیت روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ ایک ایسی وادی میں پہنچے جہاں چونٹیاں رہائش پذیر تھیں۔ چونٹیوں کی یہ بستی طائف یا شام میں تھی ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیوں اپنی بلوں میں گھس جاؤ کہیں سلیمان اوران کا لشکر تم کو بے دھیانی میں کچل نہ ڈالے چیونٹیوں کو یہ حکم دینے والی ان کی ملکہ تھی جو لنگڑی تھی جس کا نام طافیہ یا منذرہ تھا۔ سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز تین میل سے سنی آپ علیہ السلام نے اپنے لشکر کو آگے چلنے سے روک دیا تا کہ چیونٹیاں اپنے مبں داخل ہوسکیں۔ آپ علیہ السلام چیونٹی کی بات سمجھنے پر قدرت رکھنے کے سبب اللہ تعالیٰ کے اس فضل پر مسکرا دیئے اور فرحت وسرور کا اظہار فرمایا۔

(ابن کثیر، جلالین، مدارک، روح المعانی)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

"یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے نالے پر آئے ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیوں اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اوران کے لشکر بے خبری میں تو اسکی بات سے مسکرا کر ہنسا۔"

(پ ۱۹، سورۃ النمل نمبر ۱۹-۱۸)

زہری سے روایت ہے کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام اور آپ کے ساتھی دعائے استسقاء کے لیے نکلے دیکھا تو ایک چیونٹی اپنی ایک ٹانگ اٹھا کر بارش کی دعا مانگ رہی ہے آپ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا واپس چلو تمہاری بارش کی دعا قبول ہوگئی اس چیونٹی نے بارش کی دعا مانگی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو قبول فرمالیا ہے۔

(ابن عساکر)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہوا پر قدرت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا پر قدرت عطا فرمائی اور ہوا کو آپ علیہ السلام کی تابع فرما دیا کہ آپ علیہ السلام جہاں چاہتے چلے جاتے گویا ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس طرح تابع کر دیا جیسے سواری انسان کے تابع ہوتی ہے۔ یہ

ایک ایسی سواری تھی جس پر سفر کرتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑتا آپ جس طرف جانا چاہتے ہوا آپ علیہ السلام کو لے جاتی آپ علیہ السلام صبح سے زوال تک اتنا سفر کر لیتے جتنے سیاح لوگ ایک ماہ میں کرتے اور زوال سے شام تک اتنا سفر کر لیتے جتنا ایک ماہ میں کیا جاتا ہے۔ آپ علیہ السلام صبح بیت المقدس سے روانہ ہوتے اور شام تک ایک ماہ کی سافت پر موجود شہر اصطغر پہنچ جاتے۔

آپ علیہ السلام کے لیے لکڑی کا ایک تخت بنایا گیا تھا جو اتنا بڑا تھا کہ اس پر ضرورت کی تمام چیزیں رکھی جاسکتی تھیں مثلاً پختہ مکانات، محلات، خیمے، سامان سفر، گھوڑے، اونٹ اور دوسری بوجھل اور وزنی چیزیں۔ ان کے علاوہ انسان جنات حیوانات پرندے وغیرہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب سفر کا ارادہ فرماتے خواہ وہ سفر جنگ کے سبب ہو یا اس کا مقصد سیر و سیاحت یا ملاقات تمام سامان اس تخت پر رکھ دیا جاتا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ہوا اس تخت کو بلندی پر پہنچا دیتی اور اس تخت کو اٹھا کر چلنے لگتی اور آپ علیہ السلام جہاں چاہتے تشریف لے جاتے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام دمشق سے صبح روانہ ہوتے اصطغر میں اترتے یہاں اتر کر دوپہر کا کھانا تناول فرماتے اور پھر محو سفر ہو جاتے رات کابل میں بسر کرتے۔ دمشق اور اصطغر میں ایک ماہ کی مسافت ہے اسی طرح کابل اور اصطغر بھی ایک ماہ کی مسافت پر ہے۔ (ابن کثیر، کبیر، روح المعانی)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

(۱) ''تو ہم نے ہوا اس کے بس میں کر دی کہ اسی کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا۔'' (پ۲۳، سورۃ ص آیت ۳۶)

(۲) ''اور سلیمان کے لیے تیز ہوا مسخر کر دی کہ اسی کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی۔'' (پ۱۷، سورۃ الانبیاء نمبر ۸۱)

(۳) ''اور سلیمان کے بس میں ہوا کر دی اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینے کی راہ۔'' (پ۲۲، سورۃ سباء آیت ۱۲)

تانبے کا چشمہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تانبے کی دھات کا ایک چشمہ عطا فرمایا تھا جتنے تانبے کی ضرورت ہوتی اتنا اس چشمہ سے لے لیا جاتا۔ یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تانبے کو آپ علیہ السلام کے لیے اس طرح نرم کردیا تھا جیسے آپ علیہ السلام کے والد مکرم حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم کردیا تھا آپ علیہ السلام ٹھنڈا تانبہ بغیر آگ اور بغیر کوٹے ضرورت کے مطابق ڈھال دیتے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''اور ہم نے اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا۔''

(پ۲۲، سورۃ سباء آیت ۱۲)

جنات پر قدرت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنات پر بھی قدرت عطا فرمائی تھی اور جنات کو آپ علیہ السلام کے تابع بنادیا تھا کہ آپ علیہ السلام جو خدمت ان سے لینا چاہتے جنات وہ خدمت بجالاتے اور ہرگز نافرمانی نہ کرتے اکور اگر کوئی جن بغاوت کرتا اور آپ علیہ السلام کے حکم روگردانی کرتا اسے اللہ تعالیٰ سخت عذاب میں مبتلا فرمادیتا۔''

(ابن کثیر)

قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(ا)۔''اور ہم نے اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا اور جنوں میں سے جو اسی کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے اور جو ان میں ہمارے حکم سے پھرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ اس کے لیے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں۔'' (پ۲۲، سورۃ سباء نمبر ۱۲،۱۳)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

(۲) ''اور جمع کئے گئے سلیمان کے لیے اس کے لشکر جنوں اور آدمیوں اور پرندوں سے تو وہ روکے جاتے ہیں''۔ (پ۱۹، سورۃ النمل نمبر ۱۷)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضے میں جو جن تھے ان میں سے کچھ کا کام سمندروں اور دریاؤں میں غوطہ لگا کر موتی ہیرے لعل و جواہر نکالنے کا کام تھا اور بعض جنات بڑی بڑی عمارتیں مختصر ترین مدت میں تعمیر کرلیا کرتے تھے۔ (خزائن العرفان)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''اور تمام معمار اور غوطہ خور دیو آپ کے تابع کردیئے اور دوسرے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے۔'' (پ۲۳، سورۃ ص آیت ۳۷-۳۸)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنات، انسان اور پرندوں کا کثیر لشکر عطا فرمایا تھا مگر اس قدر کثیر لشکر کے باوجود بدنظمی انتشار کا نام ونشان تک نہ تھا اور لشکر کا ہر دستہ فوجی نظم وضبط کی سختی سے پابندی کیا کرتا۔ (ضیاء القرآن)

ہر وہ چیز جس کی ایک بادشاہ کو ضرورت ہوتی ہے آلات جنگ، سپاہی، لشکر جن وانس کی جماعت پرندوں کے جھنڈ درندوں کی ٹولیاں تمام علوم وفنون یہ تمام نعمتیں اور فضل اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''اور جمع کئے گئے سلیمان کے لیے اس کے لشکر جنوں اور آدمیوں اور پرندوں سے تو وہ روکے جاتے ہیں۔'' (پ۱۹، سورۃ النمل نمبر ۱۷)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان:

حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ شان ہے کہ رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں جگہ جگہ آپ علیہ السلام کی مدح فرمائی اور آپ علیہ السلام کو اس قدر نعمتوں سے مالا مال فرمایا اور اتنا فضل عطا فرمایا کہ آپ علیہ السلام کی شان بلند تر ہوتی چلی گئی اور اپنی نعمتوں کا

مالک بنادیا کہ نہ ہی آپ علیہ السلام سے کوئی حساب لیا جائے گا اور نہ ہی آپ علیہ السلام کا کوئی حساب ہوگا۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوا

''عرض کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بے شک تو ہی بڑا دین والا۔

(پ ۲۳، سورۃ ص آیت نمبر ۳۵)

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ اور تجھ پر کچھ حساب نہیں اور بے شک اسی کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔'' (پ ۲۳ سورۃ ص آیت نمبر ۴۰)

ایک جگہ اللہ تعالیٰ آپ کی مدح فرمائی:

''اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رجوع لانے والا۔'' (پ ۲۳ سورۃ ص آیت نمبر ۳۰)

واقعہ ہدہد:

حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں ان کے تابعدار پرندے وقفے وقفے سے حاضر ہوتے رہتے تھے۔ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام نے تمام پرندوں کا جائزہ لیا تو ہدہد جو پرندوں کا سردار تھا نظر نہ آیا ہدہد خصوصی طور پر حضرت سلیمان علیہ السلام پر سایہ کرنے کی خدمت بھی انجام دیتا تھا چنانچہ آپ علیہ السلام نے ہدہد کی غیر موجودگی پر غصہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہدہد غائب ہونے کے سبب سخت سزا کا مستحق ہے یا پھر وہ اپنی غیر موجودگی کا کوئی جواز پیش کرے۔ کچھ ہی دیر بعد ہدہد واپس آ گیا اور آپ علیہ السلام کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ میں ملک سبا چلا گیا تھا اور ایک خبر لایا ہوں۔ اور وہ خبر یہ ہے کہ ملک سبا کی ملکہ بلقیس ہے جسے ہر نعمت میسر ہے اور دنیا کا ہر مال و متاع اس کے پاس موجود ہے۔ ملک سبا کے بادشاہ کی چونکہ کوئی اولاد نرینہ

نہیں تھی اس لیے اس کی وفات کے بعد عوام نے اس کی بیٹی کو اپنا بادشاہ مقرر کر دیا ہے۔
ہد ہد نے مزید تفصیلات بتائیں کہ ملکہ بلقیس کے پاس ایک بہت بڑا تخت ہے اس کے تخت کی لمبائی اسی زراع اور چوڑائی چالیس زراع اور اونچائی تیس زراع ہے وہ تخت سونے چاندی کا بنا ہوا ہے اور موتیوں، سرخ یاقوت سبز زمرد کا اس پر کام کیا ہوا ہے اس کے پائے بھی یاقوت اور زمرد کے بنے ہوئے ہیں اور وہ سات کمروں میں بند ہے ایک کمرہ دوسرے کمرے میں اس طرح سات کمرے ہیں اور ہر ایک کا دروازہ بند ہے پھر ہد ہد نے بتایا کہ وہ لوگ کافر ہیں اور سورج کی پرستش کرتے ہیں۔

(ابن کثیر، جلالین، روح المعانی)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''اور پرندوں کا جائزہ لیا تو بولے مجھے کیا ہوا میں ہد ہد کو نہیں دیکھتا یا وہ واقعی حاضر نہیں ضرور میں اسے سخت عذاب کروں گا یا ذبح کر دوں گا یا کوئی روشن سند میرے پاس لائے تو ہد ہد کچھ زیادہ دیر نہ ٹھہرا اور آ کر عرض کی میں وہ بات دیکھ آیا ہوں جو حضور نے نہ دیکھی اور میں شہر سبا سے حضور کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان پر بادشاہی کر رہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے (حصہ) ملا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں سنوار کر ان کو سیدھی راہ سے روک دیا ہے تو وہ راہ نہیں پاتے۔'' (پ ۱۹، سورۃ النمل، آیت ۲۰ تا ۲۴)

سلیمان علیہ السلام کا خط:

ہد ہد کی بتائی ہوئی تفصیلات سن کر ہد ہد سے فرمایا کہ ہم تیری بات کی تحقیق کریں گے پھر آپ علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کے نام ایک خط ارسال فرمایا جس میں اسے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تبلیغ کی اور لکھا کہ میرے سامنے فرمانبردار بن کر حاضر ہو جا۔ پھر آپ علیہ السلام نے خط پر کستوری لگائی اور خط کو بند کر کے اس پر مہر لگا دی اور

اسے ہدہد کو دیا کہ اسے بلقیس تک پہنچادو۔

ہدہد نے خط لیا اور بلقیس کے پاس پہنچ گیا اور خط اس کی گود میں ڈال دیا۔ بلقیس نے خط پڑھا اس پر خوب غور وخوض کیا اور اپنی قوم کے سرداروں کو بلا کر خط کے مضمون سے مطلع کیا جس میں تحریر تھا کہ تم لوگ غرور تکبر نہ کرو اور میرے پاس فرمانبردار بن کر چلے آؤ پھر ملکہ بلقیس نے اپنے اعیان مملکت سے مشورہ لیا کہ کیا کرنا چاہئے قوم کے سرداروں نے کہا کہ ہمارے پاس جنگی سازوسامان بھی موجود ہے اور ہمیں جسمانی قوت وطاقت بھی حاصل ہے اس لیے اگر جنگ کا فیصلہ ہے تو ہم تیار ہیں اور ہمارے لیے آپ کا حکم کافی ہے ہم آپ کے ہر حکم کے پابند ہیں آپ جو حکم فرمائیں وہی ہوگا۔ بلقیس نے جنگ کے فیصلے کو ناپسند کیا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ خط لکھنے والا کوئی عام آدمی نہیں وہ نہ ہی مغلوب ہوسکتا ہے اور نہ ہی اسے روکا جاسکتا ہے نہ ہی اسے دھوکہ دیا جاسکتا ہے چنانچہ بلقیس نے کہا کہ میں کچھ تحفے بھیج رہی ہوں۔ دیکھیں قاصد کیا پیغام لاتا ہے ہمیں اپنی افرادی قوت جسمانی طاقت جنگی سازوسامان پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے ہمیں شکست بھی ہوسکتی ہے اس لیے صلح کی راہ اختیار کرنی چاہئے۔

بلقیس نے یہ آزمانا چاہا کہ اگر سلیمان علیہ السلام بادشاہ ہیں تو تحائف قبول کرلیں گے اور اگر اللہ کے نبی ہیں تو ہرگز ہدیہ قبول نہ کریں گے اور اگر ایسا ہوا تو اس کے دین کو قبول کرلیا جائے گا۔ چنانچہ بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو آزمانے کے لیے کثیر تعداد میں غلام، کنیزیں، سونا چاندی یاقوت، کستوری عنبر وغیرہ بھیجے۔

(تفسیر کبیر، ابن کثیر، روح المعانی)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

”آپ نے فرمایا ہم پوری تحقیق کریں گے اس بات کی کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو بھی غلط بیانی کرنے والوں سے ہے (سلیمان علیہ السلام نے کہا) میرا یہ خط لے جا کر ان پر ڈال پھر ان سے الگ ہٹ کر دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ وہ عورت بولی اے سردارو بے شک میری طرف ایک عزت والا خط

ڈالا گیا بے شک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم والا ہے کہ مجھ پر بلندی نہ چاہو اور اطاعت کرتے ہوئے میرے حضور حاضر ہو۔ بولی اے سردارو میرے اس معاملے میں مجھے رائے دو میں کسی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو۔ وہ بولے ہم زور والے اور بڑی سخت لڑائی والے ہیں اور اختیار تیرا ہے تو نظر کر کہ کیا حکم دیتی ہے بولی بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل کرتے ہیں اور ایسا ہی کرتے ہیں۔''

(پ ۱۹، سورۃ النمل، آیت ۲۷ تا ۲۷)

سلیمان علیہ السلام کا جواب:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تحفے دیکھ کر بلقیس کے قاصد سے فرمایا میرے پاس اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایسی نعمتیں موجود ہیں جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے مجھ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دین، نبوت اور علوم و حکمت عطا فرمائی ہے جن کا مقابلہ تمہارے یہ تحفے نہیں کر سکتے ان تحفوں کی ان نعمتوں کے سامنے کیا حیثیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔

پھر آپ علیہ السلام نے قاصد سے فرمایا کہ اپنی ملکہ کو جا کر بتا دو کہ اگر اپنے کفر سے تم لوگ باز نہ آئے اور دین اسلام پر ایمان نہ لائے تو میں ایسے لشکر روانہ کروں گا جو تمہاری سرکوبی کریں گے اور تم ان کا ہرگز مقابلہ نہ کر پاؤ گے اور نہ ہی ان کے بڑھتے قدم روک سکو گے۔ تم دربدر ہو جاؤ گے اور تمہاری یہ عزت خاک میں مل جائے گی۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''پھر جب وہ سلیمان کے پاس آیا فرمایا کیا مال سے میری مدد کرتے ہو تو جو اللہ نے مجھے دیا ہے وہ بہتر ہے اس سے جو تمہیں دیا بلکہ تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو پلٹ جا ان کی طرف تو ضرور ہم ان پر وہ لشکر لائیں گے جن

کی انہیں طاقت نہ ہوگی اور ضرور ہم ان کو شہر سے ذلیل کر کے نکال دیں گے چونکہ وہ پست ہوں گے۔'' (پ ۱۹، سورۃ النمل آیت ۳۶-۳۷)

بلقیس کا تخت:

بلقیس کا قاصد جب تحفے لے کر بلقیس کے پاس پہنچا تو بلقیس نے تحفوں کی واپسی سے اندازہ لگالیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں چنانچہ اس نے سلیمان علیہ السلام کے پاس جانے کا ارادہ کرلیا اور پیغام بھجوادیا کہ میں اپنی قوم کے سرداروں کے ساتھ آپ کے پاس آرہی ہوں تاکہ جان سکوں کہ آپ کس دین کی دعوت دے رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے تخت کی حفاظت کے لیے تمام دروازے بند کردیئے اور پہرے دار مقرر کر کے وہاں سے روانہ ہوگئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب بلقیس کی آمد کا پیغام موصول ہوا تو آپ علیہ السلام نے جنوں کو حکم دیا کہ وہ بلقیس کے تخت کو اس کے آنے سے پہلے یہاں لے آئیں اور اس تخت کی شکل بدل دیں تاکہ بلقیس کی دانائی اور سمجھ آشکارا ہو جائے کہ وہ اپنے تخت کو پہچانتی ہے یا نہیں۔ آپ علیہ السلام کی یہ بات سن کر ایک شخص جو آپ علیہ السلام کا خدمت گزار تھا نے عرض کی کہ میں پلک جھپکتے وہ تخت آپ کی خدمت میں حاضر کردوں گا چنانچہ پلک جھپکتے وہ تخت آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کردیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت دیکھ کر اور اپنے خادم کی اس قوت وطاقت پر اللہ تعالیٰ کے اس فضل پر شکر ادا کیا پھر تخت میں جڑے ہیرے جواہرات وغیرہ میں ردوبدل کا حکم دیا تاکہ بلقیس یقین ہی نہ کرسکے کہ یہ اس کا وہ تخت ہوسکتا ہے جسے وہ میلوں دور ملک میں پہرے داروں کی حفاظت میں کمروں میں مقید چھوڑ آئی ہے اور نہ ہی یہ یقین کرسکے کہ اتنی مختصر سی مدت میں اتنی دور کی مسافت سے اتنا بڑا تخت آنا فاناً ارض بیت المقدس میں کوئی لاسکتا ہے۔ (تفسیر کبیر، ابن کثیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''سلیمان نے فرمایا اے درباریو تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے اس سے پہلے کہ وہ میرے پاس مطیع ہو کر حاضر ہوں۔

(سلیمان علیہ السلام نے جب فرمایا تخت کون لائے گا تو) ایک بڑا خبیث جن بولا کہ وہ تخت آپ کی خدمت میں حاضر کردوں گا اس سے پہلے کہ آپ اجلاس برخاست کریں اور بے شک میں اس پر قوت والا امانت دار ہوں۔اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کی خدمت میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے پھر جب سلیمان نے تخت اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے پرواہ ہے سب خوبیوں والا میں نے حکم دیا شکل بدل دو اس کے لیے اس تخت کی ہم دیکھتے ہیں کہ وہ حقیقت پر آگاہ ہوتی ہے یا ہو جاتی ہے ان لوگوں میں سے جو حقیقت کو نہیں پہچانتے۔" (پ ۱۹، سورۃ النمل آیت ۳۸ تا ۴۱)

بلقیس کی آمد:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی آمد سے قبل ایک حکم یہ بھی دیا تھا کہ شیشے کا ایک سفید محل تعمیر کیا جائے اور اس کا فرش بھی شیشے کا بنایا جائے فرش کے نیچے پانی میں مچھلیاں اور دوسرے آبی جانور چھوڑ دیئے جائیں آپ علیہ السلام کا تخت فرش کے درمیان میں تھا جب بلقیس آ پہنچی تو اس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو جاؤ جب بلقیس اندر داخل ہوئی تو فرش کو گہرا پانی سمجھی اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھالیا تاکہ پانی سے گزر سکے تو آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ یہ فرش کانچ کا بنا ہوا ہے پانی نہیں ہے۔ بلقیس یہ دیکھ کر آپ علیہ السلام کی عظمت و نبوت سے اس قدر متاثر ہوئی کہ بے ساختہ کہہ اٹھی کہ میں نے آج تک کفریہ عقائد کے سبب اپنے آپ پر ظلم کیا آج میں سلیمان علیہ السلام کے معبود پر ایمان لاتی ہوں اور آپ علیہ السلام کو اللہ کا نبی مانتی ہوں۔

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے آنے سے پہلے اس کے تخت میں تبدیلی کروا دی تھی تاکہ بلقیس کی عقل و دانائی ظاہر ہو سکے چنانچہ جب بلقیس

آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس سے پوچھا کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے اس نے جواب دیا گویا یہ وہی ہے۔ ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ ہمیں پہلے ہی آپ کی نبوت، علم، معجزات اور اللہ تعالیٰ کے متعلق علم تھا صرف دل کی تسلی مقصود تھی۔ بلقیس اور اس کی قوم اپنے اباؤ اجداد کی پیروی کے سبب سورج کی عبادت کرتے تھے چونکہ بلقیس کافر قوم میں پیدا ہوئی تھی اسی لیے وہ اسلام کے اظہار پر قادر نہ ہوسکی۔

(کبیر، ابن کثیر، روح المعانی)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''پھر وہ جب آئی اس سے کہا گیا تیرا تخت ایسا ہی ہے بولی گویا یہ وہی ہے اور ہم کو اس واقعہ سے پہلے خبر مل چکی اور ہم فرمانبردار ہوئے اور اسے روکا اس چیز نے جسے وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی بے شک وہ کافر لوگوں میں تھی اس سے کہا گیا صحن میں آ پھر جب اس نے اسے دیکھا اسے گہرا پانی سمجھی اور اپنی پنڈلیاں کھولیں سلیمان نے فرمایا یہ ایک چکنا (چمکدار) صحن ہے شیشوں سے جڑا۔ عورت نے عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اب ایمان لاتی ہوں سلیمان کے ساتھ اللہ پر جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ (پ ۱۹، سورۃ النمل، آیت ۴۲ تا ۴۴)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکمت و دانائی:

واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک شخص کا انگوروں کا کھیت تھا ایک آدمی کی بکریاں رات کے وقت اس کھیت میں چھوٹ گئیں اور کھیت کھا گئیں دونوں فریق بہ مقدمہ لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے والد حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ واقعہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ فرمایا بکریوں کا مالک نقصان پورا کرے گا لہٰذا بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں کہ بکریوں کی قیمت کھیتی کے برابر تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جن کی عمر اس وقت گیارہ برس تھی انہوں نے جب یہ فیصلہ سنا تو فرمایا کہ اس کی ایک اور بہتر صورت ہوسکتی ہے وہ یہ کہ بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں

کہ وہ ان کے دودھ وغیرہ سے نفع حاصل کرتا رہے اور بکریوں والے سے کہا جائے کہ وہ اس شخص کے کھیت میں کام کرے اور محنت کر کے ضائع شدہ فصل کے برابر فصل کاشت کرے جب کھیتی اپنی اصل حالت پر آجائے اور باغ ثمر بار ہو کر پھل دینے لگے تو بکریاں اس کے مالک کو واپس کردی جائیں اور باغ اس کے مالک کو دے دیا جائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام کا یہ فیصلہ پسند آیا کہ آپ علیہ السلام کا یہ فیصلہ دونوں فریقین کے درمیان صلح کرانے کی صورت میں تھا۔ (ابن کثیر، خزائن العرفان)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

"اور یاد کرو داؤد و سلیمان (علیہما السلام) کو جب وہ فیصلہ کر رہے تھے ایک کھیتی کے جھگڑے کا جب رات کے وقت چھوٹ گئیں اس میں ایک قوم کی بکریاں اور ہم ان کے فیصلے کا مشاہدہ کر رہے تھے ہم نے سمجھا دیا وہ معاملہ سلیمان کو اور ان سب کو ہم نے بخشا تھا حکم اور علم۔" (پ ۱۷ سورۃ الانبیاء نمبر ۷۸)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو عورتیں جا رہی تھیں دونوں کے پاس ایک ایک بچہ تھا بھیڑیا جھپٹا اور ایک عورت کا بچہ لے بھاگا دونوں جھگڑنے لگیں بڑی کہنے لگی بھیڑیا تیرا بچہ لے گیا ہے چھوٹی نے کہا نہیں بھیڑیئے نے تیرا بچہ کھایا ہے دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں فیصلہ کروانے کے لیے حاضر ہوئیں آپ علیہ السلام نے فیصلہ بڑی کے حق میں کر دیا دونوں سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچیں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا چھری لائی جائے تاکہ میں بچہ کو دو حصوں میں کاٹ کر ان میں سے ہر ایک کو نصف دے دوں جو عمر میں چھوٹی تھی وہ چیخ اٹھی اللہ آپ پر رحم کرے (ایسا نہ کیجئے) یہ بچہ بڑی کا ہے (حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے کہ بچہ چھوٹی کا ہے اور وہ اس بچے کو قتل سے بچانا چاہتی ہے اور ممتا کے جذبے کے تحت کہہ رہی ہے کہ یہ بچہ بڑی کا ہے) آپ نے فیصلہ چھوٹی کے حق میں دے دیا۔

(بخاری و مسلم شریف)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا وصال:

حضرت سلیمان علیہ السلام ایک دن مصروف عبادت تھے آپ علیہ السلام نے عصا پر ٹیک لگائی ہوئی تھی کہ حضرت ملک الموت نے آپ کی روح مبارک قبض فرمالی لیکن آپ علیہ السلام اسی طرح عصا سے ٹیک لگائے کھڑے رہے۔

جنات آپ علیہ السلام کے سونپے ہوئے کاموں میں جتے رہے انہیں آپ علیہ السلام کے وصال کی خبر نہ ہوئی اور وہ آپ علیہ السلام کے رعب وخوف کے سبب مشقتیں اٹھاتے رہے اور آپ علیہ السلام کو کھڑے دیکھ کر سمجھتے رہے کہ آپ علیہ السلام مصروف عبادت ہیں اس اثناء میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیمک نے عصا کی لکڑی کو کھانا شروع کردیا اور اس طرح ایک سال گزر گیا جب عصا اندر سے کھوکھلا ہوگیا تو آپ علیہ السلام کا بوجھ نہ سہار سکا اور ٹوٹ گیا اور آپ زمین پر آرہے اس وقت جنات کو علم ہوا کہ آپ علیہ السلام وصال پاچکے ہیں اور ساتھ ہی لوگوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ جنات جو غیب جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں سراسر جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ اگر وہ سلیمان علیہ السلام کی وصال خبر رکھتے تھے تو ایک سال تک کام میں جتے نہ رہتے اور سلیمان علیہ السلام کے خوف کے سبب مشقتیں نہ جھیلتے۔

لوگوں نے جب آپ علیہ السلام کے جسم اطہر کو دیکھا تو اندازہ نہ لگا سکے آپ علیہ السلام کا وصال کب ہوا چنانچہ انہوں نے دیمک سے اندازہ لگایا۔ آپ علیہ السلام کا عصا دیمک پر رکھا ایک رات اور ایک دن میں دیمک نے جتنا عصا کھایا انہوں نے اس سے حساب لگایا اور معلوم کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا وصال تو ایک سال قبل ہی ہو چکا ہے۔ یہ دیکھ کر جہاں جنات کا غیب جاننے کا جھوٹے دعویٰ کا بھانڈا پھوٹا وہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان نبوت کا بھی اندازہ ہوا کہ عام انسان اگر اس طرح چھڑی پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو تو ہلکی سی اونگھ آنے پر بھی اس کا توازن برقرار نہیں رہتا اور وہ سیدھا زمین پر آگرتا ہے جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام وصال پانے کے باوجود ایک سال تک اپنا عصا مبارک سے ٹیک لگائے کھڑے رہے۔ پھر عام انسان کی موت کے بعد اس کے

چہرے کی رنگت، جسمانی حالت لباس وغیرہ میں غیر معمولی تبدیلی آجاتی ہے جسم گل سڑ جاتا ہے اور بدبودار تعفن زدہ ہو جاتا ہے لباس چیتھڑوں میں بدل جاتا ہے لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کا چہرہ بدن وغیرہ بالکل تروتازہ رہا جسم اطہر سے بدبو یا تعفن کا نام و نشان بھی موجود نہ تھا۔ اور آپ علیہ السلام کا لباس بھی اسی طرح پاک وصاف خوشبودار رہا موسم کی تبدیلی گرمی وسردی نے آپ علیہ السلام کو کسی طرح متاثر نہ کیا کہ یہی ہوتی ہے انبیاء کی شان ورفعت۔ (ابن کثیر، ضیاء القرآن)

قرآن حکیم میں اس واقعہ کا تذکرہ ان الفاظ میں ہوا

''پس جب ہم نے سلیمان پر موت کا فیصلہ نافذ کر دیا نہ پتا بتایا جنات کو آپ کی موت کا مگر زمین کے دیمک نے جو کھاتا رہا آپ کے عصا کو پس جب آپ زمین پر آئے تو جنوں پر یہ بات کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو (اتنا عرصہ) نہ رہتے اس رسوا کن عذاب میں۔''

(پ۲۲، سورۃ نساء نمبر۱۴)

امام زہری، سے روایت ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے باون سال کی حیات ظاہری پائی اور چالیس سال تک حکومت کی۔

ابن جرید کا بیان ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنی بادشاہت کے چوتھے سال سے بیت المقدس کی تعمیر شروع کی آپ کی حیات ظاہری پچاس اور کچھ سالوں پر محیط تھی۔

آپ کے بعد آپ علیہ السلام کے بیٹے احبعام نے سترہ سال تک حکومت کی۔

(ابن کثیر)

تذکرہ حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت شعیب علیہ السلام دو قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ایک مدین جو کہ آپ علیہ السلام کا قبیلہ تھا اور دوسرے اصحاب ایکہ۔ یہ دونوں قومیں قریب قریب آباد تھیں اس لیے آپس میں تعلقات و روابط کے سبب ان کے عمل اور کام بھی ایک جیسے تھے۔ اسی لیے حضرت شعیب علیہ السلام نے ان دونوں کو تبلیغ بھی ایک جیسی فرمائی لیکن ان دونوں قوموں پر عذاب مختلف قسم کے نازل ہوئے انشاء اللہ جن کا ذکر آگے آئے گا۔

آپ علیہ السلام قبیلہ مدین سے تھے آپ کا نسب نامہ یوں ہے شعیب بن نویب بن مدین بن ابراہیم خلیل اللہ۔

دین حق کی تبلیغ:

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو دین حق اختیار کرنے کی دعوت دی انہیں ایک خدا کی عبادت کرنے غیر اللہ کی عبادت سے باز رہنے کی تلقین فرمائی اور برائیوں سے بچنے نیک کام کرنے کی نصیحت فرمائی اور اپنی نبوت کو تسلیم کرنے پر زور دیا جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

(۱) ”اور مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی تو ناپ اور تول پوری کرو اور لوگوں کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں انتظام کے بعد فساد نہ پھیلاؤ یہ تمہارا بھلا اگر ایمان لاؤ اور ہر راستہ یوں نہ بیٹھو کہ راہ گیروں کو ڈراؤ اور اللہ

کی راہ سے انہیں روکو جو اس پر ایمان لائے اور اس میں کجی (ٹیڑھا پن) چاہو......۔" (پ۸ سورہ اعراف آیت ۸۵)

(۲) "اور اہل مدین کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی شعیب کو بھیجا آپ نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی خدا اس کے بغیر اور نہ کمی کیا کرو ناپ اور تول میں...... اور میری قوم! پورا کیا کرو ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ اور نہ گھٹا کر دیا کرو لوگوں ان کی چیزیں اور نہ پھرو زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے جو بچ رہے اللہ تعالیٰ کے دیئے سے وہی بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم ایماندار ہو...... کہا اے میری قوم بھلا بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے اچھی روزی دی اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کے خلاف کرنے لگوں۔ میں نے اسی کی طرف بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ (سورۃ ہود نمبر ۸۴)

(۳) "جھٹلایا اہل ایکہ نے بھی (اپنے) رسولوں کو جب فرمایا انہیں شعیب (علیہ السلام) نے کہا تم (قہر الٰہی سے) نہیں ڈرتے بے شک میں تمہارے لیے رسول امین ہوں پس ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میری پیروی کرو اور میں نہیں طلب کرتا تم سے اس پر کوئی اجر میرا اجر تو اس کے ذمہ ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ پورا کیا کرو ناپ تول اور نہ ہو جاؤ کم ناپنے والوں سے اور وزن کیا کرو صحیح ترازو سے اور نہ کم دیا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں اور نہ پھرا کرو زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے۔

(پ۱۹، الشعراء آیت ۱۷۶-۱۸۳)

غرضیکہ حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا غیر اللہ کی بندگی سے منع فرمایا آپ علیہ السلام نے اپنی نبوت کا دعویٰ فرمایا قوم کو برائیوں سے روکا ناپ تول میں کمی کرنے، لوگوں کا مال ناجائز طریقہ سے ہڑپ کرنے، فتنہ و فساد برپا

کرنے، چوری وڈاکہ زنی سے منع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات بجالانے، اپنے نبی کی نبوت کو تسلیم کرنے، خلق خدا پر مہربانی کرنے انہیں نفع پہنچانے اور اپنے شر سے انہیں محفوظ رکھنے کی تلقین فرمائی۔

انہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں کہ اس کے عطا کردہ کثیر انعام و اکرام پر تمہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اس کی اطاعت کرو عبادت کرو اور اس کی نافرمانی سے باز رہو تو اسے مہربان پاؤ گے۔

قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۱) ''اور وہ وقت یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اس نے تمہیں بڑھایا۔''

(پ ۸ سورۃ الاعراف)

(۲) ''اور مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر (دل و جان سے) رجوع کرو اس کی طرف بے شک میرا رب بڑا مہربان (اور) پیار کرنے والا ہے......۔''

(پ ۱۱، سورۃ ہود)

احوال قوم شعیب:

اہل مدین واصحاب ایکہ کافر تھے۔ ایکہ نامی درخت کی عبادت کرتے جس کے آس پاس گھنا جنگل تھا۔ ڈاکہ زنی ان کا روز کا معمول تھا یہ لوگ معاملات میں بہت برے تھے ناپ تول میں کمی ان کی عادت بن چکی تھی جب دیتے تو کم دیتے اور ناقص اشیاء لوگوں کو پکڑا دیتے اور رقم عمدہ مال کی وصول کرتے اور جب لیتے زیادہ سے زیادہ اور عمدہ چیزیں ہتھیانے کی کوشش کرتے۔ (ابن کثیر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا

''مدین کے لوگ بہت ظالم تھے راہ پر بیٹھ کر لوگوں کو لوٹا کرتے تھے۔''

(یعنی ان سے ٹیکس یا چنگی لیتے تھے)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے انہی میں سے اپنے رسول حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جن کے وعظ و تلقین سے کچھ لوگ راہ راست پر آگئے

لیکن اکثریت کافر ہی رہی اور وہ اپنی ہٹ دھرمی و سرکشی پر ڈٹے رہے۔ اور مسلسل دین حق کا انکار کرتے رہے اور عذاب الٰہی کی وعیدوں کو جھٹلاتے رہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

(۱) ''کہنے لگے وہ سردار جو غرور و تکبر کیا کرتے تھے ان (شعیب) کی قوم سے یا تو ہم نکال کر رہیں گے تمہیں اے شعیب اور جو ایمان لائے تمہارے ساتھ اپنی بستی سے یا تمہیں لوٹنا ہوگا ہماری ملت میں...... اور کہا ان رئیسوں سے جو کافر تھے ان کی قوم سے کہ اگر تم پیروی کرنے لگو شعیب کی تو یقیناً تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے......'' (پ ۸ سورۃ الاعراف آیت ۸۸)

(۲) ''آپ نے کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی اس کے بغیر...... میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر اس دن کا عذاب نہ آجائے جو ہر چیز کو گھیرنے والا ہے قوم نے کہا اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں حکم دیتی ہے کہ ہم چھوڑ دیں انہیں عبادت کیا کرتے تھے ہمارے باپ دادا یا نہ تصرف کریں اپنے مالوں میں جیسے ہم چاہیں (از راہ تمسخر بولے) بس تم ہی ایک دانا رہ گئے ہو...... آپ نے کہا اے میری قوم ہرگز نہ اکسائے تمہیں میری عداوت (اللہ کی نافرمانی پر) مبادا پہنچے تمہیں بھی ایسا عذاب جو پہنچا تھا قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح کو اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں...... وہ بولے اے شعیب! ہم نہیں سمجھ سکتے بہت سی باتیں جو تم کہتے ہو اور بلاشبہ ہم دیکھتے ہیں تمہیں کہ تم ہم میں بہت کمزور ہو اور اگر تمہارے کنبہ کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم نے تمہیں سنگسار کر دیا ہوتا اور نہیں ہو تم ہم پر غالب...... آپ نے فرمایا تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس پر آتا ہے عذاب جو اسے رسوا کر دے گا اور کون جھوٹا ہے اور تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں......'' (پ ۱۱ سورۃ ہود آیت ۸۶-۹۳)

(۳) ''انہوں نے (قوم نے جھلا کر) کہا تم تو ان لوگوں میں ہو جن پر جادو کر دیا

گیا ہے اور نہیں ہو تم مگر ایک بشر ہماری طرح اور ہم تو تمہارے متعلق یہ خیال کر رہے ہیں کہ تم جھوٹوں میں سے ہو۔ لو اب گرا دو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا اگر تم راست بازوں میں سے ہو۔"

(پ ۱۹ سورۃ الشعراء آیت ۱۸۵-۱۸۷)

غرضیکہ قوم حضرت شعیب علیہ السلام کی دشمنی دین حق کی مخالفت اور کفر و شرک پر ڈٹی رہی اور کسی طور حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت اسلام پر کان دھرنے کو تیار نہ ہوئی یہاں تک کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے قوم کے مقابلے میں فتح کی دعا کی اور ان پر عذاب الٰہی کے نازل ہونے کی التجا کی اور فرمایا:

(۱) "اے ہمارے رب فیصلہ فرما دے ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔"

(پ ۸، سورۃ الاعراف آیت ۸۷)

(۲) حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

"اور اگر ایک گروہ تمہیں سے ایمان لا چکا ہے اس کے ساتھ جو دے کر میں بھیجا گیا ہوں اور ایک گروہ ایمان نہ لایا تو (ذرا) صبر کرو یہاں تک کہ فیصلہ کر دے اللہ ہمارے درمیان اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔" (پ ۸ سورۃ الاعراف آیت ۸۷)

(۳) "آپ نے فرمایا اے میری قوم...... تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس پر آتا ہے عذاب جو اسے رسوا کر دے گا اور کون جھوٹا ہے تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں......" (پ ۱۱ سورۃ ہود نمبر ۹۳)

عذاب الٰہی کا نزول:

جب حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کی نافرمانی و سرکشی کے سبب ان کے لیے بددعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب کو طرح طرح کے عذاب و بلاؤں میں مبتلا فرما دیا اللہ تعالیٰ نے انہیں شدید زلزلے کے عذاب میں مبتلا فرما دیا اس کے علاوہ ان پر ایک

لرزہ خیز چیخ مسلط کردی جس سے سب کے سب خاموش و بے جان ہو گئے اور ایک بادل ان پر نمودار ہوا جس نے ہر طرف آگ کے شعلے برسانے شروع کر دیئے۔ ان مختلف عذاب کا ذکر قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

(۱) ''پھر پکڑ لیا انہیں زلزلہ نے تو صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں منہ کے بل گرے پڑے تھے جن (بدبختوں نے) جھٹلایا شعیب کو (وہ یوں نابود کر دیئے گئے) گویا وہ کبھی بستے ہی نہ تھے ان مکانوں میں جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو ہو گئے وہی نقصان اٹھانے والے......''

(پ۸، سورۃ الاعراف آیت ۹۱-۹۲)

(۲) ''اور اب آ پہنچا ہمارا حکم (یعنی عذاب) تو ہم نے بچا لیا شعیب کو اور انہیں جو ایمان لائے تھے آپ کے ساتھ اپنی خاص رحمت سے اور آ لیا ظالموں کو خوفناک کڑک نے تو صبح کی انہوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے پڑے تھے وہ کبھی ان میں بستے ہی نہ تھے سنو! ہلاکت ہو مدین کے لیے جیسے ہلاک ہو چکے تھے ہود۔''

(سورۃ ہود آیت ۹۴-۹۵ پ۱۱)

(۳) ''اور بے شک ایکہ کے باشندے بھی بڑے ظالم تھے پس ہم نے ان سے بھی انتقام لیا......'' (پ۱۴، سورۃ الحجر آیت ۷۸)

(۴) ''جھٹلایا اہل ایکہ نے بھی (اپنے) رسولوں کو جب فرمایا انہیں شعیب نے کہا تم (قہر الٰہی) سے نہیں ڈرتے...... سو انہوں نے جھٹلایا شعیب کو تو پکڑ لیا انہیں چھتری والے دن کے عذاب نے بے شک یہ بڑے دن کا عذاب تھا بے شک اس میں بھی عبرت کی نشانی ہے......''

(پ۱۹ سورۃ الشعراء آیت ۱۷۶-۱۸۹)

تفسیر کبیر میں ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا جب ہمارے عذاب کا امر آ گیا تو ہم نے اپنے ایک فرشتے کو بھیجا جس کی آواز سے سب مر گئے وہ آواز جبرائیل علیہ السلام کی

تھی جب آپ نے زوردار گرجدار آواز سے انہیں کہا ''موتوا'' مرجاؤ تو ہر ایک کی روح نکل گئی اور اپنے گھروں میں سب اوندھے گرے ہوئے پائے گئے اس طرح ان کو تباہ و برباد کردیا گیا جیسا کہ وہاں یہ لوگ کبھی بستے ہی نہیں تھے۔قوم مدین کو ایسا ہی عذاب دیا گیا جیسے قوم ہود کو دیا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دو امتوں کو ایک جیسا عذاب نہیں دیا سوائے شعیب علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کی قوم کے ان دونوں قوموں کو زور دار آواز سے ہلاک کیا گیا صالح علیہ السلام کی قوم کے پاس وہ آواز نیچے سے آئی اور شعیب علیہ السلام کے پاس وہ آواز اوپر سے آئی۔

جب اہل ایکہ نے بار بار شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کردیا اللہ تعالیٰ نے سات دن تک ان سے ہوا کو روک لیا اور ریت کو ان پر مسلط کردیا ان کے دم گھٹنے لگے۔ یہاں تک کہ پریشان ہو کر جنگل کی طرف نکلے ان پر ایک بادل نے آ کر سایہ کردیا جسے سے انہیں ٹھنڈک محسوس ہوئی اور خوشگوار ہوا میں سانس لینے لگے اور اس طرح سب ایک ہی بادل کے سایہ میں جمع ہو گئے تو اچانک ان پر بادل آگ کے شعلے برسانے لگا جس سے سب جل کر راکھ ہو گئے اور ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا اور ان کی بستی صفحہ ہستی سے ایسے مٹا دی گئی کہ گویا کوئی بستی تھی ہی نہیں۔(تذکرۃ الانبیاء)

کافروں کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے ان تباہ حال بستیوں کی طرف سے اپنا رخ پھیر لیا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنا فرض پورا کیا اور تمہاری ہدایت کے لیے ہر ممکن طریقہ آزمالیا مگر تم اپنی سرکشی پر ڈٹے رہے اور عذاب الٰہی کو جھٹلاتے رہے مجھے تمہاری ہلاکت پر کوئی افسوس نہیں۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوا:

''جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو ہو گئے وہی نقصان اٹھانے والے تو منہ پھیر لیا ان کی طرف سے اور کہا اے میری قوم بے شک میں نے پہنچا دیئے تھے تمہیں پیغامات اپنے رب کے اور میں نے نصیحت کی تھی تمہیں تو کیونکر غم

کروں میں کافر قوم (کے ہولناک انجام) پر۔" (پ۸ سورۃ الاعراف آیت ۹۳)

مزار مبارک:

حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا اور آپ علیہ السلام کا مزار مبارک کعبۃ اللہ کے مغرب میں واقع ہے۔

تذکرہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

نام ونسب:

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا نسب نامہ یوں ہے موسیٰ بن عمران بن قاہث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے کیونکہ اسرائیل آپ علیہ السلام کا لقب ہے یا آپ علیہ السلام کا دوسرا نام ہے اور چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اس لیے آپ کا شمار بنی اسرائیل میں ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران تھا جبکہ تفسیر روح البیان اور حاشیہ جلالین کے مطابق آپ علیہ السلام کی والدہ کا نام یارخا مذکور ہوا جبکہ تفسیر نعیمی میں آپ علیہ السلام کی والدہ کا نام عائذ مذکور ہوا ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے اور آپ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے۔ (صاوی، حاشیہ جلالین)

پیدائش کا احوال:

مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون ہوا کرتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے قبل اس وقت کا بادشاہ مصر فرعون تھا جو مصر کے تمام بادشاہوں میں سب سے زیادہ سخت دل، ظالم اور بدخلق تھا۔

ایک دن فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی جانب سے ایک آگ نکلی ہے جس نے مصر کا احاطہ کرلیا اور تمام قبطیوں کو جلادیا لیکن بنی اسرائیل کو اس نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا اس خواب سے فرعون بہت پریشان ہوا اس نے خواب کی تعبیر بیان

کرنے والے ماہرین سے پوچھا کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہوسکتی ہے انہوں نے بتایا کہ اس خواب سے تو یہی سمجھ آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تمہاری بادشاہی کے زوال کا سبب بنے گا یہ سن کر فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جو بچہ بھی پیدا ہو اسے ذبح کردیا جائے اور اس طرح اس کے حکم سے ہزاروں کی تعداد میں بچے ذبح کردیئے گئے۔ (تفسیر جلالین، جمل)

اس واقعہ کو قرآن حکیم میں مذکور کیا گیا

''وہ تمہیں بڑا عذاب دیتے تھے ذبح کرتے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری لڑکیوں کو......۔'' (پ ا، البقرہ آیت ۴۹)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو حمل کی گرانی محسوس ہوئی تو بہت پریشان ہوئیں۔ قدرت خداوندی سے انہیں دیکھ کر کسی کو اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ آپ حاملہ ہیں پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو انہیں الہام ہوا کہ صندوق بنا کر اسے رسی سے باندھ لو اور جب خطرہ لاحق ہو تو بچے کو اس صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دو آپ کا گھر دریائے نیل کے بالکل کنارے پر تھا چنانچہ آپ بچے کو دودھ پلاتی رہیں جب کسی سے خوف ہوتا تو اسے صندوق میں رکھ کر دریا میں بہا دیتیں اور کنارے پر رسی کا سرا پکڑ کر بیٹھ جاتیں اور جب قاتل واپس چلے جاتے تو آپ بچے کو واپس نکال لیتیں آپ حکم الٰہی کے مطابق عرصہ تک اس طریقہ پر عمل کرتی رہیں۔ (ابن کثیر)

ابن جریج کے قول کے مطابق آپ کی والدہ نے تقریباً چار ماہ تک آپ کو دودھ پلایا اور آپ کو یہ خوف واندیشہ لاحق ہوگیا کہ فرعون اور اس کے ساتھی بچے تلاش کرنے میں پوری کوشش میں لگے ہوئے ہیں چنانچہ آپؑ نے بچے کو صندوق میں ڈال کر دریا میں بہا دینے کا فیصلہ کرلیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہ یقین ہوگیا تھا کہ اس طرح بچہ محفوظ رہے گا اور ایک دن انہیں واپس مل جائے گا جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر بے شک اسے

ہم تیری طرف پھیر لائیں گے۔" (پ۲۰، سورۃ القصص آیت ۷)

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپ علیہ السلام کو صندوق میں ڈال کر دریا کے حوالے کر دیا صندوق بہتا ہوا فرعون کے گھر کے قریب سے گزرا مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ وہاں موجود لونڈیوں نے صندوق کو دریا میں سے نکال لیا اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا جو فرعون کی زوجہ تھیں، کے سامنے رکھ دیا۔ صندوق کھولا اور پردہ ہٹا کر دیکھا تو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بچے کے نورانی چہرے کو دیکھ کر حیران رہ گئیں جو نورِ نبوت سے جگمگا رہا تھا آپ رضی اللہ عنہا کے دل میں اس کی محبت پیدا ہوگئی اور آپ رضی اللہ عنہا اس پر جان و دل سے فریفتہ ہوگئیں۔

جب فرعون گھر آیا اور اسے بچے کی بابت بتایا گیا تو اس نے حکم دیا کہ فوراً اسے قتل کر دیا جائے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا جو کہ فرعون کی زوجہ تھیں نے بچے کی جان بخشنے کی التجا کی اور فرمایا کہ میرے لیے اس بچے کی جان کو بخش دیں اور اسے قتل نہ کریں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے یہ تجویز پیش کی کہ کیونکہ ہماری کوئی اولاد نہیں تو کیوں نہ ہم اسے اپنا بیٹا بنائیں چنانچہ فرعون نے بچے کے قتل کا ارادہ ترک کر دیا اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ وہی بچہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اسے اور اس کی بادشاہت کو نیست و نابود فرما دے گا۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

> "پس دریا سے نکال لیا اسے فرعون کے گھر والوں نے تا کہ انجام کار وہ ان کا دشمن اور باعث رنج والم بنے بے شک فرعون اور ھامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے...... اور کہا فرعون کی بیوی نے (اے میرے سرتاج) یہ بچہ تو تیری اور میری آنکھوں کے لیے ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرنا شاید ہمیں نفع دے یا ہم اسے اپنا فرزند بنالیں اور وہ (اس تجویز کے انجام کو) نہ سمجھ سکے۔" (پ۲۰، سورۃ القصص آیت ۸)

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے خوف و اندیشہ کے سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا کے حوالے تو کر دیا مگر ساتھ ہی آپ پر بے قراری و گھبراہٹ طاری ہوگئی اور آپ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جدائی میں غمگین ہو گئیں اور عین ممکن تھا کہ آپ اعلی اعلان بچے کے بارے میں لوگوں سے پوچھنے لگتیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صبر و قرار عطا فرمایا پھر آپ نے اپنی بیٹی جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بڑی بہن تھی سے کہا کہ وہ پیچھے جائے اور واپس آ کر بتائے کہ کیا ماجرا ہوا چنانچہ آپ علیہ السلام کی بہن جس کا نام مریم تھا دور دور سے دیکھتی رہی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی بڑی بہن صندوق کو اس طرح دیکھتی رہی گویا وہ اس سے کوئی سروکار نہیں رکھتی۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''اور صبح کو موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا ضرور قریب تھا کہ وہ اس کا حال کھول دیتی اگر ہم ڈھارس نہ بندھاتے اس کے دل کو۔ کہ اسے ہمارے وعدے پر یقین رہے اور اس کی ماں نے اس کی بہن کو کہا اس کے پیچھے چلی جاؤ تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان کو خبر نہ تھی۔'' (پ۲۰، سورۃ القصص آیت ۱۰-۱۱)

غرضیکہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو جب معلوم ہوا کہ بچہ کا صندوق فرعون کے پاس جا پہنچا ہے تو وہ پریشان ہو گئیں کہ کہیں فرعون بچہ کو قتل نہ کر دے چنانچہ اس سے پہلے کہ آپ واویلا کرتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دل کو اطمینان دلا دیا گیا کہ بچہ فرعون کی بیوی کے پاس ہے اور فرعون کے شر سے محفوظ و مامون ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر اس کی زوجہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو فرعون نے بچے کو دودھ پلانے کی خاطر دایہ طلب کی لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی عورت کا دودھ نہ پیا حالانکہ آپ علیہ السلام سخت بھوک میں تھے مگر اس کے باوجود کسی دایہ کا دودھ منہ میں لینے پر راضی نہ ہوئے اس صورت حال سے سب بہت پریشان ہو گئے چنانچہ ایسے موقعہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن آگے بڑھیں اور یہ ظاہر نہ کیا کہ وہ ان کی بہن ہیں اور کہا کہ کیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کا پتا دوں جو اس کی پرورش کریں۔ تمہاری خاطر اور وہ اس بچے کے خیر خواہ بھی ہوں گے۔ یہ سن کر فرعون کے وزیر ہامان نے کہا اس کو پکڑ لو کہ یہ ضرور اس بچے کے خاندان کو جانتی ہے تو اس

وقت انہوں نے کہا میں یہ سب اس لیے کہہ رہی ہوں کہ اس گھرانے کے لوگ بادشاہ کے خیر خواہ ہیں اس لیے بچے کے ساتھ بھی خیر خواہی کریں گے اس کے جواب کو سن کر فرعون نے کہا کہ ٹھیک ہے جاؤ اس عورت کو لے آؤ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اپنے بچے کے پاس آئیں اور انہیں اپنا دودھ جیسے ہی دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بے قراری سے دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون نے تعجب سے کہا کہ کتنی ہی دایہ کا دودھ ہم نے اس بچے کو پلانا چاہا لیکن اس نے نہ پیا تم کون ہو کہ اس نے صرف تمہارا ہی دودھ پسند کیا تو آپ علیہ السلام کی والدہ نے کہا کہ بے شک میں ایسی عورت ہوں کہ مجھ سے خوشبو آتی ہے یعنی میں اپنے بدن ولباس کو صاف ستھرا رکھتی ہوں او۔ میرا دودھ بھی خوشبودار ہے اس لیے ہر بچہ میرا دودھ شوق سے پیتا ہے۔

غرضیکہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کی خاطر ان کی والدہ کے سپرد کر دیا اور ان کے اخراجات کا ذمہ بھی لے لیا اور یوں آپ اپنے بیٹے کو سینے سے لگائے اپنے گھر لے آئیں اور یوں وقتی جدائی کے بعد آپ کا بیٹا آپ سے پھر آن ملا۔ (کبیر، روح المعانی، ابن کثیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

"اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام کر دی تھیں تو بولی کیا میں تمہیں بتا دوں ایسے گھر والے کہ تمہارے اس بچے کو پال دیں اور وہ اس کے خیر خواہ ہیں۔ تو ہم نے اس کی ماں کی طرف پھیرا کہ ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور غم نہ کھائے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" (پ۲۰، سورۃ القصص آیت ۱۲-۱۳)

روپوشی:

دوران پرورش حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے ذریعہ عام صورتحال سے اچھی طرح آگاہ ہو چکے تھے اور ساتھ ساتھ آپ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ فرعون خدا بنا بیٹھا ہے اور لوگوں سے اپنی پرستش کرواتا ہے تو آپ علیہ السلام کو یہ سب بہت ناگوار

گزرا چونکہ آپ علیہ السلام اپنے اباؤ اجداد کے مقام و منصب نبوت سے آگاہ تھے اس لیے آپ نے فرعون کی مشرکانہ و گمراہانہ حرکات پر لوگوں کو آگاہ کرنا شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ لوگوں کے دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتوں کی طرف مائل ہونا شروع ہو گئے اور انہوں نے آپ علیہ السلام کی اتباع شروع کر دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو بھی اس کے شرک و گمراہ کن عقائد سے کنارہ کشی کی تعلیم فرمائی جس کے سبب فرعون اور اس کی قوم کی اکثریت آپ علیہ السلام کی دشمن ہو گئی چنانچہ ان کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے آپ علیہ السلام شہر سے باہر روپوش ہو گئے البتہ جب کسی ضروری کام کے سبب شہر آنا ہوتا تو چھپ کر ایسے وقت آتے جب لوگ سو رہے ہوں اور انہیں کوئی دیکھ نہ پائے۔

ان کے شہر میں خوف سے چھپ کر داخل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ابن اسحٰق نے کہا کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ علیہ السلام نے فرعون کے ساتھ اختلاف کو ظاہر فرما دیا اور فرعون کی عبادت کی مذمت کی تو ان کی طرف سے شدید ردعمل ہوا جس کی وجہ سے آپ نے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لیے پوشیدہ رہنے کی راہ اختیار کی۔

علامہ قرطبی اور دیگر محققین نے بھی اسی قول کی تائید فرمائی ہے۔

قبطی کا قتل:

الغرض ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھپ کر شہر میں داخل ہوئے جس وقت لوگ سو رہے تھے تو وہاں آپ علیہ السلام نے دو آدمیوں کو آپس میں جھگڑتے ہوئے پایا جن میں سے ایک شخص اسرائیلی اور دوسرا آپ علیہ السلام کے دشمنوں میں سے تھا یعنی قبطی تھا چنانچہ اسرائیلی جو کہ آپ علیہ السلام کی جماعت سے تھا آپ علیہ السلام کو دیکھ کر قبطی کے خلاف مدد کے لیے آپ علیہ السلام کو پکارا تو آپ علیہ السلام آگے بڑھے اور اس دشمن قبطی کے سینے پر گھونسہ مارا اور اس ضرب سے وہ قبطی اسی وقت مر گیا۔ اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عزوجل کے حضور گڑگڑا کر معافی طلب کی تو اللہ عزوجل نے ان کی معافی قبول فرمائی۔ (بحوالہ ابن کثیر) جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہے:

"وہ شہر میں داخل ہوئے اس وقت جب بے خبر سو رہے تھے اس کے

باشندے پس آپ نے پایا وہاں دو آدمیوں کو آپس میں لڑتے ہوئے یہ ایک ان کی جماعت سے تھا اور یہ دوسرا ان کے دشمنوں سے پس مدد کے لیے پکارا آپ کو اس نے جو آپ کی جماعت سے تھا اس کے مقابلے میں جو آپ کے دشمن گروہ سے تھا تو سینہ میں گھونسہ مارا موسیٰ نے اس کو اور اس کا کام تمام کر دیا۔ آپ نے فرمایا یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا۔ بے شک وہ کھلا دشمن بہکا دینے والا ہے آپ نے عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے تو رب نے اسے بخش دیا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ عرض کی اے میرے رب جیسا تو نے مجھ پر احسان کیا ہے تو اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔''

(پ ۲۰، القصص آیت ۱۵-۱۷)

آپ علیہ السلام کی ندامت اس سبب سے تھی کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ کافروں کے قتل کو ایک وقت تک موخر رکھا تھا کچھ عرصہ بعد قتل کرنا مستحب ہوتا اور وقت سے پہلے قتل کرنے سے مستحب ترک ہو گیا اس سبب سے آپ علیہ السلام نے اس فعل کو شیطان کی طرف منسوب کیا کہ میرا یہ قتل کرنا اور مستحب ترک کرنا شیطان کی طرف سے ہے میں نے اسے جلدی قتل کر دیا اگرچہ حق یہ تھا کہ تاخیر کی جاتی ہے چنانچہ اس وجہ سے میں نے اپنی جان پر زیادتی کی ہے تو تو میرے اس ترک مستحب کے اقدام کو معاف فرما۔

فرعون کو جب خبر پہنچی کہ کسی شخص نے ہمارے ایک آدمی کو مار ڈالا ہے تو فرعون نے قاتل کی تلاش کا حکم دیا چنانچہ فرعونی قاتل و گواہوں کی تلاش میں گشت کرنے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دوسرے روز صبح کہیں جا رہے تھے اور یہی اندیشہ لاحق تھا کہ کہیں فرعون اور اس کے حامیوں کو معلوم نہ ہو جائے کہ قبطی کو میں نے قتل کیا ہے۔ اسی دوران آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ وہی اسرائیلی جس نے آپ کو کل مدد کے لیے پکارا تھا آج پھر کسی سے جھگڑ رہا ہے اور آپ علیہ السلام کو دیکھتے ہی آپ علیہ السلام کو مدد کے لیے پکار رہا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہی شخص جھگڑالو ہے جو روز لوگوں سے لڑتا

ہے چنانچہ آپ علیہ السلام نے ڈپٹ کر اس سے ارشاد فرمایا بے شک تو کھلا گمراہ ہے یعنی جھگڑالو ہے اور خود بھی پریشان ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی مصیبت میں ڈالتا ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے کہ دونوں کو الگ الگ کر دیں کہ وہ قبطی اس کے ساتھ گتھم گتھا تھے مگر جونہی آپ علیہ السلام نزدیک گئے اور ارادہ کیا انہیں علیحدہ کر دیں تو وہ اسرائیلی جو مدد کے لیے پکار رہا تھا آپ علیہ السلام کے ڈانٹنے اور پھر قریب آنے سے سمجھا کہ شاید آپ علیہ السلام اس کی طرف آ رہے ہیں چنانچہ خوفزدہ ہو کر قتل کا راز فاش کر دیا اور کہنے لگا کہ کیا تم مجھے بھی مارنا چاہتے ہو جیسے کل اس شخص کو مار دیا تھا۔

قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''تو صبح کی اس شہر میں ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ کیا ہوتا ہے جبھی دیکھا کہ وہ جس نے کل ان سے مدد چاہی تھی فریاد کر رہا ہے موسیٰ نے اس سے فرمایا بے شک تو کھلا گمراہ ہے تو جب موسیٰ نے چاہا کہ اس پر گرفت کرے جو ان دونوں کا دشمن ہے وہ بولا اے موسیٰ کیا تم مجھے ایسا ہی قتل کرنا چاہتے ہو، جیسا تم نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تھا تم تو یہی چاہتے ہو کہ زمین میں سخت گیر بنو اور اصلاح نہیں کرنا چاہتے ہو۔''

(پ۱۲، سورۃ القصص آیت ۱۸-۱۹)

دوسرے شہر روانگی:

قتل کا راز فاش ہوتے ہی وہ قبطی دوڑا دوڑا اپنی قوم کے پاس پہنچا اور انہیں تمام صورتحال سے آگاہ کیا چنانچہ فرعون کو جب یہ خبر ملی تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم نافذ کر دیا چنانچہ فرعون آپ علیہ السلام کی تلاش میں لگ گئے۔

(از ابن کثیر، خزائن العرفان)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک ہمدرد آپ علیہ السلام کے پاس یہ خبر لے کر پہنچا کہ قبطی نے آپ علیہ السلام کا راز فاش کر دیا ہے اور اب فرعون نے آپ کے قتل کا حکم دے دیا ہے اور فرعونی آپ کو جگہ جگہ ڈھونڈ رہے ہیں لہٰذا یہاں سے نکل چلئے۔ چنانچہ آپ علیہ

السلام وہاں سے نامعلوم منزل کی طرف گرفتاری سے بچنے کے لیے نکل پڑے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا کہا اے موسیٰ بے شک دربار والے (فرعونی درباری) آپ کے قتل کا مشورہ کررہے ہیں تو نکل جائیے میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔'' (پ۱۲،سورۃ القصص آیت ۲۰)

علامہ آلوسی تحریر فرماتے ہیں کہ مشورہ دینے والا یہ شخص آل فرعون سے تھا جو مومن تھا لیکن ایمان کو چھپاتا تھا۔ (روح المعانی)

چنانچہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگے جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''تو اس شہر سے نکلے ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ اب کیا ہوتا ہے عرض کی اے میرے رب مجھے ستم گاروں (ظالموں) سے بچالے اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوئے کہا قریب ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ بتائے......۔'' (پ۱۲، القصص، آیت ۲۱-۲۲)

غرضیکہ موسیٰ علیہ السلام پیدل چل پڑے گو کہ پاس نہ ہی کھانے پینے کا کچھ سامان تھا نہ ہی کوئی سواری صرف درختوں کے پتوں پر گزارا کر کے آپ علیہ السلام نے راستہ طے کیا راستہ دکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ آپ علیہ السلام کی مدد فرمائی فرعونی آپ علیہ السلام کو تلاش کرتے رہے لیکن آپ علیہ السلام کو تلاش نہ کر سکتے کیونکہ جب رب تعالیٰ آپ علیہ السلام کی حفاظت فرمارہا تھا تو وہ آپ علیہ السلام کو کیسے تلاش کر سکتے تھے۔ (از روح المعانی)

چنانچہ آپ علیہ السلام مدین کے شہر میں ایک کنویں پر پہنچے۔ مدین کا شہر فرعون کی حکمرانی سے آزاد تھا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور آپ علیہ السلام کو اس شہر کی طرف روانہ فرمایا یہاں حضرت شعیب علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ آپ علیہ السلام نے مدین کے کنویں پر لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور لوگوں کا مجمع لگا ہوا ہے ایسے میں دو عورتیں اپنے جانوروں کو روک کر ایک

طرف کھڑی ہیں اس انتظار میں کہ مجمع ہٹے تو وہ بھی اپنے جانوروں کو پانی پلائیں کیونکہ ان کے نزدیک عورتوں، مردوں کا اختلاط اور دھکا لگنا یا عورتوں کا مردوں سے مزاحمت کرنا حرام تھا اسی سبب سے وہ الگ تھلگ کھڑی لوگوں کے چلے جانے کی منتظر تھیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے دور کھڑے رہنے کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا ہمارے والد ضعیف ہیں اس لیے ہم پانی نکالنے آئی ہیں اور جب لوگ فارغ ہو کر چلے جائیں گے تو ہم پانی نکال لیں گے اور جانوروں کو پلائیں گی۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے ڈول نکالا اور برکت کی دعا کی اور ان خواتین کی بکریوں کو پانی کے قریب کیا وہ ایک ڈول سے ہی سیراب ہوگئیں پھر آپ علیہ السلام ایک طرف سائے میں آ کر بیٹھ گئے اور اللہ کے حضور دعا کی اے اللہ مجھے کھانا عطا فرما دے کیونکہ سات دنوں سے آپ صرف درخت کے پتے کھا رہے تھے۔ (روح المعانی)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

"اور آپ جب مدین کے پانی پر آئے وہاں لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے اس طرف دو عورتیں دیکھیں کہ اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں موسیٰ نے فرمایا تم دونوں کا کیا حال ہے وہ بولیں ہم پانی نہیں پلاتیں جب تک سب چرواہے پلا کر پھر نہ لے جائیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں تو موسیٰ نے ان دونوں کے جانورروں کو پانی پلا دیا پھر سایہ کی طرف پھرا عرض کی اے میرے رب میں اس کھانے کا جو تو میرے لیے اتارے محتاج ہوں۔"

(پ ۲۰، سورۃ القصص آیت ۲۳ تا ۲۴)

حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات اور انکی بیٹی سے نکاح:

جب وہ دونوں بہنیں اپنے بوڑھے والد کے پاس پہنچیں تو وہ ان کے جلدی آنے پر حیران ہوئے تو انہوں نے اپنے والد کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بتایا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی ایک بیٹی کو بھیجا کہ جا کر انہیں بلا کر لائیں چنانچہ وہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچیں اور ان سے کہا کہ میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تا کہ آپ نے جو ہماری مدد کی ہے اور ہماری بکریوں کو پانی پلایا ہے تو آپ کو اس کا صلہ دیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ ہو لیے لیکن اس غرض نہیں کہ انہیں اجرت طلب کرنی تھی بلکہ وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی زیارت کی غرض سے گئے چنانچہ جب آپ علیہ السلام ان کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں کھانا پیش کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکار کیا اور فرمایا کہ بے شک ہمارے گھرانے کے لوگ اپنے دین کو دنیا کے بدلے نہیں بیچتے اور کسی بھلائی کی کوئی قیمت نہیں لیا کرتے۔ شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ میری اور میرے اباؤ اجداد کی عادت ہے ہم مہمانوں کو کھانا کھلاتے رہیں چنانچہ آپ علیہ السلام کے یہ فرمانے پر موسیٰ علیہ السلام بیٹھ گئے اور کھانا کھایا پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے ان سے ان کے متعلق دریافت فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق تمام صورتحال سے انہیں آگاہ کیا تو حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں تسلی دی کہ فرعونی یہاں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ یہ شہر فرعون کی حکمرانی سے آزاد ہے۔ (تذکرۃ الانبیاء)

قرآن حکیم میں مذکور ہوا

”تو ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس آئی شرم سے چلتی ہوئی بولی میرا باپ تمہیں بلاتا ہے کہ تمہیں بدلہ دے اس کا جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے جب موسیٰ اس کے پاس آیا اور اسے باتیں کہہ سنائیں اس نے کہا ڈریئے نہیں آپ بچ گئے ظالموں سے۔“

(پ۲۰، سورۃ القصص آیت ۲۵)

علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شعیب علیہ السلام کو وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ آپ اپنی بیٹی کو بھیج کر اس شخص کو بلائیں آپ کی بیٹی پاکدامن تمام عیوب سے پاک اور بااعتماد ہے اور جس کو بلانے کے لیے جارہی ہے وہ بھی تو میرا پیارا صاحب کمال نبی ہے۔ (تفسیر کبیر)

حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعریف کی کہ یہ

شخص طاقتور بھی ہے اور دیانتدار بھی۔ (ابن کثیر)

انہوں نے اس لیے تعریف کی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہادری دیکھ چکی تھیں کہ دس آدمیوں کے نکالنے والے ڈول کو آپ علیہ السلام نے اکیلے ہی نکال لیا اور بھاری پتھر کو اکیلے ہی کنوئیں کے منہ پر سے ہٹا دیا۔ اس کے علاوہ آپ علیہ السلام کا تقویٰ بھی دیکھ چکی تھیں کیونکہ ان سے سوال کرنے میں آپ علیہ السلام کی نگاہیں نیچے تھیں اور اس کے ساتھ چلتے ہوئے بھی یہی کہا تھا کہ تم پیچھے پیچھے چلو میں آگے چلتا ہوں تم مجھے پیچھے سے راہ بتلاتی آنا اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کا خیال تھا کہ اگر میں پیچھے چلا تو میری نگاہ اس پر پڑے گی۔ (تذکرۃ الانبیاء)

چنانچہ آپ علیہ السلام کی اس دینداری اور تقویٰ و بہادری کے سبب شعیب علیہ السلام نے، اپنی ایک بیٹی کا نکاح ان سے کرنے کا فیصلہ کرلیا کہ یہ دونوں وصف کامل انسان ہونے کی علامت ہیں۔

قرآن حکیم میں مذکور ہوا

"کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو پھر اگر پورے دس برس کرلو تو تمہاری طرف سے ہے اور میں تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا قریب ہے انشاء اللہ تم مجھے نیکیوں میں پاؤ گے موسیٰ نے کہا یہ میرے اور تمہارے درمیان اقرار ہو چکا ہے میں ان دونوں میں جو میعاد پوری کردوں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں ہمارے اس قول پر اللہ کا ذمہ ہے۔"

(پ۲۰، القصص آیت ۲۷-۲۸)

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ٹھیک ہے میں دونوں مدتوں میں جو بھی پوری کروں یعنی آٹھ سال خدمت کروں یا دس سال مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی اور جو بات ہم ایک دوسرے سے کر رہے ہیں اللہ اسے سن رہا ہے اور دیکھ بھی رہا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو بکریاں ہانکنے اور انہیں درختوں کے پتے جھاڑ کر

کھلانے کے لیے ایک عصا دیا جو جنت کے ساگواں درخت کی لکڑی کا بنا ہوا تھا جو حضرت آدم علیہ السلام ساتھ لائے تھے اور پھر انبیاء کرام سے منتقل ہوتا ہوا شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچا اب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ گیا یہی عصا بعد میں آپ علیہ السلام کا معجزہ بن گیا۔ (از مدارک، حاشیہ جلالین)

آپ علیہ السلام نے جو مدت زیادہ بنتی تھی وہ پوری کی یعنی دس سال۔ امام بخاری اور دیگر علماء کرام نے حضرت ابن عباس کے اس قول کی تائید فرمائی اور اسے روایت فرمایا کہ جب آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اکثر مدت یعنی دس سال مکمل خدمت کی تھی کیونکہ آٹھ سال تو واجب تھے اور اوپر دو سال مستحب تھے جو پاکیزہ اور زیادہ ثواب کا ذریعہ تھے اس لیے آپ علیہ السلام نے زیادہ ثواب والی مدت کو پورا کیا اور اللہ کا رسول جو کہتا ہے اس پر عمل کرتا ہے۔ (روح المعانی)

شرف کلیم اللہ:

مدت پوری ہونے پر آپ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام سے اپنی زوجہ کے ساتھ رخصت ہونے کی اجازت طلب فرمائی کیونکہ آپ علیہ السلام کا خیال تھا کہ قبطی کے قتل کو کافی عرصہ گزر چکا ہے لہٰذا بات پرانی ہوگئی ہوگی اور اب وہ صورتحال نہ ہوگی لہٰذا اپنے بھائی اور والدہ وغیرہ سے ملنے کے لیے اپنے شہر روانہ ہوئے جس رات آپ علیہ السلام نے سفر شروع کیا وہ بہت تاریک اور سرد رات تھی شام کے بادشاہوں کے خطرے کے پیش نظر آپ علیہ السلام نے عام راستہ کے بجائے ایک دوسرا صحرائی راستہ اختیار کیا پھر آپ علیہ السلام راستہ بھٹک گئے اور مشہور راستے تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکے رات کی تاریکی اور ٹھنڈ بھی شدت اختیار کر گئی۔ آپ علیہ السلام اس وقت طور کے غربی جانب وادی طویٰ میں تھے یہ جمعہ کی شب تھی اسی دوران آپ علیہ السلام کے بیٹے کی پیدائش ہوئی آپ علیہ السلام نے اسی اثناء میں طور کے بائیں جانب دور ایک آگ بھڑکتی ہوئی دیکھی تو آپ نے اپنی زوجہ سے فرمایا کہ تم یہاں ہی ٹھہرو میں نے آگ

دیکھی ہے میں وہاں سے آگ کی چنگاری لاتا ہوں یا آگ سلگا کر لاتا ہوں تاکہ تم آگ تاپ سکو اور سردی کم محسوس ہو۔ (روح المعانی......ابن کثیر)

یہ واقعہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۱) ''پھر جب موسیٰ نے اپنی میعاد پوری کرلی اور اپنی بی بی کو لے کو چلے طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی اپنی گھر والی سے کہا تم ٹھہرو مجھے طور کی طرف سے ایک آگ نظر پڑی ہے شاید میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا تمہارے لیے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں تاکہ تم تاپو......۔''

(پ۲۰، سورۃ القصص آیت ۲۹)

(۲) ''(اور یاد کرو) جب کہا موسیٰ نے اپنی زوجہ سے کہ میں نے دیکھی ہے آگ۔ ابھی لے آتا ہوں تمہارے پاس وہاں سے کوئی خبر یا آؤ نگا تمہارے پاس (اس آگ سے) کوئی شعلہ سلگا کرتا کہ تم اسے تاپو......۔''

(پ۱۹، سورۃ النمل آیت ۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب وہاں پہنچے جہاں آگ دیکھی تھی تو دیکھا کہ آگ آہستہ آہستہ شعلے مار رہی ہے جب آپ علیہ السلام قریب آئے تو آگ نے شدت اختیار کرلی اور بہت بلند شعلے مارنے والی آگ نظر آنے لگی عجیب منظر تھا کہ آگ ایک درخت سے نکل رہی تھی آگ جتنی زیادہ ہوتی چلی جاتی اسی قدر درخت کے پتے بھی زیادہ سبز ہوتے چلے جاتے حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی سوچ میں کچھ دیر تک گم رہے آگ کی شدت کہاں اور درختوں کے پتوں کا سبز ہونا کہاں کافی دیر سوچنے کے بعد اگرچہ ذہن نے کوئی فیصلہ نہ کیا تاہم خیال کیا کہ آگ سلگا کر لے جاؤں جب آپ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ آگ سلگاؤں تو آگ زرد ہو جاتی اور آپ علیہ السلام سوچ میں گم ہوگئے کہ دفعتاً آپ کو آواز دی گئی جو کہ اللہ عزوجل کی طرف سے تھی اور رب تعالیٰ کی طرف سے ہی آپ علیہ السلام جان گئے کہ یہ میرے رب کی آواز ہے۔

قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''اے موسیٰ بے شک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار ڈال بے شک تو پاک جنگل طویٰ میں ہے۔'' (پ۱۶، سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲)

(۲) ''پس جب آپ وہاں گئے تو ندا آئی وادی کے دائیں کنارے سے اس بابرکت مقام میں ایک درخت سے کہ اے موسیٰ بلاشبہ میں ہی ہوں اللہ جو رب العالمین ہوں۔'' (پ۲۰، سورۃ القصص آیت ۳۰)

(۳) ''پھر جب اس کے پاس پہنچے تو ندا کی گئی کہ بابرکت ہو جو اس آگ میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے اور (ہر تشبیہ و تمثیل سے) پاک ہے اللہ جو رب العالمین ہے۔''

(۴) ''اے موسیٰ وہ میں اللہ ہی ہوں عزت والا دانا۔'' (پ۱۹، سورۃ النمل آیت ۹)

فرعون کو دعوت حق کا حکم:

حضرت موسیٰ علیہ السلام جس بابرکت وادی میں کھڑے تھے اس کا نام ''طویٰ'' ہے آپ علیہ السلام کا رخ قبلہ کی طرف تھا اور یہ درخت مغرب کی سمت آپ علیہ السلام کے دائیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے اسی وادی میں ہمکلام ہونے کا شرف عطا فرمایا اور آپ کو حکم فرمایا کہ اس مبارک زمین اور اس مبارک رات کے احترام میں تعظیم و توقیر بجالاتے ہوئے اپنے پاؤں سے جوتے اتار دو اور ارشاد فرمایا:

''اور ڈال دو (زمین پر) اپنے عصا کو اب جو دیکھا اسے تو وہ اس طرح لہرا رہا تھا جیسے وہ سانپ ہو آپ پیٹھ پھیر کر چل دیئے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (آواز آئی) اے موسیٰ سامنے آؤ اور ڈرو نہیں یقیناً تم (ہر خطرہ سے) محفوظ ہو۔ ڈالو اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں وہ نکلے گا سفید (چمکتا ہوا) بغیر کسی تکلیف کے اور رکھ لے اپنے سینہ پر اپنا ہاتھ خوف دور کرنے کے لیے تو یہ دو دلیلیں تمہارے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف لے جانے کے لیے بے شک وہ نافرمان لوگ ہیں۔

(پ۲۰، سورۃ القصص آیت ۳۱-۳۲)

ارشاد فرمایا:

''میں نے پسند کر لیا ہے تجھے سو خوب کان لگا کر سن جو وحی کیا جاتا ہے یقیناً میں ہی اللہ ہوں نہیں ہے کوئی معبود میرے سوا پس تو میری عبادت کیا کر اور ادا کیا کر نماز مجھے یاد کرنے کے لیے بے شک وہ گھڑی (قیامت) آنے والی ہے میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ بدلہ دیا جائے ہر شخص کو اس کام کا جس کے لیے وہ کوشاں ہے پس ہرگز نہ روکے تجھے اس (کو ماننے) سے وہ شخص جو ایمان نہیں رکھتا اس پر اور پیروی کرتا ہے اپنی خواہش کی۔'' (۱۶ سورۃ طٰہ آیت ۱۳ تا ۱۶)

''اور آپ نہیں تھے (طور) کی مغربی سمت میں جب ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف (رسالت کا) حکم بھیجا۔'' (پ ۲۰، سورۃ القصص آیت ۴۴)

فرمایا:

''یہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ اے موسیٰ! عرض کی (میرے رب) یہ میرا عصا ہے میں ٹیک لگاتا ہوں اس پر اور پتے جھاڑتا ہوں اس سے اپنی بکریوں کے لیے اور میرے لیے اس میں کئی اور فائدے بھی ہیں حکم ہوا ڈال دے اسے زمین پر اے موسیٰ تو آپ نے اسے زمین پر ڈال دیا پس اچانک وہ سانپ بن کر (ادھر ادھر) دوڑنے لگا حکم ہوا اسے پکڑ لو اور مت ڈرو ہم لوٹا دیں گے اسے اپنی پہلی حالت پر۔'' (پ ۱۶، سورۃ طٰہ ۱۶ تا ۲۱)

فرمایا:

''اور ذرا ڈالو اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں وہ نکلے گا سفید چمکتا ہوا بغیر کسی تکلیف کے (یہ دو معجزے) ان دو معجزات ہیں جن کے ساتھ آپ کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا گیا بے شک وہ بڑے سرکش لوگ ہیں۔''

(پ ۱۹، سورۃ النمل آیت ۱۲)

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی طرف رسالت کا حکم بھیجا نیک

اعمال کی ترغیب فرمائی اور نافرمان وسرکش لوگوں کی باتوں سے الگ تھلگ رہنے کا حکم فرمایا اور انہیں فرعون کی طرف جانے کا حکم فرمایا ساتھ ہی معجزات عطا فرمائے تاکہ اس پر اور اس کے تابعداروں کے خلاف دلیل بن سکے آپ علیہ السلام کا عصا زمین پر ڈالتے ہی ایک خوفناک اژدھا بن گیا آپ علیہ السلام خوفزدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے پکڑنے کا حکم ملا تو آپ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ سانپ کے منہ پر رکھ دیا تو وہ سانپ آپ علیہ السلام کے پکڑتے ہی دوبارہ عصا بن گیا پھر حکم ہوا کہ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالو آپ علیہ السلام نے پیروی کی اور ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو ہاتھ چاند کی مانند چمک رہا تھا۔ غرضیکہ عصا اور ید بیضاء دو معجزے آپ علیہ السلام کی صداقت کی دلیلیں ہیں جنہیں فرعون اور اس کی سرکش قوم کے سامنے دلیل بنا کر پیش کرنے کا حکم صادر کرتے ہوئے فرمایا:

''فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش بن گیا ہے۔'' (پ ١٦، سورۃ طٰہٰ آیت ٢٤)

موسیٰ علیہ السلام کی دعا:

(١) ''عرض کی اے میرے رب میرے لیے میرا سینہ کھول دے اور میرے لیے کام آسان کردے اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات سمجھیں اور میرے لیے میرے گھر والوں سے ایک وزیر کردے وہ کون؟ میرا بھائی ہارون اس سے میری کمر مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر کہ ہم کثرت سے تیری پاکی بیان کریں اور کثرت سے تیرا ذکر کریں بے شک تو ہمیں دیکھ رہا ہے رب نے فرمایا اے موسیٰ تیری مانگ تجھے عطا ہوئی۔'' (پ ١٦، سورۃ طٰہٰ آیت ٢٥ تا ٣٦)

(٢) ''آپ نے عرض کی میرے رب! میں نے تو قتل کیا تھا ان سے ایک شخص کو پس میں ڈرتا ہوں کہیں وہ مجھے قتل نہ کردیں اور میرا بھائی ہارون وہ زیادہ فصیح ہے مجھ سے گفتگو کرنے میں تو اسے بھیج میرے ساتھ میرا مددگار بنا کر تاکہ وہ میری تصدیق کرے میں ڈرتا ہوں وہ مجھے جھٹلائیں گے (تو اللہ

تعالیٰ نے) فرمایا ہم مضبوط کریں گے تیرے بازو کو تیرے بھائی سے اور ہم عطا کریں گے تمہیں ایسا غلبہ (اور شوکت) کہ وہ تمہیں (اذیت) نہیں پہنچا سکیں گے ہماری نشانیوں کے باعث۔ تم دونوں اور تمہارے پیروکار ہی غالب آئیں گے۔'' (القصص)

(۳) ''اور یاد کرو جب ندا دی آپ کے رب نے موسیٰ کو اور فرمایا کہ جاؤ ظالم لوگوں کے پاس۔ یعنی قوم فرعون کے پاس کیا وہ (قہر الٰہی) سے نہیں ڈرتے آپ نے عرض کی میرے رب! میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے اور گھٹا ہے میرا سینہ اور روانی سے نہیں چلتی میری زبان سو (از راہ کرم) وحی بھیج ہارون کی طرف اور (تو جانتا ہے) ان کا میرے ذمہ ایک جرم بھی ہے اس لیے میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر ڈالیں گے اللہ نے فرمایا ایسا نہیں ہوسکتا پس تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں (اور ہر بات) سننے والے ہیں سو دونوں جاؤ فرعون کے پاس اور اسے کہو ہم دونوں اس کے رسول ہیں جو رب ہے سارے جہاں کا تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو چھوڑ دے......۔'' (پ۱۹، الشعراء آیت ۱۰ تا ۱۷)

(۴) ''اور میں نے مخصوص کرلیا ہے تمہیں اپنی ذات کے لیے اب جایئے آپ کا اور آپ کا بھائی میری نشانیاں لے کر اور نہ سستی کرنا میری یاد میں آپ دونوں جائیں فرعون کے پاس وہ سرکش بنا بیٹھا ہے اور گفتگو کریں اس کے ساتھ نرم انداز سے شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا (میرے غضب سے) ڈرنے لگے۔'' (پ۱۶، طٰہٰ آیت ۴۱ تا ۴۴)

غرضیکہ جب موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ فرعون کے پاس جا کر دعوت حق دو تو آپ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی میرا سینہ کشادہ کردے اور میری زبان کی لکنت ختم کردے جس کے سبب میری بات آسانی سے سمجھ نہیں آتی اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کی معاونت کی بھی دعا کی کہ وہ مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہیں لوگ ان کی

صاف و فصیح کلام کے سبب بات جلدی سمجھ لیتے ہیں تو رب تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی آپ علیہ السلام کی زبان کی لکنت مکمل طور پر ختم ہوگئی اور آپ علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام سے زیادہ فصاحت حاصل ہوگئی اور ساتھ ساتھ رب تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام کی معاونت بھی عطا فرمادی۔ (روح المعانی)

آپ علیہ السلام کی زبان میں لکنت کی وجہ مختلف روایات میں بیان کی گئی کہ ایک مرتبہ فرعون بچپن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اٹھا کر پیار کر رہا تھا تو آپ علیہ السلام نے بچپن کی اس عمر میں بھی دشمن خدا کی داڑھی پکڑ کر کھینچی فرعون کو شک ہوگیا کہ کہیں یہ وہی بچہ تو نہیں جو میری سلطنت کا خاتمہ کرے گا چنانچہ اس نے آپ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا تڑپ کر آگے بڑھیں اور فرمایا فرعون! یہ معصوم بچہ ہے اس کی حرکت پر نہ جائیے یہ تو انگارے اور پھل میں بھی تمیز نہیں کرسکتا یا پھر فرمایا کہ یہ تو جواہر اور انگارے کو پہچاننے کی صلاحیت نہیں رکھتا چنانچہ فرعون نے آزمائش کی خاطر دہکتے ہوئے انگارے اور جواہر یا پھل آپ علیہ السلام کے سامنے رکھ دیئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ بڑھا کر انگارہ منہ میں ڈال لیا جس کے سبب آپ علیہ السلام کی زبان کچھ جل گئی اور لکنت پیدا ہوگئی اور اس طرح آپ قدرت الٰہی سے فرعون کے ظلم سے بچ گئے۔

فرعون کو دعوت حق:

موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے ساتھ فرعون کو دعوت حق دینے کے لیے اس کے پاس پہنچے جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۱) ’’(فرعون نے) کہا کیا ہم نے تمہیں اپنے ہاں بچپن میں نہیں پالا اور تم نے ہمارے ہاں اپنی عمر کے کئی برس گزارے تم نے کیا اپنا وہ کام جو تم نے کیا اور تم ناشکر تھے موسیٰ نے فرمایا میں نے وہ کام کیا جب مجھے راہ کی خبر نہ تھی تو میں تمہارے ہاں سے نکل گیا جبکہ تم سے ڈرا تو میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا اور مجھے پیغمبروں سے کیا اور یہ کوئی نعمت ہے جس کا تو مجھے احسان

جتاتا ہے حالانکہ تو نے غلام بنا کر رکھے ہیں بنی اسرائیل۔"

(پ ۱۹، الشعراء آیت ۱۸ تا ۲۲)

(۲) "فرعون نے پوچھا کیا حقیقت ہے رب العالمین کی؟ آپ نے فرمایا (رب العالمین وہ ہے جو) مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر ہو تم یقین کرنے والے۔ فرعون نے اپنے اردگرد بیٹھنے والوں سے کہا کیا تم سن نہیں رہے آپ نے فرمایا وہ جو تمہارا مالک ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی فرعون بولا بلاشبہ تمہارا یہ رسول جو بھیجا گیا ہے تمہاری طرف یہ تو دیوانہ ہے آپ نے (معاً) فرمایا جو مشرق و مغرب کا رب ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تم کچھ عقل رکھتے ہو۔"

(پ ۱۹، الشعراء آیت ۲۳ تا ۲۸)

(۳) "فرعون نے پوچھا موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟ فرمایا ہمارا رب وہ ہے جس نے عطا کی ہر چیز کو (موزوں) صورت پھر (مقصد تخلیق کی طرف) ہر چیز کی رہنمائی کی اس نے کہا (اچھا یہ بتاؤ) کیا حال ہوا پہلی قوموں کا؟ فرمایا کہ ان کا علم میرے رب کے پاس ہے جو کتاب میں (مرقوم) ہے نہ بھٹکتا ہے میرا رب اور نہ (کسی چیز کو) بھولتا ہے وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور بنا دیئے تمہارے فائدے کے لیے اس میں راستے اور اتارا آسمان سے پانی۔ پھر ہم نے نکالے پانی کے ذریعے (شکم زمین سے) جوڑے گوناگوں نباتات کے۔ خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو بھی چراؤ بے شک اس میں (ہماری قدرت و حکمت کی) نشانیاں ہیں دانشوروں کے لیے۔ اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور (روز حشر) اسی سے ہم تمہیں نکالیں گے ایک بار پھر۔" (پ ۱۶، سورۃ طٰہٰ آیت ۴۹ تا ۵۵)

غرضیکہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام فرعون کے دربار میں گئے اور انہیں دعوتِ حق دی تو

فرعون نے کہا کہ ہم نے تم پر احسانات کیے تمہیں بچپن میں پالا اور اتنا عرصہ تمہاری پرورش کی ہم نے تمہیں نعمتیں دیں لیکن تم نے ناشکری کی اور ہمارے آدمی کو بھی قتل کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میرا قتل کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا یعنی میں نے غفلت میں یہ کام کیا یہ بات میرے علم میں نہ تھی کہ وہ ایک مکے سے ہی مر جائے گا میں یہ مکا ادب سکھانے کے لیے مارا تھا قتل کرنے کے لیے نہیں مارا تھا۔ (کبیر)

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور ہارون کو رسول بنا کر بھیجا ہے اب میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آیا ہوں اور جو تو مجھے یہ احسان جتلا رہا ہے کہ تو نے میری تربیت و پرورش کی حالانکہ تو نے سارے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے تو نے مجھ پر کیا احسان کیا مجھ پر وہی مال خرچ کیا جو میری قوم سے غلامی کی صورت میں وصول کیا۔ تم تو مجھے قتل کرنا چاہتے تھے اور میری وجہ سے ہی تم نے میری قوم کے ہزاروں بچے قتل کیے میری تربیت اور قتل سے میرا بچ جانا تو صرف میرے رب کا فضل ہے؟ (تفسیر کبیر)

پھر فرعون کو رب تعالیٰ کے متعلق بتایا کہ میرا پروردگار تو وہ ہے جس نے کائنات کی ہر شے کو پیدا کیا اور انہیں ایسی شکل و صورت بخشی جو ان فوائد و منافع کے لیے موزوں ہے اور مناسب ہے جن کے لیے اس کی تخلیق ہوئی اور انہیں یہ بھی سکھا دیا کہ وہ ان قوتوں اور اعضاء سے کیسے کام لے سکتے ہیں تاکہ مقصد تخلیق کو پورا کر سکیں۔

(کشاف، ضیاء القرآن)

آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ تو مشرق و مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا رب ہے اگر تمہیں عقل ہو یعنی مشرق سے سورج کو ہر روز طلوع کرنا مغرب میں غروب کرنا اور ہر سال میں ہر موسم، ہر بہار کا اپنے وقت پر آنا۔ بارشیں برسانا، ہواؤں کا چلانا یہ سب کچھ اس کے نظام قدرت میں ہے کاش تمہیں سمجھ آ جائے۔ رب تعالیٰ کی قدرت اس کی ربوبیت اور اس کی وحدانیت کو تسلیم نہ کرنا تمہاری حماقت پر دلالت کر رہا ہے۔

(خزائن العرفان)

آپ علیہ السلام نے فرمایا رب وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور جو تم سے پہلے تھے یعنی تمہارے آباؤ اجداد ان کو پیدا کیا یعنی دنیا میں پہلے جتنے بھی انسان پیدا ہو کر فوت ہوئے وہ خود بخود پیدا نہیں ہوئے بلکہ ہر چیز کو اس ذات نے وجود بخشا ہر ایک کو تخلیق کیا۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے قبضہ میں ہے۔ (ابن کثیر)

جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس دلائل کے ڈھیر لگا دیئے اور اسے لاجواب کر دیا اور اس سے کہا کہ

"پس بھیج دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل اور انہیں (اب مزید) عذاب نہ دے......" (پ ۱۶، سورۃ طٰہٰ آیت ۴۷)

یعنی فرعون کو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا کہ اب ظلم کی انتہا ہو چکی لہٰذا بنی اسرائیل کو اپنے ظلم کے شکنجے سے آزاد کر دے اور ساتھ ساتھ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو عذاب الٰہی سے بھی ڈرایا اور فرمایا

"بے شک وحی کی گئی ہے ہماری طرف کہ عذاب (خداوندی) اس پر آئے گا جو جھٹلاتا ہے (کلام الٰہی کو) اور روگردانی کرتا ہے......"

(پ ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت ۴۸)

معجزات کا ظہور:

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم فرمایا تھا کہ اپنے یہ معجزات لیکر فرعون کے دربار جاؤ اور بطور میری نشانی پیش کرو جیسا کہ قرآن حکیم میں اس طرح مذکور ہوا

"اب جایئے آپ اور آپکا بھائی میری نشانیاں لے کر......"

(پ ۱۶، سورۃ طٰہٰ آیت ۴۲)

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تعمیل کی اور فرعون کے پاس جا کر فرمایا

"ہم لے آئے ہیں تیرے پاس ایک نشانی تیرے رب کے پاس سے......" (پ ۱۶، سورۃ طٰہٰ آیت ۴۷)

فرمایا:

''کہا میں اگر چہ تمہارے پاس کوئی روشن چیز لاؤں۔''

یعنی آپ علیہ السلام نے فرعون پر واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے معجزات عطا فرمائے ہیں جو اس کی حقانیت اور میری نبوت کی دلیل ہیں تو فرعون نے وہ معجزات ظاہر کرنے کو کہا جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''فرعون نے کہا تو لاؤ اگر سچے ہو تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا جبھی وہ صریح (ظاہر) اژدھا بن گیا اور اپنا ہاتھ نکالا تو جبھی وہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں جگمگانے لگا۔'' (پ ۱۹، الشعراء آیت ۳۱ تا ۳۳)

فرعون کے کہنے پر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے معجزات ظاہر کئے جب آپ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈالا تو وہ بہت بڑا اژدھا بن گیا اس کا رنگ زرد تھا اور اس کے جسم پر بال تھے اور منہ کھلا ہوا تھا اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ایک سو بیس فٹ کا فاصلہ تھا وہ اپنی دُم پر کھڑا ہو گیا اور ایک میل تک بلند ہو گیا اس نے اپنا نیچے والا جبڑا زمین پر رکھا اور اوپر والا فرعون کے محل کی دیواروں پر پھر فرعون کی طرف متوجہ ہوا تا کہ اسے پکڑے فرعون نے تخت سے نیچے چھلانگ لگائی اور اس کی ہوا خارج ہونے لگی بعض روایات میں ہے کہ اس کی چار سو مرتبہ اس دن ہوا خارج ہوئی اور مرتے دم تک اسی وجہ سے پیٹ کی بیماری میں مبتلا رہا اسی حال میں غرق ہو گیا۔ جب اژدھا نے لوگوں کی طرف رخ کیا تو لوگ ڈر کے مارے ادھر ادھر بھاگنا شروع ہو گئے اور اس بھگدڑ کی وجہ سے پچیس ہزار آدمی ایک دوسرے پر گر کر مر گئے فرعون نے چلانا شروع کیا اور کہنے لگا اے موسیٰ اس کو پکڑو میں تم پر ایمان لے آؤنگا اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ بھیج دوں گا تو موسیٰ علیہ السلام نے جب پکڑا تو وہ پھر اپنے پہلے حال پر لوٹ آیا یعنی عصا بن گیا۔

(روح المعانی ج ۵)

اسی طرح فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے دوسرا معجزہ بھی ظاہر کرنے کو کہا تو آپ نے اپنے ہاتھ کو بغل میں لے کر باہر نکالا تو وہ سورج کی شعاعوں کی طرح چمکنے لگا۔

فرعون کی ہٹ دھرمی:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت حق دینے دلائل پیش کرنے اور معجزات ظاہر کرنے کے باوجود فرعون ہٹ دھرمی وبغض وعناد پر ڈٹا رہا اور گستاخیوں اور دھمکیوں پر اتر آیا جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا کہ فرعون نے دھمکی دی

"فرعون نے کہا اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو خدا ٹھہرایا تو میں ضرور تمہیں قید کرونگا۔" (پ ۱۹، سورۃ الشعراء آیت ۲۹)

یہی نہیں بلکہ اس نے آپ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی اور کہا

"فرعون نے کہا تمہارے یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ضرور عقل نہیں رکھتے۔" (پ ۱۹، سورۃ الشعراء آیت ۲۷)

فرعون ہر اس شخص کو عقل سے دور سمجھتا تھا جو اسے معبود نہ سمجھے اور اس کا انکار کرے چنانچہ اس نے آپ علیہ السلام کو بھی اسی زمرے میں شامل کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ان واضح معجزات کو مشاہدہ کرنے کے باوجود بھی وہ راہ راست پر نہ آیا بلکہ ہٹ دھرمی وکفر وضلالت میں مبتلا رہا اور ان معجزات کو جادوگری اور کرشمہ سازی کہنے لگا اس نے موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے کی ٹھانی جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

"اور ہم نے دکھلا دیں فرعون کو اپنی ساری نشانیاں پھر بھی اس نے جھٹلایا اور ماننے سے انکار کر دیا فرعون نے کہا کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اپنے جادو کے سبب ہماری زمین سے نکال دے اے موسیٰ۔ تو ضرور ہم بھی تیرے آگے ویسا ہی جادو لائیں گے تو ہم میں اور اپنے میں ایک وعدہ ٹھہرا دو جس سے نہ ہم بدلیں گے نہ تم (جہاں مقابلہ ہوگا وہ) ہموار جگہ ہو موسیٰ نے کہا تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کیے جائیں۔" (پ ۱۶، سورۃ طٰہٰ نمبر ۵۶)

جادوگروں سے مقابلہ:

چونکہ موسیٰ علیہ السلام تو حکم الٰہی کے مطابق چاہتے ہی یہ تھے کہ اللہ عزوجل کے عطا کردہ ان معجزات کے ذریعے حق واضح کردیں اور باطل کا پول کھول دیں اور ان نشانیوں کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور دین اسلام کا حق ہونا ثابت کردیں چنانچہ آپ علیہ السلام نے فرعون کی اس دعوت مقابلہ کو قبول فرمایا اور وقت و دن مقرر ہو گیا چنانچہ مقررہ دن فرعون نے تمام جادوگروں کو اکٹھا کرلیا اور پوری قوم یہ مقابلہ دیکھنے کے لیے جمع ہوگئی۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''تو جمع کیے گئے جادوگر ایک مقرر دن کے وعدہ پر اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم جمع ہوگئے۔ شاید ہم ان جادوگروں کی پیروی کریں اگر یہ غالب آئیں پھر جب جادوگر آئے فرعون سے بولے کیا ہمیں مزدوری ملے گی اگر ہم غالب آئے اس نے کہا ہاں اس وقت تم میرے مقرب ہو جاؤ گے۔'' (پ۱۹ ع۷)

فرعون نے لوگوں سے کہا کہ کیا تم لوگ اس مقابلے کے دن جمع ہو گے اور اگر یہ جادوگر موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے تو ہم اسی دین پر ہی قائم رہیں گے چنانچہ جب جادوگر فرعون کے پاس پہنچے تو کہا اگر ہم غالب آ گئے تو کیا معاوضہ دو گے تو فرعون نے کہا کہ میں تمہیں اپنا مقرب بنالونگا۔ کہ بادشاہ جن لوگوں کو اپنا قریبی بنالیتا ہے ان پر خزانوں کے منہ کھول دیتا ہے چنانچہ انعام کا سن کر جادوگر مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔

(روح المعانی)

چنانچہ فرعون نے مصر کے کونے کونے سے جادوگروں کو بلا بھیجا پورا مصر اس مقابلے کو دیکھنے کے لیے اُمڈ آیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ستر ہزار کی تعداد میں لوگ اس مقابلے کو دیکھنے کے لیے جمع تھے۔ (ابن کثیر)

حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے اور جادوگروں کو تبلیغ و نصیحت فرمائی کہ اللہ عزوجل کے عطا کردہ معجزوں کے مقابلے میں یہ شعبدے بازی کہیں تمہارے لیے خسارے کا سبب نہ بن جائے آپ علیہ السلام کی اس نصیحت پر وہ تمام جادوگر آپس میں

ایک دوسرے کو قائل کرنے لگے کچھ کہنے لگے کہ یہ اللہ کے نبی کی گفتگو ہے کسی جادوگر کی نہیں اور کچھ مصر رہے کہ یہ نبی نہیں بلکہ ہماری طرح کا ماہر جادوگر ہے۔ (معاذ اللہ)

چنانچہ بالآخر اس بات پر متفق ہو گئے کہ حضرت موسیٰ وہارون علیہم السلام ماہر فن سحر ہیں (معاذ اللہ) اور یہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں ملک سے نکالنا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ بادشاہ اور اس کے حامی ملک سے نکال باہر کریں اور لوگوں کو اپنا حامی بنا کر ملک پر قبضہ کرلیں چنانچہ ہمیں سرتوڑ ان سے مقابلہ کرنا چاہئے اور انہیں عاجز کر دینا چاہئے تا کہ ہمیں ان پر غلبہ حاصل ہو جائے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

"ان سے موسیٰ نے کہا تمہیں خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کردے اور بے شک نامراد رہا جس نے جھوٹ باندھا اور وہ اپنے معاملے میں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے اور چھپ کر مشورہ کرنے لگے بولے بے شک یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری زمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دیں اور تمہارا اچھا دین لے جائیں تو اپنے داؤ کو پکا کرلو (تمام میلے میں مل کر جمع کرلو) پھر سب صف باندھے آجاؤ آج وہی کامیاب ہوگا جو اس مقابلے میں کامیاب رہا۔" (پ ۱۶، سورۃ طٰہٰ نمبر ۶۰-۶۴)

چنانچہ جب سارے جادوگر میدان میں صف بہ صف کھڑے ہو گئے تو موسیٰ و ہارون علیہم السلام بھی میدان میں اتر آئے جادوگروں نے ان سے کہا کہ پہلے تم اپنا عصا ڈالو گے اور جادو کا مظاہرہ کرو گے یا پہلے ہم اپنی رسیاں لاٹھیاں ڈال کر جادو کا مظاہرہ کریں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی ہٹ دھرمی کے سبب فرمایا پہلے انہیں شروع کرنے کو کہا تا کہ حق و باطل واضح ہو جائے اور وہ اپنی سرکشی کا نتیجہ دیکھ لیں چنانچہ جادوگروں نے یہ کہتے ہوئے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینکیں کہ

"ناموس فرعون کی قسم! ہم ہی یقیناً غالب آئیں گے۔" (پ ۱۹، سورۃ الشعراء نمبر ۴۴)

قرآن پاک میں مذکور ہوا:

''انہوں نے کہا اے موسیٰ یا تو آپ (اپنا عصا) ڈالیں یا ہم (اپنی رسیاں اور لاٹھیاں) ڈالنے والے ہیں آپ نے کہا تم ڈالو۔ جب انہوں نے ڈالا لوگوں کی نگاہوں پر جادو کردیا اور انہیں ڈرایا اور بڑا جادو لائے۔''

(پ ۸، سورۃ الاعراف نمبر ۱۱۶)

''جادوگر بولے اے موسیٰ کیا پہلے آپ پھینکیں گے یا ہم ہی ہو جائیں پہلے پھینکنے والے؟ آپ نے فرمایا نہیں تم ہی پہلے پھینکو پھر کیا تھا یکا یک ان کی رسیاں لاٹھیاں آپ کو یوں دکھائی دینے لگیں ان کے جادو کے اثر سے جیسے وہ دوڑ رہی ہوں......'' (پ ۱۶، سورۃ طٰہٰ آیت ۶۵)

ان جادوگروں نے اپنے جادو کے اثر سے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کردیا اور انہیں لگا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں سانپ بن گئی ہیں۔

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے رسیوں اور لاٹھیوں پر پارہ چڑھا دیا تھا پھر دھوپ میں رکھنے کی وجہ سے ان میں حرکت پیدا ہوگئی لوگ ان کی حرکت کو دیکھ کر ڈر گئے اور ایک دوسرے کو ڈرانے لگے کہ بچو یہ تو سانپ بن گئے ہیں کیونکہ جادوگر کثیر تعداد میں تھے اور ہر ایک کے ہاتھ میں کتنی کتنی لاٹھیاں اور رسیاں تھیں اس طرح میدان میں ہر طرف سانپ ہی سانپ نظر آنے لگے۔ (تفسیر کبیر)

جادوگروں کا ایمان لانا:

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ خوف واندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں لوگ ان کے جادو اور شعبوں کے فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں اور حق دیکھنے سے پہلے ہی وہ انہیں گمراہ نہ کردیں کیونکہ بغیر امر خداوندی آپ معجزے کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ (ابن کثیر)

تفسیر کبیر میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اس چیز کا ڈر محسوس ہوا کہ لوگ کہیں جادوگروں کے جادو کو دیکھ کر یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ یہ لوگ بھی موسیٰ کے برابر ہی ہیں اور لوگوں پر کہیں جادو اور معجزے میں فرق کرنا مشکل نہ ہو جائے اور اصل مقصد کہ معجزہ کا غلبہ واضح

ہو جائے کہیں فوت نہ جائے چنانچہ رب تعالیٰ نے اطمینان دلایا کہ اے موسیٰ ڈریئے نہیں بے شک آپ کو ہی غلبہ حاصل ہوگا اور جادوگر اپنی شکست کا اعتراف کرلیں گے اور آپ کی حقانیت تسلیم کرلیں گے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۱) ''تو اپنے نفس میں موسیٰ نے خوف پایا ہم نے فرمایا ڈر نہیں بے شک تو ہی غالب ہے اور زمین پر پھینک دو (عصا) تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے یہ نگل جائے گا جو انہوں نے کاریگری کی ہے۔ انہوں نے جو کاریگری کی ہے وہ تو فقط جادو کا فریب ہے اور نہیں فلاح پاتا جادوگر جہاں بھی جائے۔'' (پ ۱۶، سورۃ طٰہٰ نمبر ۶۷ تا ۶۹)

(۲) ''اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ اپنا عصا ڈال تو ناگاہ ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا تو حق ثابت ہوا اور ان کا کام باطل ہوا تو یہاں وہ مغلوب ہوئے اور ذلیل ہو کر پلٹے اور جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے بولے ہم ایمان لائے جہاں کے رب پر جو معبود ہے موسیٰ اور ہارون کا۔''

(پ ۸، سورۃ الاعراف نمبر ۱۱۷ تا ۱۲۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ کہتے ہوئے اپنا عصا زمین پر ڈالا کہ

''یہ جو تم لائے ہو یہ جادو ہے یقیناً اللہ تعالیٰ ملیا میٹ کر دے گا اسے بے شک اللہ تعالیٰ نہیں سنوارتا شر بروں کے کام کو اور اللہ تعالیٰ حق کو حق کر دکھاتا ہے اپنے ارشادات سے اور خواہ ناپسند ہی کریں (اسے) مجرم۔''

(پ ۱۱، سورۃ یونس نمبر ۸۱-۸۲)

جب آپ علیہ السلام نے عصا پھینکا تو وہ ٹانگوں والا سانپ بن گیا اس کی گردن بہت بڑی تھی اور نہایت ڈراؤنی اور خوفناک شکل تھی جونہی لوگوں کی نظر پڑی تو وہ ڈر کے بھاگ کھڑے ہوئے اور دور جا کر تماشہ دیکھنے لگے یہ اژدھا آگے بڑھا اور ایک ایک کر کے جادوگروں کے جھوٹے اور بناوٹی سانپوں کو نگلنے لگا لوگ یہ معجزہ اپنی آنکھوں سے

دیکھ رہے تھے اور حیران ہو رہے تھے جادوگروں نے جب اس کو دیکھا تو ششدر رہ گئے فن جادوگری میں ایسا کمال ممکن نہ تھا چنانچہ وہ سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں شعبدہ بازی جھوٹ فریب نہیں بلکہ حق ہے اور خدائی قوت کی ایک جھلک ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے غفلت کے پردے ہٹا دیئے اور انہوں نے تمام اندیشوں سے بے نیاز ہو کر فرعون کی سختیوں اور مصیبتوں کو حقیر جانتے ہوئے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرلیا اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کیا اپنے مسلمان ہونے کا علی الاعلان اظہار کیا اور اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

(ابن کثیر)

''ہم ایمان لائے جہاں کے رب پر جو رب ہے موسیٰ وہارون کا۔''

(پ ۸، سورۃ الاعراف نمبر ۱۲۲)

تفسیر کبیر میں ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو وہ بہت بڑا اژدھا بن گیا اس نے اپنا منہ کھولا تو اس کے منہ کے درمیان ایک سو بیس فٹ کا فاصلہ تھا اور اس نے جادوگروں کی ان تمام رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل لیا جو وہ تین سو اونٹوں پر لاد کر لائے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب اسے پکڑا تو پہلے کی طرح عصا ہو گیا اور جادوگروں کی رسیاں اور لاٹھیاں غائب ہو گئیں یعنی ایسے باقی نہ رہیں جیسے ان کا کوئی وجود تھا ہی نہیں۔ بعض جادوگروں نے دوسروں کو کہا کہ یہ جادو نہیں ہو سکتا کیونکہ جادو میں چیز کی حقیقت نہیں بدلتی صرف دوسرے لوگوں کی آنکھوں پر اثر ہوتا ہے اگر یہ جادو ہوتا تو ہماری رسیوں اور لاٹھیوں کو نہ نگل لیتا۔ اس سے انہوں نے دلیل پکڑی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔''

چنانچہ لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ فرعون کا دعویٰ خدائی کہ ''میں تمہارا رب ہوں'' باطل ہے اور وہ نہایت ہی عاجز ذلیل اور حقیر و گھٹیا انسان ہے ورنہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے دفاع میں جادوگروں سے مدد طلب کرنے کے بجائے اپنے خدا ہونے کا مظاہرہ کرتا اور صرف کن کہہ کر ہی معاملہ صاف کر دیتا۔ (کبیر)

فرعون کی دھمکیاں:

چنانچہ یہ فرعون سب دیکھ کر غصہ سے پاگل ہوگیا اور ان سب کو قتل کی دھمکیاں دینے لگا گرجنے برسنے لگا اور آپے سے باہر ہوگیا اور ایمان لانے والوں پر بہتان لگانے لگا اور قوم سے کہنے لگا کہ دراصل یہ جادوگر موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت دیکھ کر ایمان نہیں لائے بلکہ پہلے ہی انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے سازباز کرلی تھی تاکہ اس ملک پر قبضہ کرسکیں اور تمہیں اس ملک سے نکال دیں۔

فرعون کو یہ خوف لاحق ہوگیا تھا کہ کہیں تمام قوم موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لے آئے چنانچہ اس نے قوم کو ایمان لانے سے منع کرنے کی کوشش کی اور جھوٹ اور افتراء پردازی سے کام لیتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بہتان باندھنے لگا۔قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۱) ''فرعون نے کہا تم اس پر ایمان لے آئے ہو اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دیتا یہ تو بڑا مکر ہے جو تم سب نے شہر میں پھیلایا ہے کہ شہر والوں کو اس سے نکال دو تو اب جان جاؤ گے قسم ہے کہ میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا پھر تم سب کو سولی دونگا۔'' (پ۹، سورۃ الاعراف آیت ۱۲۳-۱۲۴)

(۲) ''(فرعون) بولا تم تو ایمان لا چکے تھے اس پر اس سے پہلے کہ میں نے تمہیں (مقابلہ کی) اجازت دی وہ تو تمہارا بڑا (گرو) ہے جس نے تمہیں سکھایا ہے جادو (کا فن) تو میں قسم کھاتا ہوں کہ کاٹ ڈالوں گا تمہارے ہاتھ پاؤں یعنی ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں اور سولی چڑھاؤں گا۔تمہیں کھجور کے تنوں پر۔اور تم خوب جان لو گے کہ ہم میں سے کس کا عذاب شدید اور دیرپا ہے......۔'' (پ۱۶، طٰہٰ آیت ۷۱)

فرعون کی اُن دھمکیوں کا جادوگروں پر کوئی اثر نہ ہوا اور انہوں نے کہا ہم ان آیات بینات اور روشن دلیلوں کو چھوڑ کر تیری اطاعت ہرگز نہ کریں گے پس تو جو کرسکتا ہے کر

گزر۔ ہم نے اب جس کو خدا مان لیا ہے صرف اسی کے رسولوں کی اتباع کریں گے کہ آخرت کی زندگی باقی رہنے والی ہے اور ہمارا اجر وثواب اللہ کے پاس محفوظ ہے ہمیں تیرے قرب کی ضرورت نہیں انہوں نے فرعون کو بھی ایمان لے آنے کی ترغیب دی کہ کہیں اس کفر وہٹ دھرمی کے سبب ہمیشہ کے لیے عذاب الٰہی کا مستحق نہ ہو جائے۔ ساتھ ہی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جہاں تو نے ایمان کی دولت عطا فرمائی ہم پر اپنا مزید فضل فرما اور فرعون کی سازشوں اس کے مظالم کا مقابلہ کرنے کے لیے صبر وایمانی قوت عطا فرما۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۱) ''انہوں نے کہا ہم ہرگز تجھے ترجیح نہیں دیں گے ان روشن دلیلوں پر جو ہمارے پاس آئیں ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم تو کرلے جو تجھے کرنا ہے تو اس دنیا ہی کی زندگی میں تو کرے گا بے شک ہم اپنے رب پر ایمان لائے کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے اور وہ جو نے ہمیں مجبور کیا جادو پر اور اللہ بہتر ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے بے شک جو اپنے رب کے حضور مجرم ہوکر آئے تو اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ مرے نہ جئے اور جو اس کے حضور ایمان کے ساتھ آئے کہ اچھے کام کئے ہوں انہی کے درجے اونچے کے باغ جن کے نیچے جاری نہریں ہیں اور وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ صلہ اس کا ہے جو پاک ہوا۔'' (پ۱۶، سورۃ طٰہٰ آیت ۷۲تا۷۶)

(۲) ''انہوں نے کہا ہم اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں اور تجھے ہمارا کہا برا لگا یہی نہ کہ ہم اپنے رب کی طرف نشانیوں پر ایمان لائے جب وہ ہمارے پاس آئیں اے رب علم دے ہم پر صبر انڈیل دے (ہمیں صبر عطا کر) اور ہمیں مسلمان اٹھا۔'' (پ۸، سورۃ الاعراف آیت ۱۲۵-۱۲۶)

(۳) ''انہوں نے جواب دیا ہمیں اس کی ذرا پرواہ نہیں ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں ہمیں یہ امید ہے کہ بخش دے گا ہمارے لیے ہمارا رب ہماری خطائیں کیونکہ ہم (تیری قوم میں سے) پہلے ایمان لانے

والے ہیں۔" (پ۱۹، سورۃ الشعراء آیت ۵۰-۵۱)

غرضیکہ فرعون اور اس کی قوم قبطیوں نے کسی صورت بھی ایمان لانے سے انکار کیا اور کفر وعناد پر ڈٹے رہے۔

پھر فرعون نے ان جادوگروں کو جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا شدید اذیت دے کر ان کے ہاتھوں پاؤں کو کٹوا دیا اور انہیں شہید کروا دیا تا کہ قوم موسیٰ علیہ السلام کا دین قبول کرنے سے باز رہے اور فرعون کا خوف دل میں رہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبیہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ صبح جادوگر تھے لیکن دن کے آخری حصے میں نیک شہدا بن گئے۔" (ابن کثیر)

فرعون کی قوم فرعون سے کہنے لگی کہ موسیٰ علیہ السلام کو آزاد کیوں چھوڑ دیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تبلیغ کرتے ہیں اور سب لوگ اس کے دین کو قبول کرلیں اور تمہارے خداؤں کو چھوڑ دیں۔ پھر فرعون اور اس کی قوم نے آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ بنی اسرائیل کی نسل کشی کی جائے لڑکے قتل کر دیئے جائیں اور لڑکیاں زندہ چھوڑ دیں جائیں اور اس طرح بنی اسرائیل کی افرادی قوت کا خاتمہ ہو جائے۔ اس لیے اس نے آپ علیہ السلام کی عددی قوت کا نام ونشان مٹا دینے کا فیصلہ کیا۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۱) "اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا کیا موسیٰ اور اس کی قوم کو اس لیے چھوڑتا ہے کہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور تجھے اور تیرے ٹھہرائے ہوئے معبودوں کو چھوڑ دیں فرعون نے کہا ہم ان کے بیٹوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی بیٹیاں زندہ رکھیں گے اور بے شک ان پر غالب ہیں۔"

(پ ۸، سورۃ الاعراف آیت ۱۲۷)

(۲) "پھر جب موسیٰ لے کر آئے ان لوگوں کے پاس حق ہمارے ہاں سے تو انہوں نے کہا کہ قتل کر ڈالو ان لوگوں کے بچوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے اور زندہ چھوڑ دو ان کی لڑکیوں کو......" (پ۲۴، سورۃ مومن آیت ۲۵)

(۳) ''اور فرعون نے (جھنجلا کر) کہا مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کروں اور وہ بلائے اپنے رب کو (اپنی مدد کے لیے) مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہارا دین بدل نہ دے یا فساد نہ پھیلا دے ملک میں۔''

(۴) ''پس اس نے (فرعون نے) ارادہ کرلیا کہ بنی اسرائیل کو ملک سے اکھاڑ کر پھینک دے......۔'' (پ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل نمبر ۱۰۲)

موسیٰ علیہ السلام کا قوم کو اطمینان دلانا:

موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون کے اس ارادہ کا علم ہوا کہ اب وہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو آپ علیہ السلام ذرا بھی فکر و تردد میں مبتلا نہ ہوئے اور اپنی قوم کو بھی جو کہ ایمان لے آئی تھی تسلی اور اطمینان دلایا کیونکہ قوم بنی اسرائیل کو جب سے فرعون کے اس منصوبہ کا پتہ چلا تھا کہ وہ ہمارے بیٹوں کو قتل کرے گا تو وہ بہت زیادہ پریشان ہوئے اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے مدعا بیان کیا کہ ہم تو پہلے بھی بہت ستائے گئے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تسلی دی اور انہیں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے اور صبر کرنے کی ہدایت کی اور یہ بشارت دی کہ فرعون کے ظلم سے تمہیں جلد ہی چھٹکارا مل جائے گا اور اخروی سرخروئی تمہارا مقدر ہوگی۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

(۱) ''موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ کی مدد چاہو اور صبر کرو بے شک زمین کا مالک اللہ ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بنائے اور آخر میدان پرہیز گاروں کے ہاتھ میں ہے انہوں نے کہا کہ ہم ستائے گئے آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے تشریف لانے کے بعد آپ نے فرمایا قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردے اور اس کی جگہ زمین کا مالک تمہیں بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔''

(پ ۹، سورۃ الاعراف آیت ۱۲۸)

(۲) ''اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے میری قوم! اگر تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم سچے مسلمان ہو انہوں نے عرض کی اللہ

تعالیٰ پر ہی ہم نے بھروسہ کیا ہے اے ہمارے رب! نہ بنا ہمیں فتنہ (کا موجب) ظالم قوم کے لیے اور نجات دے ہمیں اپنی رحمت سے کافروں (کے ظلم وستم) سے۔" (پ ۱۱، سورۃ یونس آیت ۸۴ تا ۸۶)

(۳) "اور موسیٰ نے کہا کہ میں پناہ مانگتا ہوں اپنے رب کی اور تمہارے پروردگار کی ہر اس متکبر (کے شر) سے جو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔"

(پ ۲۴، سورۃ مومن آیت ۲۷)

ایک اہل ایمان کی فرعون اور اس کی قوم کو تلقین و دعوت حق:

فرعون کی قبطی قوم کا ایک شخص جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاچکا تھا مگر اس نے اپنے آپ کو اپنی قوم اور فرعون کے شر سے محفوظ رکھنے کے سبب اپنا ایمان ظاہر نہ کیا تھا البتہ جب اسے فرعون کے منصوبہ کا علم ہوا کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہے تو اس نے فرعون اور اس کی قوم کو اس ارادہ سے باز رہنے کی تلقین کی کہ تم محض اس شخص کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور جبکہ وہ اپنی حقانیت معجزات و دلائل سے سب پر واضح بھی کر چکا ہے چنانچہ اس کے قتل سے باز رہو اگر وہ حق پر نہیں تو خود ہی اپنے جھوٹ کی سزا بھگتے گا اور کیفر کردار کو پہنچ جائے گا۔ پھر انہیں دعوت حق دی۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

"اور کہنے لگا ایک مرد مومن جو فرعون کے خاندان سے تھا اور چھپائے ہوئے تھا اپنے ایمان کو۔ کہا تم قتل کرنا چاہتے ہو ایک شخص کو اس وجہ سے کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے حالانکہ وہ لے آیا ہے تمہارے پاس دلیلیں تمہارے رب کی طرف سے (اسے اپنے حال پر رہنے دو) اگر وہ حقیقتاً جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کی شامت اس پر ہوگی اگر وہ سچا ہوا (اور تم سے اس کو گزند پہنچائی) تو ضرور پہنچے گا تمہیں وہ عذاب جس کا اس نے تم سے وعدہ کیا ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اسے جو حد سے بڑھنے والا بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔ اے میری قوم مانا آج حکومت تمہاری ہے (نیز تمہیں) غلبہ حاصل ہے اس ملک میں (لیکن مجھے یہ تو بتاؤ) کون بچائے گا ہمیں خدا کے عذاب

سے اگر وہ ہم پر آ جائے (یہ سن کر) فرعون کہنے لگا میں تو تمہیں وہی مشورہ دیتا ہوں جس کو میں درست سمجھتا ہوں اور نہیں رہنمائی کرتا میں تمہاری مگر سیدھے راستہ کی طرف۔" (پ۲۴، سورۃ مومن آیت ۲۸-۲۹)

اور کہنے لگا وہ جو ایمان لایا تھا اے میری قوم! میرے پیچھے چلو میں دکھاؤں گا تمہیں ہدایت کی راہ اے میری قوم! یہ دینوی زندگی تو (چند روزہ) لطف اندوزی ہے اور آخرت ہی ہمیشہ ٹھہرنے کی جگہ ہے جو برے کام کرتا ہے اسے سزا دی جائے گی اسی قدر اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ ایماندار ہو تو وہ داخل ہوں گے جنت میں رزق دیا جائے گا انہیں وہاں بغیر حساب۔" (پ۲۴، سورۃ مومن آیت ۳۸ تا ۴۰)

(۳) "اور اے میری قوم میرا بھی عجیب حال ہے کہ میں تو تمہیں دعوت دیتا ہوں نجات کی طرف اور تم بلاتے ہو مجھے آگ کی طرف۔ تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور میں شریک ٹھہراؤں اس کے ساتھ اس کو جس کا مجھے علم تک نہیں اور میرا یہ حال ہے کہ میں پھر تمہیں اس خدا کی طرف بلاتا ہوں جو عزت والا بہت بخشنے والا ہے سچی بات تو یہ ہے کہ جس کی (بندگی کی) طرف تم مجھے بلاتے ہو اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اسے پکارا جائے اس دنیا میں اور نہ آخرت میں اور یقیناً ہم سب کو لوٹنا ہے اللہ کی طرف اور یقیناً حد سے گزرنے والے جہنمی ہیں پس عنقریب تم یاد کرو گے جو میں (آج) تمہیں کہہ رہا ہوں اور میں اپنا (سارا) کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے (اپنے بندوں کو)......۔"

(پ۲۴، سورۃ مومن آیت ۴۱ تا ۴۴)

(۴) "اور کہنے لگا وہی ایمان والا اے میری قوم میں ڈرتا ہوں کہ تم پر (بھی کہیں) پہلی قوموں کی تباہی کے دن جیسا دن نہ آ جائے۔ جیسا حال ہوا تھا قوم نوح، عاد اور ثمود کا اور ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئے اور اللہ

نہیں چاہتا کہ بندوں پر ظلم کرے اور اس دن سے ڈرو جس روز تم بھاگو گے پیٹھ پھیرتے ہوئے نہیں ہوگا تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا اور جسے گمراہ کردے اللہ تعالیٰ اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اے میری قوم بے شک آئے تمہارے پاس یوسف موسیٰ (علیہم السلام) سے پہلے روشن دلائل لے کر پس تم شک میں گرفتار رہے اس میں وہ جو لے کر آئے تھے یہاں تک کہ جب وہ وفات پا گئے تو تم نے کہنا شروع کردیا کہ نہیں بھیجے گا اللہ تعالیٰ ان کے بعد کوئی رسول۔ یونہی گمراہ کردیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جو حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا ہوتا ہے (یونہی گمراہ کرتا ہے) انہیں جو جھگڑتے رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں بغیر کسی (معقول) دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو یہ (طریقہ) بڑی ناراضگی کا باعث ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک اسی طرح مہر لگادیتا ہے اللہ تعالیٰ ہر مغرور (اور) سرکش کے دل پر۔"

(پ ۲۴، سورۃ المومن آیت ۳۰ تا ۳۵)

الغرض! اس مرد مومن کی پند و نصیحت موعظت و احتجاج کا فرعون اور اس کی قوم پر کچھ اثر نہ ہوا اور وہ اس مرد مجاہد کو قتل کرنے کی سازشیں کرنے لگے لیکن انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندہ کامل کی حفاظت فرمائی جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

"پس بچا لیا اللہ تعالیٰ نے اسے ان اذیتوں سے جن کے پہنچانے کا انہوں نے فیصلہ کیا۔" (پ ۲۴، سورۃ المومن آیت ۴۵)

فرعون کا جھوٹ و افتراد:

غرضیکہ فرعون مسلسل دین حق کو جھٹلاتا رہا اور اپنے کفر و ہٹ دھرمی پر مصر رہا اس نے بارہا موسیٰ علیہ السلام کے پیغامِ حق کی تکذیب کی کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی نہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ (معاذ اللہ) جھوٹے ہیں فرعون کی کوشش تھی کہ قوم موسیٰ

علیہ السلام کی تصدیق اور دین حق کو قبول کرنے سے رکی رہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۱) ''فرعون نے کہا اے ہامان، بنا میرے لیے ایک اونچا محل (اس پر چڑھ کر) ان راہوں تک پہنچ جاؤں یعنی آسمان کی راہوں تک پھر میں جھانک کر دیکھوں موسیٰ کے خدا کو اور میں تو یقین کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔''

(پ۲۴، سورۃ المومن، آیت ۳۶-۳۷)

(۲) ''میں تو نہیں جانتا کہ تمہارے لیے میرے سوا کوئی خدا ہے پس آگ جلا میرے لیے اے ہامان اور اس پر اینٹیں پکوا میرے لیے ایک اونچا محل تعمیر کر شاید (اس پر چڑھ کر) میں سراغ لگا سکوں موسیٰ کے خدا کا اور میں تو اس کے بارے میں یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ جھوٹا ہے۔ (معاذ اللہ)

(پ۲۰، سورۃ القصص آیت ۳۸)

کئی مفسرین کرام سے مذکور ہے کہ مذکورہ بالا محل سے مراد فرعون کا وہ محل ہے جو اس کے وزیر ہامان نے اس کے لیے تعمیر کیا تھا اور وہ اس قدر بلند تھا کہ کسی آنکھ نے اس سے پہلے اتنی بلند عمارت نہیں دیکھی تھی یہ عمارت پختہ اینٹوں سے بنائی گئی تھی۔

(ابن کثیر)

فرعون اور اس کی قوم پر مختلف قسم کے عذاب:

الغرض فرعون کی یہ ہٹ دھرمی مکروفریب جھوٹ و افتراء اس کی تباہی کا باعث بنا جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''اور یوں آراستہ کر دیا گیا فرعون کے لیے اس کا برا عمل اور روک دیا گیا اسے راہ (راست) سے اور نہیں تھا فرعون کا سارا فریب مگر اس کی اپنی تباہی کے لیے۔'' (پ۲۴، سورۃ المومن آیت ۳۷)

فرعون اور اس کی قوم کے کفر و شرک دین حق کی مخالفت اور تکذیب کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑا عذاب نازل کرنے اور انہیں ہلاک کرنے

سے قبل چھوٹے چھوٹے عذاب نازل کیئے تا کہ وہ عذاب الٰہی سے ڈر جائیں اور سوچیں سمجھیں تا کہ حق واضح ہو جائے اور وہ اس کفر و معصیت سے توبہ کرلیں چنانچہ پہلے ان پر قحط سالی مسلط کی گئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کی ہٹ دھرمی کے سبب دعا فرمائی کہ ''اے رب ہمارے ان کے مال برباد کردے اور ان کے دل سخت کردے۔'' (پ ۱۱ ع ۱۴)

چنانچہ اس قحط سالی میں نہ ہی کچھ پیداوار ہوئی اور نہ ہی دودھ میسر ہوا لیکن اس سخت ترین قحط کے باوجود بھی ان کی سرکشی برقرار رہی حضرت موسیٰ کی دعا قبول ہونے کے سبب پھل اور کھانے پینے کی چیزیں برباد ہوگئیں اور ان کے درہم و دینار پتھر ہو کر رہ گئے۔ پھر پے در پے ان پر عذاب نازل ہونے لگے ان پر طوفان آیا جسکے سبب کثرت سے بارش ہوئی اور ایسا ابر آیا کہ ہر طرف تاریکی چھا گئی پانی ان کے گھروں میں گھس آیا یہاں تک کہ گردنوں تک پہنچ گیا چاروناچار انہیں مسلسل کھڑا رہنا پڑا کہ جو بیٹھتا وہ ڈوب جاتا۔

ایک ہفتہ تک وہ اس عذاب میں مبتلا رہے گو کہ بنی اسرائیل جو کہ ایمان لا چکے تھے ان کے گھر فرعونیوں کے گھروں سے متصل تھے مگر اللہ عزوجل نے اپنے ماننے والوں کی حفاظت فرمائی اور پانی صرف ان قبطیوں فرعونیوں کے گھر آیا بنی اسرائیل کے گھر اس طوفان اور پانی سے محفوظ رہے۔ (سبحان اللہ)

چنانچہ اب فرعونی موسیٰ علیہ السلام سے عرض کرنے لگے کہ ہمیں اس ابتلاء سے نجات دلایئے تا کہ ہم آپ پر ایمان لائیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ اس مصیبت و عذاب کے دور ہوتے ہی بنی اسرائیل کو آزاد کردیں گے اور آپ کے حوالے کردیں گے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے دعا فرمائی تو طوفان کی مصیبت دور ہوگئی اور ہر طرف کھیت کھلیان سرسبز و شاداب ہوگئے اور درخت پھلوں سے لد گئے یہ خوشحالی و شادابی دیکھ کر فرعونی اپنے وعدے سے مکر گئے اور کہنے لگے کہ یہ فصل و بہار اور سبزہ اور پھلوں کی فراوانی تو اس پانی کے سبب ہے جو ہم پر برساتھا غرضیکہ وہ ایمان نہ لائے یہاں تک کہ

ایک ماہ گزر گیا اس کے بعد اللہ تالیٰ نے ان پر ٹڈیوں کا عذاب نازل کیا کہ وہ ٹڈیاں ان کے کھیت کھلیان درخت پھل درختوں کے پتے مکانوں کے دروازے چھتیں تختے اور دیگر سامان یہاں تک کہ لوہے کی کیلیں تک چٹ کر گئیں اور مصر کی سرزمین میں سبزے کا نام و نشان تک نہ رہا یہ ٹڈیاں قبطیوں کے گھروں میں گھس گئیں لیکن بنی اسرائیل اور ان کے گھر اس عذاب سے محفوظ رہے تو ان قبطیوں نے دوبارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ اس مصیبت کو دور فرما دیں ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے سات روز کی اس مصیبت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے سبب انہیں ان ٹڈیوں سے نجات مل گئی اس عذاب کے رفع ہوتے ہی فرعونی پھر ایمان لانے کے منکر ہو گئے اور جو برائے نام کھیتیاں پھل باقی تھے انہیں دیکھ کر کہنے لگے کہ ہمیں یہ ہی کافی ہیں اور اپنے کفر و معصیت سے توبہ نہ کی یہاں تک کہ عافیت سے مزید ایک ماہ گزر گیا اس کے بعد ان پر قمل کا عذاب نازل ہوا علماء کرام نے اس سے مختلف معنیٰ مراد لیے ہیں کہ قمل سے مراد گھن، یا جوں یا کوئی چھوٹا سا کیڑا ہے چچڑی ہے جو عموماً گندگی کے ڈھیر میں ہوتی ہے یہ چچڑی ان کے گھروں بستروں میں گھس گئیں اور جسم سے چمٹ گئیں جس کے سبب قبطی رات دن چین وسکون کے لیے ترس گئے وہ سو نہیں سکتے تھے اس قمل نے قبطیوں کے باقی بچے کھیت اور پھل کھالیے وہ ان کے کپڑوں میں گھس جاتا اور ان کی کھال کو کاٹتا تھا۔ کھانے میں بھر جاتا تھا یہ قمل فرعونیوں کے بال، بھنویں، پلکیں تک چٹ گئے فرعونی اس مصیبت سے تنگ آ گئے اور موسیٰ علیہ السلام کے حضور توبہ کرنے لگے چنانچہ آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی اور یوں سات روز بعد انہیں اس عذاب سے نجات مل گئی مگر سرکش و ہٹ دھرم قوم مصیبت کے ٹلتے ہی واپس اپنی بداعمالیوں میں مبتلا ہو گئی ان کی اس روش کو ایک ماہ کا عرصہ ہی گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈک مسلط کر دیئے اور مصر میں مینڈکوں کی اس قدر بہتات ہو گئی کہ قبطیوں کے کپڑوں بستروں کھانے پینے کی چیزوں اور برتنوں غرض ان کے گھر میں مینڈک ہی مینڈک نظر آنے لگے یہاں تک کہ قبطی جب کھانا کھانے کے لیے یا بات کرنے کے لیے منہ کھولتے تو مینڈک کود کر منہ میں داخل ہو

جاتا اس عذاب نے قبطیوں کو رلا ڈالا اور پھر وہ حسب عادت موسیٰ علیہ السلام سے اپنی غلطیوں کی معافیاں مانگنے لگے آپ علیہ السلام نے پھر ان کے لیے دعا فرمائی تو سات روز بعد یہ عذاب بھی ان پر سے ہٹا دیا گیا ایک مہینہ امن عافیت سے گزر اہی تھا کہ پھر اپنے عہد و پیمان سے پھر گئے اور کفر پر ڈٹ گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر خون کا عذاب نازل کیا کہ مصر کے پانی میں خون ہی خون نظر آتا دریائے نیل ہو یا کوئی کنواں یا نہر ہو یا چشمہ ہر جگہ جہاں سے پانی حاصل کیا جاتا تھا بدبودار خون نظر آنے لگا قبطیوں نے جب فرعون سے شکایت کی تو اس نے کہا کہ موسیٰ نے اپنے جادو سے تمہاری نظر بندی کی ہے۔ انہوں نے کہا نظر بندی کیسے ہمارے برتنوں میں خون کے سوا پانی کا نام ونشان نہیں جبکہ بنی اسرائیل اس عذاب سے محفوظ ہیں تو فرعون نے حکم دیا کہ قبطی اور بنی اسرائیل ایک ہی برتن سے پانی لیا کریں لیکن اس کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا بنی اسرائیل جب پانی نکالتے تو پانی ہوتا اور قبطی اگر پانی نکالتے تو تازہ خون نکلتا یہاں تک کہ فرعونی عورتیں پیاس سے عاجز آ کر بنی اسرائیل کی عورتوں کے پاس آئیں اور ان سے پانی مانگا تو وہ پانی ان کے برتن میں آتے ہی خون ہوگیا تو فرعونی عورت کہنے لگی تو پانی اپنے منہ میں لے کر میرے منہ میں ڈال دے جب تک وہ پانی اسرائیلی عورت کے منہ میں رہا پانی تھا جب فرعونی عورت کے منہ میں آیا تو خون بن گیا یہاں تک کہ فرعون بھی پیاس سے، عاجز آ گیا وہ درختوں کے تنے سے رس چوستا تو وہ بھی منہ میں پہنچنے کے بعد خون بن جاتا پھر اس نے تنگ آ کر موسیٰ علیہ السلام سے دعا کرنے کو کہا اور ایمان لانے کا وعدہ بھی کیا موسیٰ علیہ السلام نے پھر دعا فرمائی اور عذاب ختم کر دیا گیا لیکن بدبخت پھر بھی ایمان نہ لائے۔ (خزائن العرفان، ابن کثیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

(ا) ''اور بے شک ہم نے فرعون والوں کو برسوں کے قحط اور پھلوں کے گھٹانے سے پکڑا کہ کہیں وہ نصیحت مانیں تو جب انہیں بھلائی ملتی کہتے یہ ہمارے لیے ہے اور جب برائی پہنچتی تو موسیٰ اور اس کے ساتھ والوں سے بدشگونی

لیتے سن لو ان کے نصیبہ کی شامت تو اللہ کے یہاں ہے لیکن ان میں اکثر کو خبر نہیں اور بولے تم کسی بھی نشانی لے کر ہمارے پاس آؤ کہ ہم پر اس سے جادو کرو ہم کسی طرح بھی تم پر ایمان لانے والے نہیں۔ تو بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور گھن (یا کلنی یا جوئیں) اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانیاں تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی۔ اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا کہتے اے موسیٰ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے بے شک اگر تم ہم پر عذاب اٹھا دو گے تو ہم ضرور تم پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دیں گے۔ پھر جب ہم ان سے عذاب اٹھا لیتے ایک مدت کے لیے جس تک انہیں پہنچنا ہے جبھی وہ پھر جاتے۔" (پ ۸، سورۃ الاعراف آیت ۱۳۰ تا ۱۳۵)

فرعون اور اسکی قوم کی ہلاکت:

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے پے در پے اپنی نشانیوں اور عذاب فرعون اور اس کی قوم کو دکھائے مگر اتنی واضح علامتیں دیکھنے کے باوجود اپنے کفر، سرکشی، ہٹ دھرمی و گمراہی سے باز نہ آئے دین حق کی تکذیب اور موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے تکبر پر مصر رہے عذاب کے نازل ہوتے وقت وقتی طور پر ایمان لانے کا وعدہ کرتے قسمیں کھاتے مگر عذاب ٹلتے ہی اپنی قسموں اور وعدوں سے پھر جاتے اور شر و فساد کی راہ پر چل پڑتے۔ اور اللہ تعالیٰ کی دی گئی مہلت سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حجت تمام فرمائی اور انہیں ہلاکت کے عذاب نے آن لیا اور پھر وہ ایسے تباہ و برباد ہوئے کہ نام و نشان باقی نہ رہا اور آنے والوں کے لیے سامان عبرت بن گئے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۱) "بے شک وہ لوگ ثابت ہو چکی ہے جن پر آپ کے رب کی بات وہ ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ آ جائیں ان کے پاس ساری نشانیاں جب تک کہ وہ نہ دیکھ لیں دردناک عذاب۔" (پ ۱۱، سورۃ یونس آیت ۹۶-۹۷)

(۲) ''جب ہم نے دور کر دیا ان سے عذاب ایک مقررہ میعاد تک جس کو وہ پہنچنے والے تھے تو فوراً انہوں نے توڑ دیا (توبہ کا عہد) پھر ہم نے بدلہ لیا ان سے اور غرق کر دیا انہیں سمندر میں کیونکہ انہوں نے جھٹلایا تھا ہماری آیتوں کو اور وہ اس (آنے والے) عذاب سے بالکل غافل تھے۔''

(پ ۸ الاعراف آیت ۱۳۵ تا ۱۳۶)

(۳) ''پس جب ہم نے دور کر دیا ان سے عذاب تو فوراً وہ عہد شکنی کرنے لگے پھر ہم نے ان سب کو غرق کر دیا اور بنا دیا انہیں پیش رو اور کہاوت پچھلوں کے لیے۔'' (پ ۲۵، سورۃ الزخرف آیت ۵۰-۵۶)

(۴) ''پس ہم نے پکڑ لیا اسے اور اس کے لشکریوں کو اور پھینک دیا انہیں سمندر میں دیکھو! کیسا (ہولناک) انجام ہوا ظلم و ستم کرنے والوں کا اور انہیں ہم نے دوزخیوں کا پیشوا بنایا کہ آگ کی طرف بلاتے ہیں ......اور روز حشر ان کی مدد نہیں کی جائے گی اور ہم نے ان کے پیچھے اس دنیا میں بھی لعنت لگا دی اور قیامت کے دن بھی ان کا شمار ملعونوں میں ہوگا۔''

(پ ۲۰، سورۃ القصص آیت ۴۰ تا ۴۲)

(۵) ''پس اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی پھر روگرداں ہو کر فتنہ انگیزی میں کوشاں ہو گیا تو لوگوں کو جمع کیا پھر پکارا پھر بولا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں ......آخر کار مبتلا کر دیا اسے اللہ نے آخرت اور دنیا کے (دوہرے) عذاب میں ......۔'' (پ ۳۰، سورۃ النازعات آیت ۲۱ تا ۲۵)

(۶) ''پس جب آئیں ان کے پاس ہماری نشانیاں بصیرت افروز بن کر تو انہوں نے کہا یہ تو جادو ہے کھلا ہوا اور انہوں نے انکار کر دیا ان کا حالانکہ یقین کر لیا تھا ان کی صداقت کا ان کے دلوں نے (ان کا انکار) محض ظلم و تکبر کے باعث تھا پس آپ ملاحظہ فرمائیے کیا (ہولناک) انجام ہوا فساد برپا کرنے والوں کا۔'' (پ ۱۹، سورۃ النمل آیت ۱۳ تا ۱۴)

(۷) ''پس اس نے ارادہ کرلیا بنی اسرائیل کو ملک سے اکھاڑ کر پھینک دے سو ہم نے غرق کر دیا اسے اور اس کے سارے ساتھیوں کو۔''

(پ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۰۳)

غرضیکہ جب فرعون اور اس کی قوم کفر وعناد میں حد سے بڑھ گئی اور اللہ تعالیٰ کی روشن دلیلیں اور نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی وہ اپنی روش پر چلتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام محبتوں کو رد کر دیا یہاں تک کہ پے در پے آنے والے عذاب پر بھی عہد شکنی میں لگے رہے تو حضرت کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ان کے لیے بددعا صادر ہوئی اور آپ علیہ السلام نے فرمایا:

''اور عرض کی موسیٰ نے اے ہمارے پروردگار! تو نے بخشا ہے فرعون اور اس کے سرداروں کو سامان آسائش اور مال و دولت دینوی زندگی میں۔ اے ہمارے مولا! کیا اس لیے کہ وہ گمراہ کرتے پھریں (لوگوں کو) تیری راہ سے اے ہمارے رب برباد کر دے ان کے مالوں کو اور سخت کر دے ان کے دلوں کو تاکہ وہ ایمان نہ لائیں جب تک نہ دیکھ لیں دردناک عذاب کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا قبول کر لی گئی تمہاری دعا پس تم ثابت قدم رہو اور ہرگز نہ چلنا اس طریقہ پر جو جاہلوں کا (طریقہ) ہے۔''

(پ ۱۱، سورۃ یونس آیت ۸۸-۸۹)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا قبول فرمائی اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو لے کر رات میں مصر سے نکل جاؤ تاکہ فرعون اور اس کی قوم نیست و نابود کر دی جائے اور بنی اسرائیل کو ان سے نجات حاصل ہو جائے جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۱) ''اور بے شک ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور ان کے لیے دریا میں خشک راستہ نکال دے تجھے ڈر نہ ہوگا فرعون آلے اور خطرہ۔'' (پ ۱۶، سورۃ طٰہٰ آیت ۷۷)

(۲) ''اور ہم نے وحی کی موسیٰ کی طرف کہ راتوں رات (یہاں سے)

میرے بندوں کو لے جاؤ یقیناً تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔ پس بھیجے فرعون نے سارے شہروں میں ہرکارے (تاکہ لوگوں کو بتائیں) یہ لوگ ایک چھوٹی سی جماعت ہیں اور انہوں نے ہمیں سخت برافروختہ کردیا ہے (تاہم فکر نہ کرو) ہم سب (ان کے متعلق) بہت محتاط ہیں پس وہ نکلے ان کے تعاقب میں اشراق کے وقت پس جب ایک دوسرے کو دیکھ لیا دونوں گروہوں نے تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے (ہائے) ہم تو یقیناً پکڑ لئے گئے آپ نے فرمایا ہرگز نہیں بلاشبہ میرے ساتھ میرا رب ہے۔ وہ ضرور میری رہنمائی فرمائے گا سو ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کی طرف کہ ضرب لگاؤ اپنے عصا سے سمندر کو۔ تو سمندر پھٹ گیا اور ہوگیا پانی کا ہر حصہ بڑے پہاڑ کی مانند۔ اور ہم نے قریب کردیا وہاں دوسرے فریق کو اور ہم نے بچالیا (ان تند موجوں سے) موسیٰ اور ان کے سب ہمراہیوں کو پھر ہم نے غرق کردیا دوسرے فریق کو اس واقعہ میں (بڑی واضح) نشانی ہے۔ اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں اور بے شک (اے حبیب) آپ کا رب ہی سب پر غالب ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔'' (پ۱۹، الشعراء آیت ۵۲ تا ۶۸)

(۳) ''پس فرعون نے ان کا تعاقب کیا اپنے لشکروں سمیت پس چھا گئیں فرعونیوں پر سمندر (کی تند موجیں) جیسا کہ چھا گئیں ان پر۔''

(پ۱۶، سورۃ طٰہٰ آیت ۷۷)

(۴) ''پس پکارا موسیٰ نے اپنے رب کو (الٰہی) بلاشبہ یہ مجرم لوگ ہیں (حکم ملا) لے چلو میرے بندوں کو راتوں رات تمہارا تعاقب کیا جائے گا اور رہنے دو سمندر کو تھما ہوا بے شک وہ ایسا لشکر ہے جو غرق ہوکر رہے گا وہ چھوڑ گئے بہت سے باغات اور چشمے (سرسبز) کھیتیاں اور شاندار مقامات اور بہت سارا ساز وسامان جس میں وہ عیش کیا کرتے تھے، ہم نے یونہی کیا اور ان کا وارث دوسری قوم کو کردیا...... پس نہ رویا ان (کی بربادی) پر آسمان اور

نہ زمین اور نہ انہیں مزید مہلت دی گئی اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات بخشی...... بے شک وہ بڑا متکبر (اور) حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا۔" (پ ۲۵، سورۃ الدخان آیت ۲۲ تا ۳۱)

(۵) "اور ہم پار لے گئے بنی اسرائیل کو سمندر سے پھر پیچھا کیا ان کا فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی اور ظلم کرتے ہوئے حتیٰ کہ جب وہ ڈوبنے لگا تو (بعد یاس) کہنے لگا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا خدا نہیں بجز اس کے جس پر ایمان لائے تھے بنی اسرائیل اور (میں اعلان کرتا ہوں کہ) میں مسلمانوں میں سے ہوں کیا اب؟ اور تو نافرمانی کرتا رہا اس سے پہلے اور تو فتنہ وفساد برپا کرنے والوں میں سے تھا سو آج ہم بچالیں گے تیرے جسم کو (سمندر کی تیز موجوں سے) تاکہ تو ہو جائے اپنے پچھلوں کے لیے عبرت کی نشانی بے شک لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔"

(پ ۱۱، سورۃ یونس آیت ۹۰ تا ۹۲)

(۶) "پھر جب انہوں نے دیکھ لیا ہمارا عذاب تو کہنے لگے ہم ایمان لائے ہیں ایک اللہ پر اور ہم ان معبودوں کا انکار کرتے ہیں جن کو ہم اس کا شریک ٹھہرایا کرتے تھے پس کوئی فائدہ نہ دیا ان کے ایمان نے جب دیکھ لیا انہوں نے ہمارا عذاب اللہ کا دستور جو اس کے بندوں میں گزر چکا...... سراسر خسارہ میں رہے اس وقت حق کا انکار کرنے والے۔"

(پ ۲۴، سورۃ المومن: ۸۴)

الغرض موسیٰ علیہ السلام رات کے وقت اپنی قوم کو ساتھ لے کر مصر سے روانہ ہو گئے صبح ہوئی اور جب فرعون کو معلوم ہوا کہ شہر میں بنی اسرائیل موجود نہیں تو وہ غیض وغضب سے بھر گیا اور اس نے چاروں طرف اپنے آدمی دوڑائے تاکہ بنی اسرائیل کا پتہ چل سکے اور پھر فرعون اپنی فوج کو ہمراہ لے کر ان کا تعاقب کرے اور انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دے چنانچہ فرعون کے حکم کے مطابق تمام فرعونی فرعون کی قیادت میں بنی اسرائیل کے

تعاقب میں روانہ ہوئے یہاں تک کہ دریائے نیل کے کنارے انہیں جالیا بنی اسرائیل فرعون اور اس کی فوج کو دیکھ کر گھبرائے کہ سامنے فرعونی لشکر ہے اور پیچھے ٹھاٹھیں مارتا سمندر اور اطراف میں بلند و بالا پہاڑ انہیں اپنی موت نظر آنے لگی تو موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تسلی دی کہ میرا رب میرے ساتھ ہے وہ ضرور رہنمائی فرمائے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنا عصا دریا پر مارو پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا دریا پر مارا تو قدرت خداوندی سے دریا پھٹ گیا یعنی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور درمیان کا راستہ صاف ہو گیا اور دونوں طرف۔ پانی اتنا بلند ہو گیا جیسے بلند و بالا پہاڑ۔ غرضیکہ بنی اسرائیل جلدی جلدی دریا عبور کرنے لگے جبکہ پیچھے فرعون اور اس کی فوج نے بھی دریا کے خشک راستے پر اپنے گھوڑے دوڑائے لیکن وہ بنی اسرائیل کو نہ پاسکے بنی اسرائیل جب دریا عبور کر چکے اور فرعون اور اس کی فوج ابھی دریا کے درمیان میں ہی پہنچے تھے کہ پانی آپس میں مل گیا اور یوں فرعون کی فوج فرعون سمیت دریا میں غرق ہو گئی اور عذاب الٰہی کا وعدہ پورا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور اس کے ماننے والوں کو بچالیا ان میں سے ایک بھی پانی میں غرق نہ ہوا۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

"اور ہم نے بچالیا (ان تند موجوں سے) موسیٰ اور ان کے سب ہمراہیوں کو پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔ اس واقعہ میں بڑی (واضح) نشانی ہے۔"

(پ ۱۹، الشعراء آیت ۶۵-۶۶)

اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا

"تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔" (پ ۲۴، المومن آیت ۸۵)

فرعون جب دریا کی طغیانی میں پھنس گیا تو اس نے ایمان لانے کا اقرار کیا اور کہا میں ایمان لایا اور کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں لیکن اس کا یہ ایمان لانا قبول نہ ہوا کیونکہ عذاب دیکھ کر موت کے فرشتوں کا سامنا کرتے ہوئے ایمان لانا فائدہ نہیں دیتا اسی لیے جب فرعون ہلاک ہونے لگا اور

سکرات الموت سے ہمکنار ہوا تو اس وقت اس کا ایمان لانا سودمند نہ ہوا۔

اور قرآن پاک میں ارشاد ہوا

''آج ہم تیری لاش کو اتار دیں گے تند موجوں سے باہر پھینک دیں گے کہ تو اپنے پچھلوں کے لیے نشانی ہو۔'' (پ ۱۱، یونس آیت ۹۲)

چنانچہ جب فرعون غرق ہوا اور سمندر کی تہہ میں پہنچ گیا تو ان پھری ہوئی موجوں نے دوبارہ فرعون کی لاش کو سطح آب پر اچھال دیا بنی اسرائیل یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ فرعون کے جسم پر ابھی تک ذرعہ تھی جس سے بنی اسرائیل نے اسے پہچان لیا اور یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ فرعون کے خلاف صادر ہو چکا اور وہ ہلاکت سے دوچار ہوا۔ (کبیر)

فرعون اور اس کا لشکر دس محرم الحرام کو ہلاک ہوا جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں مذکور ہے کہ یہود عاشورہ کا روزہ اس سبب سے رکھتے تھے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا اور بنی اسرائیل کو اس ظالم سے نجات حاصل ہوئی۔ (صحیحین)

تذکرہ بنی اسرائیل

فرعون کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ظلم وستم سے نجات عطا فرمائی اور ان پر اپنی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے اور انہیں مال وزر عطا فرمایا جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۱) ''اور ہم نے وارث بنایا اس قوم کو جسے ذلیل وحقیر سمجھا جاتا تھا (انہیں وارث بنایا) اس زمین کے مشرق وغرب کا جس میں ہم نے برکت رکھ دی تھی اور پورا ہو گیا آپ کے پروردگار کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل کے متعلق بوجہ اس کے کہ انہوں نے صبر کیا تھا۔ (پ ۸، سورۃ الاعراف آیت ۱۳۷)

(۲) ''اور ہم نے چاہا کہ احسان کریں ان لوگوں پر جنہیں کمزور بنا دیا گیا تھا ملک (مصر) میں اور بنا دیا انہیں پیشوا اور بنا دیا انہیں (فرعون کے تخت وتاج) کا

وارث۔'' (پ۲۰، سورۃ القصص آیت ۵)

(۳) ''ہم نے ایسا ہی کیا اور ہم نے بنی اسرائیل کو ان تمام چیزوں کا وارث بنادیا۔'' (پ۱۹، سورۃ الشعراء:۵۹)

(۴) ''وہ چھوڑ گئے بہت سے باغات اور چشمے (سرسبز) کھیتیاں اور شاندار مقامات اور بہت سارا ساز وسامان جس میں وہ عیش کیا کرتے تھے۔ یونہی ہوا اور ہم نے وارث بنا دیا ان تمام چیزوں کا دوسرے لوگوں کو...... اور ہم نے چنا تھا بنی اسرائیل کو جان بوجھ کر جہاں والوں پر......۔''

(پ۲۵، سورۃ الدخان:۲۵)

غرضیکہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے نجات عطا فرمائی اور انہیں سلامتی نصیب فرمائی لیکن بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے تمام احسانات کو بھلا کر ناشکری پر اتر آئے کہ جب ان کا گزر ایک مشرک قوم پر ہوا جو اپنے بنائے ہوئے بت کی پوجا کر رہے تھے اس بت کی شکل گائے کی سی تھی۔ چنانچہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے فرمائش کرنے لگے کہ ہمیں بھی ایک ایسا ہی خدا بنا دیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ تم جہالت کی باتیں کر رہے ہو تعظیم کے لائق تو صرف اللہ ہے جس نے تمہیں فضیلت واحسانات سے نوازا اور یہ بت پرست تو نرے جاہل اور بے عقل ہیں اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں محض باطل ہے اور باعث تباہی ہے عبادت کے لائق صرف اللہ ہے جو خالق ورازق ہے۔ (تفسیر کبیر وابن کثیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اتارا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے آسن مارے تھے بولے موسیٰ ہمیں ایک خدا بنا دے جیسے ان کے لیے اتنے خدا ہیں آپ نے فرمایا تم ضرور جاہل لوگ ہو یہ حال تو بربادی کا ہے جس میں یہ لوگ ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں وہ سراسر باطل ہے آپ نے کہا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا اور کوئی خدا تلاش کرلوں حالانکہ

اس نے تمہیں زمانے بھر پر فضیلت دی۔''

(پ ۸، سورۃ الاعراف آیت ۱۳۸ تا ۱۴۰)

موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر تشریف لے جانا:

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ تم طور پر آؤ اور تیس دن تک نیک اعمال کے سبب میرا قرب حاصل کرو پھر تمہیں کتاب توریت دی جائے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ میں تمہیں رب تعالیٰ سے ایک کتاب توریت لا کر دوں گا جس میں حرام وحلال امرونواہی سے متعلق احکامات وہدایات ہوں گی چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی قوم پر نائب بنایا اور طور پر تشریف لے گئے۔ ایک روایت کے مطابق ذیقعد کے تیس روزے مکمل کئے پھر رب تعالیٰ کے حکم سے ذی الحج کے دس روز مزید رکھے اور یوں تیس دن بڑھا کر چالیس کر دیئے گئے جب موسیٰ علیہ السلام نے روزں کی مدت پوری کی تو منہ کی بو دور کرنے لیے مسواک کی تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ روزے دار کے منہ کی بو میرے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ اچھی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام جب طور پر اللہ تعالیٰ سے کلام کی غرض سے تشریف لے گئے تو رب تعالیٰ نے اپنے نبی سے کلام فرما کر انہیں کلیم اللہ ہونے کا شرف عطا فرمایا آپ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے کلام کو سننے کے بعد دیدار الٰہی کی خواہش ظاہر فرمائی تو رب تعالیٰ نے فرمایا تم مجھے نہیں دیکھ سکتے میں اپنی تجلی کا ظہور پہاڑ پر کرتا ہوں تم پہاڑ کو دیکھ لو تو سمجھ لینا کہ مجھے بھی دیکھ لو گے جب رب تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنی تجلی کا ظہور فرمایا تو پہاڑ رب تعالیٰ کی تجلی کی تاب نہ لا سکا اور پاش پاش ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب پہاڑ کی طرف نظر کی تو ضبط نہ رہا اور اتنی استعداد محسوس نہ کی دوسری نظر ڈال سکیں یہاں تک کہ اپنے ہوش برقرار نہ رکھ سکے اور بے ہوش ہو گئے۔ (خزائن العرفان وابن کثیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ فرمایا اور ان میں سے دس اور بڑھا

کر پوری کیں تو اس کے رب کا وعدہ پوری چالیس رات کا ہوا اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا میری قوم پر میرے نائب رہنا اور اصلاح کرنا اور فسادیوں کی راہ کو داخل نہ دینا۔ جب موسیٰ ہمارے وعدے پر حاضر ہوئے اور ان سے ان کے رب نے کلام فرمایا عرض کی اے میرے رب مجھے اپنا دیدار کرا کہ میں تجھے دیکھوں فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تر عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر گئے۔" (پ ۸، الاعراف آیت ۱۴۲-۱۴۷)

بنی اسرائیل کا بچھڑے کا پوجنا:

موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے چالیس دنوں کا وعدہ کر کے طور کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں ایک شخص سامری جو جادوگر تھا نے بنی اسرائیل سے فرعون کے تمام زیورات لیے اور انہیں پگھلا کر بچھڑے کی مورتی بنائی اور اس میں ایک مٹھی ریت جو جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے سموں کے نیچے کی تھی جو سامری نے اس وقت اٹھائی تھی جب فرعون کو غرق کرنے کے لیے جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کے ساتھ بحر قلزم پر تشریف لائے تھے۔ اس کے منہ میں ڈال دی۔ سامری جانتا تھا کہ بنی اسرائیل ایسا خدا چاہتے جسے وہ دیکھ بھی سکیں لہٰذا سامری نے انہیں پیشکش کی کہ اپنے زیورات دو میں تمہیں ایک خدا بنا دوں چنانچہ جب سامری نے بچھڑے کی مورتی بنا کر اس میں ریت ڈالی تو وہ بچھڑا ڈکارنے لگا اس منظر کو دیکھ کر بنی اسرائیل اس بچھڑے کے اردگرد خوشی سے رقص کرنے لگے اور سامری اور اس کے چیلوں نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ تمہارا خدا ہے اور یوں بنی اسرائیل اس بچھڑے کی پوجا کرنے لگے جب موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو قوم کے شرک و گمراہی کو دیکھ کر بہت ہی غصہ ہوئے یہاں تک کہ سخت اشتعال کے سبب آپ علیہ السلام کے ہاتھ سے توریت کی تختیاں گر گئیں اور اسی بے اختیاری اور غم و غصہ کی حالت میں اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے سر

اور داڑھی کے بال پکڑ کر کھینچے اور انہیں سرزنش کی کہ جب تم نے قوم کو شرک میں مبتلا دیکھا تو ان پر سختی کیوں نہ کی اور فوراً میرے پاس کیوں نہ آئے تو ہارون علیہ السلام نے عذر پیش کیا جب ہارون علیہ السلام کا عذر موسیٰ علیہ السلام نے سنا تو ان کی دلجوئی کے لیے رب کے حضور دعا فرمائی کہ اے اللہ مجھ سے غصہ کی حالت میں یا میرے بھائی سے قوم سے عاجز آنے کی سبب کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو معاف فرما دے۔'' (روح المعانی، ابن کثیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''ہم نے تو آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے تمہاری قوم کو تمہارے (چلے آنے کے) بعد اور گمراہ کر دیا ہے انہیں سامری نے (یہ سنتے ہی) لوٹے موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قوم کی طرف غضب ناک اور افسردہ خاطر ہو کر فرمایا اے میری قوم! کیا وعدہ نہیں کیا تھا تم سے تمہارے رب نے بہت عمدہ وعدہ۔ تو کیا طویل مدت گزر گئی ہے اس وعدہ پر اور تم اس کے ایفاء سے مایوس ہو گئے یا تم یہ چاہتے ہو کہ اترے تم پر غضب تمہارے رب کی طرف سے اس لیے تم نے توڑ ڈالا میرے ساتھ کیا ہوا وعدہ کہنے لگے نہیں توڑا ہم نے آپ سے کیا ہوا وعدہ اپنے اختیار سے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ہم پر لاد دیئے گئے تھے بوجھ قوم (فرعون) کے زیورات سے سو ہم نے (سامری کے کہنے پر) انہیں پھینک دیا اس طرح سامری نے بھی (اپنے حصہ کے زیور) پھینک دیئے پھر سامری نے بنا نکالا ان کے لیے بچھڑے کا ڈھانچہ جو گائے کی طرح ڈکارتا تھا پھر سامری اور اس کے چیلوں نے کہا (اے فرزندان یعقوب) یہ ہے تمہارا خدا اور موسیٰ کا خدا پس موسیٰ بھول گئے۔ کیا ان احمقوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ بچھڑا ان کی کسی بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا اور نہ اختیار رکھتا ہے ان کے لیے کسی عذر کا اور نہ نفع کا اور بے شک کہا تھا انہیں ہارون نے (موسیٰ کی واپسی سے پہلے) اے میری قوم! تم تو فتنہ میں مبتلا ہو گئے ہو اس سے اور بلاشبہ تمہارا رب تو وہ ہے جو بے حد مہربان

ہے پس تم میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو۔قوم نے کہا ہم تو اسی کی عبادت پر جمے رہیں گے یہاں تک کہ لوٹ آئیں ہماری طرف موسیٰ (علیہ السلام) موسیٰ نے (آ کر غصہ سے) کہا اے ہارون کس چیز نے تجھے روکا کہ جب تو نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تو (انہیں چھوڑ کر) میرے پیچھے چلا نہ آیا کیا تو نے بھی میری حکم عدولی کی۔ہارون نے کہا اے میرے ماں جائے (بھائی) نہ پکڑو میری داڑھی کو اور نہ میرے سر (کے بالوں) کو میں نے اس خوف سے (ان پر سختی نہ کی) کہ کہیں آپ یہ نہ کہیں کہ تو نے پھوٹ ڈال دی بنی اسرائیل کے درمیان اور میرے آنے کا انتظار نہ کیا۔"

(پ ۱۶، سورۃ طٰہٰ آیت ۸۵ تا ۹۴)

(۲) "اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف پلٹا غصہ میں بھرا ہوا جھنجلایا ہوا کہا تم نے کیا بری میری جانشینی کی میرے بعد، کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے جلدی کی اور (آپ نے) تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے (ہارون نے) کہا اے میرے ماں جائے قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالیں تو مجھ پر دشمنوں کو نہ ہنسا اور مجھے ظالموں میں نہ ملا عرض کی اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں لے لے اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔" (پ ۸، سورۃ الاعراف آیت ۱۵۰۔۱۵۱)

سامری کی سزا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا اور یہ فتنہ کیوں کھڑا کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے ایسی چیز دیکھی جو لوگوں نے نہیں دیکھی تھی یعنی میں نے جبرائیل امین کو گھوڑے پر سوار دیکھا تو جبرائیل کے گھوڑے کے نشانِ قدم سے مٹھی بھر لی۔علماء فرماتے ہیں کہ سامری نے جبرائیل امین کو دیکھا اس نے یہ بھی دیکھا کہ سواری جہاں قدم رکھتی تھی وہاں سبز گھاس پیدا ہو جاتی تھی اور وہ جگہ شاداب و

زرخیز ہو جاتی چنانچہ اس نے گھوڑے کے سم کے نیچے سے مٹی اٹھا کر محفوظ کرلی اور جب اس نے سونے کا بچھڑا بنایا اور اس میں یہ مٹی ڈالی تو اس میں اثر حیات پیدا ہونے کے سبب وہ بچھڑا ڈکارنے لگا۔ یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام نے اسے بددعا دی کہ اب تو ہر ایک سے کہے گا کہ مجھے چھونا نہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا سامری کی دنیا میں سزا مقرر ہوئی کہ اگر کوئی شخص اسے چھو لیتا تو وہ شدید بخار میں مبتلا ہو جاتا چنانچہ وہ جس کو دیکھتا یہی کہتا کہ مجھے چھونا نہیں چنانچہ لوگوں نے اس سے ملنا جلنا، مصافحہ کرنا بات چیت کرنا غرضیکہ ہر قسم کے تعلقات منقطع کر دیئے۔ (ابن کثیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا:

"سامری تو نے ایسا کیوں کیا اس نے کہا میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا تو ایک مٹھی بھر لی فرشتے کے نشان سے پھر اسے ڈال دیا اور میرے جی کو یہی بھلا لگا (موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو) کہا تو چلتا بن کہ دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے چھونا نہیں اور بے شک تیرے لیے (آخرت میں) ایک وعدے کا وقت ہے۔" اپنے اس معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو دن بھر آسن مارے رہا قسم ہے ہم ضرور اسے جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کر کے اسے دریا میں بہائیں گے۔" (پ۱۶، سورۃ طٰہٰ: ۹۸)

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کو ذبح کیا اور اس کا خون بہایا اور ہڈیوں کا ریتی سے برادہ کر کے جلا دیا اور خاک پانی میں بہادی۔ موسیٰ علیہ السلام کا بچھڑے کو ذبح کر کے اس کا خون بہانا اس بات کی دلیل ہے کہ سونے چاندی کی دھات سے بنا ہوا اس کا جسم گوشت اور ہڈیوں میں تبدیل ہو گیا تھا اور اس میں زندگی پیدا ہو گئی تھی۔

(روح المعانی، تبیان پ۱)

بنی اسرائیل کی توبہ و پشیمانی:

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ چونکہ تم نے بچھڑے کی پوجا کی اور یوں اپنی جانوں پر ظلم کیا اب تم اپنے رب کی طرف توبہ کرو اور تمہاری توبہ اس صورت میں ہے

کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو یعنی اللہ تعالیٰ نے بچھڑے کے پجاریوں کی توبہ قتل کے بدلے قبول فرمائی چنانچہ توبہ کرنے والوں کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں اور انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ہر قاتل و مقتول نے شہادت کا مرتبہ پایا۔ (تذکرۃ الانبیاء)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

(۱) ''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ (توبہ کرو) تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لیے بہتر ہے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔'' (پ ا، سورۃ البقرۃ ۵۴)

(۲) ''اور جنہوں نے برے کام کئے پھر توبہ کی اس کے بعد ایمان لائے بے شک آپ کا رب اس کے بعد بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔'' (پ ۸، سورۃ الاعراف: ۱۵۳)

بنی اسرائیل کی کج روی اور عذاب الٰہی کا نزول:

بنی اسرائیل کو بچھڑے کو پوجنے کے سبب بہت ندامت و پشیمانی ہوئی تو حکم الٰہی کے مطابق موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے منتخب ستر آدمی لیے اور انہیں حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور معافی مانگنے اور اپنی باقی ماندہ قوم کے لیے استغفار کرنے کے طور پر چلو چنانچہ وہ ستر افراد موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ طور پر روانہ ہوئے تا کہ وہ تمام قوم کی طرف سے بچھڑے کی پوجا کا گناہ معاف کروائیں جب آپ علیہ السلام انہیں لے کر وہاں پہنچے تو انہوں نے کہا اے موسیٰ تم اپنے رب سے سوال کرو یہاں تک کہ ہم بھی اس کے کلام کو سنیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے حضور عرض کی تو اسے قبول کرلیا گیا جب آپ علیہ السلام پہاڑ کے قریب پہنچے تو ستون کی شکل میں بادل نمودار ہوا جس نے تمام پہاڑ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا حضرت موسیٰ علیہ السلام بادل کے قریب ہوئے یہاں تک

کہ اس میں داخل ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل کیا قوم نے بھی رب تعالیٰ کے کلام کو سنا جو اس نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا جب سلسلہ کلام ختم ہوا تو بادل کو اٹھالیا گیا اور آپ علیہ السلام جب ان ستر افراد کے پاس آئے تو یہ آپ کو دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم ہرگز تمہارا یقین نہیں لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو ظاہر انہیں دیکھ لیں گے سو اس کجروی کے سبب ان کو بجلی کی کڑک نے اپنی گرفت میں لے لیا اور زلزلے نے آلیا اور مارے خوف و دہشت کے وہ سب مر گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے اور رب تعالیٰ کے حضور عرض گزار ہوئے کہ اے اللہ میں ان ستر آدمیوں کو منتخب کر کے لایا تھا تا کہ ان کی توبہ کے قبول ہونے پر میرے گواہ بنیں۔ اب میں اپنی قوم کی طرف واپس جاؤں گا تو میرے ساتھ کوئی ایک بھی نہ ہوگا تو وہ میرے متعلق کیا خیال کریں گے موسیٰ علیہ السلام دعا فرماتے رہے یہاں تک کہ ان کی روحوں کو لوٹا دیا گیا۔ (ابن کثیر، تفسیر کبیر ج ۳)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

(۱) ''اور یاد کرو جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے تجھ پر جب تک دیکھ نہ لیں اللہ کو ظاہر پس (اس گستاخی پر) آلیا تم کو بجلی کی کڑک نے اور تم دیکھ رہے تھے پھر ہم نے جلا اٹھایا تمہیں تمہارے مر جانے کے بعد کہ کہیں تم شکر گزار ہو۔'' (پ ۱، البقرہ آیت ۵۵-۵۶)

(۲) ''اور چن لیے موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر آدمی ہمارے وعدہ ملاقات کے لیے پھر جب پکڑ لیا انہیں زلزلہ (کے جھٹکوں) نے تو موسیٰ نے کہا اے میرے رب اگر تو چاہتا تو ہلاک کر دیتا انہیں اس سے پہلے اور مجھے بھی کیا تو ہلاک کرتا ہے ہمیں بوجہ اس (غلطی) کے جو کی (چند) احمقوں نے ہم سے؟ نہیں ہے یہ مگر تیری آزمائش۔ تو گمراہ کرتا ہے اسے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے تو ہی ہمارا کارساز ہے بخش دے ہم کو اور رحم فرما ہم پر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا اور لکھ دے ہمارے لیے اس دنیا میں خیر و برکت اور آخرت میں بھی بے شک ہم نے رجوع کیا ہے تیری طرف اللہ

نے فرمایا میرا عذاب پہنچاتا ہوں اسے جسے چاہتا ہوں اور میری رحمت کشادہ ہے ہر چیز پر سو میں لکھوں گا اس کو ان لوگوں کے لیے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری نشانیوں پر ایمان لاتے ہیں......۔" (پ ۸ سورۃ الاعراف آیت ۱۵۵-۱۵۶)

بنی اسرائیل کی نافرمانیاں:

بنی اسرائیل نے ناصرف پہلے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں بچھڑے کی پوجا شروع کردی پھر موسیٰ علیہ السلام کے سمجھانے پر توبہ کی لیکن پھر دوبارہ کج روی اختیار کی اور کلام الٰہی اور دیدار الٰہی پر مصر ہوئے جس پر انہیں ہلاک کردیا گیا لیکن موسیٰ علیہ السلام رب تعالیٰ کے حضور عرض گزار ہونے پر پھر اللہ عزوجل کی رحمت اور کرم نے انہیں ڈھانپ لیا لیکن اس کے باوجود بنی اسرائیل مسلسل رب تعالیٰ کی نافرمانیوں میں لگے رہے۔

بنی اسرائیل کی ایک بغاوت احکامات الٰہی کو ماننے سے انکار کی صورت میں مذکور ہوئی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ کی ایسی کتاب کی فرمائش کی جس میں ان کے لیے احکامات وہدایات ہوں تاکہ وہ اس کے مطابق اپنا طرز حیات اپنائیں اور زندگی بسر کریں اور آخرت میں فلاح وکامرانی پائیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی۔ س میں رب تعالیٰ کے احکامات، تھے جس میں طرز زندگی سے متعلق طریقہ بتایا گیا تھا اور معاملات نبھانے کا ڈھنگ رکھایا گیا تھا یہ دس احکامات سورۃ الانعام کی دو آیات میں بیان فرمائی گئی ہیں جیسا کہ مذکور ہوا

"آپ فرمایئے میں پڑھ کر سناؤں جو کچھ حرام کیا ہے تمہارے رب نے تم پر (وہ یہ) کہ نہ شریک بناؤ اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے ہم رزق دیتے ہیں تمہیں بھی اور انہیں بھی اور مت نزدیک جاؤ بے حیائی کی باتوں کے جو ظاہر ہوں ان سے اور جو چھپی ہوئی ہوں اور نہ قتل کرو اس جان کو جسے حرام

کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سوائے حق کے یہ ہیں وہ باتیں حکم دیا ہے تمہیں اللہ نے جن کا تاکہ تم (حقیقت کو) سمجھو اور مت قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طریقہ سے جو بہت اچھا ہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور پورا کرو ناپ اور تول انصاف کے ساتھ ہم نہیں تکلیف دیتے کسی کو مگر اس کی طاقت کے برابر اور جب کبھی بات کہو تو انصاف کی کہو اگرچہ ہو (معاملہ) رشتہ دار کا اور اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرو۔ یہ ہیں وہ باتیں جن کا اللہ نے حکم دیا ہے تمہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو اور بے شک یہ ہے میرا راستہ سیدھا سو اس کی پیروی کرو اور نہ پیروی کرو اور راستوں کی (ورنہ) وہ جدا کر دیں گے تمہیں اللہ کے راستے سے، یہ ہیں وہ باتیں حکم دیا ہے تمہیں جن کا تاکہ تم متقی بن جاؤ۔" (پ ۷، الانعام: ۱۵۱: ۱۵۳)

ان احکامات کو بنی اسرائیل نے ناقابلِ عمل سمجھ کر مسترد کر دیا اور سرکشی دکھاتے ہوئے انہیں ماننے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ ان کی اس بغاوت کے سبب اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام نے پہاڑ کا ایک ٹکڑا ان پر اٹھا لیا۔ یعنی پہاڑ کو جڑوں سے اکھیڑ کر ان پر بلند کر دیا۔ بنی اسرائیل کو ایسا لگا جیسے یہ پہاڑ ان پر الٹ دیا جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے ان احکاماتِ الٰہی کو قبول کر لیا اور سجدے میں گر گئے تاکہ ان کی بغاوت و سرکشی کی انہیں سزا نہ دی جائے۔ (ابن کثیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

"اور یاد کرو جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور طور (پہاڑ) کو تمہارے اوپر اٹھایا (کہ) جو کچھ ہم نے تمہیں دیا (اسے) مضبوطی سے پکڑو اور جو اس میں ہے (اسے) یاد کرو تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔" (پ ۱، البقرہ آیت ۶۳)

بنی اسرائیل کو ملک شام میں داخل ہونے کا حکم اور انکی روگردانی:

بنی اسرائیل کا آبائی وطن ملک شام تھا۔ یوسف علیہ السلام کے دور میں یہ مصر آکر بس گئے۔ یہاں تک کہ فرعون کی غلامی کا طوق ان کے گلے میں آکر پڑ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ

نے انہیں فرعون سے نجات عطا فرمائی۔ اس اثناء میں ملک شام میں قوم عمالقہ قابض ہو چکی تھی چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم الٰہی بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ شام میں داخل ہوں اور عمالقہ سے جہاد کریں اور اپنا وطن آزاد کرالیں لیکن جب بنی اسرائیل کو عمالقہ کی طاقت و جبر قد وقامت اور ان کے قلعوں کی مضبوطی کا علم ہوا تو خوف زدہ ہو کر جہاد سے انکار کر دیا۔ بنی اسرائیل اس جابر قوم سے ڈر گئے حالانکہ وہ فرعون کی ہلاکت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے جو عمالقہ سے زیادہ ظالم و جابر اور قوت و طاقت کا مالک تھا لیکن بنی اسرائیل جہاد سے مکمل روگردانی پر مصر رہے۔ بنی اسرائیل کے ہی دو اشخاص حضرت یوشع بن نون اور کالب رضی اللہ عنہ نے بنی اسرائیل کو جہاد پر آمادہ کرنے کی بہت کوشش کی مگر انہوں نے جہاد سے منہ موڑے رہنے کی ٹھان لی تو موسیٰ علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں عرض گزار ہوئے کہ ہمارے اور ان نافرمانوں کے درمیان جدائی ڈال دے تو ان کی دعا قبول کی گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ سزا مقرر فرمائی کہ وہ زمین کے ایک حصے ''تیہ'' میں بھٹک کر رہ گئے اور منزل کی تلاش میں سرگرداں پھرتے رہے یوں چالیس سال کا عرصہ گزر گیا اور وہ اس وادی میں حیران و پریشان گھومتے رہے۔

(ابن کثیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میری قوم داخل ہو جاؤ اس پاک زمین میں جسے لکھ دیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اور نہ پیچھے ہٹو پیٹھ پھیرتے ہوئے ورنہ تم لوٹو گے نقصان اٹھاتے ہوئے کہنے لگے اے موسیٰ اس زمین میں تو بڑی جابر قوم (آباد) ہے اور ہم ہرگز داخل نہ ہوں گے اس میں جب تک وہ نکل نہ جائیں وہاں سے اگر وہ نکل جائیں اس سے تو پھر ہم ضرور داخل ہوں گے (اس وقت) کہا دو آدمیوں نے جو اللہ سے ڈرنے والوں سے تھے انعام فرمایا تھا اللہ نے جن پر کہ (بے دھڑک) داخل ہو جاؤ ان پر دروازے سے اور جب تم داخل ہو گے دروازے سے تو یقیناً تم غالب آ جاؤ

گے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر ہو تم ایماندار کہنے لگے اے موسیٰ ہم تو ہرگز داخل نہ ہوں گے اس میں قیامت تک جب تک وہ وہاں ہیں پس جاؤ تم اور تمہارا رب اور دونوں لڑو (ان سے) ہم تو یہاں بیٹھیں گے موسیٰ نے عرض کی اے میرے رب میں مالک نہیں ہوں سوائے اپنی ذات کے اور اپنے بھائی کے پس جدائی ڈال دے ہمارے درمیان اور اس نافرمان قوم کے درمیان؟ اللہ نے فرمایا تو یہ سرزمین حرام کردی گئی ہے ان پر چالیس سال تک سرگرداں پھریں گے زمین میں سو غمگین نہ ہوں آپ اس نافرمان قوم (کے انجام) پر۔" (پ٦، سورۃ المائدہ:۲۱-۲۶)

میدان تیہ میں انعامات کا نزول اور انکی سرکشی:

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ بنی اسرائیل چالیس سال تک میدان تیہ میں حیران پریشان سرگرداں بھٹکتے رہے اس وادی میں نہ ہی کوئی سایہ دار درخت تھا اور نہ ہی کوئی مکان و عمارت نہ کھانے پینے کا سامان تھا اور نہ یہ دیگر ضروریات زندگی سے متعلق لوازمات چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کی غریب الوطنی کو دیکھتے ہوئے ان کے لیے دعا فرمائی جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تمام سامان ولوازمات مہیا کردیئے دھوپ سے بچاؤ کے لیے ایک بادل بطور سائبان سایہ کی خاطر ان پر نازل فرمادیا اور کھانے کے لیے من وسلویٰ بھیجا۔ صحیح قول کے مطابق من سے مراد نفیس شیریں ذائقہ دار مادہ تھا جو شبنم کی طرح صبح آسمان سے اترتا اور کثیر مقدار میں درختوں پر منجمد ہو جاتا اور سلویٰ سے مراد بٹیر مذکور ہوا جو بکثرت ان کے پاس جمع ہو جاتے جنہیں وہ بطور غذا استعمال کرتے اور یوں شکم سیر ہو کر کھاتے تاریکی دور کرنے کے لیے عمودی شکل میں ایک روشنی ظاہر ہو جاتی تھی اور لباس کے بارے میں یہ اعجاز فرمایا کہ نہ ان لوگوں کے کپڑے میلے ہوتے اور نہ ہی پھٹتے ان کے بچوں کے جسم کے ساتھ ساتھ بچوں کا لباس بھی بڑھتا رہتا تھا۔

(قرطبی ج۱)

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی خواہش پر میٹھے پانی کا چشمہ جاری فرما دیا۔ میدان تیہ میں جب انہیں پیاس محسوس ہوئی تو اس کی شدت سے بے چین ہو کر انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اپنی مصیبت و تکلیف کا تذکرہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا کی تو آپ علیہ السلام کی دعا رب تعالیٰ نے قبول فرمائی اور بحکم الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا زمین پر مارا تو اس کی ایک ضرب پتھر پر ماری تو اس پتھر سے ایک ساتھ بارہ چشمے پھوٹ پڑے ہر قبیلے کے لیے الگ الگ چشمہ مختص ہو گیا یہ چشمہ میٹھے پانی کا تھا اور اتنی وافر مقدار میں تھا کہ ان کی تمام ضرورتوں کے لیے کافی ہو جاتا یہ پتھر جس میں چشمہ جاری ہوا مکعب شکل کا تھا اور ہر طرف سے تین تین چشمے جاری ہوئے۔ (ابو سعود و ابن کثیر)

بنی اسرائیل پر ان انعامات کا نزول ہوتا رہا لیکن وہ اپنی ناشکری سے باز نہ آئے اور انہوں نے ان نعمتوں کا حق ادا نہ کیا بلکہ ان نعمتوں کو حقیر جاننے لگے۔ بنی اسرائیل کو جب من و سلویٰ کھاتے عرصہ گزر گیا تو وہ اس سے اکتا گئے اور موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کرنے لگے کہ ہم سے اب یہ کھانا نہیں کھایا جاتا اب ان نعمتوں کو دوسری نعمتوں سے بدل دیا جائے اور من و سلویٰ کے بجائے ساگ ککڑی گندم دال پیاز وغیرہ کھانے کو دیا جائے جو زمین سے اگتے ہیں چنانچہ انہیں حکم ہوا کہ تم مصر جاؤ وہاں تمہیں یہ چیزیں ملیں گی۔ تم ان پاک نعمتوں کی ناشکری میں لگے ہو تو جاؤ جن حقیر چیزوں کی تمنا تمہیں ہے اب وہی تمہارا مقدر ٹھہریں گی۔ (ابن کثیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

(۱) ''اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کر دیا اور من اور سلویٰ تم پر اتارا کھاؤ ہماری دی ہوئی پاک چیزوں سے اور انہوں نے (ہماری نافرمانی کر کے) ہم پر ظلم نہیں کیا ہاں وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔'' (پ ۱، سورۃ البقرہ آیت ۵۷)

(۲) ''اور جب پانی طلب کیا موسیٰ نے اپنی امت کے لیے تو ہم نے فرمایا اپنا عصا اس پتھر پر مارو تو اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے بے شک ہر گروہ نے

پانی پینے کی اپنی جگہ کو پہچان لیا۔ کھاؤ پیو اللہ کے رزق سے اور نہ پھر زمین میں فساد کرتے ہوئے۔ جب تم نے موسیٰ سے کہا اے موسیٰ ہم سے ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا تو ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے (کہ) وہ (من وسلویٰ کے بجائے) ہمارے لیے زمین سے اگنے والی چیزیں پیدا کرے زمین کی سبزی، اور ککڑی اور گندم اور مسور اور پیاز۔ فرمایا کیا تم ادنیٰ (گھٹیا) چیز کو بہتر کے بدلے مانگتے ہو اترو شہر میں تو بے شک (وہاں) تمہیں ملے گا جو تم نے مانگا اور ڈال دی گئی ان پر ذلت اور محتاجی اور وہ اللہ کے غضب میں آ گئے یہ اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور انبیاء کو ناحق شہید کرکے یہ اس لیے (بھی) کہ وہ نافرمانی کرتے اور حد سے بڑھتے تھے۔" (پ ا، سورۃ البقرہ آیت ۶۰-۶۱)

قاتل کی نشاندہی کے لیے گائے ذبح کرنے کا واقعہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بہت مالدار بوڑھا شخص تھا جس کی اولاد نہیں تھی اس کے بھتیجے چاہتے تھے کہ وہ مرے تاکہ وارثت کا مال ان کے ہاتھ لگے چنانچہ ایک بھتیجے نے رات کو اسے قتل کرکے شاہراہ عام پر ڈال دیا اور بعض روایات میں ہے کہ کسی اسرائیلی کے دروازے پر پھینک دیا جب صبح ہوئی اور لوگوں نے لاش دیکھی تو اس کے بارے میں گفتگو کرنے لگے اور آپس میں جھگڑنے لگے کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ جھگڑتے کیوں ہو اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرو چنانچہ بوڑھے کے بھتیجے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام سے اپنے چچا کے قتل کی شکایت کی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کا بھلا کرے گا۔ جو ہمیں اس مقتول کے بارے میں کچھ بتائے گا لیکن کسی نے کچھ نہ بتایا بوڑھے کے بھتیجوں نے عرض کی حضور آپ اللہ عزوجل سے دریافت کریں کہ بوڑھے کا قاتل کون ہے؟ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے حضور دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو وحی فرمائی چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ حکم دیتا

ہے کہ گائے ذبح کر کے اس کا گوشت مردہ کو مارو وہ زندہ ہو کر بتائے گا کہ میرا قاتل کون ہے تو وہ تعجب و حیرانگی کا اظہار کرنے لگے اور انہیں یہ ایک مزاق نظر آنے لگا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ "اللہ کی پناہ کہ میں جاہلوں سے ہو جاؤں" کیونکہ مزاح اڑانا جاہلوں اور نادانوں کا کام ہے کسی نبی کی شان کے لائق نہیں پھر بنی اسرائیل نے گائے ذبح کرنے کے بجائے اس کے بارے میں سوال کرنا شروع کر دیئے اور آپ علیہ السلام سے گائے کی صفات کے بارے میں پوچھا پھر اس کا رنگ پوچھا پھر اس کی عمر پوچھی کہ جسے ذبح کرنا ہے وہ کیسی ہو غرضیکہ سوالات پر سوالات کرنے کے سبب وہ اور مشکل میر پڑتے چلے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اس سبب سے انہیں ایسی گائے ذبح کرنے کا حکم فرمایا جس کو حاصل کرنا بڑا ہی مشکل تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ کوئی گائے بھی ذبح کر لیتے تو وہ ان کو کفایت کرتی لیکن انہوں نے خود بار بار سوال کر کے اپنے آپ پر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سختی کی۔"

غرضیکہ انہیں حکم دیا گیا کہ ایسی گائے ذبح کریں جو نہ تو بڑی ہو اور نہ عمر میں بہت چھوٹی ہو بلکہ درمیانی عمر کی ہو بالکل گہری زرد ہو۔ جسے ہل پر نہ جوتا گیا ہو اور نہ ہی اسے پانی نکالنے کے لیے کام میں لایا گیا ہو وہ بے عیب ہو اس کے رنگ میں کہیں کوئی داغ نہ ہو پورے جسم کا ایک ہی رنگ ہو۔

اس وقت عام طور پر گائے کی قیمت تین دینار تک ہوتی تھی لیکن انہوں نے سوال کر کے اپنے لیے اتنی مشکل پیدا کر لی کہ تمام اوصاف کسی گائے میں بیک وقت پائے جانے دشوار نظر آئے آخر کار تلاش کرتے کرتے انہیں ایک بیوہ اور اس کے یتیم بچے کے پاس ایسی گائے نظر آئی جس میں بیان کردہ تمام اوصاف موجود تھے چنانچہ بنی اسرائیل کو بہت بھاری قیمت سے گائے حاصل کرنی پڑی اور بنی اسرائیل کو اس گائے کی کھال میں جتنی مقدار کا سونا آسکے اتنی مقدار سونا بطور قیمت ادا کرنا پڑا۔ بنی اسرائیل اگرچہ گائے کی بھاری قیمت ادا کرنے پر بخوشی رضامند نہیں تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اگر ہمارا مقتول زندہ ہو گیا تو ہمارا اپنا جرم ظاہر ہو گا لیکن انہیں پھر بھی گائے مجبوراً ذبح کرنی پڑی

کیونکہ اب ان کے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اگرچہ وہ ذبح کرنا نہیں چاہتے تھے۔ (تفسیر کبیر وابن کثیر)

بہر حال وہ گائے خرید کر لے آئے اور موسیٰ علیہ السلام نے گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گائے کو ذبح کیا گیا بحکم الٰہی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اب گائے کا گوشت کاٹ کر لاش پر مارا جائے جب گوشت مردہ شخص کے جسم سے مس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو زندہ کر دیا وہ کھڑا ہوا اور خون اس کی شہ رگ سے بہہ رہا تھا موسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا تمہیں کس نے قتل کیا ہے اس نے جواب دیا مجھے میرے بھتیجے نے قتل کیا ہے یہ کہہ کر وہ شخص پھر مردہ ہو گیا۔ (ابن کثیر)

یہ واقعہ قرآن حکیم میں یوں مذکور ہوا:

''جب موسیٰ نے اپنی امت سے فرمایا بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے ایک گائے ذبح کرنے کا وہ بولے کیا آپ ہمارا مزاق اڑاتے ہیں؟ (موسیٰ نے) فرمایا کہ اللہ کی پناہ میں نادانوں سے ہو جاؤں انہوں نے کہا ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے وہ ہمیں بتا دے وہ کیسی ہے؟ موسیٰ نے فرمایا بے شک وہ فرماتا ہے یقیناً وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ بچھڑی (بلند) اس کے درمیان متوسط عمر کی پس بجالاؤ جو تمہیں حکم دیا جاتا ہے انہوں نے کہا ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے وہ ہمیں بتائے اس کا رنگ کیا ہے موسیٰ نے فرمایا بے شک وہ فرماتا ہے یقیناً وہ زرد گائے ہے گہرے چمکدار رنگ کی دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہے وہ بولے اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کیجئے وہ ہمیں کھول کر بتائے اس کا وصف کیا ہے؟ بے شک گائے ہم پر مشتبہ ہو گئی اور بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور راہ پائیں گے۔ موسیٰ نے فرمایا بے شک وہ فرماتا ہے یقیناً وہ گائے ہے جو نہ محنت کش ہے کہ زمین میں ہل چلاتی ہے اور نہ وہ کھیتی کو پانی دیتی ہے صحیح سالم ہے (ایک رنگ) جس میں کوئی (داغ) دھبہ نہیں وہ بولے آپ ٹھیک بات لائے پھر

انہوں نے اسے ذبح کیا اور وہ (یہ کام) کرنے کے قریب نہ تھے اور یاد کرو جب تم نے قتل کر ڈالا تھا ایک شخص کو پھر تم ایک دوسرے پر قتل کا الزام لگانے لگے اور اللہ ظاہر کرنے والا تھا جو تم چھپ رہے تھے تو ہم نے فرمایا کہ مارو اس مقتول کو گائے کے کسی ٹکڑے سے (دیکھا) یوں زندہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ مردوں کو اور دکھاتا ہے تمہیں اپنی (قدرت) کی نشانیاں شاید تم سمجھ جاؤ۔" (پ ا، سورۃ البقرہ آیت ۶۷ تا ۷۳)

قصہ قارونؑ:

اہل علم کی رائے کے مطابق قارون موسیٰ علیہ السلام کا عم زاد تھا۔ ابراہیم نخعی، عبداللہ بن الحارث بن نوفل رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ قارون موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قارون کو منور کے لقب سے موسوم کیا جاتا تھا کیونکہ وہ تورات کی تلاوت بہت خوبصورت آواز میں کرتا تھا۔ دیگر روایات کے مطابق وہ بہت خوبصورت تھا جس کے سبب منور کہلاتا تھا۔ سامری کی طرح قارون بھی منافق تھا اور نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کے سبب ذلیل وخوار ہوا۔ وہ بہت مالدار تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وحضرت حسن رضی اللہ عنہ کے مطابق اس کے مال کو دس آدمی نہیں اٹھا سکتے تھے۔ قارون اپنی امیری اور اپنے مال پر بہت تکبر اور گھمنڈ کرتا تھا اور اس مالداری کے سبب اپنی قوم کے غریب لوگوں کو حقیر گھٹیا گردانتا تھا اور اس کے دل میں اس کثرت مال کے سبب ان غرباء کی کوئی عزت نہ تھی۔ مصر میں رہنے کے دوران بھی فرعون کا مددگار تھا وہاں بھی وہ بنی اسرائیل پر مظالم ڈھاتا اور تکبرانہ انداز سے ان پر غصہ کرتا رہتا تھا۔ (ابن کثیر، تفسیر کبیر، تذکرۃ الانبیاء)

اس کی قوم کے لوگوں نے اسے سمجھایا کہ تم اس مال کی کثرت پر گھمنڈ وتکبر کا شکار نہ ہو اور اپنی اس مالداری پر نہ اتراؤ کہ اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے اس دیئے ہوئے مال کا شکر ادا کرو اس کے ذریعہ لوگوں کی مدد کرو ان سے حسن سلوک کرو اور صدقہ وخیرات کر کے آخرت کے لیے مال جمع کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اس

تکبر کے سبب اور ناشکری کے سبب اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو تم سے واپس لے لے لیکن قارون نے تمام نصیحتوں کو ماننے سے انکار کردیا اور کہنے لگا کہ یہ مال مجھے کسی نے نہیں دیا بلکہ اپنے علم کے سبب حاصل کیا ہے۔ علم سے مراد تورات کا علم یا پھر کیمیا گری جو اس نے موسیٰ علیہ السلام سے سیکھی تھی اور اس کے ذریعہ قلعی کو چاندی اور تانبے کو سونا بنالیتا تھا یا علم تجارت، علم زراعت وغیرہ۔ (ابن کثیر، خزائن العرفان)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے مال سے زکوٰۃ وصول کروں قارون نے زکوٰۃ دینے سے نہ صرف انکار کردیا بلکہ اپنی قوم کے لوگوں کو بھی بھڑکانے لگا کہ موسیٰ تمہارے پاس نماز ادا کرنے کا حکم لائے اور بھی کئی احکام لائے کہ تم ان پر عمل کرو تو ہم نے ان پر عمل کیا اب وہ ہم سے ہمارا مال بھی چھیننا چاہتے ہیں یہ ہم کیسے برداشت کریں سب کہنے لگے کہ ہاں ہم یہ برداشت نہیں کرسکتے چنانچہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف گہری سازشیں شروع کردیں اور آپ علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگانے کا ارادہ کیا لیکن قدرت الٰہی سے ان کی یہ سازش ناکام ہوگئی۔ اور جس عورت کو انہوں نے تہمت لگانے کے لیے چنا تھا اس عورت نے بھرے مجمع میں خوف الٰہی کے سبب تمام راز فاش کردیا تو موسیٰ علیہ السلام روتے ہوئے سجدے میں گر گئے اور رب تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوئے کہ یا اللہ ان کو گرفت میں لے لے تو رب تعالیٰ نے زمین کو موسیٰ علیہ السلام کے تابع کردیا کہ جو حکم دیں وہ تسلیم کرے گی چنانچہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص میرا ساتھ دینا چاہتا ہے وہ قارون کو چھوڑ دے آپ علیہ السلام کے اس ارشاد پر صرف دو آدمیوں کو چھوڑ کر باقی سب آپ علیہ السلام کے ساتھ ہوگئے۔ روایات کے مطابق ایک دن قارون اپنی قوم کے سامنے زرق برق لباس پہنے شاندار سواری پر سوار ہوکر شاہانہ انداز سے سج دھج کے ساتھ گھر سے نکلا تو لوگ اسے اور اس کے جاہ وجلال کو دیکھ کر رشک کرنے لگے اور ان کے دل میں حسرت پیدا ہوئی کہ کاش ہمیں بھی اس جیسا مال واسباب جاہ وجلال رعب و دبدبہ حاصل ہوتا ان کے اس والہانہ پن کو دیکھ کر بنی اسرائیل کے صاحب علم لوگوں نے

انہیں سمجھایا کہ دولت وثروت ہی سب کچھ نہیں بلکہ اصل دولت تو غنا اور عقلمندی ہے اور آخرت میں تمہیں اس دنیاوی جاہ وجلال سے کہیں زیادہ اور اچھا اور باقی رہنے والا صلہ ملے گا تمہارے ایمان اور نیک اعمال کے سبب۔ اور یہ دولت صبر کرنے والوں کو عطا کی جاتی ہے۔ الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمین ان کو (قارون اور اس کے ساتھیوں کو) پکڑ لے زمین نے ان کو ایڑیوں تک اپنے اندر دھنسا لیا وہ کہہ رہے تھے اے موسیٰ اے موسیٰ لیکن آپ علیہ السلام نے کوئی توجہ نہ دی بلکہ زمین کو کہا کہ انہیں اپنی گرفت میں لے لے تو زمین نے انہیں گھٹنوں تک دھنسا دیا پھر اسی طرح وہ کمر تک پھر گردنوں تک زمین میں دھنس گئے اس حالت میں وہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آہ وزاری کر رہے تھے مگر شدت غضب کے سبب آپ علیہ السلام نے کوئی توجہ نہ دی اور زمین کو حکم دیا کہ ان کا مداخذہ کر لے تو زمین نے مکمل طور پر ان کو اپنے اندر سمیٹ لیا۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے حضور عرض کی کہ اے میرے رب میں نے تیرے لیے غصہ کرتے ہوئے یہ سب کیا ہے یعنی جب وہ تیرے دین کی دھجیاں بکھیر رہے تھے تیرے احکام کو پامال کر رہے تھے خود بھی گمراہ ہو رہے تھے اور لوگوں کو بھی گمراہ کر رہے تھے اور اپنے اس طریقے سے باز نہیں آ رہے تھے۔ یہ غصہ میں نے اس لیے نہیں کیا کہ انہوں نے مجھ پر تہمت لگائی کیونکہ سازش ناکام ہوئی اور وہ خود ہی ذلیل ہوئے میرا غصہ تو تیری ذات کے سبب تھا میں ان کی آہ وپکار کو کیسے اور کیوں سنتا۔ (روح المعانی وابن کثیر)

چنانچہ جب قارون اور اس کا مال ومتاع اور گھر سب کو زمین نگل گئی تو وہ لوگ بہت نادم ہوئے جنہوں نے قارون کے مال وجاہ وجلال کو دیکھ کر تمنا کی تھی کہ ہمیں بھی ایسے ہی امیرانہ ٹھاٹ باٹ نصیب ہو جائیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا وہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

(۱) ''بے شک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا پھر اس نے ان پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی چابیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری

تھیں جب اس سے اس کی قوم نے کہا اترا نہیں بیشک اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھ طلب کر اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ چاہ بے شک اللہ فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا بولا یہ تو مجھے ایک علم سے ملا ہے جو میرے پاس ہے اور کیا اسے نہیں معلوم کہ اللہ نے اس سے پہلے وہ سنگتیں ہلاک فرمادیں جن کی قوتیں اس سے سخت تھیں اور جماعتیں اس سے زیادہ (اللہ خود ہی جانتا ہے) اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا جائے گا (کہ تمہارا مال کہاں ہے تمہاری زیادتیاں کیا ہیں) تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں بولے وہ جو دنیا کی زندگی چاہتے کس طرح ہم کو بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو ملا بے شک اس کا بڑا نصیب ہے اور بولے جنہیں علم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے۔ اس کے لیے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے اور یہ انہی کو ملتا ہے جو صبر والے ہیں تو ہم نے اسے اور اس کے گھر میں زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی اللہ سے بچانے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ دے سکا اور اللہ رزق وسیع کرتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا اے عجب کافروں کا بھلا نہیں۔''

(پ۲۰، القصص:۷۶ ۸۲)

(۲) ''اور بے شک بھیجا ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیوں اور روشن سند کے ساتھ فرعون، ہامان اور قارون کی طرف تو انہوں نے کہا (یہ) جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے۔'' (پ۲۴، سورۃ المومن:۲۳)

(۳) ''اور ہم نے (ہلاک کردیا) قارون، فرعون اور ہامان کو اور بلاشبہ تشریف لائے ان کے پاس موسیٰ دو روشن دلیلوں کے ساتھ پھر بھی وہ غرور تکبر کرتے

رہے زمین میں اور وہ (ہم سے) آگے بڑھ جانے والے نہ تھے پس (ہر سرکش) کو ہم نے پکڑا اس کے گناہ کے باعث پس ان میں سے بعض پر ہم نے پتھر برسائے اور ان میں سے بعض کو آلیا شدید کڑک نے اور بعض کو ہم نے غرق کر دیا زمین میں اور بعض کو ہم نے (دریا میں) ڈبو دیا اور اللہ کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ ان پر ظلم کرے بلکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے رہے تھے۔" (پ۲۰، سورۃ العنکبوت آیت ۳۹-۴۰)

حضرت موسیٰ وخضر علیہم السلام کی ملاقات کا واقعہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل کو خطبہ دینے کے لیے موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے آپ علیہ السلام سے پوچھا گیا لوگوں میں سے زیادہ عالم کون ہے؟ آپ نے فرمایا میں زیادہ عالم ہوں تو رب تعالیٰ نے آپ پر وحی فرمائی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ مجمع البحرین (دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ) پر رہتا ہے وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب میں کیسے پاؤں گا تو آپ علیہ السلام کو بتایا گیا کہ تم اپنے تھیلے میں ایک مچھلی بند کر کے اپنے ساتھ لے لو جہاں تمہاری مچھلی گم ہو جائے وہی ان کا مقام ہوگا۔"

(مسلم شریف، باب فضائل، خضر علیہ السلام)

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوشع بن نون کو اپنے ساتھ لیا اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا عزم لے کر روانہ ہوئے اور ساتھ ایک تھیلے میں بھنی ہوئی مچھلی بھی رکھ لی دوران سفر ایک چٹان کے قریب دونوں حضرات آرام کی غرض سے لیٹے اور دونوں کو نیند آ گئی اس اثناء میں وہ بھنی ہوئی مچھلی تھیلے میں زندہ ہوگئی اور تڑپ کر باہر نکلی اور دریا میں جا گری اس مچھلی پر سے پانی کا بہاؤ رک گیا اور ایک سرنگ یا محراب سی بن گئی یہ سارا ماجرا حضرت یوشع بن نون بیدار ہونے کے بعد دیکھ رہے تھے لیکن یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتانا بھول گئے۔ یہاں تک کہ دونوں حضرات پھر منزل مقصود کی طرف

روانہ ہو گئے جب دوسرے دن کھانے کا وقت ہوا اور موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی طلب کی تو یوشع بن نون کو مچھلی زندہ ہونے کا واقعہ یاد آیا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا چنانچہ حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع بن نون علیہم السلام واپس اس جگہ لوٹ کر آئے جہاں مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی تھی وہاں پانی کا بہاؤ رکنے کے نشانات موجود تھے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام وہاں رک گئے اور بالآخر چٹان کے قریب ایک شخص کو دیکھا جو چادر اوڑھے لیٹا ہوا تھا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا اور فرمایا کہ موسیٰ ہوں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا بنی اسرائیل کا موسیٰ؟ تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا: جی ہاں اور میں اس لیے آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ مجھے اس علم اور ہدایات کی تعلیم دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازے ہیں حضرت خضر عایہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو علم تمہیں عطا فرمایا ہے وہ مجھے عطا نہیں فرمایا اور جو علم مجھے عطا فرمایا ہے اس سے تم ناواقف ہو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ کیا میں آپ کی تابعداری کرسکتا ہوں یعنی آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تاکہ آپ مجھے وہ علم عطا فرما دیں چونکہ حضرت خضر علیہ السلام جانتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ظاہری شریعت کا علم عطا فرمایا گیا ہے یہ باطنی امور پر صبر نہ کرسکیں گے اس لیے آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم کیسے صبر کرو گے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں انشاء اللہ صبر کرونگا۔

(روح المعانی، ابن کثیر، شرح مسلم)

چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کیجئے گا یہاں تک کہ میں خود آپ سے ذکر کردوں پس آپ علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ رہنے کی اجازت دے دی اور وہ دونوں حضرات چل پڑے۔ (ابن کثیر)

قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

(۱) ''اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں چلا جاؤں پھر جب وہ دونوں ان دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے اپنی مچھلی بھول گئے اس نے سمندر

میں اپنی راہ لی۔ سرنگ بناتے ہوئے پھر جب وہاں سے سفر میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا بولا بھلا دیکھئے تو جب ہم نے اس چٹان کے پاس جگہ لی تھی تو بے شک میں مچھلی کو بھول گیا تھا اور مجھے شیطان ہی نے بھلایا ہے کہ میں اس کا ذکر کروں اس (مچھلی) نے تو سمندر میں اپنی راہ لی ہے جو باعث تعجب ہے۔ موسیٰ نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے تو ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔ اس سے موسیٰ نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں موسیٰ نے کہا عنقریب اللہ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمہارے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا۔" (پ۱۵، سورۃ الکہف: ۶۰-۸۲)

(۲) "کہا اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔" (پ۱۰ ع۲۱)

حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی توڑنا اور موسیٰ علیہ السلام کا سوال کرنا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت خضر و موسیٰ علیہم السلام ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چلنے لگے تو ان کے قریب سے ایک کشتی گزری ملاحوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہنچان لیا کہ نیک شخص ہیں اور انہیں بغیر کرایہ یا اجرت کے ساتھ لے چلنے پر راضی ہو گئے اور دونوں حضرات علیہم السلام کو کشتی میں سوار کر لیا دوران سفر خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ اکھیڑ دیا یا کشتی میں سوراخ کر کے کیل ٹھونک دی تو موسیٰ علیہ السلام کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا اور خضر علیہ السلام سے فرمایا کہ ان لوگوں نے بغیر کرایہ کے ہمیں کشتی میں سوار کیا اور آپ نے ان کی کشتی کو توڑ دیا کیا آپ سواریوں کو غرق کرنا چاہتے ہیں؟ تو خضر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جو کہا تھا کہ تم ظاہر

دیکھ کر صبر نہ کر سکو گے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھ سے بھول واقع ہوئی اس لیے میری گرفت نہ فرمائیں۔ (روح المعانی، صحیح مسلم، صحیح بخاری، ابن کثیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''اب دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے اس بندہ نے اُسے چیر ڈالا۔ موسیٰ نے کہا تم نے اسے اس لیے چیرا کہ اس کے سواروں کو ڈبو دو بے شک تم نے بری بات کی۔ کہا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے کیا مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کرو اور مجھ پر میرے کام میں مشکل نہ ڈالو۔'' (پ ۱۵، سورۃ الکہف آیت ۷۱ تا ۷۳)

حضرت خضر علیہ السلام کا بچے کو قتل کرنا اور موسیٰ علیہ السلام کا سوال کرنا:

کشتی سے اتر کر دونوں حضرات ایک طرف روانہ ہوئے تو خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو دیکھا جو بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اور ہنسی مزاق کر رہا تھا حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو پکڑا لٹایا اور چھری سے ذبح کر دیا اور ایک روایت کے مطابق آپ علیہ السلام نے اس لڑکے کو سر سے پکڑا اور اس کا سر بدن سے جدا کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ کر ضبط نہ کر سکے اور فرمایا کہ آپ نے ایک بے گناہ بچے کو قتل کر دیا جو کہ بالغ بھی نہیں تھا اور نہ ہی اس پر کوئی قصاص لازم تھا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا میں نے کہا تھا نہ تھا کہ تم صبر نہ کر سکو گے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کے بعد اگر میں نے کوئی سوال کیا تو آپ کو عذر حاصل ہو جائے گا لہٰذا آپ میرا ساتھ چھوڑ دیجئے گا۔

(یعلیٰ، ابن کثیر، روح المعانی)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک لڑکا ملا اس بندہ نے اسے قتل کر دیا موسیٰ نے کہا کیا تم نے ایک ستھری جان بغیر کسی جان کے بدلے قتل کر دی۔ بے شک تم نے بہت بری بات کی کہا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے کہا اس کے بعد میں تم سے کچھ پوچھوں تو

میرے ساتھ نہ رہنا بے شک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا۔“

(سورۃ الکھف:)

حضرت خضر علیہ السلام کا دیوار کو سیدھا کرنا اور موسیٰ علیہ السلام کا سوال کرنا:

دونوں حضرات آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ ایک گاؤں پہنچے موسیٰ علیہ السلام بھوک سے سخت نڈھال تھے لہٰذا انہوں نے گاؤں کے ان دہقانوں سے کھانا مانگا لیکن انہوں نے انکار کر دیا وہاں قریب ہی ایک دیوار تھی جو گرنے کے قریب تھی حضرت خضر علیہ السلام نے اس دیوار پر ہاتھ پھیرا تو وہ دیوار سیدھی ہو گئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے فرمایا ان لوگوں نے ہمیں سخت بھوک کے باوجود کھانا نہیں کھلایا اور آپ نے بغیر اجرت ان کی دیوار سیدھی کر دی اگر آپ ان سے مزدوری لے لیتے تم ہم ان پیسوں سے کھانے کا بندوبست کر لیتے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کے سوال کرنے پر فرمایا اب عذر مکمل ہوا اور وعدے کے مطابق اب آپ کا اور میرا ساتھ ختم ہوا البتہ میرے تینوں کاموں پر آپ کے اعتراضات پر حکمت و وجہ بیان کر دیتا ہوں۔

جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہوا:

”پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب گاؤں والوں کے پاس آئے ان دہقانوں سے کھانا مانگا انہوں نے دعوت دینی قبول نہ کی پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی کہ گرا چاہتی ہے اس بندہ نے اسے سیدھا کر دیا۔ موسیٰ نے کہا تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے خضر نے کہا یہ میری اور آپ کی جدائی ہے اب میں ان باتوں کی وجوہ بتاؤں گا جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا“۔ (سورہ الکھف:۱۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ ہم پر اور موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے اگر آپ جلدی نہ کرتے تو اور

عجیب واقعات دیکھتے لیکن آپ نے جو اپنے ساتھی سے وعدہ کرلیا تھا اس نے آپ کو آ لیا (وہ وعدہ یہ تھا) موسیٰ نے کہا اگر میں اس کے بعد سوال کروں تو تم میرے ساتھ نہ رہنا بے شک تجھے میری طرف سے عذر مل گیا۔ (مسلم ج ۲)

کشتی میں سوراخ کرنے کی حکمت

حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی میں سوراخ کرنے کی حکمت بتائی کہ ایک کافر و جابر بادشاہ ہے جو نئی کشتیاں چھین لیا کرتا ہے۔ میں نے اس کشتی کو عیب دار اس لئے بنایا تاکہ جب کشتی اس کے پاس سے گزرے تو وہ اسے پرانی اور عیب دار سمجھ کر چھوڑ دے اور جب کشتی وہاں سے گزر جائے گی تو ملاح بعد میں اس کشتی کو درست کرلیں گے اور وہ دوبارہ نئی ہو جائیگی اور اس طرح اس کشتی کے مالک جو کہ مسکین ہیں اور کچھ محتاج بھی ہیں اور ان کی گزر اوقات اسی کشتی سے ہوتی ہے نقصان سے بچ جائینگے۔

(ابن کثیر و تذکرۃ الانبیاء)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

”وہ کشتی جو کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کردوں اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر ثابت کشتی چھین لیتا“۔ (سورہ الکہف)

بچے کو قتل کرنے کی حکمت

حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو قتل کرنے کی حکمت بیان فرمائی کہ یہ بچہ بڑا ہو کر کافر نکلتا چنانچہ اس خوف سے کہیں اپنے مسلمان والدین کو کفر و سرکشی میں مبتلا نہ کردے میں نے اسے ختم کر دیا اور یہ سوچا کہ اللہ کے فضل و کرم سے نیک و صالح فرزند اس کے والدین کو عطا کیا جائے گا۔

علامہ نودی ارشاد فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اگر یہ بڑا ہوا تو کافر ہو جائے گا اگرچہ اسے بچپن میں کافر نہیں کہا جاسکتا تھا۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ مذکورہ ہوئی کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک وہ لڑکا جسے خضر (علیہ السلام) نے قتل کیا اس پر کافر ہونے کی مہر لگا دی گئی تھی کہ اگر یہ زندہ رہا تو اپنے والدین کو سرکشی اور کفر کی طرف مجبور کردے گا۔ (مسلم ج ۲)

قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ انہیں سرکشی اور کفر پر چڑھا دے تو ہم نے چاہا کہ اُن دونوں کا رب اس سے بہتر ستھرا اور اس سے زیادہ مہربانی میں قریب عطا کردے۔ (سورہ الکہف)

دیوار سیدھا کرنے کی حکمت

حضرت خضر علیہ السلام نے تیسرے کام کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ یہ دیوار دو یتیم لڑکوں کی تھی جن کا باپ بہت نیک آدمی تھا اس دیوار کے نیچے ان لڑکوں کا خزانہ دفن تھا اگر یہ دیوار گر جاتی تو لوگ ان دونوں یتیموں کا مال ہڑپ کر جاتے چنانچہ ان بچوں کے جوان ہونے تک کے لئے اس خزانے کو دیوار کے نیچے ہی دفن رہنا چاہئے اس سبب سے گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کر دیا۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا۔

''رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے پیچھے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں، آپ کے رب کی رحمت سے اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا یہ وجوہ ہیں ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا''۔ (سورہ الکہف)

فضائل موسیٰ علیہ السلام قرآن حکیم و احادیث مبارکہ کی روشنی میں

اللہ عزوجل نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت اور ان کے مناقب مذکور فرمائے ہیں جن میں سے چند درج ذیل بیان کئے

جاتے ہیں۔

۱۔ ''اور ذکر فرمایئے کتاب میں موسیٰ کا۔ بے شک وہ (اللہ کے) چنے ہوئے تھے اور رسول و نبی تھے اور ہم نے انہیں پکارا طور کی دائیں جانب سے اور ہم نے انہیں قریب کیا راز کی باتیں کرنے کے لئے اور ہم نے بخشا انہیں اپنی خاص رحمت سے انکا بھائی ہارون جو نبی تھے''۔ (سورہ مریم: ۵۱-۵۳)

۲۔ ''اور میں نے پسند کرلیا ہے تجھے رسالت کے لئے'' (سورہ النمل: ۱۳)

۳۔ ''اور آپ (موسیٰ علیہ السلام) اللہ کے نزدیک بڑی شان والے تھے''۔
(پ ۲۱' سورہ الاحزاب: ۶۹)

۴۔ '' اور میں نے مخصوص کر لیا ہے تمہیں (موسیٰ علیہ السلام) اپنی ذات کے لئے۔'' (پ ۱۶' سورۃ طٰہٰ: ۴۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی رسالت اور شرف ہمکلامی بخشنے کا اعزاز عطا فرمایا۔

۵۔ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! میں نے سرفراز کیا ہے تجھے تمام لوگوں پر اپنی پیغامبری سے اور اپنے کلام سے''۔ (پ ۸ سورۃ الاعراف: ۱۴۴)

۶۔ ''اور کلام فرمایا اللہ نے موسیٰ سے خاص کلام'' (پ ۴ سورۃ النساء: ۱۶۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیاء

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''موسیٰ علیہ السلام بہت حیادار آدمی تھے۔ آپ علیہ السلام ستر کا خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے اور حیاء کے سبب جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آنے دیتے تھے پس موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے ستایا وہ کہنے لگے موسیٰ جو اپنے جسم کی یوں ستر پوشی کرتے ہیں اور ان کے جسم میں ضرور کوئی نقص ہے یا تو برص کے داغ ہیں یا کوئی اور بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس تہمت سے بری فرمانا چاہا پس ایک دن آپ تنہائی میں تھے اپنے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھے اور غسل کرنے لگے۔

جب فارغ ہوئے تو کپڑے اٹھانے کے لئے پتھر کی طرف چلے۔ پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ آپ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی لی اور پتھر کے پیچھے بھاگ پڑے۔ آپ علیہ السلام ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے جاتے تھے کہ پتھر میرے کپڑے، پتھر میرے کپڑے یہاں تک کہ آپ کا گزر بنی اسرائیل کی ایک جماعت سے ہوا۔ انہوں نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو حیران رہ گئے کہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے خوبصورت پیدا فرمایا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کے طعنوں سے بری فرما دیا۔ پتھر ٹھہر گیا آپ نے کپڑے اٹھائے اور پہن لیا اور پتھر کو لاٹھی سے مارنا شروع کیا بخدا یہ پتھر آپ کے مارنے کی وجہ سے رویا اور اس کی تین چار یا پانچ مرتبہ آواز سنی گئی۔ (بخاری شریف۔ ابن کثیر)

صحیحین میں اسراء سے متعلق حدیث مبارکہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے آپ علیہ السلام بنی منبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

(مسلم شریف۔ ابن کثیر)

الغرض اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں کئی جگہ آپ علیہ السلام کے فضائل و مناقب کو کہیں اختصار اور کہیں بالتفصیل بیان فرمایا ہے۔

حلیہ مبارک

امام احمد علیہ الرحمۃ کی روایت کردہ احادیث مبارکہ کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگت، موزوں جسامت، گھنگریالے بالوں اور لمبے قد کے مالک تھے۔

(مسند احمد۔ ابن کثیر)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ موت کے فرشتے کو موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرشتے کو مکا مارا وہ بارگاہ الٰہی میں آ کر عرض گزار ہوا۔ (مولا) آپ نے مجھے ایسے شخص کی طرف بھیجا ہے جو مرنا نہیں چاہتا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا موسیٰ علیہ السلام کے پاس دوبارہ جاؤ اور ان سے کہو کہ

اپنا ہاتھ بیل کی پیٹھ پر رکھو جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئینگے ہر بال کے بدلے ایک سال عمر بڑھا دی جائے گی (چنانچہ) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا میرے رب پھر کیا ہوگا فرمایا پھر مرنا ہوگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تو پھر ابھی (ہی موت آ جائے)

(صحیح بخاری۔ ابن کثیر)

موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے درخواست فرمائی کہ اے میرے رب مجھے بیت المقدس کی سرزمین میں پہنچا دینا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ اے میرے صحابہ! اگر میں چاہوں تو تمہیں سرخ ریت کے ٹیلوں کے پاس راستے کی ایک جانب آپ (علیہ السلام) کی قبر اب بھی دکھا سکتا ہوں۔ (مسلم شریف)

تنبیہہ

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہو گیا کہ عزرائیل علیہ السلام کو انبیاء کرام پر کوئی تسلط نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض انبیاء نے عزرائیل علیہ السلام کو شروع ہی میں روح قبض کرنے پر اعتراض نہ کیا اور بعض انبیاء نے عزرائیل علیہ السلام کو اپنے پاس آنے پر تنبیہہ فرمائی کہ اسے ان پر کوئی تسلط حاصل نہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کو بھی ترجیح دی اور عمر کی مہلت ملنے کے باوجود قبول نہیں فرمائی ان کا مقصد شان انبیاء کرام کو واضح کرنا ہوتا ہے۔ (تذکرہ الانبیاء)

☆☆☆

تذکرہ حضرت یوشع علیہ السلام

نام ونسب:

حضرت یوشع علیہ السلام کا شجرہ نسب یہ ہے یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دوست:

حضرت یوشع علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دوست ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

"اور یاد کرو جب کہا موسیٰ نے اپنے نوجوان (ساتھی) کو۔

(پ۱۸، الکہف آیت ۶۰)

"پس جب وہاں سے آگے بڑھ گئے آپ نے اپنے جوان ساتھی سے کہا۔" (پ۱۸، الکہف آیت ۶۲)

صحیین کی منقول احادیث میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث سے ثابت ہے کہ جوان ساتھی سے مراد یوشع بن نون علیہ السلام ہیں۔

سورج کا رکنا:

حضرت یوشع علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو لے کر بیت المقدس کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوئے اور ایک بستی کا محاصرہ کرلیا اس بستی کا محاصرہ جمعہ کو عصر تک طویل ہوگیا تھا اور ہفتہ کا روز شروع ہونے والا تھا اس دن آپ علیہ السلام کو کوئی کام کرنے کی اجازت نہیں تھی چنانچہ آپ علیہ السلام نے سورج سے فرمایا اے سورج! تو بھی اللہ کے حکم کا پابند ہے اور میں بھی۔ پھر دعا فرمائی اے اللہ سورج کو غروب ہونے سے روک لے

اللہ تعالیٰ نے سورج کو غروب ہونے سے روک دیا یہاں تک کہ اس بستی کو فتح کرلیا۔(ابن کثیر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''یوشع بن نون کے سوا سورج کسی کے لیے نہیں رکا اس رات جس میں حضرت یوشع بن نون علیہ السلام بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے تو سورج رک گیا۔

(مسند احمد)

مالِ غنیمت:

پہلی قوموں کے لیے مالِ غنیمت حاصل کرنا جائز نہ تھا چنانچہ آگ نازل ہوئی اور اسے جلا کر راکھ کردیتی یہ آگ ہی جہاد کی قبولیت کی علامت تھی چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے جب اس بستی کو فتح کرلیا تو مالِ غنیمت اکھٹا کیا آگ نمودار ہوئی کہ اس مالِ غنیمت کو کھائے لیکن وہ اسے نہ جلاسکی آپ علیہ السلام نے لشکر سے فرمایا تمہارے اندر کچھ کھوٹ ہے ہر قبیلے سے ایک آدمی میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرے بہت سے آدمیوں نے بیعت کی ایک آدمی کا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے چمٹ گیا آپ علیہ السلام نے فرمایا تم میں خیانت ہے پس اس قبیلے کے تمام آدمی بیعت کریں پورے قبیلے نے بیعت کی ان میں سے دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ آپ علیہ السلام کے ہاتھ سے چمٹ گیا تو آپ علیہ السلام نے (ان کی نشاندہی کرتے ہوئے) فرمایا تم لوگوں میں کھوٹ ہے تم نے خیانت کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ تینوں اللہ کے نبی کی خدمت میں گائے کے سر کے برابر سونا لائے اللہ کے نبی علیہ السلام نے فرمایا اس سونے کو مالِ غنیمت کے ڈھیر پر رکھ دو جونہی یہ سونا مالِ غنیمت کے ڈھیر پر رکھا گیا آگ نمودار ہوئی اور مالِ غنیمت کو کھا گئی۔ (مسلم شریف)

قوم کا استہزاء:

غرضیکہ جب حضرت یوشع بن نون علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر شہر میں داخل

ہوئے تو حکم دیا کہ شہر میں سجدہ کرتے ہوئے اور عجز و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے اور فتح یابی کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے داخل ہوں لیکن بنی اسرائیل نے اپنے نبی یوشع بن نون علیہ السلام کی مخالفت کی وہ شہر میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کے بجائے سر اٹھائے سرین کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور بجائے حطۃ (بخش دے) کہنے کے بجائے بطور استہزاء اس کا ہم وزن الفاظ حطۃ (گندم) کہتے ہوئے داخل ہوئے اور اپنے نبی یوشع علیہ السلام کے حکم کے برخلاف قولاً اور فعلاً نافرمانی کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''... جب کہا گیا انہیں کہ آباد ہو جاؤ اس شہر میں اور کھاؤ اس سے جہاں سے چاہو اور کہو (اے کریم) بخش دے ہیں اور داخل ہو دروازہ سے جھکتے ہوئے۔ ہم بخش دیں گے تمہاری خطائیں (اور) زیادہ دیں گے احسان کرنے والوں کو۔ تو بدل ڈالی جنہوں نے ظلم کیا تھا ان سے بات خلاف اس کے جو کہی گئی تھی انہیں تب ہم نے بھیج دیا ان پر عذاب آسمان سے اس وجہ سے کہ وہ ظلم کیا کرتے تھے۔ (پ ۷ سورۃ الاعراف نمبر ۱۶۱-۱۶۲)

اور جگہ ارشاد ہوا:

''اور یاد کرو جب ہم نے حکم دیا۔ داخل ہو جاؤ اس بستی میں پھر کھاؤ اس میں سے جہاں سے چاہو اور جتنا چاہو اور داخل ہونا دروازہ سے سر جھکائے ہوئے اور کہتے جانا بخش دے (ہمیں) بخش دیں گے تمہاری خطائیں اور ہم زیادہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو۔ پس بدل ڈالا ان ظالموں نے اور بات سے جو کہا گیا انہیں تو ہم نے اتارا ان ستم پیشہ لوگوں پر عذاب آسمان سے اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔'' (پ ۱، البقرہ آیت ۵۸-۵۹)

اور جیسا کہ حدیث مبارکہ میں بھی مذکور ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا

کہ دروازے سے جھکتے ہوئے داخل ہونا اور کہتے جانا ہماری خطاؤں کو بخش دے تو ہم تمہاری خطاؤں کو بخش دیں گے مگر انہوں نے یہ بات بدل دی اور دروازے سے سرین کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور حطۃ (بخش دے) کے بجائے حبۃ فی شعرۃ (جو میں دانہ) کہتے جاتے تھے۔" (مسلم بخاری شریف وترمذی)

عذاب الٰہی کا نزول:

بنی اسرائیل نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور یوشع علیہ السلام کی نافرمانی کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے تو اس نافرمانی ومخالفت کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون کی شکل میں عذاب نازل فرمایا۔ (ابن کثیر)

وصال:

بیت المقدس کی فتح کے بعد جب بنی اسرائیل اس میں قیام پذیر ہوئے تو یوشع بن نون علیہ السلام نے وحی الٰہی کے مطابق ان کی اصلاح فرمائی اور ایک طویل عرصہ ان کے ساتھ گزارا بالآخر ایک سو چھبیس سال کی ظاہری عمر میں آپ نے وصال فرمایا۔ (ابن کثیر)

تذکرہ حضرت حزقیل علیہ السلام

نام وکنیت:

آپ علیہ السلام کا نام حزقیل اور کنیت ابن العجوز تھی کیونکہ جب آپ علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ علیہ السلام کی والدہ بہت زیادہ بوڑھی تھیں اس لیے آپ علیہ السلام بڑھیا کے بیٹے کے نام سے مشہور ہوئے۔ (ابن کثیر)

نبوت:

محمد بن اسحاق حضرت وہب بن مبنہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو اپنے پاس بلالیا تو بنی اسرائیل میں حضرت حزقیل علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

حزقیل علیہ السلام کی دعا:

حضرت حزقیل علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو جہاد کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے بزدلی کا مظاہرہ کیا اور جہاد پر جانے سے انکار کردیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے موت کے خوف سے جہاد سے انکار کرنے کے سبب ان پر موت کو مسلط کردیا چنانچہ جب وہ کثرت سے مرنے لگے تو موت کے خوف سے شہر چھوڑ کر بھاگنے لگے جب وہ ہزاروں کی تعداد میں شہروں سے باہر نکلے تو حضرت حزقیل علیہ السلام نے دعا فرمائی۔

"اے اللہ اے یعقوب علیہ السلام کے خدا اے موسیٰ علیہ السلام کے خدا تو اپنے بندوں کی نافرمانی دیکھ رہا ہے تو انہیں اپنی کوئی نشانی دکھا جس سے انہیں تیری قدرت کا پتا چل جائے کہ وہ تیرے قبضہ قدرت سے نہیں نکل سکتے۔"

پھر آپ علیہ السلام کی اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر موت کو مسلط کر دیا اور وہ ہزاروں کی تعداد میں شہر سے باہر نکلتے ہی مرتے گئے مر گئے۔ یہاں تک کہ ایک لمبا عرصہ گزر گیا جب آپ علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا اور حضرت حزقیل علیہ السلام نے اپنی قوم کے ہزاروں افراد کو مرے ہوئے دیکھا تو آپ علیہ السلام کو پریشانی وفکر لاحق ہوئی اور دل میں یہ خیال کیا کہ کاش یہ دوبارہ زندہ ہو جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے حزقیل تم ہڈیوں کو کہو اے ہڈیو تمہیں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ تم جمع ہو جاؤ آپ علیہ السلام کے کہنے پر وہ ہڈیاں آپس میں مل گئیں اور جسموں کے ڈھانچے مکمل ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ اب تم کہو اے جسموں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تم اپنے گوشت کا لباس پہن لو اس طرح ان جسموں پر گوشت آ گیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی اب تم کہو اے جسمو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کھڑے ہو چنانچہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ لوگ دوبارہ زندہ ہو گئے۔ زندہ ہونے کے بعد بھی ان کا رنگ زرد ہی رہا جس طرح موت کے وقت ان کا رنگ زرد ہو گیا تھا اور ان لوگوں کے جسموں میں بدبو بھی واقع رہی جو ان کی موت کی وجہ سے ان کے جسموں میں پیدا ہو گئی یہاں تک کہ آج بھی ان کی اولادیں یہ بو پائی جاتی ہے۔ (ابن کثیر، روح المعانی، تفسیر کبیر)

یہ قصہ قرآن حکیم میں یوں مذکور ہوا

"اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تھا انہیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا مر جاؤ پھر انہیں زندہ فرما دیا بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔" (پ۲، البقرہ نمبر ۲۴۳)

تذکرہ حضرت الیاس علیہ السلام

نام ونسب:

جمہور علماء کرام نے حضرت الیاس علیہ السلام شجرۂ نسب یہ بیان کیا ہے الیاس بن یاسین بن فخاص بن العیز ار بن ہارون۔ آپ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

قوم الیاس علیہ السلام کا احوال:

الیاس علیہ السلام کی قوم بت پرستی کی طرف مائل تھی۔ انہوں نے ایک بت بنایا ہوا تھا جس کا نام بعل تھا۔ یمنی لغت میں بعل کے معنی ''رب'' کے ہیں اور چونکہ حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم اس بت کو اپنا رب مانتے تھے اس لیے انہوں نے اس کا نام بعل رکھا ہوا تھا۔ اس بت کی لمبائی تیس فٹ تھی وہ سونے کا بنا ہوا تھا اور اس کے چار منہ تھے۔ اس بت کی خدمت کے لیے چار سو خادم رکھے گئے تھے۔ اور قوم الیاس اس بت کی بے حد تعظیم وتوقیر کیا کرتے تھے۔

جس شہر میں یہ رہتے تھے انہوں نے اس کا نام بعلبک رکھا تھا چونکہ بت جہاں رکھا گیا تھا اس جگہ کا نام بک تھا اس لیے بت اور مندر کے نام سے مرکب کر کے شہر کا نام بعلبک رکھا گیا۔ (خزائن العرفان)

قوم کی تبلیغ:

حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین کرنے اور اس کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل کی دعوت دی اور انہیں جن کاموں سے اللہ تعالیٰ

نے منع فرمایا اس سے بچنے کی تعلیم دی اور انہیں بت پرستی سے روکا آپ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ یہ بت تمہیں کچھ نہیں دے سکتے اپنی حاجت اپنے رب سے طلب کرو اس کی عبادت کرو جو تمہیں پیدا کرنے والا ہے۔

قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''اور بے شک الیاس پیغمبروں سے ہیں جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں۔ کیا تم بعل کو پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ کو جو رب ہے تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا۔ پھر انہوں نے اسے جھٹلایا تو وہ ضرور پکڑے جائیں گے۔ مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے۔ اور ہم نے پچھلوں میں اس کی ثناء باقی رکھی۔ سلام ہو الیاس اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں پر۔ بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجے کے کامل ایمان والے بندوں سے ہے۔ (۱۲۳-۱۳۲ سورۃ الصافات)

الیاس علیہ السلام کی فضیلت:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے الیاس علیہ السلام کو اعلیٰ درجے کا کامل مومن قرار دیا اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یہ وہ پیغمبر ہیں جن کا ذکر اور چرچا اور جس کی تعریف رہتی دنیا تک جاری رہے گی اور یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے الیاس علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لانے والوں پر سلام بھیجا اور انہیں اپنے چنے ہوئے برگزیدہ بندے قرار دیا۔

جیسا کہ ارشاد ہوا:

''مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے اور تم نے پچھلوں میں اس کی ثناء باقی رکھی سلام ہو الیاس اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں پر بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجے کے کامل ایمان والے بندوں سے ہیں۔'' (پ ۲۳، الصافات ۱۲۸-۱۳۲)

حضرت الیاس علیہ السلام زندہ ہیں:

حضرت کعب احباء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "چار انبیاء کرام زندہ ہیں دو زمین پر یعنی الیاس و خضر علیہما السلام اور دو آسمانوں پر حضرت ادریس و حضرت عیسیٰ علیہما السلام۔"

ابن عساکر ہشام بن خالد سے اور وہ الحسن بن یحییٰ سے وہ ابن ابی داؤد سے روایت کرتے ہیں کہ الیاس وخضر علیہما السلام رمضان کے روزے بیت المقدس میں رکھتے ہیں دونوں کی ہر سال حج کے موقعہ پر ملاقات ہوتی ہے۔ زم زم سے صرف ایک دفعہ پانی پیتے ہیں جو پورا سال ان کے لیے کافی رہتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات:

امام بیہقی کی روایت کردہ حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران حضرت الیاس علیہ السلام کی ملاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی آسمانوں سے اللہ تعالیٰ نے کھانا نازل فرمایا۔ دونوں نے مل کر وہ کھانا تناول فرمایا۔ اس کھانے میں روٹی، مچھلی، اجوائن نازل کی گئی۔

تذکرہ حضرت الیسع علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت یسع علیہ السلام

قرآن حکیم میں آپ علیہ السلام کا ذکر ہوا

''اور یاد کرو اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو اور سب اچھے ہیں۔''

(پ۲۳ سورہ ص آیت ۴۸)

حضرت یسع علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بے حد عبادت گزار نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو نبوت کے ساتھ ساتھ بادشاہت بھی عطا فرمائی تھی۔ آپ علیہ السلام دن کو روزہ رکھا کرتے اور رات بھر حالتِ قیام میں گزارتے۔ آپ بے حد ٹھنڈے مزاج کے حامل تھے۔ کبھی غصہ نہ کرتے اور اپنی امت سے متعلق معاملات کا نہایت صبرو متانت سے فیصلہ فرماتے۔

جب آپ علیہ السلام بوڑھے ہو گئے تو آپ علیہ السلام نے لوگوں کو جمع فرمایا اور یہ خواہش کی کہ کوئی ایسا شخص ہو جو میرے بعد میری امت کے معاملات نبٹا سکے اور لوگ اس سے رجوع کریں چنانچہ اس سلسلے میں آپ علیہ السلام نے تین شرائط پیش کیں کہ جو شخص ان تین شرطوں پر پورا اترے گا وہ میرے بعد میرا جانشین بنے گا وہ تین شرطیں یہ ہیں کہ وہ دن بھر روزہ رکھے، رات قیام میں گزارے اور کبھی غصہ نہ کرے۔

چنانچہ آپ علیہ السلام کی یہ شرائط سن کر ایک نوجوان کھڑا ہوا اور اس نے ان شرائط پر پورا اترنے کی ذمہ داری لی۔ حضرت یسع علیہ السلام نے یہ فیصلہ دوسرے دن پر مؤخر کر دیا۔ دوسرے دن آپ علیہ السلام نے وہی شرائط پیش کیں اور وہی نوجوان پھر کھڑا ہوا اور ان شرائط پر پورا اترنے کی یقین دہانی کرائی لہٰذا حضرت یسع علیہ السلام نے اس نوجوان کو جانشینی عطا فرمائی اور بادشاہت اس کے سپرد کر دی اور اسے اپنا نائب مقرر کر دیا۔ یہ نوجوان حضرت ذوالکفل علیہ السلام تھے۔ (ابن کثیر، روح المعانی)

تذکرہ حضرت اشموئیل علیہ السلام

نبوت:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوشع علیہ السلام ان کے بعد کالب پھر حزقیل پھر الیاس پھر الیسع پھر ذوالکفل اور پھر حضرت اشموئیل علیہما السلام مبعوث ہوئے۔

قوم کا مطالبہ:

جب نبی اسرائیل پر ان کے دشمن جالوت کی قوم عمالقہ کے لوگ غالب آ گئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت اشمویل علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر جب جوان ہو کر انہوں نے اپنے منصب نبوت کو ظاہر کیا تو ان کی قوم نے کہا کہ اگر تم واقعی نبی ہو اور سچے ہو تو ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دو جس کی قیادت میں ہم عمالقہ کے خلاف جہاد کریں پھر جب حضرت اشمویل علیہ السلام نے ان کے کہنے کے مطابق کیا تو وہ لوگ اپنے وعدے سے مُکر گئے صرف تین سو تیرہ افراد اپنے وعدے پر قائم رہے۔ (علامہ دازی)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

- ”اے محبوب کیا تم نے دیکھا بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو جو موسیٰ کے بعد پیدا ہوا جب اپنے ایک نبی سے بولے ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دو کہ ہم خدا کی راہ میں لڑیں۔ نبی نے فرمایا کیا تمہارے انداز ایسے ہیں کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر نہ کرو۔ بولے ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم نکالے گئے ہیں اپنے وطن اور اپنی اولاد سے تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا منہ پھیر گئے مگر ان میں سے تھوڑے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔“ (پ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۶)

طالوت کی بادشاہت سے قوم کا انکار:

حضرت اشمویل علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہت کے لیے طالوت کا انتخاب فرمایا ہے تو آپ علیہ السلام کی قوم اس فیصلہ پر اعتراض کرنے لگی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اب تک بادشاہت یہودا کی اولاد میں آ رہی تھی اس خاندان سے حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہما السلام تھے اور چونکہ طالوت اس قبیلے سے نہ تھا دوسری وجہ یہ کہ طالوت مالی طور پر ان سے کم درجہ تھا اس لیے قوم نے اسے بادشاہ ماننے سے انکار کر دیا حضرت اشمویل علیہ السلام نے قوم کو سمجھایا کہ بادشاہت کے لیے علم اور جسمانی قوت کا زیادہ ہونا ضروری ہے اور ان دونوں چیزوں میں طالوت تم پر حاوی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے بادشاہت کا مستحق قرار دیا ہے اور اسے تمہاری قیادت کے لیے منتخب فرمایا ہے چنانچہ تمہیں اس پر معترض نہیں ہونا چاہئے کہ وہ جسے چاہے بادشاہت عطا فرمائے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

"اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔ بولے اسے ہم پر بادشاہی کیونکر ہوگی اور ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی فرمایا اسے اللہ نے تم پر چن لیا اور اسے علم اور جسم پر کشادگی زیادہ دی اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا اور حکمت والا ہے۔"

(پ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۷)

طالوت کی بادشاہت کی نشانی:

حضرت اشمویل علیہ السلام نے جب اپنی قوم بنی اسرائیل کو سمجھایا کہ طالوت کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے منتخب فرمایا ہے تو اب بنی اسرائیل نے ایک اور مطالبہ کر دیا کہ اگر واقعی اللہ تعالیٰ نے طالوت کا انتخاب کیا ہے تو پھر اس کی کوئی دلیل پیش کیجئے تا کہ ہمیں

یقین آ جائے چنانچہ آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتایا کہ اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ وہ صندوق جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے اور تمہاری تسکین کا سبب تھے جس پر عمالقہ نے قبضہ کرلیا تھا وہ فرشتے تمہیں لوٹا دیں گے چنانچہ جب فرشتے اس صندوق کو اٹھا کر لے آئے تو بنی اسرائیل کو اطمینان ہوگیا کہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے ان تبرکات کے سبب اب یقیناً انہیں فتح حاصل ہوگی۔

اس صندوق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک اور کپڑے مبارک اور ہارون علیہ السلام کا عمامہ شریف تھا۔

قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''اور کہا ان کے نبی نے کہ اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے گا تمہارے پاس ایک صندوق اس میں تسلی (کا سامان) ہوگا تمہارے رب کی طرف سے اور (اس میں) بچی ہوئی چیزیں ہوں گی جنہیں چھوڑ گئی ہے اولاد موسیٰ اور اولاد ہارون، اٹھا لائیں گے اس صندوق کو فرشتے بے شک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لیے اگر تم ایماندار ہو۔''

(پ۲البقرۃ آیت ۲۴۸)

قوم کا امتحان:

فرشتے جب تبرکات کا وہ صندوق بطور دلیل بنی اسرائیل کے پاس لے آئے اور قوم کو بھی یقین ہوگیا کہ اب ہم ضرور فتح یاب ہوں گے تو حضرت اشمویل علیہ السلام نے انہیں جہاد کا حکم فرمایا چنانچہ قوم کا یہ لشکر جب طالوت کی قیادت میں شہر سے باہر روانہ ہوا تو طالوت یا پھر حضرت اشمویل علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے ایک آزمائش ہے ایک نہر ابھی تمہیں ملے گی تمہیں اس نہر سے پانی نہیں پینا تم میں سے جس نے پانی نہیں پیا وہ میرے دین پر قائم ہوگا اور جس نے پانی پی لیا وہ میرے دین پر نہ رہے گا۔ البتہ چلو بھر پانی پینے کی اجازت ہے۔

قوم کو آزمانے کی وجہ یہ تھی کہ اس لشکر میں جو نافرمان و سرکش اور بزدل ہیں وہ لشکر

سے پہلے ہی الگ ہو جائیں تا کہ ان کی بزدلی کے سبب مسلمانوں کو ذلت و رسوائی اور پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

چنانچہ پیاس کی شدت کے سبب پانی نہ پینا ان کے لیے دشوار ہو گیا اور انہوں نے پانی پی لیا البتہ صرف تین سو تیرہ افراد لشکر میں ایسے تھے جو اس آزمائش میں پورے اترے۔ انہوں نے صرف ایک چلو پانی پیا اور اللہ تعالیٰ نے اس چلو بھر پانی میں اتنی برکت عطا فرمادی کہ وہ چلو بھر پانی ان کے لیے ان کے خادموں اور ان کی سواریوں کے لیے بھی کافی ہو گیا۔ نافرمان اور سرکش کہنے لگے کہ ہم جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی ہمت اور طاقت نہیں رکھتے جبکہ باقی فرمانبردار اس امتحان میں کامیابی کے سبب جہاد کی قوت و طاقت اپنے اندر پانے لگے اور اس یقین کامل کے ساتھ وہ جہاد کے لیے روانہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو تو تھوڑی جماعتیں بھی بڑی جماعتوں پر غالب آجاتی ہیں اور ہم ضرور کامیاب و کامران ہوں گے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر شہر سے جدا ہوا بولا بے شک اللہ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے تو جو اس کا پانی پیئے وہ میرا نہیں اور جو اس کا پانی نہ پیئے وہ میرا ہے مگر وہ جو ایک چلو ہاتھ سے لے لے تو سب نے اس سے پیا مگر تھوڑوں نے اور پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ مسلمان نہر کے پار گئے بولے ہم میں آج طاقت نہیں جالوت اور اس کے لشکروں (کے ساتھ جنگ) کی بولے وہ جنہیں اللہ سے ملنے کا یقین تھا کہ بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔'' (پ۲ البقرہ آیت ۲۴۹)

جالوت کا قتل:

حضرت داؤد علیہ السلام کے سات بھائی بھی طالوت کے لشکر میں شامل تھے حضرت داؤد علیہ السلام کے والد نے داؤد علیہ السلام کو باقی بھائیوں کے خبر لینے کے لیے

بھیجا داؤد علیہ السلام کو راستے میں چلتے ہوئے تین پتھروں نے آواز دی کہ ہمیں اٹھالو جالوت کا قتل ہم میں ہے چنانچہ آپ علیہ السلام نے وہ پتھر اٹھالیے پھر آپ علیہ السلام بنی اسرائیل کی صفوں کی طرف گئے تو دیکھا کہ طالوت اپنے لشکر کو جالوت کے قتل پر ابھار رہا ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو جالوت کو قتل کرے تم اس سے کیا سلوک کرو گے؟ طالوت نے کہا اسے اپنی بیٹی نکاح میں دوں گا اور آدھی بادشاہی بھی اسے دے دوں گا...... داؤد علیہ السلام نے ایک پتھر جالوت کے سینے پر مارا جس سے وہ مرگیا آپ علیہ السلام نے کئی اور لوگوں کو بھی قتل کیا جس کے سبب جالوت کے لشکر کو شکست اور طالوت کے لشکر کو فتح و کامرانی نصیب ہوئی اور اس طرح بنی اسرائیل داؤد علیہ السلام کی اس بہادری پر بے حد خوش ہوئی اور وہ آپ علیہ السلام کو اپنا حاکم و بادشاہ بنانے پر مصر ہو گئے اور یوں اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو نبوت کے ساتھ ساتھ بادشاہت بھی عطا فرما دی۔ (ابن کثیر، کبیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

"اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور اللہ نے اسے سلطنت و حکمت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھایا۔" (پ۲ البقرۃ آیت ۲۵۱)

تذکرہ حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر قرآن حکیم میں مذکور ہوا
''اور بے شک یونس بھی (ہمارے) رسولوں میں سے ہیں۔''
(پ۲۳، سورۃ الصافات آیت ۱۳۹)

قوم یونس کا احوال:

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم بت پرستی و کفر وشرک کی لعنت میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ان کی رہنمائی اور دعوت حق کی تبلیغ کے لیے بھیجا یہ لوگ نینویٰ کے علاقے موصل میں رہتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کفر وشرک سے باز رہنے، بت پرستی چھوڑنے اور ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا لیکن آپ علیہ السلام کی قوم نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور اپنے کفر وشرک پر ڈٹے رہے اور مسلسل آپ کی تکذیب کرتے رہے۔ یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا کہ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو اللہ کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن قوم نے پھر بھی آپ کی بات نہ مانی یہاں تک کہ آپ علیہ السلام ان سے ناراض ہو کر شہر سے باہر چلے گئے اور جاتے جاتے تین دن بعد انہیں نزول عذاب کی دھمکی دے گئے۔
(روح المعانی، ابن کثیر)

جبکہ تفسیر کبیر کے مطابق چالیس دن بعد عذاب آنے کی خبر دے گئے۔

قوم یونس کی توبہ:

جب حضرت یونس علیہ السلام انہیں چھوڑ کر چلے گئے تو ان کی قوم کو یقین آنے لگا کہ اب عذاب الٰہی کا نزول ہو کر رہے گا یہاں تک کہ پھر انہوں نے دیکھا شدید سیاہ

بادلوں نے آسمان کو ڈھانپ دیا ہے اور اس میں سے دھواں خارج ہونے لگا جو شہر کو اپنی لپیٹ میں لینے لگا تو قوم الیاس یہ آثار دیکھ کر سمجھ گئی کہ عذاب الٰہی شروع ہونے کو ہے یہ جان کر وہ بہت گھبرائے اور بے حد نادم و پشیمان ہوئے اور ان کے دلوں میں توبہ کا خیال آیا ڈر کے مارے وہ شہر چھوڑ کر جنگل کی طرف نکل گئے انہوں نے ماؤں اور بچوں کو جدا کر دیا یہاں تک کہ جانوروں اور ان کے بچوں کو بھی جدا کر دیا۔ یہ سب ایک دوسرے سے جدا ہو کر بے قرار ہوئے اور اسی بے قراری میں آہ وزاری کرنے لگے یہ دردناک آوازیں ایک اندوہناک منظر پیش کرنے لگیں قوم الیاس اللہ عزوجل کے حضور رو رو کر گڑ گڑا گڑ گڑا کر اپنی غلطیوں اور خطاؤں کی معافی طلب کرنے لگے حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ گستاخی کرنے کے سبب بے حد آہ و بکا کے ساتھ توبہ طلب کرنے لگے اور اللہ عزوجل کے حضور عرض کرنے لگے کہ ہم تجھ پر تیرے نبی پر اور اس کے دین پر ایمان لے آئے ہیں ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور ہمیں اس عذاب سے بچا لے قوم یونس علیہ السلام کی معافی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ایک دوسرے پر اپنے حقوق معاف کر دیئے اگر کسی نے کسی پر ظلم کیا تھا تو اس کو معاف کروایا جس کے حقوق غصب کئے تھے وہ واپس کئے سب کے سب اللہ کے حضور عجز وانکساری کا اظہار کرنے لگے یہاں تک کہ اللہ عزوجل کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا انہیں معاف کر دیا ان کی توبہ قبول فرمائی اور انہیں عذاب سے بچا لیا۔ (تفسیر کبیر، ابن کثیر، روح المعانی)

جس دن قوم یونس علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی وہ دن عاشورہ کا دن تھا یعنی دس محرم الحرام بروز جمعۃ المبارک ان کی توبہ قبول ہوئی۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

"پس کیوں ایسا نہ ہوا کہ کوئی بستی ایمان لاتی تو نفع دیتا اسے اس کا ایمان (کسی سے ایسا نہ ہوا) سوائے قوم یونس (علیہ السلام) کے جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے دور کر دیا ان سے رسوائی کا عذاب دنیوی زندگی میں اور ہم نے لطف اندوز ہونے دیا انہیں ایک مدت تک۔" (پ ۱۱، یونس آیت ۹۸)

یونس علیہ السلام کا امتحان:

یونس علیہ السلام جب ناراض ہو کر اور اپنی قوم کے ایمان نہ لانے اور کفر و شرک پر ڈٹے رہنے کے سبب مایوس ہو کر چلے گئے تو سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہوئے یہاں تک کہ کشتی ڈولنے لگی کشتی میں سوار مسافروں کا خیال تھا کہ کشتی پر بوجھ بہت زیادہ ہو گیا اور قریب ہے کہ کشتی ان تند و تیز موجوں کا مقابلہ نہ کر پائے گی اور تمام مسافروں کو لے ڈوبے گی اس لیے یہ فیصلہ طے پایا کہ قرعہ اندازی کے ذریعے کسی ایک شخص کو کشتی سے اتار دیا جائے تاکہ کشتی سے بوجھ کچھ کم ہو چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر پڑا یہاں تک کہ تین دفعہ قرعہ ڈالا گیا اور تینوں دفعہ قرعہ آپ ہی کے نام نکلا۔ آپ علیہ السلام نے خود ہی سمندر میں چھلانگ لگا دی تاکہ کشتی ڈوبنے سے بچ جائے اور مسافر بخیریت کنارے تک پہنچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک بڑی مچھلی نے آپ علیہ السلام کے چھلانگ لگاتے ہی آپ علیہ السلام کو ثابت نگل لیا اس نے نہ ہی آپ علیہ السلام کا گوشت کھایا نہ ہی ہڈی کو توڑا غرض بغیر کسی ضرر کے آپ علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے اور آپ علیہ السلام کو خراش تک نہ آئی یہ مچھلی یونس علیہ السلام کو سمندروں میں ایک عرصے تک لیے پھرتی رہی یہ آپ علیہ السلام کا امتحان تھا آپ علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں جاتے ہی اللہ عزوجل کے حضور سجدہ ریز ہو کر عرض کی یا اللہ میں ایسی جگہ تجھے سجدہ کرتا ہوں جہاں کبھی کسی نے نہ کیا ہوگا۔ الغرض مچھلی آپ کو پیٹ میں لیے سمندروں میں گھومتی رہی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام تین دن تک[1] مچھلی کے پیٹ میں رہے جبکہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام سات دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ بہر حال آپ علیہ السلام کی یہ آزمائش اس سبب سے تھی کہ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم سے ناراض ہو کر شہر چھوڑ کر چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ہجرت کا حکم نہیں فرمایا تھا آپ علیہ السلام نے یہی گمان کیا کہ رب تعالیٰ میری باز پرس نہیں فرمائے گا چنانچہ آپ علیہ السلام کے اس اجتہادی

عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اس آزمائش میں مبتلا کیا۔ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے حکم تک اپنی قوم کے پاس ٹھہرنا چاہئے تھا لیکن آپ علیہ السلام نے یہ خیال کیا کہ اب تو قوم پر عذاب آنے ہی والا ہے لہٰذا یہاں رہنے کی ضرورت باقی نہیں رہی چنانچہ آپ شہر چھوڑ کر چل دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کو اس امتحان میں مبتلا فرمایا۔ (تفسیر کبیر، ابن کثیر)

یونس علیہ السلام کی دعا:

یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے سے بھی کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے اور مچھلی کے پیٹ میں آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہے اور مغفرت طلب کرتے رہے اور دعا کرتے رہے کہ اے اللہ میں نے تیرے حکم کا انتظار نہ کیا۔ مجھ سے بے جا ہوا بے شک تو جو چاہے مقرر کر دیتا ہے سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے تو ہی معبود ہے پاکی ہے تجھ کو۔

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ ان اندھیروں سے آپ علیہ السلام کی پکار رب تعالیٰ نے سن لی اور مچھلی نے آپ کو اگل دیا۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہاں اندھیروں سے مراد مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا سمندر کا اندھیرا اور رات کا اندھیرا مراد ہے۔ (ابن کثیر، تفسیر کبیر)

مچھلی کا اگلنا:

یونس علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے حضور عجز و انکساری کا اظہار فرمایا اور رب تعالیٰ کے حضور اس امتحان سے نکل آنے کی فریاد پیش کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سن لی اور مچھلی نے آپ علیہ السلام کو ساحل پہ آ کر اگل دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یونس علیہ السلام پر جب یہ حقیقت کھلی کہ وہ ان کلمات سے دعا کریں جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے تو آپ علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو (ہر نقص سے) پاک ہے بے شک میں ہی حد سے تجاوز کرنے والوں سے ہوں۔" یہ

دعا عرش کے نیچے پہنچی ملائکہ نے عرض کی پروردگار ایک جانی پہچانی کمزور سی آواز اجنبی دنیا سے آرہی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم اسے پہچانتے ہو کہنے لگے نہیں خدایا! وہ کون ہے رب تعالیٰ نے فرمایا وہ میرا بندہ یونس ہے عرض کرنے لگے تیرا بندہ یونس جس کے مقبول عمل اور منظور دعائیں ہر وقت تیری بارگاہ میں آتی رہتی تھیں؟ عرض کرنے لگے اے ہمارے پروردگار! جو نیک کام وہ خوشی و آسانی کے لمحات میں کرتا رہا ہے ان کی وجہ سے تو اس پر رحم نہیں فرمائے گا کہ تو اسے مصیبت سے نجات دے دے؟ فرمایا۔ کیوں نہیں اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا اس نے یونس علیہ السلام کو کھلے میدان میں اگل دیا۔" (ابن کثیر، ابن ابی حاتم)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

"اور ذوالنون کو (یاد کرو) یاد کرو جب چلا غصہ میں بھرا تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔ پھر اس نے پکارا (تہہ در تہہ) اندھیروں میں کہ کوئی معبود نہیں سوائے تیرے پاک ہے تو بے شک میں قصورواروں سے ہوں۔ پس ہم نے ان کی پکار کو قبول فرمالیا اور نجات بخش دی انہیں غم (واندرہ) سے اور یونہی ہم نجات دیا کرتے ہیں مومنوں کو۔"

(پ ۱۷، الانبیاء آیت ۸۷-۸۸)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے

"اور بے شک یونس پیغمبروں سے ہے جبکہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا تو قرعہ ڈالا تو دھکیلے ہوؤں میں ہوا پھر اسے مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا ضرور اس کے پیٹ میں رہتا جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے۔"

(پ ۲۳، الصافات، آیت ۱۳۹ تا ۱۴۴)

یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں جن کلمات سے دعا کی قرآن پاک میں ان الفاظ سے مذکور ہیں:

''تو اندھیروں میں پکارا کوئی معبود نہیں سوا تیرے، پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔'' (پ ۱۷، سورۃ الانبیاء آیت ۸۷)

اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت:

مچھلی نے یونس علیہ السلام کو ایک کھلے میدان میں اگل دیا وہ ایسی ویران جگہ تھی جہاں نہ کوئی درخت تھا نہ سبزہ بلکہ بالکل چٹیل میدان تھا جبکہ حضرت یونس علیہ السلام بے حد کمزور و نحیف ہو چکے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نومولود بچے کی طرح ناتواں و کمزور تھے آپ کا جسم بہت نرم و نازک ہو گیا تھا اور جسم پر کوئی بال نہ تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے یونس علیہ السلام کے قریب کدو کی بیل اگا دی تا کہ اس کے پتے آپ پر سایہ کئے رہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو کھلے میدان میں ڈال دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے کدو کی بیل اگل دی پھر اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کے لیے ایک جنگلی بکری تیار کی جو نرم گھاس کھاتی تھی وہ آپ علیہ السلام سے مانوس ہو گئی اور روزانہ صبح شام آپ علیہ السلام کو دودھ پلاتی رہی یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کے جسم پر بال اگ آئے۔ بکری کے مانوس ہو جانے کی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ جب کسی جانور کا بچہ مر جاتا ہے تو وہ کسی بھی جانور سے مانوس ہو جاتی ہے یہاں تک کہ بعض اوقات وہ انسان کو بھی اپنے بچے کی طرح پیار کرنے لگتی ہے اور اسے دودھ پلانا چاہتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک جنگلی بکری آپ علیہ السلام کو دودھ پلاتی رہی وہ ادھر ادھر گھاس کھا کر آتی اور صبح شام آپ علیہ السلام کو دودھ پلا کر واپس چلی جاتی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل ہی تھا ورنہ آپ علیہ السلام ضعیف اور کمزور تر ہوتے چلے جاتے۔ (روح المعانی، ابن کثیر، ابن حاتم، سدی)

جیسا کہ قرآنِ حکیم میں مذکور ہوا:

''پھر ہم نے میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھا اور ہم نے اس پر کدو کا پیڑا اُگایا۔ (پ ۲۳ سورۃ الصافات آیت ۱۴۶)

تذکرہ حضرت عزیر علیہ السلام

بیت المقدس پر حملہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً چھ سو سال پہلے کا واقعہ ہے کہ بنی اسرائیل جب گناہوں اور فسق و فجور میں اور رب تعالیٰ کی نافرمانی میں حد سے تجاوز کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط فرما دیا جس نے اپنے لشکر کثیر کے ساتھ بیت المقدس پر سخت حملہ کیا بنی اسرائیل کے تقریباً تیسرے حصہ کا قتل عام کیا اور باقی لوگوں کو قیدی بنالیا۔ ان قیدیوں میں حضرت عزیر اور حضرت دانیال علیہم السلام بھی تھے جو اس وقت بچے تھے۔

(روح البیان)

عزیر علیہ السلام پر سو سال کے لیے موت طاری:

حضرت عزیر علیہ السلام ایک دن اپنی پیشہ ورانہ مصروفیات کے سلسلہ میں بستی سے نکلے اور بیت المقدس سے گزرے جو تباہ کن منظر پیش کر رہا تھا اور انتہائی ویران تھا تلاش کے باوجود آپ علیہ السلام کو وہاں کوئی نظر نہ آیا سخت گرمی پڑ رہی تھی آپ علیہ السلام نے گرمی سے بچنے کے لیے کھنڈرات کا رخ کیا اور اس میں داخل ہوئے آپ کے پاس انجیر اور انگور ٹوکری میں موجود تھے آپ علیہ السلام جس گدھے پر سوار تھے آپ نے اسے باندھا اور کھانے پینے کے پھل وغیرہ اپنے پاس رکھے اور ستانے کے لیے لیٹ گئے ساتھ ہی اس ویران و اجاڑ بستی کے متعلق سوچنے لگے اور از راہِ تعجب انسانوں کی بوسیدہ ہڈیوں اور ڈھانچوں کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ رب تعالیٰ انہیں پھر سے زندہ فرمائے گا کیا شان قدرت ہے کہ ان ہڈیوں میں پھر سے زندگی دوڑے گی۔ یہ سوچتے ہوئے آپ علیہ السلام کو نیند آ گئی اور اللہ تعالیٰ نے اس حالت میں موت کو سو سال کے لیے آپ علیہ

السلام پر طاری فرما دیا۔

ان سو سالوں کے دوران بخت نصر کی موت کے بعد بنی اسرائیل آزاد ہو گئے اور بیت المقدس کی از سر نو تعمیر کی گئی اور یہ بستی دوبارہ آباد ہوگئی بنی اسرائیل کی نسل میں اضافہ ہوتا چلا گیا اس دوران اللہ تعالیٰ نے عزیر علیہ السلام اور انؑ کے گدھے پر موت طاری رکھی اور انہیں لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رکھا کہ اس دوران کسی انسان یا درندے یا پرندے کی ان پر نگاہ نہ پڑی۔

عزیر علیہ السلام کی نئی زندگی:

حضرت عزیر علیہ السلام کی روح صبح کے وقت قبض فرمائی گئی تھی اور جس وقت آپ علیہ السلام کی روح لوٹائی گئی وہ شام کا وقت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب آپ علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے رہے تو آپ علیہ السلام نے عرض کی یہی ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں یہاں سو سال ہو چکے ہیں عزیر علیہ السلام نے اپنے اطراف میں دیکھا کہ ان ؑکے کھانے پینے کی اشیاء جوں کی توں رکھی ہیں اور آپ علیہ السلام کا جسم مکمل طور پر محفوظ رہا جبکہ جس گدھے پر آپ سوار ہو کر آئے تھے اس کی ہڈیاں بکھری پڑی تھیں پھر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر اپنی قدرت کاملہ کا مشاہدہ کروایا اور گدھے کی منتشر ہڈیاں بحکم الٰہی آپس میں آ کر مل گئیں پھر آپ علیہ السلام ہی کے سامنے ان ہڈیوں کو رگوں اور پٹھوں کا لباس پہنا دیا گیا ہڈیوں پر گوشت آیا گوشت پر جلد اور جلد پر بال اگ آئے پھر فرشتے نے بحکم الٰہی اس گدھے میں روح پھونکی اور گدھا آناً فاناً سر اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں واقعہ مذکور ہوا

"(کیا آپ نے نہیں دیکھا) مثل اس کے جو گزرا اوپر بستی کے حالانکہ وہ گری ہوئی تھی اوپر چھتوں کے۔ آپ نے کہا کیسے زندہ کرے گا اس کو اللہ مرنے کے بعد۔ تو اللہ نے اسے موت دی (مردہ رکھا) سو برس پھر اٹھایا اسے کہا کتنا ٹھہرا تو کہا ٹھہرا میں ایک دن یا کچھ حصہ دن کا کہا بلکہ ٹھہرے ہو

تم سو برس دیکھوتم اپنے کھانے اور پینے کی طرف اب تک بُو نہ لایا اور اپنے گدھے کی طرف دیکھو (جس کی ہڈیاں تک سلامت نہیں رہیں) اور تا کہ کریں ہم تم کو نشانی واسطے لوگوں کے اور دیکھو (گدھے کی) ہڈیوں کی طرف کیسے اٹھاتے ہیں ہم ان کو پھر پہناتے ہیں ہم ان کو گوشت پس جب ان پر معاملہ ظاہر ہوا تو کہا میں جانتا ہوں بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔" (پ۳، البقرہ آیت ۲۵۹)

شہر کو واپسی:

حضرت عزیر علیہ السلام پر جس وقت موت طاری ہوئی اس وقت آپ علیہ السلام چالیس سال کے تھے اور دوبارہ زندہ ہونے پر بھی آپ چالیس برس ہی کے تھے اپنے گدھے پر سوار آپ علیہ السلام جب اپنے شہر واپس پہنچے آپ کا شہر بالکل بدل چکا تھا نئی تعمیرات ہو چکی تھیں اور نئے نئے چہرے نظر آ رہے تھے جوان سو سالوں کے دوران پیدا ہوئے تھے جب آپ علیہ السلام پر موت طاری ہوئی تھی تو آپ کے بیٹے کی عمر اٹھارہ سال تھی جبکہ اب وہ ایک سو اٹھارہ سال کا ہو چکا تھا خاندان کے دیگر افراد آپ کے بیٹے پوتے وغیرہ بھی بوڑھے ہو چکے تھے۔ آپ علیہ السلام جب اپنے گھر میں داخل ہوئے تو آپ علیہ السلام کی ایک لونڈی جو اب ایک سو بیس سال کی ہو چکی تھی ایک کونے میں بیٹھی نظر آئی اس کی بینائی ختم ہو چکی تھی اور چلنے پھرنے سے معذور ہو چکی تھی۔

آپ علیہ السلام نے اس بوڑھی عورت سے پوچھا کہ کیا عزیر کا گھر یہی ہے عزیر کا نام سن وہ عورت رونے لگی اور کہنے لگی کہ اتنے عرصہ کے بعد کسی کی زبان پر عزیر کا نام آیا ہے اسے تو گم ہوئے سو سال کا عرصہ بیت چکا ہے پھر آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ میں ہی عزیر ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر سو سال تک موت طاری رکھی اور اب دوبارہ زندہ فرما دیا ہے۔ بوڑھی عورت کو آپ علیہ السلام کی اس بات کا یقین نہ آیا اور وہ کہنے لگی کہ اگر واقعی تم عزیر ہو تو پھر تو تمہاری دعائیں قبول ہوتی تھیں اور تم جس مریض اور مصیبت زدہ کے لیے ہاتھ اٹھاتے تھے اسے عافیت مل جاتی تھی اب تم میری بینائی کے

لیے دعا کرو تا کہ میں دیکھ کر پہچان سکوں اور تمہارے مستجاب الاعوات ہونے کا یقین بھی آ جائے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے اس کی بینائی کے لیے دعا فرمائی اور آپ علیہ السلام نے جیسے ہی اس بوڑھی عورت کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا اس کی بصارت لوٹ آئی پھر عزیر علیہ السلام نے اس بوڑھی عورت کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اللہ کے ازن سے کھڑی ہو جایئے دیکھتے ہی دیکھتے وہ بوڑھی عورت صحت مند و توانا اٹھ کھڑی ہوئی اور چلنے پھرنے کے قابل ہوگئی اور عزیر علیہ السلام سے کہنے لگی کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ بے شک آپ ہی عزیر ہیں پھر وہ آپ علیہ السلام کو آپ کے بیٹوں اور دوسرے رشتہ داروں کے پاس لائی تو کسی کو یقین نہیں آیا کہ یہ وہی عزیر ہیں جو سو سال پہلے گم ہوئے اور اب اتنا عرصہ گزرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر لوٹ آئے ہیں۔ گھر والوں کے اس تعجب اور حیرانگی اور بے یقینی کو دیکھ کر بوڑھی عورت نے انہیں بتایا کہ عزیر مستجاب الدعوات تھے تم دیکھ نہیں رہے کہ ان کی دعا سے میری بینائی لوٹ آئی اور میری ٹانگوں کی معذوری بھی ختم ہوگئی اور میں چلنے پھرنے میں کوئی تکلیف محسوس نہیں کر رہی۔

پھر آپ علیہ السلام کے بیٹے نے کہا کہ میرے والد عزیر کے دونوں کندھوں کے درمیان سیاہ بال چاند کی شکل میں تھے عزیر علیہ السلام نے اپنے کندھے دکھائے تو تو وہ اسی طرح موجود تھے۔ پھر بنی اسرائیل کہنے لگے کہ عزیر تو تورات کے حافظ تھے بخت نصر نے تورات کے نسخے جلا دیئے تھے اگر آپ عزیر ہیں تو تورات سنایئے آپ علیہ السلام نے ان کے مطالبے پر لفظ بہ لفظ تمام تورات سنا دی اور اسے دوبارہ تحریر فرما دیا۔ پھر آپ کے اہل خاندان میں سے ایک شخص بولا کہ عزیر کے والد نے بخت نصر کے مظالم کے خوف سے تورات کے نسخے کہیں دفن کر دیئے تھے اور ان نسخوں کا علم سوائے عزیر کے اور کسی کو نہیں اگر آپ ہی عزیر ہیں تو پھر اس جگہ کی نشاندہی کیجئے چنانچہ عزیر علیہ السلام اس جگہ پہنچے اور تورات کے مدفون نسخے گڑھا کھود کر برآمد کر لیے۔ پھر لوگوں نے آپ کے تحریر کردہ نسخوں کو مدفون نسخوں سے ملا کر دیکھا تو لفظ بہ لفظ وہی پایا اور اس میں کوئی غلطی نہ پائی چنانچہ آپ علیہ السلام کا یہ معجزہ دیکھ کر بنی اسرائیل نے آپ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا

کہنا شروع کردیا۔(معاذ اللہ)

جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق لوگوں نے دیکھا کہ حضرت عزیر علیہ السلام ایک درخت کے نیچے تشریف فرماہیں اسی دوران آسمان سے شہاب ثاقب ٹوٹے ان سے روشنی خارج ہوئی جو عزیر علیہ السلام کے اندر داخل ہوگئی۔ چنانچہ لوگوں نے آپ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کردیا۔(معاذ اللہ) (ابن کثیر، روح المعانی، روح البیان، جمل، خازن، خزائن العرفان)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔'' (پ۱۰، التوبہ، آیت ۳۰)

تذکرہ حضرت زکریا وحضرت یحییٰ علیہما اسلام

نام ونسب:

آپ علیہ السلام نام زکریا ہے اور نسب نامہ یہ ہے۔ زکریا بن لان بن مسلم بن صدوق بن خشبان بن داؤد بن سلیمان بن مسلم بن صدیقہ بن برخیا بلعطہ بن ناحور بن شلوم بن بعفا شاط بن اینامن بن رجہام بن سلیمان بن داؤد۔ آپ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد ہیں۔

زکریا علیہ السلام کی دعا:

حضرت زکریا علیہ السلام بڑھاپے کے سن کو پہنچ چکے تھے جبکہ آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ جوانی میں بانجھ تھیں اور یوں آپ کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوسکی اور اب وہ بھی عمر رسیدہ ہو چکی تھیں۔ ایسے میں آپ علیہ السلام حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو جوکہ آپ کے زیر کفالت تھیں بے موسم کے پھل کھاتے ہوئے دیکھتے تو دل میں خیال آتا کہ جو ذات بند کمرے میں اس بچی کو بے موسم کے پھل کھلانے پر قادر ہے تو وہ ذات مجھے بھی بڑھاپے میں اولاد دینے پر قادر ہے چنانچہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے مایوس نہیں ہوئے اور ایک رات چپکے چپکے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض گزار ہوئے کہ یا اللہ میں کمزور ہو چکا ہوں اور بڑھاپے کے سبب میں اپنے اندر قوت و طاقت نہیں پاتا تو مجھے اپنی قدرت سے ایک بچہ عطا فرما اسے نبوت و وحی کا شرف عطا فرما۔ اور ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے کچھ مانگا ہو اور تو نے عطا نہ فرمایا ہو۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ اندیشہ

لاحق تھا کہ ان کے بعد لوگ شریعت کو پس پشت ڈال کر اپنی من مانی اور فسق و فجور میں مبتلا ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس لیے دعا فرمائی کہ مجھے بچہ عطا فرما جو یعقوب علیہ السلام میں سے انبیاء کرام کا جانشین ہو۔ مجھے یقین ہے کہ میری دعا شرف قبول سے سرفراز ہوگی۔ (ابن کثیر، ضیاء القرآن)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا:

''وہیں دعا مانگی زکریا نے اپنے رب سے عرض کی اے میرے رب عطا فرما مجھ کو اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد بے شک تو ہی سننے والا ہے دعا کا۔''

(پ۳، سورۃ آل عمران آیت نمبر ۳۸)

ایک اور جگہ مذکور ہوا

''اور یاد کرو زکریا کو جب انہوں نے پکارا اپنے رب کو کہ اے میرے پروردگار مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔

(پ ۱۷، سورہ الانبیاء آیت ۸۹)

ایک اور جگہ مذکور ہوا

''اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت داروں کا ڈر ہے اور میری عورت بانجھ ہے تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے دے جو میرا کام اٹھا لے اور وہ میرا جانشین ہو اور اولاد یعقوب کا وارث ہو اور اے میرے رب اسے پسندیدہ کر۔ (پ ۱۶ مریم ۵-۶)

دعا کی قبولیت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور جبرائیل علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت سنانے کے لیے آپ علیہ السلام کے پاس بھیجا اس وقت آپ علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی۔ حضرت زکریا علیہ السلام بیٹے کی اس بشارت سے از راہ تعجب پوچھنے لگے کہ اس بڑھاپے میں مجھے بچہ کیونکر ہوگا جبکہ میری بیوی جوانی میں بھی بانجھ تھی اب کیونکر اس میں بچہ جننے

کی صلاحیت ہوگی چنانچہ رب تعالیٰ نے انہیں وحی بھیج کر بتایا کہ جب میں مردوں کو زندہ کرسکتا ہوں تو کیا بڑھاپے میں تجھے بچہ دینے کی قدرت نہیں رکھوں گا۔

جمہور قول کے مطابق اس وقت زکریا علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال اور آپ علیہ السلام کی زوجہ کی عمر نوے سال تھی چنانچہ اس کبر سنی میں بچہ ہونا رب تعالیٰ کی شان قدرت کی عظیم نشانی تھی جس پر آپ علیہ السلام کو تعجب ہوا۔ یہ تعجب آپ علیہ السلام کی سوچ سے بھی بلند تر خواہش کے حصول کے سبب تھا۔ اور رب تعالیٰ نے جب کسی کام ارادہ فرمالے تو ''کن'' کہتا ہے وہ کام ہو جاتا ہے اس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ وہ بڑھاپے میں اولاد عطا فرمادے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ کوئی ایسی نشانی مقرر فرما دیجئے جس سے معلوم ہو سکے کہ حمل قرار پاچکا ہے تو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ تم تین دن تک کسی سے کلام نہ کرسکو گے کسی سے کچھ کہنا ہوگا تو اشارے سے بات کرو گے البتہ ذکر وتسبیحات اور نماز پڑھنے میں کوئی رکاوٹ درپیش نہ ہوگی۔ جیسا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہ و وھب بن مبنہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام تلاوت کر سکتے تھے اور تسبیح وتسلیل بھی کرتے تھے۔ لیکن کسی سے گفتگو کے لیے زبان نہیں کھلتی تھی۔

(سدی، ابن کثیر)

چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کی زوجہ کے جب حمل قرار پایا تو آپ علیہ السلام کو لوگوں سے کلام کرنے کی طاقت نہ رہی چنانچہ آپ علیہ السلام نے لوگوں کو اشارہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی صبح وشام تسبیح کرتے رہو۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں اس بشارت کے لیے مذکور ہوا

''اے زکریا ہم تجھے خوشی سناتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہے اس کے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی نہ کیا۔ (پ ۱۶، مریم آیت ۷)

ایک اور جگہ مذکور ہوا

''فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا بے

شک اللہ تعالیٰ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحییٰ کا جو اللہ کی طرف سے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا سردار اور ہمیشہ کے لیے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خالص بندوں میں سے۔'' (پ۳، آل عمران، آیت ۳۹)

ایک جگہ مذکور ہوا

''عرض کی اے میرے رب میرا لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو پہنچ گیا بڑھاپا اور میری عورت بانجھ ہے فرمایا اللہ یونہی کرتا ہے جو چاہے عرض کی اے میرے رب میرے لیے کوئی نشانی کردے فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تین دن تو لوگوں سے بات نہ کرے مگر اشارہ سے اور اپنے رب کی بہت یاد صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کر۔'' (پ۳، آل عمران، آیت ۴۰-۴۱)

قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''تو ہم نے اس کی دعا کو قبول فرمالیا اور اسے یحییٰ (جیسا فرزند) عطا فرمایا اور ہم نے تندرست کر دیا ان کی خاطر ان کی اہلیہ کو۔ بے شک وہ بہت سبک رو تھے نیکیاں کرنے میں اور پکارا کرتے تھے ہمیں امید اور خوف سے اور وہ ہمارے سامنے بڑا عجز و نیاز کیا کرتے تھے۔ (پ۱۷، الانبیاء آیت ۹۰)

حضرت زکریا علیہ السلام کی شہادت:

بادشاہ وقت جس نے زکریا علیہ السلام کے فرزند یحییٰ علیہ السلام کو شہید کروایا اس کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے آپ علیہ السلام شہر سے باہر نکل گئے۔ بادشاہ نے آپ علیہ السلام کے پیچھے سپاہی دوڑائے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام درخت کے ایک تنے میں چھپ گئے جو اندر سے خالی تھا۔ لوگوں نے آپ علیہ السلام کو جب درخت کے اندر خالی تنے میں پایا تو ان لوگوں نے درخت کو اوپر سے نیچے آرے سے کاٹ دیا اور آپ علیہ السلام کا جسم مبارک دو ٹکڑوں میں ہو گیا اور آپ علیہ السلام شہید کر دیئے گئے۔

(روح المعانی)

گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔'' (پ ۳، آل عمران آیت ۵۲، ۵۳)

مائدہ کا نزول:

عیسیٰ علیہ السلام کے حوارین نے آپ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ آپ اپنے رب سے ہمارے لیے آسمان سے طعام اتاریں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو تنبیہ فرمائی کہ مجھ سے زیادہ معجزات ونشانیوں کا مطالبہ نہ کرو بلکہ تم اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھو تاکہ تمہاری امیدیں پوری ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور میری نبوت پر کامل یقین رکھو اگر تمہارا ایمان خالص ہے تو پھر یہ مطالبہ کیوں کر رہے ہو تو آپ علیہ السلام کے حوارین بولے کہ یہ مطالبہ دیکھنے کے لیے نہیں بلکہ اس لیے ہے کہ ہماری بھوک بھی رفع ہو اور آسمان سے کھانا نازل ہونے پر ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آپ کی صداقت و نبوت پر یقین کامل حاصل ہو جائے گا اور ہم دوسروں کو بھی اس مستحب وعظیم معجزے کے متعلق بتائیں گے تاکہ انہیں بھی یقین اور اطمینان آپ کے متعلق حاصل ہو وہ بھی آپ کی معرفت حاصل کر لیں اور یہ کھانا ہمارے لیے باعث تبرک ومحبت والفت بھی ہوگا۔

چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے حوارین کے اس مطالبہ کے پورا ہونے کی دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی مگر ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ آپ کے حوارین کے اس مطالبہ کو میں پورا تو کر رہا ہوں لیکن اس طعام کے نازل ہونے کے بعد جو بھی ان میں سے کفر کرے گا اور تمہاری تابعداری سے روگردانی کرے گا اسے ایسی سزا دوں گا اور ایسے عذاب میں مبتلا کروں گا جو کبھی کسی کو نہ دیا ہوگا۔

چنانچہ آسمان سے ایک سرخ دستر خوان نازل ہوا۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے وضو فرمایا نوافل ادا کیے اور روتے ہوئے دعا فرمائی کہ یا اللہ اس خوان کو ہمارے لیے رحمت بنا اور ہمارے لیے تباہی اور عذاب نہ بنا پھر آپ علیہ السلام نے خوان پر سے کپڑا اٹھایا اور بسم اللہ خیر الرازقین پڑھی۔ دیکھا تو اس میں بغیر کانٹے اور چھلکے کے بنی ہوئی مچھلی اور ہر قسم کی سبزیاں اور پانچ روٹیاں جن میں ایک پر شہد دوسری پر گھی تیسری پر زیتون چوتھی پر پنیر اور پانچویں پر بھنا ہوا گوشت موجود تھا۔ آپ علیہ السلام نے حوارین سے فرمایا کہ یہ دنیا کا کھانا ہے نہ

کے لقب سے پکارا ہے۔

آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کی زندگی عطا فرمائی کیونکہ شہید قرآن حکیم کے مطابق زندہ ہوتے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے سب سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ تسلیم کیا اس ایمان کے سبب آپ کے دل کو زندگی عطا ہوئی اور چونکہ آپ کے والد حضرت زکریا علیہ السلام نے دین کو قائم رکھنے کے لیے ایک فرزند کی دعا کی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے ذریعے دین کو زندہ رکھا۔ (تفسیر کبیر)

حضرت یحییٰ علیہ السلام بے حد عبادت گزار اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے آپ بہت خلوت پسند تھے اور ویرانوں میں رہنا پسند فرماتے۔

اللہ تعالیٰ نے بچپنے کی حالت میں انہیں علم کتاب و حکمت سے نوازا تھا جیسا کہ آیت کریمہ میں حضرت زکریا علیہ السلام کو بچے کی بشارت کی خبر دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا جا رہا ہے کہ

"اے یحییٰ پکڑ لو اس کتاب کو مضبوطی سے اور ہم نے عطا فرما دی ان کو دانائی جبکہ وہ بچے تھے۔"

حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ معمر فرماتے ہیں کہ بچوں نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام سے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ کھیلیں تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا ہمیں کھیل کود کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ (ابن کثیر)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت:

یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کی کئی وجوہات بیان کی گئیں۔ جمہور علماء کے اقوال کے مطابق واقعہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے زمانے میں دمشق کا بادشاہ وقت اپنی کسی ایسی محرم عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا جس کے ساتھ اس کا نکاح جائز نہ تھا چنانچہ یحییٰ علیہ السلام نے بادشاہ کو اس شادی سے منع کیا وہ فاحشہ عورت یحییٰ علیہ السلام سے نالاں تھی چنانچہ ایک دن اس عورت نے بادشاہ سے یحییٰ علیہ السلام کے قتل کا مطالبہ کیا بادشاہ نے

اس کی بات مان لی اور ایک شخص کو بھیج کر آپ علیہ السلام کو شہید کروا دیا اور آپ علیہ السلام کا سر مبارک اس عورت کے سامنے لا کر رکھ دیا اسی عورت نے یحییٰ علیہ السلام کے والد حضرت زکریا علیہ السلام کو بھی شہید کروایا۔ (ابن کثیر، ضیاء القرآن)

ایک اور مشہور وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ یحییٰ علیہ السلام بے حد حسین و جمیل تھے بادشاہ کی بیوی حضرت یحییٰ علیہ السلام پر فریفتہ تھی ایک روز اس نے آپ علیہ السلام کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ آپ علیہ السلام نے انکار کر دیا جس پر ملکہ بہت برہم ہوئی اور بہانے سے بادشاہ سے یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے مطالبہ پر مصر ہو گئی چنانچہ بادشاہ اس کے اصرار پر مان گیا اور آپ علیہ السلام کو شہید کروا دیا اور آپ علیہ السلام کا سر مبارک اور خون ایک تھالی میں رکھ کر ملکہ کو پیش کر دیا۔

جمہور علماء کے مطابق آپ علیہ السلام کو دمشق میں شہید کیا گیا۔ (ابن کثیر)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ زید بن واقد روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سر مبارک کی زیارت کی ہے۔ جب دمشق میں مسجد بنانے کا ارادہ کیا گیا تو محراب کے ساتھ والے ستونوں میں سے مشرقی ستون کے نیچے سے آپ علیہ السلام کا سر مبارک ظاہر ہوا چہرے کی جلد سر کے بالوں میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں آئی تھی یوں لگتا تھا کہ اسی لمحے آپ علیہ السلام کو شہید کیا گیا ہے۔

(ابن کثیر)

تذکرۃ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو ان کی والدہ نے بیت المقدس کی خدمت کیلئے راہ خدا میں وقف کر دیا تھا اور ان کی خالہ کے شوہر حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی کفالت کی ذمہ داری لے لی اور ان کے لیے الگ کمرے کا بندوبست فرما دیا جہاں صرف حضرت زکریا علیہ السلام ہی جا سکتے تھے۔ ایک روز آپ رضی اللہ عنہا جب کسی ضرورت کے تحت مسجد سے باہر کچھ فاصلے پر گئیں تو بحکم الٰہی حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ رضی اللہ عنہا کے پاس انسانی صورت میں ظاہر ہوئے آپ رضی اللہ عنہا ایک غیر شخص کو اپنے قریب دیکھ کر گھبرا گئیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں انسان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا فرشتہ ہوں پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے خاص بندوں میں چن لیا ہے اور بہت جلد وہ آپ کو ایک نیک وطیب پاک سیرت فرزند سے نوازنے والا ہے یہ سن کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا متعجب ہوئیں کہ نہ ہی ان کی شادی ہوئی اور نہ ہی کوئی غیر مرد ان کے پاس آیا پھر بغیر باپ کے بچہ کیونکر ہو سکتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے پیدا کرنے پر قادر ہے اور بن باپ کے بچہ پیدا ہونے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کیلئے اسے قدرت کی نشانی بنائیں کہ وہ جان جائیں کہ رب تعالیٰ ہر چیز پر کمالِ قدرت رکھتا ہے جس نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا اور حوا رضی اللہ عنہا کو بغیر عورت کے پیدا فرمایا وہ چاہتے تو بغیر باپ کے بھی بچہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

مریم رضی اللہ عنہا لوگوں میں بدنامی اور شرمندگی کا سوچ کر اور ان کی طعنہ زنی کا سوچ کر فکر میں مبتلا ہو گئیں مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے کوئی شکوہ نہ کیا بلکہ اس کی رضا پر راضی ہو گئیں۔ چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بحکم خدا حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے گریبان مقدسہ میں پھونک ماری جس سے آپ رضی اللہ عنہا فوری طور پر حاملہ ہو گئیں اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہا لوگوں کے طعنوں اور ان میں بدنامی سے بچنے کیلئے بیت المقدس چھوڑ کر دور دراز علیحدہ جگہ جا کر رہنے لگیں تا کہ فی الحال اس حمل کی لوگوں کو خبر نہ ہو سکے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا جس جگہ قیام پذیر ہوئیں اس وادی کے نشیب سے آپ رضی اللہ عنہا کو آواز آئی کہ فکر نہ کرو ہم نے تمہاری جگہ سے نشیبی جگہ کی طرف ایک نہر بہا دی ہے اور کھجور کا خشک تنا گو کہ سردیوں میں پھل نہیں دیتا لیکن تم اسے اپنی طرف ہلاؤ تو تمہیں تازہ کھجوریں دے گا تم کھاؤ پیو اور دل میں اطمینان رکھو یعنی لوگوں کی باتیں بنانے کا اندیشہ جو تمہیں لاحق ہے وہ فکر خبر تمہاری زائل ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا تھا کہ جب بچہ گود میں لے کر جاؤ اور کوئی تمہیں ملے تو اشارے میں بتا دینا کہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے کسی سے کلام نہ کرونگی چنانچہ ابن زید روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی اپنی والدہ سے فرمایا کہ میرا کلام ہی آپ کو کفایت کر جائے گا۔ (روح المعانی، تفسیر کبیر، ابن کثیر، سدی)

یہ تمام واقعہ قرآن حکیم میں اس طرح مذکور ہوا۔

''بیان کیجئے کتاب میں مریم (کا حال) جب وہ الگ ہو گئی اپنے گھر والوں سے ایک مکان میں جو مشرق کی جانب تھا پس بنا لیا اس نے لوگوں کی طرف سے ایک پردہ پھر ہم نے بھیجا اس کی طرف اپنے جبرائیل کو پس وہ ظاہر ہوا اس کے سامنے ایک تندرست انسان کی صورت میں بولی میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے ڈر ہے۔ بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں بولی میرا لڑکا کیسے ہو گا مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ ہی میں بدکار ہوں کہاں یوں نہیں ہے تیرے

رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور اس لیے کہ ہم اسے لوگوں کے واسطہ نشانی کریں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور اس کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ پس وہ حاملہ ہو گئیں اس (بچہ) سے پھر وہ چلی گئیں اسے (شکم میں) لیے کسی دور جگہ پس لے آیا انہیں دردزہ (پیدائش کے وقت کا درد) ایک کھجور کے تنے کے پاس (بعد حسرت ویاس) کہنے لگیں کاش میں مر گئی ہوتی اس سے پہلے اور بالکل فراموش کردی گئی ہوتی تو اسے اس کے نیچے سے پکارا غم نہ کھا بے شک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بہا دی ہے اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر تازہ پکی کھجوریں گرینگی تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دینا میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کرونگی۔ (سورۃ مریم ۱۶ تا ۲۶)

ایک اور جگہ مذکور ہوا

''اور یاد کرو اس خاتون کو جس نے محفوظ رکھا اپنی عصمت کو پس ہم نے پھونک دیا اس میں اپنی روح سے اور ہم نے بنا دیا اسے اور اس کے بیٹے کو (اپنی قدرت کی نشانی) سارے جہان والوں کیلئے''۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۹۱' پ ۱۷)

ایک اور جگہ مذکور ہوا

''اور (مثال) مریم بنت عمران کی ہے جس نے اپنے گوہر عصمت کو محفوظ رکھا تو ہم نے پھونک دی اس کے اندر اپنی طرف سے روح''۔ پ ۲۸ (التحریم آیت ۱۲)

ایک اور جگہ مذکور ہوا بے شک مثال عیسیٰ کی اللہ کے نزدیک آدم کی مانند ہے بنایا اسے مٹی سے پھر فرمایا اسے ہو جا تو وہ ہو گیا۔ (آل عمران آیت ۵۹' پ ۳)

عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی:

حضرت مریم رضی اللہ عنہا جب اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد اپنی قوم میں واپس تشریف لائیں تو ان کی قوم کے لوگ آپ رضی اللہ عنہا کی گود میں بچہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور مارے خجالت وشرمندگی کے کچھ لوگوں نے رونا شروع کر دیا جبکہ کچھ مردوزن ملامت پر اتر آئے آپ رضی اللہ عنہا کو طعن وتشنیع کرنے لگے وہب

بن منبہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے آپ رضی اللہ عنہا کو زنا کار کہا تو وہ اسی وقت گونگا ہو گیا جبکہ ایک عورت نے آپ رضی اللہ عنہا کو تھپڑ مارنے کیلئے ہاتھ اٹھایا تو فوراً اس کا ہاتھ سوکھ گیا یہ دیکھ کر باقی لوگ ڈر گئے اور مریم رضی اللہ عنہا کو عار دلانے کیلئے کہنے لگے کہ تیرا باپ بھی بدکار نہ تھا تیری ماں بھی بدکار نہ تھی کیا کسی شادی شدہ عورت کو یوں عار دلائی جاتی ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا لوگوں کے طعنوں اور الزامات کے جواب میں خاموش رہیں اور لوگوں کو اشارے سے کہا کہ جو کچھ پوچھنا ہے اس بچے سے پوچھ لو۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہا کی اس بات کو سن کر طیش میں آ گئے اور آگ بگولہ ہو کر کہنے لگے کہ ہم اس بچے سے کیا پوچھیں جو کسی بات کا شعور ہی نہیں رکھتا ابھی وہ طعن کر ہی رہے تھے کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت مریم رضی اللہ عنہ کی گود میں تھے بول پڑے اور آپ علیہ السلام نے گواہی دی کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ کی اس چنیدہ بندی مرؔیم کا بیٹا ہوں اور آپ علیہ السلام نے اپنی پاکدامن والدہ پر لگائے جانے والے تمام الزامات کی تردید کی اور انہیں بتا دیا کہ میرے رب نے مجھے باپ کے بغیر پیدا فرمایا تا کہ تم اس رب کی شان قدرست کا مشاہدہ کر سکو اور اس نے مجھے بابرکت بنایا اور جب تک میں زندہ ہوں مجھے نماز پڑھنے اور زکوۃ ادا کرنے والا بنایا اور اپنی والدہ سے نیک برتاؤ کرنے والا بنایا۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''تو اسے گود میں لیے اپنی قوم کے پاس آئیں انہوں نے کہا اے مریم ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے۔ بچے نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا نبی کیا اور اس نے مجھے مبارک کیا جہاں کہیں میں ہوں اور مجھے نماز و زکوۃ کی تاکید فرمائی جب تک میں زندہ رہوں اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا اور مجھے زبردست بدبخت نہ کیا اور وہی

سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں''۔ (پ ۱۶ سورۃ مریم ۲۷ تا ۳۳)

عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن:

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی مشرق اور مغرب کے تمام بت منہ کے بل گر پڑے اور شیاطین حیران تھے کہ یہ کیا ہوا پھر ابلیس نے انہیں بتایا کہ عیسیٰ ابن مریم کی ولادت ہو چکی ہے اور وہ اپنی ماں کی گود میں لیٹے ہیں اور فرشتے ان پر جھکے ہوئے ہیں۔ آپ علیہ السلام کی ولادت کی رات ایک بہت بڑا ستارہ آسمان پر نمودار ہوا جسے دیکھ کر فارس کا بادشاہ ڈر گیا اس نے کاہنوں اس بابت دریافت کیا تو انہوں نے اسے بتایا کہ ملک شام میں کسی با عظمت و بابرکت بچے کی پیدائش ہوئی ہے بادشاہ آپ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہو گیا چنانچہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا مصر کی طرف روانہ ہو گئیں اور ایک عرصے تک وہیں قیام پذیر رہیں یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۱۲ سال ہو گئی۔

اس صغر سنی ہی میں آپ علیہ السلام کے ہاتھ پر معجزات کا صدور شروع ہو گیا حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس کاشتکار کے پاس حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام رہائش پذیر تھے اس کا کچھ مال گم ہو گیا گھر کے لوگ بہت پریشان ہوئے آپ علیہ السلام نے جب لوگوں کی پریشانی دیکھی تو آپ علیہ السلام نے ایک اندھے اور ایک لنگڑے شخص کی طرف اشارہ کیا جو کچھ ہی فاصلے پر بیٹھے تھے آپ علیہ السلام نے اندھے کو مخاطب کیا کہ اس لنگڑے کو اٹھا کر کھڑا ہو اندھے نے کہا میں یہ کیسے کر سکتا ہوں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ایسے ہی جیسے تم دونوں نے روشن دان سے مال چراتے وقت کیا تھا آپ علیہ السلام کی یہ بات سن کر وہ ششدر رہ گئے اور انہیں اعتراف کیے بغیر کوئی چارہ نہ رہا آپ علیہ السلام کے اس معجزے کو دیکھ کر باقی لوگ آپ علیہ السلام کی شان عظمت کے معترف ہو گئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی تصدیق کیلئے جو کلام کیا تھا اس کے بعد جو بھی گفتگو آپ نے کی وہ اپنے رب کی حمد وثناء ہی کی اور ایسی حمد و ثناء جو کبھی کسی نے نہ سنی آپ کی حمد وثناء قدرت کے شاہکار پر مشتمل تھی اور کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کا آپ علیہ السلام نے ذکر نہ کیا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مدرسہ پڑھنے کیلئے لے گئیں معلم نے آپ علیہ السلام کو ابجد پڑھنے کیلئے کہا عیسیٰ علیہ السلام نے معلم سے فرمایا کیا آپ جانتے ہیں کہ ابجد کیا ہے معلم نے کہا میں تو نہیں جانتا آپ علیہ السلام نے فرمایا آپ کو علم نہیں تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ الف سے مراد اللہ کی نعمتیں ب سے مراد اس کی شان قدرت اور ج سے مراد اس کا جمال اور د اللہ تعالیٰ کے حقوق اس کے سپرد کرنا سے ماخوذ ہے یہ سن کر معلم بہت حیران ہوا وہ آپ کی عظمت کا معترف ہو گیا۔

ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ماں کے پیٹ میں ہی انجیل پڑھا دی اور نبوت عطا فرما دی۔ ابن عساکر سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر کہا کرتے تھے کہ عیسیٰ بن مریم بچے تھے تو دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلا کرتے اور ان میں سے کسی ایک بچے کو کہا کرتے تھے کہ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے بتاؤں کہ تیری ماں نے تیرے لیے کیا پکایا ہے؟ تو وہ کہتا ہاں بتاؤ آپ علیہ السلام بتاتے کہ تیری ماں نے تیرے لیے فلاں چیز تیار کر رکھی ہے بچہ جاتا اور اپنی ماں سے کہتا مجھے کھانے کو کچھ دیجئے؟ جو تو نے میرے لیے تیار کر رکھی ہے ماں پوچھتی کہ میں نے تیرے لیے کیا پکایا ہے تو بچہ بتا دیتا کہ فلاں چیز تیار ہو چکی ہے ماں پوچھتی تجھے کس نے بتایا ہے تو وہ کہتا کہ عیسیٰ ابن مریم نے لوگوں نے کہا اگر ہم یونہی بچوں کو ابن مریم کے ساتھ چھوڑ دیں گے تو یہ انہیں خراب کر دے گا انہوں نے تمام بچوں کو ایک مکان میں بند کر دیا اور دروازے کو کنڈی لگا دی تا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نہ کھیل سکیں عیسیٰ علیہ السلام ان کی تلاش میں نکلے لیکن بچے کہیں نہ ملے آپ علیہ السلام نے اچانک ایک گھر میں ان کا شور سنا پوچھا یہ کون شور کر رہے ہیں تو لوگوں نے جھوٹ بولا کہ

یہ بندر اور خنزیر ہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ ایسا ہی ہو جب لوگوں نے اندر دیکھا تو سب بندر اور خنزیر تھے۔ (ابن کثیر)

حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ جب آپ علیہ السلام کی عمر مبارک تیرہ برس ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مصر سے ایلیا واپس آنے کا حکم فرمایا چنانچہ مریم رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی یوسف آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور آپ علیہ السلام کو ایلیا لے آئے عیسیٰ علیہ السلام انجیل کے نزول تک اسی شہر میں قیام پذیر رہے۔

مقدس کتاب انجیل دیگر معجزات وعلوم غیبیہ کا نزول:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جس وقت انجیل کا نزول ہوا وہ رمضان المبارک کی ۱۹ ویں شب تھی اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر مبارک تیس سال تھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو متعدد معجزے عطا فرمائے جن میں ایک پرندے بنانا تھا تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم قدرت پر شک سے باز رہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے کیسے پیدا ہو گئے اس معجزے کے ذریعے لوگوں کو مشاہدہ کروایا گیا کہ جب اللہ کا نبی بغیر ماں باپ کے صرف مٹی کی مورتی بنا کر اللہ کے حکم سے اس میں روح پھونک سکتا ہے اور پرندہ بن جاتا ہے تو وہ رب بغیر باپ کے بچہ پیدا کرنے پر کیونکر قدرت نہ رکھ سکتا ہوگا۔

الغرض بنی اسرائیل نے سرکشی کے اظہار کے طور پر آپ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو چمگادڑ بنا کر دکھائیں جب آپ علیہ السلام نے انہیں چمگادڑ بنا کر دکھا دی تو وہ مکر گئے اور اسے جادو قرار دینے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ایک اور معجزہ عطا فرمایا وہ مردوں کو زندہ کرنا تھا آپ علیہ السلام بحکم الٰہی دعا پڑھتے تو مردہ زندہ ہو جاتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے عیسیٰ علیہ السلام نے چار اشخاص کو زندہ کیا ۱) عازر ۲) بڑھیا کا بیٹا ۳) عاشر کی بیٹی ۴) سام بن نوح۔ آپ علیہ السلام کا دوست عازر جب فوت ہو گیا تو اس کی بہن نے آپ علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا کہ

آپ کا بھائی عازر فوت ہو گیا آپ علیہ السلام اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور بحکم الٰہی وہ زندہ ہو گیا اور کچھ زمانہ زندہ رہا اور اس کی اولاد بھی ہوئی ایک بڑھیا کا بیٹا فوت ہو گیا اسے چارپائی پر اٹھا کر لے جایا جا رہا تھا عیسیٰ علیہا السلام کے قریب سے جب جنازہ گزرا تو آپ علیہ السلام نے اس کیلئے دعا فرمائی اور بحکم الٰہی وہ زندہ ہو گیا اور وہ بھی کچھ زمانہ تک زندہ رہا اس کی اولاد بھی ہوئی۔

ایک شخص لوگوں سے بادشاہ کی طرف سے عشر وصول کرنے پر مامور تھا اس کی بیٹی فوت ہو گئی دوسرے دن عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے لیے دعا کی تو بحکم الٰہی وہ زندہ ہو گئی اس کی بھی بعد میں اولاد ہوئی۔

آپ علیہ السلام کی قوم اپنی سرکشی پر ڈٹی رہی اور یہ معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائی اور کہنے لگی کہ جو مردے آپ نے زندہ کیے ہیں انہیں مرے ہوئے کچھ ہی دن ہوئے تھے ہو سکتا ہے کہ وہ حقیقت میں مرے ہی نہ ہوں اور ان کو سکتہ کا مرض لاحق ہو چنانچہ آپ علیہ السلام نوح علیہ السلام کے بیٹے سام بن نوح کی قبر پر تشریف لے گئے جن کو فوت ہوئے چار ہزار سال گزر چکے تھے آپ علیہ السلام نے ان کی قبر پر دعا کی اور بحکم الٰہی انہیں بھی زندہ کر دیا جب وہ قبر سے نکلے تو خوف قیامت سے ان کے سر کے آدھے بال سفید ہو چکے تھے سام بن نوح نے پوچھا کیا قیامت برپا ہو گئی عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں نے تمہیں بحکم الٰہی دوبارہ زندہ کیا ہے۔ پھر سام بن نوح نے طوفان نوح کے متعلق بتایا پھر عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تم دوبارہ مر جاؤ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ موت عطا فرما دی۔

آپ علیہ السلام کی قوم کے کچھ لوگ یہ معجزہ دیکھ کر آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئے جبکہ کچھ اسے جادو ہی قرار دیتے رہے اور ایمان کی دولت سے محروم رہے۔ (روح المعانی)

عیسیٰ علیہ السلام کا ایک معجزہ مادر زاد اندھے اور برص والے کو شفا دینا بھی تھا۔

آپ علیہ السلام پیدائشی نابینا اور جس کی آنکھوں کا نشان نہ ہو اسے بھی بینائی عطا

فرما دیا کرتے تھے یونہی آپ علیہ السلام سفید داغ والوں اور جنگی اوپر سے جلد اتر جاتی ہے ایسے مریضوں کیلئے بھی دعا فرماتے تو وہ ٹھیک ہو جاتے۔

حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے تقریباً پچاس ہزار مریضوں کا ایمان لانے کی شرط پر علاج فرمایا۔

ان دو مرضوں سے شفا دینے کا معجزہ آپ علیہ السلام کو اس لیے بھی عطا ہوا کہ آپ علیہ السلام کے دور میں ان دو امراض کا علاج ناپید تھا اور تمام ماہر سے ماہر طبیب بھی ان امراض کا علاج کرنے سے قاصر تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی شان قدرت کے مشاہدہ کیلئے آپ علیہ السلام کو یہ معجزات عطا ہوئے۔ (روح المعانی)

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ آپ علیہ السلام کو بچپن ہی سے علوم غیبیہ عطا فرما دیئے گئے تھے مثلاً آپ علیہ السلام اپنے ساتھ کھیلنے والے بچوں کو پہلے ہی بتا دیا کرتے تھے کہ ان کی ماؤں نے ان کے لیے کیا پکا کر رکھا ہے۔

اسی طرح جب آپ علیہ السلام نے اپنی قوم سے دستر خوان کے اترنے پر کھانا ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا لیکن آپ علیہ السلام کی قوم نے دوسرے وقت کیلئے بچا کر رکھنا شروع کر دیا تو آپ علیہ السلام نے انہیں یہ بتا دیا کہ مجھے سب کچھ معلوم ہے جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو باقی وقت کیلئے اٹھا رکھتے ہو۔ (تفسیر کبیر)

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

”میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی طرح مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرندہ ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ بے شک ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو“۔ (پ۳ آل عمران آیت ۴۹)

ایک اور جگہ مذکور ہوا

''جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ بن مریم! یاد کرو میرا انعام اپنے پر اور اپنی والدہ پر جب میں نے مدد فرمائی تمہاری روح القدس سے باتیں کرتا تھا لوگوں سے (جبکہ تو ابھی) پنگھوڑے میں تھا اور جب پکی عمر کو پہنچا اور جب سکھائی میں نے تمہیں کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل اور تو بناتا تھا کیچڑ سے پرندے کی سی صورت میرے اذن سے پھر پھونک مارتا تھا اس میں تو وہ (مٹی کا بے جان پتلا) بن جاتا تھا پرندہ میرے ازن سے اور (جب) تو تندرست کر دیا کرتا تھا مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے ازن سے اور جب تو (زندہ کر کے) نکالا کرتا تھا مردوں کو میرے ازن سے''۔

(پ ۷ المائدہ آیت ۱۱۰)

عیسیٰ علیہ السلام کے حوارین:

حوارین وہ ہیں جو سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے انہوں نے حضرت عیسیٰ علی السلام کے معجزات سے متاثر ہو کر ایمان قبول کیا اور آپ علیہ السلام ۔کے حوارین کہلائے۔ مختلف اقوال کے مطابق آپ علیہ السلام کے کچھ حوارین مچھلی کا شکار کرتے تھے ایک مرتبہ آپ علیہ السلام کا ان کے پاس سے گزر ہوا آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ اگر میری اطاعت کرو تو لوگ تمہارے تابعدار بن جائیں گے انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا عیسیٰ ابن مریم اور اللہ کا بندہ و رسول ہوں لوگوں نے آپ علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا تو آپ علیہ السلام نے انہیں پانی میں جال ڈالنے کیلئے کہا جب انہوں نے دریا میں جال ڈالا تو اتنی مچھلیاں نکلیں کہ دو کشتیاں بھر گئیں حالانکہ اس سے پہلے رات بھر کئی مرتبہ انہوں نے جال پھینکا مگر کوئی مچھلی ہاتھ نہ آئی تھی۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کے اس معجزے کو دیکھ کر وہاں موجود تمام لوگ ایمان لے آئے۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک بادشاہ نے لوگوں کو دعوت پر بلایا طعام تقسیم کرنے کے لیے ایک پیالہ عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا آپ علیہ السلام نے تقسیم کرنا شروع کیا تو وہ ایک ہی تمام لوگوں کو کافی ہو گیا اور پھر بھی ختم نہ ہو سکا بادشاہ اور اسے کے قریبی دوستوں نے یہ معجزہ دیکھا تو ایمان لے آئے۔

ایک مرتبہ آپ علیہ السلام کی والدہ نے آپ علیہ السلام کو ایک رنگریز کے پاس سیکھنے کیلئے بٹھایا کہ کپڑے کیسے رنگے جاتے ہیں آپ علیہ السلام نے ایک دن تمام رنگ ایک برتن میں ڈال کر پکا دیئے اور اسی ایک برتن میں تمام کپڑے بھی ڈال دیئے اور کپڑوں سے مخاطب ہو کر کہا تم اللہ کے حکم سے ایسے ہی ہو جاؤ جیسے میں چاہتا ہوں پھر آپ علیہ السلام نے رنگریز سے فرمایا کہ کپڑے رنگے جا چکے ہیں آپ نکال لیں اس نے جب کپڑے نکالنا شروع کیے تو وہ اسی طرح رنگے ہوئے تھے جیسے اس نے نشان لگائے تھے کوئی زرد کوئی سبز کوئی سرخ کوئی نیلا چنانچہ آپ علیہ السلام کا یہ معجزہ دیکھ کر وہاں موجود سب لوگ آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور تمام لوگ جن میں کچھ شکاری تھے کچھ کپڑے رنگنے والے تھے کچھ دھوبی تھے کچھ بادشاہ اور اس کے قریبی احباب تھے یہ سب حوارین کہلائے یہ سب آپ علیہ السلام کے مددگار اور آپ علیہ السلام کے تابعدار تھے۔ (کبیر، روح المعانی)

آپ علیہ السلام کے ان حوارین کا ذکر قرآن حکیم میں یوں مذکور ہوا

''اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ بولے ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں''۔

(پ ۷ سورہ المآئدہ آیت ۱۱۱)

ایک اور جگہ مذکور ہوا۔

''پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں اے ہمارے رب ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو تو نے اتارا اور رسول کے تابع ہوئے تو ہمیں حق پر

گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔'' (پ۳، آل عمران آیت ۵۲،۵۳)

مائدہ کا نزول:

عیسیٰ علیہ السلام کے حوارین نے آپ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ آپ اپنے رب سے ہمارے لیے آسمان سے طعام اتاریں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو تنبیہ فرمائی کہ مجھ سے زیادہ معجزات ونشانیوں کا مطالبہ نہ کرو بلکہ تم اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھو، تاکہ تمہاری امیدیں پوری ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور میری نبوت پر کامل یقین رکھو اگر تمہارا ایمان خالص ہے تو پھر یہ مطالبہ کیوں کررہے ہو تو آپ علیہ السلام کے حوارین بولے کہ یہ مطالبہ دیکھنے کے لیے نہیں بلکہ اس لیے ہے کہ ہماری بھوک بھی رفع ہو اور آسمان سے کھانا نازل ہونے پر ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آپ کی صداقت و نبوت پر یقین کامل حاصل ہو جائے گا اور ہم دوسروں کو بھی اس مستحب وعظیم معجزے کے متعلق بتائیں گے تاکہ انہیں بھی یقین اور اطمینان آپ کے متعلق حاصل ہو وہ بھی آپ کی معرفت حاصل کرلیں اور یہ کھانا ہمارے لیے باعث تبرک ومحبت والفت بھی ہوگا۔

چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے حوارین کے اس مطالبہ کے پورا ہونے کی دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ آپ کے حوارین کے اس مطالبہ کو میں پورا تو کررہا ہوں لیکن اس طعام کے نازل ہونے کے بعد جو بھی ان میں سے کفر کرے گا اور تمہاری تابعداری سے روگردانی کرے گا اسے ایسی سزا دوں گا اور ایسے عذاب میں مبتلا کروں گا جو کبھی کسی کو نہ دیا ہوگا۔

چنانچہ آسمان سے ایک سرخ دسترخوان نازل ہوا۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے وضو فرمایا نوافل ادا کیے اور روتے ہوئے دعا فرمائی کہ یا اللہ اس خوان کو ہمارے لیے رحمت بنا اور ہمارے لیے تباہی اور عذاب نہ بنا پھر آپ علیہ السلام نے خوان پر سے کپڑا ہٹایا اور بسم اللہ خیر الرازقین پڑھی۔ دیکھا تو اس میں بغیر کانٹے اور چھلکے کے بنی ہوئی مچھلی اور ہر قسم کی سبزیاں اور پانچ روٹیاں جن میں ایک پر شہد دوسری پر گھی تیسری پر زیتون چوتھی پر پنیر اور پانچویں پر بھنا ہوا گوشت موجود تھا۔ آپ علیہ السلام نے حوارین سے فرمایا کہ یہ دنیا کا کھانا ہے نہ

آخرت کا بلکہ رب تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اسے ابھی پیدا فرمایا ہے تم رب کا شکر کرو وہ تم پر اپنا فضل اور بڑھا دے گا۔

آپ علیہ السلام کے حوارین نے اس خوان میں بھی معجزے کا مطالبہ کیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے بھنی مچھلی سے فرمایا اللہ کے حکم سے زندہ ہو جاوہ مچھلی تڑپی اور زندہ ہوگئی آپ علیہ السلام نے پھر فرمایا اپنی پہلی حالت میں آ جاوہ پھر اسی طرح بھنی ہوئی شکل میں آ گئی۔ حوارین نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اس کھانے کو ذخیرہ نہ کریں مگر ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کی نافرمانی کی اور اس کھانے میں خیانت کی اور اگلے وقت کیلئے اسے چھپا کر رکھ لیا۔ ان کی اس نافرمانی اور خیانت کے سبب اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب میں مبتلا فرما دیا حوارین جب صبح سو کر اٹھے تو خنزیر بنا دیئے گئے اسی حالت میں یہ تین دن زندہ رہے اور پھر مر گئے۔

(جلالین، مساوی، بیضاوی، روح المعانی، تفسیر کبیر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''بے شک بروز قیامت سخت ترین عذاب مائدہ میں خیانت کرنے والے منافقین اور فرعون اور اس کی قوم کو ہوگا''۔ (روح المعانی)

قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ بن مریم کیا آپ کا رب ایسا کرے گا کہ ہم پر آسمان سے ایک خوان اتارے کہا اللہ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو بولے ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو اور ہم آنکھوں سے دیکھ لیں کہ آپ نے ہم سے سچ فرمایا اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں۔ عیسیٰ بن مریم نے عرض کی اے اللہ اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلے پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ اللہ نے فرمایا میں اسے تم پر اتارتا ہوں پھر اس کے

بعد جو تم میں سے کفر کرے گا تو بے شک میں اسے وہ عذاب دونگا کہ سارے جہاں میں کسی پر نہ کرونگا۔ (پ ۷ سورہ المائدہ آیت ۱۱۲ تا ۱۱۵)

عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سازش:

عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات وکمالات دیکھ کر آپ علیہ السلام کی دعوت حق پر جب لوگ ایمان لانے لگے اور آپ علیہ السلام کو شہرت دوام حاصل ہونے لگی تو یہودی نہ صرف اپنے کفر وسرکشی پر ڈٹے رہے بلکہ انہوں نے آپ علیہ السلام سے حسد کرنا شروع کر دیا وہ آپ علیہ السلام کے معجزات کو جادو قرار دینے لگے اور آپ علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق کرنے کے بجائے آپ علیہ السلام کو جادوگر کہنے لگے۔ آپ علیہ السلام کے نسب پر طعن کرنے لگے آپ علیہ السلام کی دعوت حق پر غیظ وغضب سے بھر گئے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کے قتل کی سازشیں کرنے لگے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے معتقدین ومتبعین سے فرمایا کہ کون اللہ کے دین کی مدد کرے گا تو انہوں نے کہا ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں اور بناء کسی اجرت وغرض کے ہم آپ کی ہر طرح سے مدد کریں گے پھر رب تعالیٰ کے حضور عرض گزار ہوئے یا اللہ ہم تیری تمام نازل شدہ کتابوں اور انبیاء کرام کو عطا کیے ہوئے معجزات پر ایمان لائے اور تیرے رسول کے سچے دل سے پیروکار بنے۔ (تفسیر نعیمی، تفسیر کبیر)

قرآن حکیم میں مذکور ہوا۔

"پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا تو کہا کون ہوتے ہیں میرے پروردگار اللہ کی طرف حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں اے ہمارے رب ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے اتارا اور رسول کے تابع ہوئے تو ہمیں حق پر گواہی دینے والوں میں لکھ لے اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کو ہلاک کرنے کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر والا ہے"۔

(پ ۳ آل عمران آیت ۵۲ تا ۵۴)

• ایک اور جگہ مذکور ہوا

''اور جب میں نے روک دیا تھا بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو آیا تھا ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تو کہا جنہوں نے کفر کیا تھا ان سے کہ یہ سب (معجزات) نہیں ہیں مگر کھلا ہوا جادو اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ ایمان لاؤ میرے ساتھ اور میرے رسول کے ساتھ انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور (اے مولا) تو گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں''۔(پ ۷ المائدہ آیت ۱۱۰ تا ۱۱۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ اٹھایا جانا:

روایات میں آیا ہے کہ جس یہودی بادشاہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم نافذ کیا اس کا نام یہودا تھا اس نے حکم صادر کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے کر سولی ہی پر لٹکتا چھوڑ دیا جائے اس کام کیلئے ایک منافق جس کا نام ططیانوس تھا اور جو بظاہر عیسیٰ علیہ السلام کا حواری جانا جاتا تھا اس نے تیس درہم کے لالچ میں یہ کام کرنا قبول کر لیا۔

یہ سب عیسیٰ علیہ السلام کو بھی معلوم تھا لیکن آپ علیہ السلام رب تعالیٰ کی رضا میں راضی رہے اسے کچھ نہ کہا اور نہ ہی کسی اور کو اس کے قتل پر مامور کیا۔

ططیانوس نے اپنے ہمراہ ساتھیوں کو باہر کھڑا کیا اور خود اندر آ گیا پھر اس نے دیکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو کھڑکی کے ذریعے آسمان پر زندہ اٹھا لیا گیا وہ یہ منظر دیکھ کر کافی دیر تک تعجب و حیرانی میں مبتلا رہا اللہ تعالیٰ نے اسے ...ن علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا جب وہ باہر نکلا تو یہودیوں نے یہی سمجھا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں انہوں نے اسے پکڑ لیا وہ چیخ چیخ کر یہودیوں کو یقین دلاتا رہا کہ وہ ططیانوس ہے ...کن یہودیوں نے ایک نہ سنی اس نے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ تم عیسیٰ ہو اور تم نے ہمارے ساتھی کو قتل کر دیا ہے اب ہمیں دھوکہ دینا چاہتے ہو بالآخر انہوں نے اسے سولی پر لٹکا دیا اور تمام یہودی اس بات پر متفق ہو گئے اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ہی سولی چڑھایا ہے۔ (خازن' روح المعانی' نعیمی) حسن بصری سے روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو جس وقت آسمان پر اٹھایا گیا

آپ علیہ السلام کی عمر چونتیس سال تھی۔

قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''اور یہودیوں نے بھی (مسیح کو قتل کرنے کی) خفیہ تدبیر کی اور (مسیح کو بچانے کیلئے) اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر (اور موثر) خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔ یاد کرو جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ یقیناً میں پوری عمر تک پہنچاؤ نگا تمہیں اور اٹھانے والا ہوں تمہیں اپنی طرف اور پاک کرنے والا ہوں تمہیں ان لوگوں (کی تہمتوں سے) جنہوں نے (تیرا) انکار کیا''۔ (پ۳' آل عمران آیت ۵۴ تا ۵۵)

ایک اور جگہ مذکور ہوا۔

''(ان پر پھٹکار کی) وجہ یہ تھی کہ انہوں نے توڑ دیا اپنے وعدے کو اور انہوں نے انکار کیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا اور انہوں نے قتل کیا انبیاء کو ناحق اور انہوں نے یہ (گستاخانہ) بات کہی کہ ہمارے دل پر غلاف چڑھے ہیں (یوں نہیں) بلکہ مہر لگا دی اللہ نے ان کے دلوں پر بوجہ ان کے کفر کے سو وہ ایمان نہیں لائیں گے مگر تھوڑی سی تعداد اور ان کے کفر کے باعث اور مریم پر بہتان عظیم باندھنے کے باعث اور ان کے اس قول سے کہ ہم نے قتل کر دیا ہے مسیح عیسیٰ فرزند مریم کو جو اللہ کا رسول ہے حالانکہ نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ اسے سولی چڑھا سکے بلکہ مشتبہ ہو گئی ان کے لیے (حقیقت) اور یقیناً جنہوں نے اختلاف کیا ان کے بارے میں وہ بھی شک وشبہ میں ہیں ان کے متعلق نہیں ان کے پاس اس امر کا کوئی صحیح علم بجز اس کے کہ وہ پیری کرتے ہیں گمان کی اور نہیں قتل کیا انہوں نے اسے یقیناً بلکہ اٹھا لیا ہے اسے اللہ نے اپنی طرف اور ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا''۔

(پ۶ النساء آیت ۱۵۵ تا ۱۵۸)

عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر نزول: قرآن حکیم واحادیث مبارکہ کی روشنی میں:

تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات سے پہلے دوبارہ زمین پر نزول فرمائیں گے تمام اہل کتاب آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے اور اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''اور کوئی ایسا نہیں ہوگا اہل کتاب سے مگر وہ ضرور ایمان لائے گا مسیح پر ان کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن وہ ہوں گے ان پر گواہ''۔

(پ ٦ سورہ النساء آیت ١٥٩)

جیسا کہ احادیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن مریم ایک عادل حاکم کی حیثیت سے تم میں ضرور اتریں گے وہ دجال اور خنزیر کو قتل کریں گے صلیب کو توڑیں گے اور سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کو کیا جائے جو پروردگار عالم ہے۔

ایک اور جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں سے ارشاد فرمایا عیسیٰ (علیہ السلام) مرے نہیں اور قیامت سے پہلے وہ تمہاری طرف لوٹ کر آئینگے۔

قرآن حکیم میں مذکور ہوا

''اور کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا''۔ پ ٦ سورہ النساء آیات ١٥٩)

علامہ آلوسی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں سے اترنے کے وقت جتنے اہل کتاب موجود ہوں گے ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا جو آپ کی وفات سے پہلے آپ پر ایمان نہ لائے یعنی تمام دین ختم ہو جائیں گے اور پوری دنیا میں صرف دین اسلام باقی رہ جائے گا۔ (روح المعانی)

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ دنیا میں نزول ہونے

تذکرہ کیا جارہا ہے۔

قرآن حکیم میں ایک اور جگہ مذکور ہوا

"اور بے شک عیسیٰ قیامت کی خبر ہے تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا اور میری تابعداری کرنا یہ سیدھی راہ ہے"۔ پ۲۵ الزخرف آیت ۶۱)

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے ظاہر ہوا کہ قیامت قریب ہونے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں نزول فرمائیں گے یعنی آپ علیہ السلام کا نزول قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اسی لیے آپ علیہ السلام کے نزول کو علم کہا گیا کیونکہ آپ علیہ السلام کے نزول سے معلوم ہو جائے گا کہ قیامت آنے والی ہے۔ (روح المعانی، حاشیہ جلالین، تفسیر ابوالسعود)

جیسا کہ قرآن حکیم میں ایک اوو جگہ مذکور ہوا

"اور لوگوں سے کلام کرے گا پنگھوڑے میں اور پکی عمر میں"۔

(پ۳ سورہ آل عمران آیت ۴۶)

علامہ رازی بیان فرماتے ہیں کہ یہاں پکی عمر سے مراد آخر زمانہ میں جب آپ علیہ السلام دنیا میں نزول فرمائیں گے اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر پکی ہو گی آپ لوگوں سے کلام فرمائیں گے۔ (تفسیر کبیر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اور عیسیٰ علیہ السلام تم میں حاکم اور عادل بن کر اتریںگے صلیب کو توڑ ڈالیں گے جزیہ کا حکم ختم کر دیں گے (مال و دولت کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ) آپ مال لوگوں کو عطا کریں گے کوئی قبول کرنے والا نہ ہو گا اس وقت کا ایک سجدہ دین اور دنیا کے مال و دولت سے افضل ہو گا پھر حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو "اہل کتاب میں سے کوئی بھی نہیں رہے گا یہاں تک کہ آپ پر ایمان لے آئے گا"۔

(بخاری و مسلم مشکوٰۃ، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"قسم ہے اللہ تعالیٰ کی ابن مریم حاکم و عادل بن کر ضرور بہ ضرور اتر ینگے صلیب کو توڑ دیں گے اور ضرور بہ ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور یقینی طور پر جزیہ کو ختم کر دیں گے اونٹوں کو چھوڑ دیں گے ان پر کوئی عمل نہیں کریں گے عداوت، بغض و حسد کو ختم کر دیں گے مال کی طرف لوگوں کو بلائیں گے کوئی اسے قبول نہیں کرے گا"۔

(بخاری و مسلم و مشکوٰۃ، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ ابن مریم اتر ینگے لوگوں کے امیر انہیں کہیں گے آؤ ہمیں نماز پڑھاؤ آپ فرمائیں گے نہیں بے شک تم میں سے بعض امیر ہیں بعض پر آپ کا یہ ارشاد اس تکریم کے پیش نظر ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا کی ہے۔

(مسلم، مشکوٰۃ، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ بن مریم زمین پر اتر ینگے پھر شادی کریں گے اور آپ کی اولاد ہوگی اور پینتالیس سال ٹھہریں گے یہاں تک کہ ابوبکر اور عمر کے درمیان ہوں"۔

(مشکوٰۃ باب نزول عیسی علیہ السلام)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس تو ابوبکر اور عمر اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے سوا اور جگہ نہیں"۔ (مسند احمد)

عبداللہ بن سلام سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں عیسیٰ بن مریم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیخین کے پاس دفن کیے جائیں گے اور ان کی قبر چوتھ[illegible] گی۔

([illegible]ی وطبرانی)

عبداللہ بن سلام نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت توراۃ میں موجود ہے اور یہ بھی توراۃ میں ہے کہ عیسیٰ بن مریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدفون ہوں گے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ علیہ السلام آ کر دعوت اسلام فرمائیں گے ان کے زمانہ پاک میں اسلام کے سوا تمام دین مٹ جائیں گے اور شیر اونٹ کے ساتھ اور چیتا گائے کے ساتھ اور بھیڑیا بکری کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپ سے کھیلیں گے اور وہ انہیں نقصان نہ دے گا"۔ (مسند احمد)

ایک اور حدیث مبارکہ میں مذکور ہوا

"اس وقت تک قیامت برپا نہ ہوگی جب تک عیسیٰ بن مریم کا نزول نہ ہو"۔ (بخاری باب کر الصلیب) (کتاب المظالم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خروج دجال کے بعد فرمایا اس اثناء میں کہ مسلمان اس سے لڑنے کی تیاری کر رہے ہوں گے صفیں درست کر رہے ہوں گے اور نماز کیلئے اقامت کہی جا چکی ہوگی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور مسلمانوں کی امامت کرائیں گے اور دشمن خدا دجال ان کو دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے اگر آپ اس کو اپنی حالت پر ہی چھوڑ دیں تو وہ ازخود پگھل کر مر جائے مگر اللہ تعالیٰ اس کو ان کے ہاتھوں قتل کرائے گا اور آپ اپنے نیزے میں اس کا خون لگا ہوا لوگوں کو دکھائیں گے۔" (مشکوۃ المصابیح)

(یہاں جس نماز کا ذکر ہوا وہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد دوسری نماز ہے پہلی نماز امام مہدی پڑھائیں گے اور آپ ان کی اقتداء میں ہوں گے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میرے اور ان (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور یہ کہ وہ

،زنے والے ہیں یعنی جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا ان کا قد درمیانہ ان کی رنگت سرخ و سفید دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے گویا ان سے اب پانی ٹپکنے والا ہے حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہ ہوں گے وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے خنزیر کو مار ڈالیں گے جزیہ ختم کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں اسلام کے علاوہ تمام ملتوں کو ختم کر دے گا اور وہ مسیح دجال کو قتل کر دیں گے اور وہ زمین میں چالیس سال قیام فرمائیں گے اور پھر وہ وفات پا جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھائیں گے"۔

(ابوداؤد کتاب الملاہم باب خروج الدجال، مسند احمد)

حضرت نواس بن سمعان نے دجال کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا

"اس اثناء میں اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو بھیج دے گا اور وہ دمشق کے مشرقی حصہ میں سفید مینار کے پاس زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے پروں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے جب وہ سر جھکائیں گے تو یوں محسوس ہوگا کہ قطرے ٹپک رہے ہیں اور جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح قطرے ڈھلکتے نظر آئیں گے ان کے سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی اور وہ ان کی حد نظر تک جائے گی اور وہ زندہ نہ بچے گا پھر ابن مریم دجال کا پیچھا کریں گے اور (مقام) لد کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے"۔

(مسلم زکر الدجال، ابوداؤد کتاب الملاحم، ترمذی ابواب الفتن)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل:

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں سب لوگوں سے زیادہ عیسیٰ بن مریم کے قریب ہوں میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں"۔ (بخاری شریف)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اللہ تعالیٰ کی شان قدرت کی عظیم نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا اور آپ علیہ السلام کی پیدائش

بغیر باپ کے واسطہ کے اللہ تعالیٰ کے کلمہ ''کن'' سے ہوئی گو کہ تمام ہی مخلوق کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن سے ہی ہوتی ہے لیکن ان سب کے پیدا ہونے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ذرائع مقرر کیے ہوئے ہیں اور اسباب و وجوہات کے سبب مخلوق کی پیدائش عمل میں آتی ہے لیکن چونکہ آپ علیہ السلام کی پیدائش کے لیے کوئی سبب نہ تھا آپ علیہ السلام بغیر باپ بغیر نطفہ کے ذریعے اپنی والدہ کے شکم مبارک میں آ گئے اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن کی نسبت آپ کی طرف زیادہ کامل ہے۔ (تفسیر کبیر)

آپ علیہ السلام کی بشارت دیگر انبیاء کرام کی کتب میں مذکور ہوئی۔ آپ علیہ السلام نے شیر خوارگی میں ہی کلام فرما کر اپنی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی وتقدس اور پاکدامنی کی گواہی دی۔

آپ علیہ السلام کا لقب مسیح تھا اور اس لقب کا شہرہ کئی وجوہات کی بناء پر ہوا وہ یہ کہ آپ کسی آفت زادہ شخص یا مریض پر اپنا ہاتھ پھیر دیتے تو اسے شفا مل جاتی آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرتے اس لیے بھی آپ علیہ السلام کو مسیح کہا گیا رب تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو گناہوں سے دور رکھا اور جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو اپنے پروں سے مس کیا تا کہ آپ شیطان سے محفوظ رہیں آپ علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو آپ کے تیل لگا ہوا تھا اور عام بچوں کی طرح آپ کے بالوں کو تیل لگانے کی ضرورت نہیں پڑی۔

مسیح کا لقب آپ علیہ السلام کی شرافت وکرامت اور مراتب کی بلندی پر دلالت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لقب کو پہلے ذکر فرمایا تا کہ شروع ہی میں آپ علیہ السلام کی شان و مرتبہ لوگوں پر آشکارا ہو جائے آپ علیہ السلام بروز قیامت زاہدوں کے سردار ہوں گے اور گناہوں سے فرار پانے والے بروز قیامت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے۔

آپ علیہ السلام مستجاب الدعوات تھے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا سے مردوں کو زندہ کیا، پیدائشی اندھوں کو بینائی عطا فرمائی اور برص ۔۔۔ اس دور میں ایک

لاعلاج مرض تھا اس کے مریضوں کو آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھالیا چنانچہ آپ زندہ ہیں اور قرب قیامت کے وقت آپ علیہ السلام کا دوبارہ نزول ہوگا اور آپ کے دور میں اسلام کو فتح حاصل ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنی طرف سے روح بواسطہ جبرائیل علیہ السلام پھونک کر آپ کو اپنا مقرب بنایا اور روح اللہ کا لقب عطا فرمایا۔ (تفسیر کبیر وابن کثیر)

عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال وافعال مبارکہ:

ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے قیامت کا تذکرہ ہوتا تو آپ زاروقطار روتے اور فرماتے کہ ابن مریم کے یہ شایان شان نہیں کہ قیامت کا تذکرہ ہو اور وہ چپ رہے"۔

عبدالملک بن سعید سے روایت ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کوئی نصیحت کی بات سنتے تو اس طرح روتے جس طرح مرنے والے پر عورتیں روتی ہیں۔

عبدالرزاق سے روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں اس طرح عرض گزار ہوتے "اے اللہ میں نے اس حال میں صبح کی میں جس چیز کو ناپسند کرتا ہوں اس کو اپنے آپ سے دور نہیں کرسکتا اور جس چیز کی تمنا کرتا ہوں اس کے نفع کا مالک نہیں بن سکتا۔ معاملہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے مجھ سے بڑھ کر کوئی محتاج نہیں اے اللہ مجھ پر میرے دشمنوں کو خوش نہ کرنا اور میرے دوستوں کو میرے بارے میں غمگین نہ بنانا۔ میری مصیبت کو میرے دن کی مصیبت نہ بنا اور مجھ پر کسی ایسے شخص کو مسلط نہ فرما جس کے دل میں رحم نہ ہو"۔

فضل بن عیاض یونس بن عبید سے روایت کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے "کوئی شخص اس وقت تک حقیقتاً ایمان تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا تھا جب تک وہ دنیاوی خوراک سے بے نیاز نہیں ہو جاتا"۔

حضرت فضیل سے روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے میں نے مخلوق میں غور کیا تو میں نے مخلوق کی ان چیزوں کو زیادہ پسندیدہ پایا جو تخلیق نہیں ہوئیں۔

معتمر بن سلیمان سے روایت ہے کہ ایک روز عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے پاس تشریف لے گئے آپ علیہ السلام پر ایک اونی جبہ ایک چادر تھی ایک تہبند تھا جو صرف ستر کو کافی تھا آپ علیہ السلام برہنہ پاؤں تھے ہونٹ پیاس سے خشک اور رنگت بھوک سے زرد ہو چکی تھی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اے اسرائیل کی اولاد میں وہ شخص ہوں جس نے اللہ کے حکم سے اس دنیا کو اس کے اصل مقام پر رکھا ہے اس پر نہ مجھے فخر ہے اور نہ ہی غرور جانتے ہو میرا گھر کہاں ہے؟ حواری غرض کرنے لگے اے روح اللہ بتایئے آپ کا گھر کہاں ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا میرا گھر عبادت خانے ہیں میری مشک پانی ہے میرا سالن بھوک ہے میرا چراغ رات کے وقت چمکتا چاند ہے سردیوں میں میری نماز سورج کی روشنی کی جگہ پر ہوتی ہے میری خوشبو زمین کی سبزیاں ہیں میرا لباس صوف کا ہے میرا شعار رب تعالیٰ کا خوف ہے اور میرے ہم نشین غرباء و مساکین ہیں میری ملکیت میں نہ صبح کوئی چیز ہوتی اور نہ شام کو میں پھر بھی خوش ہوں مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں بھلا مجھ سے زیادہ غنی اور نفع حاصل کرنے والا کوئی ہے کیا؟

عبداللہ بن دینار رحمتہ اللہ علیہ نے ابن عمر سے روایت فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا جو کی روٹی کھاؤ صاف پانی پیو اور دنیا سے محفوظ اور امن کی حالت میں نکلو۔ خدا کی قسم میں تم سے حق بات کہتا ہوں دنیا کی شرینی آخرت کی تلخی ہے اور دنیا کی تلخی آخرت کی حلاوت ہے۔ اللہ کے بندے ناز و نعم کی زندگی نہیں گزارتے میں تم سے سچ کہتا ہوں بدترین عالم وہ ہے جو علم پر دنیا کو ترجیح دیتا ہے۔ تمام لوگ اسی کی مانند ہیں (تو عالم اور جاہل میں کیا فرق ہوا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے اے بنی اسرائیل! تم پر لازم ہے کہ سادہ پانی پیو تازہ سبزیاں کھاؤ اور جو کی روٹی سے پیٹ بھرو گندم کی روٹی سے بچو کیونکہ تم اس نعمت کا شکر ادا نہیں کر سکو گے"۔

حضرت ابن وہب روایت فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے "دنیا کی محبت ہر گناہ کی بنیاد ہے اور بدنگاہی دل میں شہوت کا بیج بو دیتی ہے"۔

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اے آدم کے کمزور بیٹے جہاں کہیں ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور دنیا میں مسافر کی زندگی بن کر گزار۔ مساجد کو اپنا گھر بنا، آنکھ کو رونا سکھا، جسم کو صبر کی تعلیم دے دل کو غور و فکر سے آشنا کر اور کل کی روزی کا اہتمام مت کر۔''

آپ علیہ السلام نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ''جس طرح کوئی شخص دریا کی موج پر گھر نہیں بنا سکتا اسی طرح وہ دنیا میں ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔''

حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عیسیٰ ابن مریم کا ارشاد ہے:
''مومن کے دل میں حُب دنیا اور حُب آخرت یکجا نہیں ہو سکتیں۔ جس طرح پانی اور آگ ایک برتن میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔''

حضرت عبداللہ صوفی سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔
''دنیا کے طالب کی مثال سمندر کا پانی پینے والے کی ہے وہ جس قدر زیادہ پانی پیتا جاتا ہے اسی قدر پیاس بڑھتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ یہ پیاس اسے موت کی نیند سلا دیتی ہے۔''

عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک ویران شہر سے ہوا۔ بنیادوں کو دیکھ کر آپ علیہ السلام بہت متعجب ہوئے۔ پھر بارگاہ خداوندی میں عرض کی اے میرے رب اس شہر کو حکم دے کہ وہ میرے سوالوں کا جواب دے۔ اللہ تعالیٰ نے شہر کو قوتِ گویائی عطا فرمائی اور حکم دیا کہ اے ویران شہر عیسیٰ علیہ السلام کو جواب دے۔ چنانچہ شہر نے گفتگو کرنا شروع کی۔ اے میرے پیارے عیسیٰ تو مجھ سے کیا پوچھنا چاہتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا اے شہر تیرے درختوں، نہروں، اور محلات کو کیا ہوا اور بتا تیرے باسی کہاں گئے؟ شہر نے جواب دیا اے میرے حبیب! تیرے رب کا سچا وعدہ آ پہنچا میرے درخت خشک ہو گئے، میری نہروں کا پانی زمین میں جذب ہو گیا۔ میرے محلات زمین بوس ہو گئے اور میرے باسی لقمۂ اجل بن گئے۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا ان کی مال و دولت کہاں گئی۔ شہر نے جواب دیا انہوں نے جو حلال و حرام کو جمع کیا وہ سب میرے پیٹ میں مدفون ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کے خزانے اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام نے بلند آواز سے فرمایا مجھے تین آدمیوں پر حیرانی ہے ایک وہ جو

دنیا کی تلاش میں ہے حالانکہ موت اس کو تلاش کر رہی ہے۔ دوسرے وہ جو محلات تعمیر کر رہا ہے حالانکہ اس کی منزل قبر ہے تیسرے وہ جو قہقہہ لگا کر ہنستا ہے حالانکہ اسے آگ کا سامنا ہے اے ابن آدم نہ تو تو زیادہ سے سیر ہوتا ہے اور نہ تھوڑے پر قناعت کرتا ہے تو اس شخص کیلئے مال جمع کرتا ہے جو تیری تعریف نہیں کرتا اور تو اپنے رب کے پاس جا رہا ہے تو تیرا کوئی عذر نہیں سنے گا۔ تو اپنے پیٹ اور شہوت کا غلام ہے تیرا پیٹ صرف اسی وقت بھرے گا جب تو قبر میں چلا جائے گا اور تو اے آدم کے بیٹے اپنا سارا مال دوسرے کے میزان میں دیکھے گا۔

عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے ''جس نے علم حاصل کیا اور اس کی تعلیم کو عام کیا اور خود بھی اس پر عمل کیا تو اسے آسمان کی بادشاہیوں میں ''عظیم'' کے نام سے پکارا جائے گا''۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا حکمت کی بات کسی ایسے شخص کو مت دو جو اس کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور جو حکمت و دانائی کی باتوں کا آرزومند نہیں ہے وہ خنزیر سے بھی زیادہ برا ہے''۔

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے ارشاد فرمایا تم میں جہالت کی دو خصلتیں ہیں بغیر تعجب کے ہنسنا اور جگہ۔ تے کے بغیر دن کو آرام کرنا''۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا لوگوں میں سب سے زیادہ فتنہ باز کون ہے؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا بھٹکا ہوا عالم کیونکہ عالم جب، بھٹک جاتا ہے تو اس کی لغزش سے پورا عالم گمراہ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین انسان وہ عالم ہے جو اپنے علم کے ذریعے دنیا طلب کرتا ہے''۔

ابوعمر ضریر فرماتے ہیں کہ جب کبھی عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے موت کا ذکر کیا جاتا تو آپ کے جسم سے خون جاری ہو جاتا''۔ (ابن کثیر)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''شیطان دنیا کے ساتھ ہے اور اس کا مکروفریب مال و دولت کے ساتھ ہے اس کی تزئین و آرائش خواہش کے ساتھ ہے اور اس کا غلبہ شہوت کے وقت ہوتا ہے''۔

حضرت اعمش خثیمہ روایت کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کیلئے کھانا رکھ دیتے اور خود ان کے پاس (خدمت کیلئے) کھڑے ہو جاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ تم بھی اسی طرح دعوت کیا کرو"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ بہتری اس شخص کیلئے ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کی اور اس کی اتباع کی آپ علیہ السلام نے فرمایا سعادت ہے اس شخص کیلئے جو اپنی خطاؤں کو یاد کر کے رویا اپنی زبان کی حفاظت کی"۔

آپ علیہ السلام نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا "کیا ہی بہتر ہے وہ آنکھ جو سوئی تو اس کا نفس گناہ میں ملوث نہیں تھا اور جب بیدار ہوئی تو بھی گناہ سے آلودہ نہیں تھا"۔

حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام اپنے حواریوں کی معیت میں ایک مردار سے گزرے حواری کہنے لگے کہ اس کی بدبو کس قدر بری ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا اس کے دانت کس قدر سفید ہیں۔ آپ علیہ السلام نے یہ اس لیے فرمایا تاکہ یہ لوگ غیبت سے بچیں"۔

ابوبکر بن ابی الدنیا فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے

"اے حواریوں کے گروہ دین کی سلامتی کے ساتھ دنیا کی دنیایت پر راضی رہو جس طرح اہل دنیا دنیا کی سلامتی کے ساتھ دین کے ضائع ہونے پر راضی ہو جاتے ہیں"۔

حضرت ابومعصب سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد پاک ہے

"ذکر خداوندی کے بغیر زیادہ گفتگو مت کرو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور سخت دل اللہ تعالیٰ سے دور ہوتے ہیں لیکن تم اس حقیقت سے ناواقف ہو بندوں کے گناہوں کو مت دیکھو جس طرح کہ تم رب ہو تم انہیں بندے کی حیثیت سے دیکھو کچھ لوگوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور کچھ اپنی کارستانیوں کا خمیازہ بھگتے ہیں۔ مصیبت زدوں پر رحم کرو اور اللہ تعالیٰ کی عافیت پر حمد وستائش کرو"۔

حضرت سفیان ثوری و مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے ارشاد فرمایا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو جنت کی تمنا کرتا ہے اسے جو کی

روٹی کھانا پڑے گی اور جو کی روٹی کھانا جنت کی طلب میں بہت تھوڑا عمل ہے"۔

یزید بن میسرہ سے روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ تر نیک دل لوگ ہیں"۔

عیسیٰ علیہ السلام کے القابات:

حضرت عیسیٰ کو قرآن حکیم میں جن القابات سے نواز گیا وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) کلمۃ اللہ (۲) مسیح (۳) وجیہہ (۴) مقرب (۵) صالح (۶) مھد و

(۷) کہولیت میں متکلم

جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہوا

"اور یاد کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا اے مریم اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی جس کا نام مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا وجیہہ (رواوار) ہوگا دنیا اور آخرت میں اور قرب والا اور لوگوں سے باتیں کرے گا پالنے اور پکی عمر میں اور خاصوں میں ہوگا"۔

(پ۳ سورۃ آل عمران آیت ۴۶،۴۵)

حرفِ آخر

الحمدللہ ثم الحمدللہ میں اپنے رب عزوجل کے فضل وکرم اوراس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر رحمت اوراپنے پیرومرشد کی نظر لطف وعنایت کا بے حد شکر گزار ہوں کہ ان کے سبب مجھے ذکرانبیاء علیہم السلام رقم کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ یہ تحریر کرنے کی سعادت مدینہ منورہ کی معطر ومشکبار فضاؤں میں سرسبز نور برساتے گنبدِ پاک کے سائے میں بیٹھ کر حاصل ہورہی ہے۔ بے شک میں ادنیٰ ناکارہ حقیر فقیر اس لائق نہ تھا کہ اتنی بڑی ذمہ داری اٹھا سکتا۔ لیکن اپنے رب عزوجل اوراس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوراس محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیاروں کے طفیل اوران کی نسبت سے بہ احسن خوبی اس ذمہ داری سے سبکدوش ہوا۔

میری اس تالیف کی وجہ دراصل اپنے مسلمان بھائیوں کو یہ باآور کرانا ہے کہ امت محمدیہ سے پہلے جتنی بھی قومیں برباد وہلاک ہوئیں اپنی اس گستاخی وبے ادبی کے سبب ہوئیں جو انہوں نے اپنے رسولوں کی شان میں کیں۔ یہ ناچیز اس تالیف کے سبب اپنے مسلمان بھائیوں کو یہ تنبیہ بھی کرنا چاہتا ہے کہ اپنے نبی کی شان میں ادنیٰ سی بھی توہین یا بے ادبی یا گستاخی دنیاوآخرت برباد ہوجانے کا سبب ہے۔ پچھلی قومیں اپنے رب عزوجل کا انکار کرتی رہیں لیکن انہیں چھوڑا جاتا رہا لیکن جب انہوں نے اللہ عزوجل کے انکار کے ساتھ ساتھ اس کے بھیجے ہوئے رسول کے ساتھ توہین آمیز رویہ اپنایا تو عذابِ الٰہی نے انہیں ایسا گھیرا کہ نام ونشان نہ رہا۔ ہاں اس تباہی وہلاکت کے آثار آج بھی عبرت کی نگاہ سے دیکھے اورسنے جاتے ہیں۔

تو مسلمان بھائیو! جان لیجئے کہ جس نے اپنے نبی کی شان کو بلند کیا اوران کی

تعظیم بجالایا اس نے نہ صرف اپنے آپ کو ہلاکت و بربادی سے بچالیا بلکہ دنیا و آخرت میں انعام و اکرام سے سرفراز کیا گیا اور جس نے اللہ کے نبی کو اپنے جیسا بشر سمجھا یا ان کے علم کو اپنے علم جتنا گردانا اور ان کے تصرف و اختیارات کو اپنے اختیارات پر محمول کیا تو اس کے لیے دنیا میں بھی ذلت آمیز سزا اور آخرت میں بھی رسوا کن عذاب مقدر کر دیا گیا۔

جان لیجئے کہ اگر دل میں تعظیم نبی نہیں تو تمام تر عبادات زائل اور بے فائدہ ہیں۔ ابلیس لعین ۔نے بھی جب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور ان کی اعلیٰ و ارفع شان کا انکاری ہوا تو اس کی کثرت عبادات اور اس کا مقرب ہونا بھی اس کے کام نہ آیا اور وہ مردود اور لعنتی قرار دے دیا گیا اور اس کا ٹھکانہ بھڑکتی ہوئی آگ مقدر ہوا جیسا کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

''تو جنت سے نکل جا کہ تو مردود ہے۔ بے شک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔''

(پ۱۴ع۲)

تو معلوم ہوا کہ کثرت سے عبادت کرنے والا اور رب کا مقرب ترین جب نبی علیہ السلام کی شان گھٹانے کے درپے ہوا اور گستاخی کا مرتکب ہوا تو آن واحد میں مردود قرار دے دیا گیا۔ جنت سے نکال دیا گیا اور لعنت النبی کا مستحق ہوا۔

مسلمان بھائیو! غور فرمایئے کہ اگر آج ہم بھی ابلیس لعین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان گھٹانے کی کوشش کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ہی جیسا عام انسان سمجھیں گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب، تصرف و اختیارات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وادب بلند و بالا شان و عظمت کے منکر ہوں گے تو کیا شیطان کی طرح لعین و مردود قرار نہ دیئے جائیں گے؟ (معاذ اللہ) جنت سے نکال نہ دیئے جائیں گے؟ (معاذ اللہ)

تو ہوشیار رہیے شیطان کے چیلوں سے جو بھولے بھالے مسلمانوں کو شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گستاخی و بے ادبی کو اسلام کہہ کر غلط راہ پر لے جارہے ہیں۔ ایسی راہ جس کی منزل صرف اور صرف جہنم ہے۔

یاد رکھیے! انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں اور ان سے ادنیٰ سی بھی غلطی ہونے کا امکان نہیں۔ ان کی شان فرشتوں سے بھی بلند ہے۔ ان کا علم ان کے تصرفات و اختیارات ان کی تعظیم وادب ان کی عفت وعصمت کا اندازہ ہم جیسے عام انسان لگا ہی نہیں سکتے کجا انہیں اپنے جیسا قرار دینا۔

انبیاء کرام بعد وفات بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ لہٰذا انہیں مردہ قرار دینا شیطانی گروہ کا ہی کام ہے۔

انبیاء کرام کے مراتب بہت بلند ہوتے ہیں۔ انہیں اعلیٰ درجے کی بزرگی اور شرافت حاصل ہوتی ہے۔ نبی اللہ عزوجل کی وحی کا امین ہوتا ہے اور اللہ کی زمین اور اس کے بندوں میں اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے اور نبی کے درجے کو کوئی نہیں پاسکتا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ (جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں) عمر کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سال بڑے ہیں۔ جب ان سے سوال کیا گیا آپ بڑے ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے ہیں؟ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا بڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں البتہ عمر میری زیادہ ہے"۔

سبحان اللہ! کیسا تعظیم وادب میں ڈوبا ہوا جواب عنایت فرمایا گیا اور یقیناً ہر مسلمان ایسی ہی تعظیم وادب کرنے کا متمنی رہتا ہے جبکہ شیطان اور اس کے چیلے مسلمانوں کے بھیس میں ہر ہر زاویے سے نبی کی شان گھٹانے اور اسے اپنے جیسا بشر ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی نبی کی شان میں تنقیص

کرے تو وہ اس توہین رسالت کے سبب کافر اور واجب القتل ہے۔ خواہ معمولی سی تحقیر ہی کیوں نہ ہو ابو حفص کبیر رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک بالوں میں سے کسی ایک بال کے ذریعے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عیب لگایا تو وہ یقیناً کافر ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں ایسا لفظ استعمال کرنا بھی ممنوع ہے جو لغوی و معنوی اعتبار سے ہو تو صحیح لیکن اس کے ایک معنی غلط بھی نکلتے ہوں۔ جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کلام فرماتے اور صحابہ کرام اس ارشاد پاک کو دوبارہ سننا چاہتے تو عرض کرتے۔ ''راعنا'' یعنی ہماری رعایت فرمائیں۔ لیکن منافق جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہی لفظ بولتے تو ''راعنا'' کے بجائے کھینچ کر راینا پڑھتے جس کے معنی چرواہا بن جاتے اور اس طرح وہ منافق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس لفظ ''راعنا'' کے استعمال سے منع فرمادیا اور ارشاد ہوا۔

''یا ایھا الذین آمنو لا تقولو راعنا وقولو انظرنا۔ ''(پ ا ع ۱۳)

''اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور (یوں عرض کرو) حضور ہم پر نظر کریں۔

قارئین کرام! غور فرمایئے حالانکہ مسلمان تو ''راعنا'' ادب واحترام میں ہی استعمال کرتے اور اس سے معنی رعایت کے لیتے لیکن چونکہ منافقین کو اس لفظ کے بہانے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کا موقعہ ہاتھ آجاتا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو استعمال کرنے سے منع فرمادیا۔

تو معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کے نبیوں اور رسولوں کی شان میں کلماتِ ادب کا لحاظ رکھنا فرض ہے اور جن الفاظ یا جملوں میں ترکِ ادب یا ترکِ تعظیم کا ہلکا سا بھی احتمال ہو وہ زبان پر لانا حرام ہے۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وادب بجالانے اور ان کی شانِ عظمت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ایسوں کی صحبتِ فیض میں بیٹھنے کا موقعہ عطا فرمائے جو اللہ عزوجل کے رسولوں اور نبیوں کی شان وعظمت کے دل سے معترف ہیں اور جن کی صحبت بابرکت کے سبب دلوں میں محبت وتعظیم انبیاء کے چراغ روشن ہوتے ہیں اور ایسوں کی صحبتِ بد سے بچائے جن کا دین انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین ہے اور جن کے مذاہب کی اساس انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے جیسا معمولی بشر سمجھنا اور ماننا ہے اور جن کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام کی محبت وتعظیم شرک وبدعت ہے۔

طالبِ مدینہ وبقیع
محمد ناصرالدین ناصر قادری عطاری